تحفۂ دل پذیر

یادگارِ عقیدت

امید کہ خاطر خواہ دلکش و مفید ثابت ہوگا

خلوصِ دل و انعطافِ توجہ سے مطالعہ فرمائیے   التفات و اشتیاقِ ذوقِ سلیم ملحوظِ خاطر رہے

ملتمس ابو احمد اسحٰق برادرِ مغموم



سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب مغفور

فہرست مضامین

صحت نامۂ کلیات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۱۵	تازیانہ	تازیانہ	۵۸	۱۹	مسرور	مسدود
۹	۱۰	ہوئی	ہوتی	۶۶	۲۱	ہوگیا	ہوگیا
〃	۲	نگاہ شوق	جمال یار	۷۴	۲	درد دل	درِ دل
〃	۷	اطمینان کا	اطمینان	۷۸	۱	چشم کی راہ	چشم کی رد
〃	〃	چڑھ جائے	چڑھ جاتا	۸۴	۲۰	کہ خانی	کہ فانی
۱۰	۱۲	دم فرقت ہیں	دم فرقت تو	〃	۱	ہے مجھکو حشر میں اک شاہ انبیاسے غرض	مجھے تو حشر میں ہے شاہِ انبیاسے غرض
۱۳	۱۰	قبائے	قباہے				
۱۶	۵	غیروں کا	اور سب کا	۹۰	۱۰	ہو لغت کہیں	ہو تد کہیں
۲۵	۱۱	کب تک ہوگا	کیا جانے ہو کب	۹۱	۲۱	جھوکوں سے	جھونکوں سے
۳۲	۱۱	تحق	حق	۹۸	۹	غدم	عدم
〃	۱۹	بنیتوا	بینوا	۱۱۴	۹	غم و دہر	غم دہر
۳۴	۱۳	نہ گم ہوجائے خط اس سے نہ خط کے اڑسکیں پرزے	یہ اندیشہ ہے گم ہو خط اگر ہیں گر اس کے پرزے بھی	۱۳۷	۹	ہو نمایاں	ہوں نمایاں
				۱۴۳	۲۱	کلمہ طبیب	کلمہ طیب
۴۰	۸	بیچارہ ہیں ہوں	بیچارہ ہوں	۱۴۷	۲۱	ذرا حمد	دِرا حمد
〃	〃	میں بندہ ہوں تیرا	بندہ ہوں تیرا اور تو ہے بندہ نواز	۱۵۳	۱۹	ستدراہ	ستدِرہ
				۱۵۴	۹	یا شان خدا	یاں شانِ خدا
۴۵	۱	درودِ سلام	درود و سلام	〃	۲۱	اب عمر	اے عمر
۴۶	۱۲	یا تاب و تواں کا	یہ تاب و تواں کا	۱۶۵	۱	مغفرت	منفرت
۵۰	۴	ژاز	راز	۱۶۸	۱۲	اوڑھ کے	اُڑ کے
〃	۱۰	رضواں ہوگیا	نازاں ہوگیا	۱۷۵	۶	کہ جب تک	جب تک
۵۱	۱۹	زار زرا رہوتا	زار زار روتا	۲۰۲	۲	مرئے	مرے
۵۷	۲	احتناب	اجتناب	۲۰۵	۳	مسدس	سلام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۵	۱۸	کدام	یکدام
۲۱۸	۱۸	نادانی	نادانی
۲۲۴	۶	زدل مغموم	از دل مغموم
۲۳۰	۱۸	رہائی	رسائی
۲۳۲	۶	رائیگاں غم ہوئی	رائیگاں عمر ہوئی
۲۳۴	۱۶	جل کے مرینگے مدعی	شان سخن بلند ہوئی اس غزل کا چوتھا شعر سہواً درج کتاب نہوا۔ شعر بیکسی فراق میں کوئی نہیں ہے غمگسار بام اثر پہ جا کے کیوں دعا کو کیا غرض
	۲۰	پوشیدہ ہوا خون جو	پیوستہ جو تھا خوں مرا
۲۳۸	۱	تیرے	ترے
〃	〃	ترے	تیرے
۲۳۹	۱۵	کہ لحد سے اٹھکے آتی ہے یوں	کہ لحد سے آتی ہے یہ صدا
۲۵۳	۲۱	وہ ادھر	یہ ادہر
۲۶۱	۱۰	چرچا	چرکا
۲۶۹	۱۵	قرقت	فرقت
۲۷۵	۲۱	وہ فوراً	جو فوراً
۲۸۸	۱۳	بنوز	بنو
۳۰۰	۹	شمسیر	شمشیر
۳۰۲	۳	خرافی	خلافی
۳۰۵	۱۶	طرب و دہر	طرب دہر
۳۰۸	۱۵	کھلوئی	کھوئی
۳۱۲	۵	مستی میں طبع کی	مستی میں بھی طبع کی
۳۱۵	۶	پسن	پس
۳۱۷	۹	جانبناں	جانشاں
۳۱۹	۲	برباد بھی	برباد ہی
〃	۹	پناہ و مظلوم	پناہ مظلوم
۳۲۶	۱۳	چپن چپن کے	ایسے چپکے
۳۶۸	۴	ہے دنیا مغموم کی	ہے دنیا مغموم کی یہ
۳۷۸	۱۰	عبد القادر صاحب	عبد الستار شبیر ویلوری
۳۸۹	۱۰	اوامر و نواہی ذکر ہے	اوامر و نواہی کا ذکر ہے
۳۹۱	۱۱	شعر	قطعہ
۳۹۷	۲	ہواکے	ہوا کے
۳۹۸	۹	دائم المریض	دائم المرض
۴۰۴	۱۷	دونوں سے	دونوں میں سے
〃	〃	دنیا طلب	طالب دنیا
۴۰۸	۲	خوزد	خورد
۴۱۰	۵	نہ سازد باتو	نہ سازو تو با
〃	۲۰	احناب	احباب
۴۱۱	۴	خدمت خدمت خلق	خدمت خلق
۴۱۷	۴	ذوق وجدانی	ذوق وجدانی
〃	۱۹	ذوق و جدالی	ذوق وجدانی
۴۱۸	۱۱	چین نہیں دینا	چین نہیں دیتی
۴۲۱	۱	کھینچتے ہیں	کھینچے ہیں
۴۲۲	۱۳	نکلا	نکل کر
۴۴۰	۲۰	مرغزل	ہر غزل
۴۴۶	۱۹	مجموعہ یہ	یہ مجموعہ

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہر مئی کل من علیہا فان

واقعی دنیا کا کاروبار ہی تغیر پذیر ہے اس کی جو چیز ہے فانی ہے اس کی دل لگی عارضی ہے اور اس کی نمائش فرضی ہے آئے دن ایک نہ ایک سانحہ جاں گداز رونما ہوتا ہی رہتا ہے۔ لیکن ہمیں رونا تو اس بات کا ہے کہ پردۂ دنیا سے وہ وہ کار آمد ہستیاں مفقود ہوتی جا رہی ہیں جن کا وجود اہل دنیا کو نعمت غیر مترقبہ متصور ہے۔ انقلاب دہر سے ایسی ایسی نادر صورتیں ہم سے روپوش ہو گئیں کہ جن کا نذیر یا نعم البدل ملنا محال ہے اور ہمیں ان گراں قدر ہستیوں کی فیضان صحبت سے محروم ہونا پڑا کہ جس کا اظہار تاسف احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ مثلاً حضرات امیر داغ واکبر وغیرہ کسی فرد بشر میں وہ قابلیت یا جدت و سلاست اگر ہمیں دکھلائی دے تو بے ساختہ ہماری زبان سے نکلیگا یہ ہمسر امیر و داغ واکبر ہے۔

اہل بصیرت اگر غور کریں تو اس کی کنہ کو پا سکتے ہیں۔ ابھی ہم لسان العصر حضرت اکبر کا جی بھر کے ماتم کرنے بھی نہ پائے تھے کہ اوفتاد زمانہ سے ایک ایسی خبر وحشت خیز سنی پڑی کہ جس کے رقم کرنے سے زبان قلم عاجز ہے یعنی اطلاع ملی کہ جنوبی ہند کی وہ مایہ ناز ہستی جس کا وجود قابل فخر اہل مدراس تھا جس کے فیضان قلم و حسن کلام کا نہ صرف شہر مدراس بلکہ شمالی ہند بھی معترف و شیدا تھا ہم سے چھن گئی اور ہمیشہ کے لئے ہمیں آپ کے قیمتی پند و نصایح کے استفادہ سے محروم رہنا پڑا بہ الفاظ دیگر یگانۂ آفاق مداح رسول الثقلین استاذنا و مولانا سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب مغموم بتاریخ ۳۱؍ آگسٹ ۱۹۲۹ء مطابق ۲۵؍ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ بروز شنبہ رات کے دس بجے اس دنیائے فانی سے عالم باقی کی طرف انتقال فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حیف نہ ایکبار کہ صد بار حیف۔

دوسرے دن ان کے مبارک قالب خاکی کو مادر گیتی کے سپرد کر کے اس سچے عاشق رسولؐ کی لحد پر آنسو برساتے ہوئے با دل محزوں لوٹ آئے ؎ عرفی اگر بہ گریہ میسر شدے وصال ؛ صد سال می تواں بہ تمنا گریستن۔ نور اللہ ضریحہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی شخصیت شہر مدراس میں نہایت وقیع تھی اور شعر و سخن میں آپ ایک ممتاز اور پرگو شاعر کی حیثیت رکھتے تھے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کچھی میمن جماعت کے ایک ممتاز رکن تھے نہایت خلیق ملنسار اور حد درجہ کے منکسر المزاج تھے سادگی پسند تھے ظاہری نمائش سے تا آخر عمر آپ کو تنفر رہا ہمیشہ آپکا مطمح نظر مرنجان مرنج اور مسلک صلح کل رہا ہر کس و ناکس کی تواضع کیا کرتے تھے اور آپ کے بشرہ سے ہمیشہ آثار غور و خوض مترشح تھے علی ہذا القیاس آپ کا پاکیزہ و لطیف کلام بھی اظہار ستایش سے مستغنی ہے

بمصداق عیاں راچہ حاجتِ بیاں کیونکہ آپ کی حین حیات ہی میں آپ کے مشغلۂ سخن کی کافی سے زیادہ شہرت ہو چکی تھی اور دنیا جانتی تھی کہ واقعی آپ ایک نغز گو شاعر ہیں۔ آپ کے ضمیر مہر منیر پر ولائے رسول الثقلین کی وہ وہ ضیا باریاں ہوئیں کہ یادو شاید شدہ شدہ بفحوائے۔ می تراود چہ گنم آنچہ درآوند دل ست آپ کے ہر ایک شعر میں اس کی جھلک دکھلائی دینے لگی چنانچہ ایک شعر میں اپنے مشاہدات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شعر۔ دل نے دیکھی جو حقیقت تو نہیں کچھ دیکھا کو نصیب ؛ اس کو انوار بصر اس کو نظر کہتے ہیں۔ جب ولولۂ شوق نے دل میں چٹکی لی تو بہ ایں الفاظ اپنی تمنا دل کا اظہار کیا ہے۔ شعر۔ شہیدانِ محبت منتظر مغموم بیٹھے ہیں ؛ انہیں کی دل وہی کو اب روانہ ہم بھی ہوتے ہیں اور کہیں اپنی اضطرابی کا حال یوں واضح کیا ہے۔ شعر۔ ہے اضطرابی جوش جنوں کا یہ کہنا ؛ کہ ظرف دل سے ذرا خون کو اچھلنے دو۔ اور ایک شعر میں اپنی افزونیٔ وحشت کا کیا خوب خاکہ کھینچا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ مندمیں ہے مغموم حزیں بے تابانی کی فرقت میں ؛ روح ہوا ب آزاد الٰہی چھوڑ کے ان جنجالوں کو۔ محترمی جناب اسحاق سیٹھ صاحب مرحوم کے متعلق اپنی یادداشت بیان کرتے ہوئے اس بات کا بھی تذکرہ کرتے ہیں کہ جب آپ کے جسد خاکی کا تابوت گورستان کی طرف لئے جا رہے تھے تو باوجود آپ کی جسامت کے بھی گراں بار نہ تھا آپ کا تابوت بعینہٖ اس شعر کے مصداق تھا جو آپ نے اپنے دلی انکشافات سے متاثر ہو کر قلمبند کیا تھا۔ شعر۔ دنیا میں مثل گل ہے اور بعد مرگ ہم ؛ یاروں کے دوش پر بھی نہ ہرگز گراں رہے ؛ اور ایک جگہ یہ ہجراں نصیب عاشق رسول بہ ایں الفاظ اپنی مجبوری کا نقشہ کھینچا ہے۔ شعر۔ گھل گھل کے عشق سرور عالم میں شمع ساں ؛ مغموم ہو گیا ہے اجل کا شکار آج۔ آپ بعارضہ تپ صرف تین دن فرش پر رہے اور جب پیام وصال آیا تو آپ کے برادر اسحاق سیٹھ صاحب اپنا چشم دید واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ بالکل ساکت تھے لیکن آپ کے لب متحرک تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کچھ وردِ زبان ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کی حالت بعینہٖ اس شعر کے رہی ہو جو آپ نے وفور شوق میں تحریر فرمایا ہے اور کیا خوب فرمایا ہے۔ شعر۔ بے خود ہوں مگر نام نبی لب پہ ہے جاری ؛ میں نزع کی حالت میں بھی غافل نہیں ہوتا۔ آپ کے برادر عزیز یہ بھی کہتے ہیں کہ جس وقت آپ پر حالتِ نزع طاری ہوئی تو آپ کا چہرہ بالکل بشاش تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی طالب اپنے مطلوب کے نوید وصل سے مطمئن ہو جاتا ہے۔ کیوں نہ ہو بمصداق اس شعر کے۔ آیا پیام مرگ تو گویا ملی نوید ؛ وقف سرور دل کا مرے جوش ہو گیا۔ باوجود آپ فارغ البال ہونے کے بھی اس سے کچھ لطف اندوز نہ ہو سکے بلکہ اپنی طلب صادق کی بہ ایں الفاظ کیا خوب ترجمانی کی ہے شعر۔ چین غم اندوز ہے فانی خوشی ؛ سوز محبت کا طلبگار ہوں۔ آپ کی یقینی توقع نجات کو بطور پیشینگوئی کے اس شعر سے تائید ہوتی ہے شعر۔ نجات حشر میں مغموم کی یقینی ہے ؛ خدا کو علم ہے یہ وہ ہے مدح خوانِ رسول۔ یہ طالب صادق اس دنیائے فانی اور اس کی نمائشوں سے اکتا کر ایک شعر میں اپنی بے دلی کا اظہار کیا ہے۔ شعر۔

کرواب عزم ہے مغموم ملک جاودانی کا ؎ نظر افروز کوئی شئی نہیں دنیا کے ساماں میں۔

بمصداق۔ بہ پایاں آمد این دفتر حکایت ہمچناں باقی ؎ کہاں تک تحریر ہو سکے جن کو آپ کے عشق صادق کا صحیح اندازہ کرنا ہو آپ کے دیوان عرف کلیات مغموم سے بخوبی کر سکتے ہیں۔ آپ کی کلیات کیا ہے گویا عشق نبی کا ایک مرقع ہے جس میں گوناگوں طریقہ کے رنگ بھرے گئے ہیں اور آپ کا دیوان بمصداق اس شعر کے ہے۔ ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ؎ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست۔ اب آپ کی جدت طبع کے ثبوت میں صرف یہ دو شعر ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں ارباب نظر قیاس کر سکتے ہیں کہ آپ کی طبیعت میں کس درجہ بلند پروازی کا مادہ تھا چنانچہ ایک شعر میں اپنی تمناؤں کا اظہار بہ ایں صورت کیا ہے۔ یثرب میں ہے مرغ جاں کی پرواز ؎ طوبی پہ ہے قصد آشیاں کا۔ اور ایک شعر میں اپنی آمد و شد کی توضیح یوں کی گئی ہے۔ شعر۔ خورشید کی طرح ہوئے تاباں ؎ سایہ کی طرح گذر گئے ہم۔ اک اور جگہ اپنی موت کے متعلق یوں پیشینگوئی کی گئی ہے۔

شعر۔ مرنے سے ملی حیات جاوید ؎ وہ کام جہاں میں کر گئے ہم۔

غرض افسوس اس بات کا ہے کہ مصنف مرحوم اپنی حین حیات اپنی تمام عمر کی کاوش کا نتیجہ جو دیوان کی شکل اختیار کر چکا تھا اپنے احباب اور تلامذہ میں تقسیم کرنے کی خوشی سے لطف اندوز نہ ہو سکے حالانکہ آپ کی زیست میں آپ کی کلیات زیور طبع سے مزین ہو چکی تھی لیکن جلد بندی کا کام باقی تھا کہ آپ اس آخری تمنا کو لئے ہوئے راہی ملک بقا ہو گئے۔

اس سانحہ روح فرسا کے ظہور میں آنے کی وجہ اس کام کو یوں ہی معطل کر دینا پڑا جب آپ کی فاتحہ چہلم سے فراغت ہوئی تو آپ کے برادر اصغر عالیجناب سیٹھ محمد اسحق صاحب نے اس کی تکمیل کی ذمہ داری لی لیکن زمانہ کی افتاد کچھ ایسی پڑی کہ مجبوراً آپ کا خیال اس طرف سے منتشر ہو گیا اور کچھ زمانہ علالت کی نذر ہو گیا۔ متواتر کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے کہ عرصہ دراز تک تکمیل کا ملتوی رہا لیکن اب جب کہ یکسوئی حاصل ہوئی تو اس یادگار بے بہا کے بقیہ امورات کی تکمیل کے عزم مصمم کے ساتھ ہی یہ بات بھی ضروری معلوم ہوئی کہ جن حضرات کو ابتک مصنف مرحوم کے وصال کی خبر نہوئی ہو انہیں بھی اس کی خبر ہو جائے اور یہ خبر بطور ضمیمہ طبع کرا کے کلیات مغموم کے ساتھ شامل کر دی جائے تاکہ جن حضرات کو مصنف مرحوم کی کاوش جگر سے کچھ بھی حظ محسوس ہو وہ مرحوم کو دعائے خیر سے یاد کر لیا کریں۔ خدا اس سچے عاشق رسول کو غریق رحمت کرے۔ آمین

مکرمی جناب سیٹھ محمد اسحاق صاحب نے اس خدمت کے سرانجام دینے کے لئے مرحوم کے اس قدیم نیازمند کو منتخب کیا۔ استاذنا حضرت مغموم رحمۃ اللہ علیہ اپنی حین حیات جیسے شفقت بزرگانہ کا برتاؤ کیا کرتے تھے ویسے ہی یہ بھی تعلق و مروت مد نظر رکھتے ہیں۔

راقم الحقیر محمد عبدالستار مشیر (دہلوی)
یکے از کفش برداران حضرت مغموم رحمۃ اللہ علیہ

۱۵ر نومبر ۱۹۳۳ء

قطعات تاریخ وفات

قطعۂ تاریخ معہ گرامی نامہ از جناب مولینا رضا علی صاحب وحشت کلکتہ

کلکتہ

۲-۱-۲-۲ دلکشا اسٹریٹ

۲۱ راکتوبر ۱۹۲۹ء

محترمی! تسلیم!!

آپ کے انجی بزرگوار اور اپنے مخدوم عالی وقار حضرت سیٹھ محمد اسمٰعیل مغموم کی وفات حسرت آیات کا حال دریافت کرکے بے حد افسوس ہوا۔

خدا ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ آپ کو اور دیگر اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ایک قطعۂ تاریخ پیش کرتا ہوں

ہوئے دنیا سے جب مغموم راہی — ہوئی جنس وفا عالم سے معدوم

بڑے تھے نیک نیت نیک باطن — پس از رحلت ہوئے مغفور و مرحوم

سخندان و سخن فہم و سخن سنج — انہیں اس فن کی تھی ہر بات معلوم

ہوئی تاریخ کی جب فکر وحشت

کہا ہاتف نے۔ نیک اعمال مغموم

۱۳ ۴۸ ھ

نیاز مند وحشت

از محمد عبدالستار مشیر ویلوری تلمیذ حضرت مغموم علیہ الرحمہ

حضرت مغموم ما استاد عصر — زیں جہاں رخت سفر افسوس بست

ساقیٔ میخانۂ شعر و سخن — رفت و بزم شاعری بے نور گشت

بست و پنجم از ربیع الاولیں — بُد کہ از دنیا رہ عقبیٰ گرفت

عالمے در رنج ہجرش بے قرار — سینہ سوزاں دل کہ پر از داغ ہست

سال رحلت زد رقم کلک مشیر

حیف مغموم علو پایہ۔ برفت

۱۳۴۸ ھ

معرفتِ حقیقی

(کتاب چھپنے کے بعد کا طبعزاد کلام)

شراب معرفت سے دل کا ہو لبریز پیمانہ — تو ہر دم نورِ عرفاں سے منور ہو یہ کاشانہ
خودی کا گر حجاب اٹھے تو رازِ دل عیاں ہو جائے — کہ چشمِ بے بصر سے ہے نہاں الفت کا خمخانہ
مئے الفت سے کیوں بہکے جو ظرف اچھا ہو انساں کا — کہ شانِ تمکنت باقی رہے اور رنگِ مستانہ
دلِ شیدا رہے بیدار مدہوشی کے عالم میں — بجز اس کے نہ حاصل ہو سکے عرفاں کا میخانہ
طریقِ عشق میں ہر ہر قدم پر ہوتی ہے لغزش — نہیں ممکن کبھی اس راہ سے واقف ہو بیگانہ
ہوائے عشق سے اس میں ضیا بخشی کا عالم ہے — بھڑکتا آتشِ الفت میں ہے دل کا نہاں خانہ
کوئی دم عالمِ ہستی میں ٹھہرے اور چل نکلے — ہماری کائنات زندگی کا ہے یہ افسانہ
نہ جن سے ہو سکی دشتِ جنوں کی جادہ پیمائی — وہ کہتے ہیں مجھے سودائی و مجنون و دیوانہ

نہ ہو گر سوزِ دل مغموم محرومی ہے قسمت سے
کہ جل کر منزلِ مقصود تک پہنچا ہے پروانہ

اسی کے حسن کی ہے شش جہت میں جلوہ گری — بشر کو کیا نظر آئے اگر ہو بے بصری
مدام جلوۂ خود بیں سے بہرہ ور ہو نظر — ہو قیدِ جسم سے لیکن ہے شرط روح بری
بہارِ زندگیِ جاوداں ہے دل میرا — کہ اس میں دردِ محبت کی چاشنی ہے بھری
نظر میں حسنِ ازل کی ہے جلوہ آرائی — ہو صیدِ دامِ محبت ہے طینتِ بشری
بوقتِ صبح نواسنج ہو رہے ہیں طیور — کہ ذکرِ یار میں پاتے ہیں راحتِ سحری
اسی کی یاد رہے اور گوشۂ عزلت — مدام فکرِ علایق ہے ایک دردِ سری
یہی تو باعثِ افشائے راز ہوتا ہے — ہے دردِ دل کی علامت جو آنکھ میں ہو تری
ہوس نے درد کا سرمایہ کر دیا برباد — نہیں ہے تابِ فغاں آہ میں ہے بے اثری
وجودِ قطرہ کہاں مل گیا جو دریا میں — ترا پتہ ملے اپنے سے ہو جو بے خبری
وہ دیکھیں غور سے شان اس کی پردہ پوشی کی — جو چاہتے ہیں مرے جرم کی ہو پردہ دری
ہے لطفِ سوز و طپش میں عبث ہے فکرِ علاج — جگر سے درد اٹھے دل کی ہو جو چارہ گری
پتنگ کو ہے طپش بہرِ سوز قابلِ دید — یہی ہے ہمتِ مردانہ اور بے جگری
نہیں ہے حسنِ عمل اور نہ شانِ خودداری — اگر ہے کچھ تو مشیت کی ہے یہ راہبری
عبث نہیں ہے یہ زاری عبث نہیں فریاد — ہے یاد میں دلِ گم گشتہ کے یہ نوحہ گری

ہر ایک رنگ میں مفہوم ہے ظہور اس کا
جو ذوقِ دل ہے تو حاصل ہے وسعتِ نظری



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد الٰہی کی ہے طاقت کہاں — نعتِ شہِ دیں میں ہے قاصر زباں
روحِ پیمبر پہ درود و سلام — آل پہ اصحاب پہ بھی جاوداں

ارباب علم و فن و دلدادگانِ سخن کی خدمات میں خاکسار خوشہ چین ارباب علوم محمد اسمٰعیل معصوم عرض پرداز ہے چونکہ عہد طفولیت سے مجھے شعر و سخن کا شوق دامنگیر ہوا لہذا میں نے اپنی بساط کے مطابق کچھ کچھ لکھنا شروع کیا یہاں تک کہ مشق سخن پختہ ہوتی گئی۔ اخبارات اور رسالجات میں اپنا ناچیز کلام شائع کراتا رہا۔ شاعری کی ابتداء فرضی عشق سے ہوئی۔ خیالی معشوق کے فراق میں کوہ و بیابان کی خاک چھانی۔ زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے اور اپنا اعمال نامہ خوب سیاہ کیا۔ یہاں تک کہ شباب کے ڈھلنے کے ساتھ عہد شباب کی سرمستیاں کم ہونے لگیں اور عمر گزشتہ کی سیاہ کاریوں پر تاسف خیز نظر پڑنے لگی۔ ہجوم غم سے طبیعت بے چین رہا کرتی تھی اسی ادھیڑبن میں تھا کہ عمر گزشتہ کی تلافی کیونکر کی جائے۔ عین اس حالت میں میرے ہمدم اور شفیق جناب حاجی خطیب بادشاہ صاحب بادشاہ مرحوم نے جن کی عنایت کا میں نہایت شکرگزار ہوں طبیعت میں تحریک پیدا کی جس سے میرا ڈگمگاتا ہوا قدم سنبھلا اور میں سلامتی کی راہ پر

گامزن ہوا۔ انہوں نے گمگشتگیٔ ضلالت سے مجھے نجات بخشی۔ چونکہ مجھے ہر روز ان سے نیاز حاصل ہوتا تھا ایک روز انہوں نے نہایت رقت قلب سے کہا کہ فرضی عشق کے کوچہ میں بھٹنے اپنی عمر برباد کردی اور موئے سپید نے آپ کو اور مجھ کو اجل کا پیام پہنچا دیا۔ کب تک اس گمراہی میں پڑے رہینگے؟ ایک روز خدا کو منھ دکھانا ہے۔ میں آج سے تائب ہوتا ہوں اور اپنا قلم حمد اور نعت کے لئے وقف کرتا ہوں آپ بھی میرا ساتھ دیں تو مناسب ہے۔ انکے اس دردناک بیان سے طبیعت نہایت متاثر ہوئی گویا کہ ملہم غیبی نے مجھے خواب غفلت سے بیدار کیا اور یاوری بخت نے ساتھ دیا میں نے کہا بسم اللہ، اس دن سے ہم دونوں نے خیالی معشوق کو طلاق دیدی۔ حمد و نعت اور نصائح میں طبیعت کو جولان کیا۔ مگر اپنا کلام طبع کرنیکا مجھے کچھ خیال نہ آیا نہ کبھی کلام کو ایک جا فراہم کرنیکا تہیہ کیا۔ اوراق کلام کبھی اِدھر کبھی اُدھر ڈالدیا کرتا تھا جسکی وجہ سے بہت سا کلام تلف ہوگیا ہرچند احباب سالہا سال سے بجد تھے کہ میں کلام شائع کراؤں، لیکن مجھے یہ عذر کہ جن لوگوں کی نظر سے اساتذہ کا کلام گزرا ہے۔ انکو اس سے کیا دلچسپی ہوگی بہتر ہے کہ اسے منظر عام پر نہ لایا جائے اگرچہ بعضے احباب چیدہ چیدہ اشعار نقل کرلیا کرتے تھے اور اکثر قومی جلسوں میں بھی نظم پڑھا کرتا تھا جسکو لوگ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے اور دلچسپی لیا کرتے تھے مگر کلام طبع کرنے پر میں کبھی راضی نہ ہوا۔ دس بارہ سال ہوئے کہ اپنے اشعار فراہم کرنے پر آمادہ ہوا۔ متفرق کاغذات جو سالہا سال سے منتشر پڑے ہوئے تھے اور جسقدر محفوظ رہگئے وہ درج بیاض کئے گئے اور پھر جو کچھ لکھا جاتا تھا وہ بھی یوں ہی کاغذوں پر پڑا رہتا تھا سال دو سال میں ایکبار جو کچھ کاغذات دستیاب ہوتے تھے درج بیاض کئے جاتے۔ اب کہ میری عمر کے ستر سال پورے ہوگئے اور دنیا کو خیرباد کہنے کے لئے پا بر کاب ہوں میرے عزم میں تبدیلی واقع ہوی اور اپنا کلام شائع کرنے کا خیال پیدا ہوا اسلئے کہ عمر تمام سیاہ کاریوں میں صرف ہوئی

میرا حسنِ عمل اگر کچھ ہے تو یہی حمد و نعت کا ذخیرہ ہے. اگر میرا کلام شائع ہو جائے تو شائد کوئی بندۂ خدا اسکے مطالعہ سے مستفید ہو کر دعائے خیر سے یاد کرے تاکہ میری مغفرت کا سامان ہو جائے. یہی باعث تھا کہ میں اسکی اشاعت کے لئے آمادہ ہو گیا. تائب ہونے سے پہلے جو کچھ عشقیہ کلام محفوظ رہ گیا تھا وہ بھی ساتھ ساتھ شائع کر دیا گیا. دعا ہے کہ خداوند کریم میرے ناچیز کلام کو مقبولیت عطا کرے. ناظرین سے استدعا ہے کہ وہ مجھے دعائے خیر سے محروم نہ کریں. کلام نثر جو مختلف رسائل میں شائع ہوا کرتا تھا اس میں سے جو کچھ محفوظ رہ گیا وہ بھی ساتھ ہی طبع کر دیا گیا.

خاکسار
مغموم

مدراس
۱۲۔ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

یارب! مقصود بینوا دے — شانِ رحمت تری دکھا دے
غفّار و رحیم، نام تیرا — بندوں پہ کرم ہے عام تیرا
ہے فردِ عمل میں سب تباہی — کس درجہ ہے میری روسیاہی
طاعت میں مری ریا کا ہے رنگ — سجدہ جو کروں زمیں کو ہو ننگ
مجرم ہوں، اور پُر خطا ہوں — حد درجہ قابلِ سزا ہوں
جُز تیرے مَیں کسکے در پہ جاؤں — دردِ دل کِسکو جا سناؤں
مشکل سے، مصیبت و بلا سے — جز تیرے ہے کون جو اماں دے؟
تو! چارۂ دل ہے، مَیں دل افگار — تو! بندہ نواز، مَیں خطاکار
نفس و شیطاں نے کردیا خوار — جُز تیرے ہو کون اب مددگار؟
عاصی ہوں، مگر ہوں تیرا بندہ — درگاہ پہ تیری، سرفگندہ
یہ میری ندامت اور تو ہے — رحمت تیری بہانہ جو ہے
ہو فضل ترا تو کام آساں — ہو لطف ترا تو دل ہو شاداں
عیبوں کو میرے ڈھانپ مولا — ستارِ عیوب نام تیرا
گر قہر ہو تیرا تازیانہ — دوزخ ہے یقیں مرا ٹھکانہ
خجلت کی تری نگاہ طالب — رحمت تیری غضب پہ غالب
ہے چشمِ کرم نوید میری — بخشش تیری، امید میری
ہر ایک کا ایک مدعا ہے — ہر ایک کا ایک آسرا ہے
الفت تری، میرا مدعا ہو — ظلِ رحمت کا آسرا ہو
توحید کا ہوں میں تیری قائل — بس عفو گناہ کا ہوں سائل

نکلے کلمہ کے ساتھ یہ جاں — محفوظ ہو نزع میں بھی ایماں
یارب بطفیلِ شاہِ لولاک — عصیاں کو مرے جلا کے کر خاک
صدیقؓ و عمرؓ، علیؓ و عثمانؓ — صدقہ سے ہوا نکے مشکل آساں
دل مائل بخشش و عطا ہے — زہراؓ خاتون کا واسطا ہے
یارب! بطفیل آلِ احمدؐ — آئی ہوئی سب بلا کو کر رد
غوث الثقلین کی دہائی — کونین میں میری کر بھلائی
ایمان کے ساتھ اب اٹھالے — رسوائی سے حشر میں بچالے
طوفانِ شرک کو اٹھالے — کشتی اسلام کی بچالے
وارث جو حجاز کی زمیں کے — نرغے میں ہیں دشمنانِ دیں کے
ہے ظلم و ستم کی کچھ نہ غایت — مجروح ہوئی ہے اب خلافت
بد عہدی کا مزہ چکھادے — شانِ عظمت انہیں دکھادے
نابود ہو انقلاب دوراں — خرسند ہوں سارے اہل ایماں
افضال سے غمزدوں کو کر شاد — احرار کو قید سے کر آزاد
مظلوم کی آہ کو رسا کر — مقبول تو اسکی التجا کر
مسلم کی ہو دفع تنگدستی — بیمار کو بخش تندرستی
پہونچادے خیر سے گھروں کو — بحر و بر کے مسافروں کو
بیواؤں کا تو گھر بسادے — محتاج و یتیم کو جزا دے
بندوں کی حاجتیں روا کر — مقروض کو قرض سے رہا کر

مغموم کو لطف میں بسادے
دارین میں سرخرو بنادے

حمدِ باریتعالیٰ عزاسمہٗ وجل شانہٗ

یارا ہے کہاں حمد الٰہی کے رقم کا
رقت سے سرِ عجز خمیدہ ہے قلم کا

مقصود ہے مطلوب ہے جو دیر و حرم کا
معبود وہ عالم کا ہے مسجود صنم کا

کسکو ہے بقا؟ دہر میں شاہی ہے اسی کی
کسریٰ کا نشاں ہے نہ پتہ قیصر و جم کا

یاں نعمت وافر ہے وہاں کوثر و تسنیم
گسترده ہے کیا خوان ترے لطف و کرم کا

فردوس کا منظر ہے مرے گوشۂ دلمیں
بیجا نہیں دعوٰی جو کروں سیر ارم کا

گم ہوگئے جو راہ طلب میں ترے نکلے
ملتا نہیں افسوس نشان نقش قدم کا

بیتابی سے آنکھوں نے کیا راز کو افشا
الفت میں تھا جوش نہ طوفان الم کا

انوار محبت سے بنا نقش ہو اللہ
جو اشک کہ فرقت میں گرا دیدۂ نم کا

ظلمت ہوئی نابود مٹا زنگ کدورت
داغ دل **مغموم** ترے عشق میں چمکا

نہ پایا کنہ کوئی راز داں کا
گزر کب ہو سکا وہم و گماں کا

ظہورِ ذات ہے برق تجلی،
ذریعہ ہے کہاں جاں کی اماں کا

مٹا کر نقش ہستی جستجو کر
نشاں کیا پوچھتا ہے بے نشاں کا

وہی ہے گلشن توحید جس جا
بھٹکتا ہے قدم باد خزاں کا

کہاں رہرو ہیں تسلیم و رضا کے
کوئی نقش قدم ہو کارواں کا

جو جلنے پر ہے ذوق دید، جل جا
یہاں کیا ذکر ہے سود و زیاں کا

من و تو کا رہے جھگڑا کہاں تک
اٹھا اے دل حجاب اب درمیاں کا

کوئی دیکھے مری خونبار آنکھیں،
پتہ ملجائے گا سوز نہاں کا

نہیں یہ صبح صادق کا ستارہ
شرارہ ہے دل آتش فشاں کا

مقام قرب اک حیرت کدہ ہے
تحمل آتے ہیں دُر ہائے مضامیں،
ہو جام خود فراموشی سے سرشار
مشیت کا ہے کافی اک اشارہ
بجائی بانسری وحدت کی کس نے؟

خرد گم ہے کہاں یا رابیاں کا
ہے دریا موجزن طبع رواں کا
اگر خواہاں ہے لطف جاوداں کا
بدل جائے نہ کیوں نقشہ جہاں کا
سر تسلیم خم ہے آسماں کا

طپش دل میں ہے اور سر میں گرانی
کہو معموم سودا ہے کہاں کا

دل مرا ہو کر کسی کا مبتلا جاتا رہا
ہستئ موہوم کا سب ولولہ جاتا رہا
صوفیانِ خام کی تعلیم ناقص سے کہیں
حق کو پانا اور شی ہے جاننا کچھ اور شئے
جب سے دیکھا ہوں ہیں جلوہ شاہد مقصود کا
جب ہوا وارفتہ میں شوق لقائے یار میں
نقش پا کا بھی نہیں عارف کے ملتے نشاں
آرہی ہے یہ صدا خمخانۂ توحید سے
گوش شنوا ہے کہاں آنکھوں میں بینائی کہاں
برق کی صورت گری جب اک تجلی طور پر

جستجوئے یار میں گم ہو گیا جاتا رہا
کشتۂ دلدار سے بیم قضا جاتا رہا
بادۂ توحید کا سارا مزا جاتا رہا
کیا ہو ذوق علم سے گر حوصلا جاتا رہا
دل سے میرے غیر حق کا مدعا جاتا رہا
رشتۂ عمر رواں ہو کر فنا جاتا رہا
جادۂ عرفاں کا گو یارہ نما جاتا رہا
رہ گیا بیگانہ اور ذوق آشنا جاتا رہا
ورنہ لطف دید کا سرمایہ کیا جاتا رہا
طالب دیدار کا سب حوصلا جاتا رہا

جل کے خاکستر ہوا معموم سوز عشق سے
خونِ دل سب صورتِ رنگِ حنا جاتا رہا

جو سوز الفت سے بیخبر ہو تو لطف کیا پائے وہ زباں کا
نغمہ زن ہو چمن میں بلبل نہ خود نما رنگ بوستاں کا

نہیں اگر درد آشنا دل تو کیا اثر غم کی داستاں کا
ہو عظمت یار گر نمایاں تو ہوش اڑ جائے انس و جاں کا

جو دلکو اپنے جلا رہا ہے تو رازداری ہے شرط اول
پتہ نہ لگجائے غیر محرم کو عشق میں سوزش نہاں کا

طلب ہے صادق بصیرت افزا تو منزل قرب ہو نمایاں
وجود حق کا نشان ہو ظاہر پتہ جو ملجائے لامکاں کا

تجلی حسن بیمثالی سے ظلمت دل فنا ہوئی ہے
ہے انت ربی و حسبی اللہ ورد ہر دم مری زباں کا

مضرت افزا بہار ہستی ہو کوچ اب منزل بقا کا
ہوا یہاں کی ہے ناموافق تو رنگ بدلا ہوا جہاں کا

طلب میں نکلا تو رہ گیا وہ ملا نہ ابتک نشان منزل
کہ حسن بیچوں کے عکس سے ہے حواس گمگشتہ کارواں کا

ہوئی فراموش یاد اجل کی ہوئی ہے غفلت کی نیند طاری
جگا کے آگاہ کر رہا ہے خیال یاران رفتگاں کا

نگاہ مشتاق دید اگر ہے تو قطع ہو جائیں سب تعلق
وصال کا تو اگر ہے خواہاں فراق لازم ہے جسم و جاں کا

جہاں میں جو خوگر رضا ہیں سرور و رنج ان میں ہیں یکساں
خوشی نہ فصل بہار کی ہے نہ انکو اندیشہ ہے خزاں کا

ہوا جو دلدادہ معرفت کا طلب میں کھویا گیا کچھ ایسا
پتہ نہیں نقش مدعا کا، نشاں نہیں قلب رازداں کا

جو پہنچے حسن ازل کی تہ کو کہاں یہ یارائے فہم و دانش
جو کنہ اسرار تک رسا ہو یہ حوصلہ ہی نہیں گماں کا

نکات الفت کا نقش کھینچا ہے میں نے مغموم اس ہی میں
عجب نہیں اہل دل ہوں مفتوں ہے رنگ دلکش مری بیاں کا

رکی زبان تو نالہ مرا بلند ہوا
تھمے جو اشک مرے درد دل دو چند ہوا

جو سر فروش محبت ہے سرفراز ہوا
جو مر کے زیست کو پایا وہ ارجمند ہوا

یہ خوب تھا کہ مری اسکی گفتگو ہوتی
میں رو پڑا دہن زخم دل جو بند ہوا

ہنسی جو زور سے آئی نکل پڑے آنسو
نشاط دہر سے دل اور دردمند ہوا

غبار بنکے مری خاک کر گئی پرواز
خدا کی شان میں پستی سے سربلند ہوا

نشاط و عیش کا ساماں ہوا دریں پا برکاب
میں بیخبر تھا رواں عمر کا سمند ہوا

کیا ہوں جوش کو قابو میں ضبط گریہ سے
یہ بحر ایک صراحی میں آج بند ہوا

بھلا رہے کوئی کبتک گرفت دانش میں
میں اپنے ہوش سے گزرا تو سودمند ہوا

جہاں میں کیا کوئی میرے سوا نہ تھا مغموم

جو مرغ غم کو مرا خونِ دل پسند ہوا

تعجب تھا جو برق حسن سے موسیٰ سنبھل جاتا | نگاہِ شوق سے کیونکر نہ کوہ طور جل جاتا
بھٹکتے یوں نہ پھرتے وہ پتہ تیرا جو چل جاتا | برہمن دیر سے اور شیخ کعبہ سے نکل جاتا
سرائے دہر فانی سے ہوا افسردہ دل ایسا | اگر بس میں مرے ہوتا تو میں پیش از اجل جاتا
نکلکر اشک میرے چشم تر سے تھم گئے ورنہ | غضب ہوتا غضب ہوتا جو یہ چشمہ ابل جاتا
پھنسا رکھا ہوس نے ظلمت آباد تمنا میں | اجل گر رہنما ہوتی تو یہ دل بھی بہل جاتا
مری مایوسیوں پر رنگ اطمینان کا چڑھ جائے | نہ تو مجھ سے نہاں ہوتا نہ میں دشت و جبل جاتا
لہو کا قطرہ سوز عشق نے باقی نہیں رکھا | وگرنہ مرغ غم خون جگر سے میرے پل جاتا
یہ خواہش ہے بقا حاصل کروں ایدل فنا ہوکر | زہے قسمت اگر کوئی اجل کا وار چل جاتا

ترے افضال سے ہے جو تمنا بہرہ ور میری
الٰہی! قالب **مغموم** اسی سانچے میں ڈھل جاتا

ہر ذرے سے ظہور ہے ذرہ نواز کا | آئینہ خود گواہ ہے آئینہ ساز کا
عالم یہ حمد حق میں ہے سوز و گداز کا | ہر استخواں نے کام دیا میرے ساز کا
قدرت سے میرے کار براری کی راہ ہیں | ملتا ہے ہر قدم پہ پتہ کارساز کا
پنہاں ہے خار ہائے حوادث میں لطف یار | گلدستہ ہے یہ اسکے گلستانِ ناز کا
دکھلا رہی ہے خاک یہ ہی سیر لامکاں | کیا مرتبہ ہے میری جبین نیاز کا
یادِ خدا سے میں کبھی غافل نہیں رہا | زاہد کو انتظار ہے وقتِ نماز کا
ہستی سے دور اور عدم سے ہوں قریب | حاصل سمند عمر کے ہے ترک و تاز کا
غافل یہی ہے بام حقیقت کا نردبان | ہو تیز گام تھام کے دامن مجاز کا
قرب خدا ہے اور علائق سے ہے بری | کیا خضر کو ملال ہو عمر دراز کا
حاصل ہو جسکو اسکی غلامی کا افتخار | ملجائے بارگاہ سے رتبہ ایاز کا

بندوں پہ سہل ہے سفر ہستی و عدم — ہر مرحلے میں لطف ہے بندہ نواز کا
گو مشکلیں ہیں عشق حقیقی کی راہ میں — انساں کو تجربہ ہو نشیب و فراز کا
ناکام رہ گیا وہ محبت کی راہ میں — چھلنی ہوا جگر نہ اگر عشق باز کا
جانباز عشق خاک ہوئے جستجو میں سب — لیکن پتہ ملا نہ کبھی اسکے راز کا

کیونکر نہ ہو وہ قرب الٰہی سے مفتخر
مغموم جاں نثار ہے شاہ حجاز کا

بزم ارباب صفا میں وہ بلایا نہ گیا — رنگ توحید میں جو دل کہ بسایا نہ گیا
ذوق قرب نظر یار بھلایا نہ گیا — ہوش سے اپنے گیا میں تو پھر آیا نہ گیا
یار کی ہے یہ امانت تو حفاظت ہو ضرور — راز سینہ کا کبھی ہم سے دکھایا نہ گیا
دار منصور نہ پائے تو ہو جینا مشکل — یار کا راز کبھی دلمیں چھپایا نہ گیا
ہوکے بیہوش سر طور گرے آہ کلیم — یار کا جلوہ جو آنکھوں میں سمایا نہ گیا
دم فرقت میں کوئی دیکھے مری مجبوری — ضعف سے آہ کبھی اشک بہایا نہ گیا
دل جدا مجھ سے ہے اور ہیں جو جاں مقصد سے — روٹھنے والے کو افسوس منایا نہ گیا
جام منصور کا ممکن تھا چھلک جائے ضرور — دلمیں جب بادۂ توحید سمایا نہ گیا
ہم نہ ہوتے بھی جو رسوائے جہاں کیا کرتے — ننگ ناموس کا آزار اٹھایا نہ گیا
غم فرقت میں ہوا جسم بھی لاغر ایسا — ڈھونڈھنے آئی قضا مجھکو تو پایا نہ گیا

شعر مغموم درد میں مگر کیا ہو اثر
قلب کو جسکے مزہ غم کا چکھایا نہ گیا

حلقہ بگوش ہوں میں اسی بارگاہ کا — ہوتا ہے سر خمیدہ جہاں عز و جاہ کا
بندہ جو رہ گیا ہے جرم و گناہ کا — ممنون ہوں جاں بخشے میں لطف الٰہ کا
دل مبتلا ہے عشق رسول اللہ کا — آغاز ہے یہ الفت مولیٰ کی راہ کا

ڈوبا ہوا ہوں یار کی الفت کے رنگ میں ۔۔۔ منظر ہے خوشنما مری شام و پگاہ کا
کیوں خاک سوختہ سے ہو الجھی کی ہے صدا ۔۔۔ دل ہے جلا ہوا کسی برق نگاہ کا
مارا کسیکو اور کسیکو جلا دیا ۔۔۔ مختار ہے وہی تو سپید و سیاہ کا
در ہے وہی جہاں ہو سر انفعال خم ۔۔۔ میں معتقد نہیں ہوں کسی خانقاہ کا
پہونچاتے ہیں ملک اسے باب قبول تک ۔۔۔ رتبہ بلند ہے مری فریاد و آہ کا
دیر و حرم کی منزل مقصود ایک ہے ۔۔۔ دونوں میں فرق کچھ نظر آتا ہے راہ کا
دار فنا میں حفظ مراتب کا ذوق ہے ۔۔۔ مرقد میں کیا ہے فرق گدا اور شاہ کا
لازم ہے روح و جسم کی قطع و برید ہو ۔۔۔ الفت میں ہے یہ طور و طریقہ نباہ کا
آئی وہاں سے نکہت جاں بخش یار کی ۔۔۔ منصور نے جو عزم کیا قتلگاہ کا

معصوم ذات حق میں یہ ہستی فنا کروں
جز اسکے کیا علاج ہے حال تباہ کا

جو سیر بزم طریقت مجھے دکھائے قدح ۔۔۔ وہ دلربا ہے مرا اور ہیں فدا قدح
شراب عشق حقیقی کا لطف دونا ہو ۔۔۔ جو دست ساقی کوثر سے کوئی پائے قدح
سرور کیف دکھاتا ہے اب مئے توحید ۔۔۔ خوشا کہ ساغر دل ہے مرا بجائے قدح
شراب عشق کے قابل ہو ظرف دل بھی اگر ۔۔۔ تو سیر گلشن عرفاں عجب دکھائے قدح
ہیں اس سے مستغنی میکشان جام الست ۔۔۔ قدح کی جسکو ضرورت ہو وہ اٹھائے قدح
یہ مئے وہ ہے کہ نہ نا اہل جسکے درپے ہوں ۔۔۔ لگائیں ہاتھ تو لغزش میں آئے پائے قدح
رکھینگے کیا سروکار اسکے مست جلوۂ یار ۔۔۔ ہماری بزم میں ہرگز نہ آنے پائے قدح
قدح کی خیر منائیں وہ اپنی عشرت میں ۔۔۔ جہاں میں شام و سحر جو چھلکائے قدح

ہے بے نیاز مدام اس سے بادۂ توحید
نہیں ہے بزم میں معصوم کچھ بقائے قدح

کمال معرفت کچھ اے دل ناداں پیدا کر
اگر انسان ہے تو جوہر انسان پیدا کر

نشاں اپنا مٹا دے تا سراغ اسکا کہیں پائے
جگر پیدا کر ایسا اور ایسی جان پیدا کر

کبھی دہوکا نہ کھا بھولے سے اشیاء مجازی پہ
دلا! کنہ حقیقت کو تو تا امکان پیدا کر

ہو جلوہ یار کا پیش نظر وہ آنکھ پیدا کر
صدا حق کی سنے جو کچھ سنے وہ کان پیدا کر

حیات و موت کی صورت سے پنہاں لا و الا میں
فنا ہو کر بقا حاصل ہو وہ ارمان پیدا کر

نہیں ہر بوالہوس کو باریابی بزم جاناں میں
جگر میں سوز دلمیں درد تو ہر آن پیدا کر

قدم ثابت ہو ایسا جان جائے پاس حق رہجائے
نہ لغزش ہو کسی صورت سے وہ ایمان پیدا کر

کہاں آیا، کہاں پہنچا کہاں تھا اور کیا ہوگا
طلب حق کی اگر ہے نفس کی پہچان پیدا کر

جمال یار کی تخصیص کیا ہے دیر و کعبہ میں
کہ ہر شئی میں نظر آجائے وہ عرفان پیدا کر

حلاوت جوشش مستی کی میسر ہو تو کیونکر ہو
قیامت کر فغاں سے اشک سے طوفان پیدا کر

جو رفعت کا ہی خواہاں سیکھ شیوہ خاکساری کا
عبودیت کی اے ناداں پہلے شان پیدا کر

جو بینا ہے تماشا کیا نہیں کثرت میں وحدت کا
کہا کس نے کہ کوئی گوشۂ ویران پیدا کر

کمال اسمیں نہیں اسباب دنیا گر فراہم ہے
حیات جاودانی کا کوئی سامان پیدا کر

لگا دے آگ دلمیں عشق کی اور دل پہ رکھ قابو
کبھی جلکر بھی جنبش ہو نہ وہ اوسان پیدا کر

ادہر زہد و ریاضت ہے، ادہر وسواس شیطانی،
مرض کا کر تدارک درد کا درمان پیدا کر

گلیم فقر میں کیا ہے؟ جبل اور دشت میں کیا ہے
کمال حق شناسی تو کسی عنوان پیدا کر

نہ کر معصوم ضائع عمر اپنی کوچہ گردی میں
رہ حق الیقین حاصل ہو وہ ایقان پیدا کر

ترے دلمیں اپنے نہ نہ ہے کا نہ ہو حساب ہرگز
ہو کتاب معرفت میں نہ خودی کا باب ہرگز

ہے ضیائے عشق تاباں نہ رہیگی ظلمت دل
ہے ظہور صبح صادق نہ ہو مجھ خواب ہرگز

نہیں دلکا حوصلہ یہ کہ جمال یار دیکھے
کہ وہ عالم تجلی کی نہ لائے تاب ہرگز

اثر شعور و دانش نے کیا تباہ ورنہ
نہوا ہوائے الفت میں یہ دل خراب ہرگز

تھا تمہارا ذوق اسباب جہاں سے مدعا کیا؟
یہ سوال حشر میں ہو تو نہ ہو جواب ہرگز

نہ طپش مری عیاں ہو سر رہ نگر گردوں کیا
نہ سمایا ظرف دل میں مرا اضطراب ہرگز

جو ہو سوز عشق کامل تو لگادے آگ دلکو
کہ عزیز جسکو جاں ہو نہو کامیاب ہرگز

ہو عبور دل پہ حاصل کہ ہے ذوق حقیقت
نہو نقش حب اغیار سے کتاب ہرگز

ہے عیاں جو کلک **مغموم** سے نقش سر وحدت
ہے بہار اسکی قائم نہ ہو انقلاب ہرگز

جہاں حسن ازل کے عشق کی ہے پائدار آتش
وہاں ہے شان رحمت اور فضل کردگار آتش

سیہ خانہ ہو روشن آگ لگجائے جو فرقت کی
طپش سے شوق دل بیتاب ہے اور بیقرار آتش

رہ ذوق لقائے یار میں جلنا بھی آساں ہے
دل آشفتہ کو ہو عشق کی کیا ناگوار آتش

بسر کیونکر ہو اس آتشکدے میں طائر غم کی
سراپا بنگیا ہے میرے دلکا مرغزار آتش

جو سوز دلمیں ساماں روح کی ہے زنگاری کا
بھسم کر ڈالتی ہے جسم کا اب تار تار آتش

دکھا دوں مہر محشر کو حرارت اسکو کہتے ہیں
رہے گر گرمئ سوز دروں کی برقرار آتش

اثر ہے پرتو حسن حقیقی کی تجلی کا،
لگی دل میں ہوئی اب مغز سے **مغموم** پار آتش

دائم ہوں محو لذت جور و جفائے عشق
مجھپر فدا ہے عشق تو میں ہوں فدائے عشق

پھاڑے قبائے ننگ ہو جسکو ولائے عشق
ٹوٹے طلسم عقل جو ہو مبتلائے عشق

بیخود کیا کسی کو، کسی کو مٹا دیا
وہ التفات عشق ہو یہ ہے ادائے عشق

ظلمات زندگی میں نہ پائی رہ بقا
گمگشتگی میں ترک ہوا مدعائے عشق

دل محو ذوق تھا کہ جلا سوز ہجر سے
وہ ابتدائے عشق ہے یہ انتہائے عشق

ناداں کو امتیاز کہاں نور و نار میں
کیونکر ہو بوالہوس کو حصول لقائے عشق

جولانیاں جنوں کی کبھی بے سبب نہیں — رگ رگ میں کر گئی ہے سرایت ہوائے عشق

رسوائیوں کا باب ہے سرگشتگی مری — دیوانگی میں ہوتی ہے نشو و نمائے عشق

بجھ جائے پھر نہ آتش عشق رسول سرد — سوز و گداز قلب ہے وجہ بقائے عشق

زاہد میں اور مجھ میں تفاوت ہے اسقدر — میں ہوں فنائے عشق تو وہ خود نمائے عشق

شور جنوں عشق ہوا نذر بے خودی — حسرت فزا ہوئی ہے شکست صدائے عشق

حاصل ہے اسکو لطف بقائے دوام کا — ہرگز نہ ہو کبھی متزلزل بنائے عشق

اللہ رے ضبط راز محبت کی کشمکش — لب تک نہ آئی دل سے نکلکر ندائے عشق

ساحل پہ کب ہے منزل مقصود کا نشاں — کشتی ڈبو رہا ہے بجا ناخدائے عشق

معصوم ذرہ ذرہ سراپائے نور تھا
حسن ازل کے ساتھ جو پھیلی ضیائے عشق

خمخانۂ توحید میں ہے اب گزر دل — پڑتی ہے ہر اک شی پہ ضیا نظر دل

شوریدہ سری میں بھی ہے اک ذوق محبت — آ اے غم جاناں کہ کشادہ ہے در دل

ہر روز نیا زخم ہے ہر روز نیا داغ — یہ عشق کی درگہ سے ملا ہے ثمر دل

آنکھوں میں سمایا ہے مگر جلوۂ محبوب — خالی نہ رہی وصل کی دولت سے بر دل

مدت سے تجسس ہے کہاں منزل مقصود — ملتا نہیں افسوس کوئی راہبر دل

ہے منزل عرفاں کی تجسس میں تگاپو — دشوار ہے بے مونس و رہبر سفر دل

ہر حال میں خو ضبط محبت کی ہو یارب — اس تودۂ آتش سے نہ نکلے شرر دل

جنبش میں ہوا عرش کھلا باب اجابت — وہ آہ کی تاثیر ہے یہ ہے اثر دل

گم گشتہ رہ عشق ہیں ہم بے سر و ساماں — ملتی ہی نہیں کون و مکاں میں خبر دل

کیا پائیں سراغ اسکا کہاں قوت پرواز
معصوم شکستہ ہیں ہمہ بال و پر دل

دشتِ توحید میں گم طالبِ جاناں ہوں میں
صورتِ غم نظرِ خلق سے پنہاں ہوں میں
گلشنِ دہر میں اک قالبِ بیجاں ہوں میں
ہاں مگر چشمِ حقیقت میں نمایاں ہوں میں
بیقراری میں ہے اسرارِ الٰہی کا ظہور
مخزنِ درد ہوں گنجینۂ عرفاں ہوں میں
حق شناسی کی ضیا سے ہے منور سینہ
لطفِ باری پہ فدا الجنت پہ نازاں ہوں میں
زندگی شانِ خودی اور خودی مانعِ دید
ستمِ ہستیٔ فانی سے ہراساں ہوں میں
گرم ہے نبض مری ہاتھ نہ جل جائے طبیب
یہ تپِ عشق ہے اور سوزشِ پنہاں ہوں میں
خواہشِ دید ہے اور دستِ طلب بھی ہے دراز
تابِ نظارہ کہاں بے سر و ساماں ہوں میں
گام فرسا ہوں مگر منزلِ مقصود کہاں
ہاں مگر وادیٔ عرفاں میں خراماں ہوں میں

چہرہ دستی سے جنوں کے ہے فروغ اے مغموم
مثلِ دامانِ سحر چاک گریباں ہوں میں

کئے سے اپنے پشیماں ہوں شرمسار ہوں میں
ہے ربطِ رحمتِ حق وہ گناہگار ہوں میں
ہے آرزوئے الم، وہ نحیف و زار ہوں میں
ہے سوزِ قلب کا ارماں وہ دلفگار ہوں میں
کسی کا دل نہ دکھے، وہ سیاہ کار ہوں میں
ہو انکشافِ حقیقت، وہ بادہ خوار ہوں میں
ہو وار اپنے پہ، وہ تیغِ آبدار ہوں میں
اذیت آپ ہی پامال ہوں وہ خار ہوں میں
جو نقش حسنِ معانی کا پائدار ہوں میں
بجا ہے گلشنِ عرفاں کی خوش بہار ہوں میں
حریمِ ناز تلک شوق کی رسائی ہے
غلط نہیں جو کہوں صبا و قرار ہوں میں
یہ دھن ہے قرب کی منزل کا بھی پتہ مل جائے
طپاں ہوں اور ہمہ تن چشمِ انتظار ہوں میں
ادھر جو دیکھو تو اوجِ سپہرِ عرفاں ہیں
ادھر جو دیکھو تو پامالِ روزگار ہوں میں
اسی سے راہ ملی مجھ کو حق نمائی کی
عدو کے جور و جفا پر بھی اب نثار ہوں میں
اثر پذیر نہیں نقشِ شادمانی کا
کہ دردِ دل کا ازل سے ہی خواستگار ہوں میں
خودی جو کھوئی تو کھویا گیا ہوں میں ایسا
نہاں ہوں اپنے سے عالم میں آشکار ہوں میں

ہے عکس آئینۂ دل میں سر مخفی کا — جہاں میں قدرت باری کا رازدار ہوں میں
غبار دوش صبا پر مرا اڑا جو دم — کہا کہ جادۂ الفت کا شہسوار ہوں میں
مصیبتوں میں پریشاں رہا نہ دل میرا — رضائے دوست پہ آمادۂ استوار ہوں میں

یہی طریقہ ہے ا مشرب مرا یہی **مغموم**
کہ وقف درد ہوں غیروں کا غمگسار ہوں میں

اسباب کائنات سے میں بے شعور ہوں — مدہوش و مست بادۂ جام طہور ہوں
اسرار معرفت کا میں محرم ضرور ہوں — لیکن شراب جام محبت سے چور ہوں
دیتا ہے سب کو جلوۂ حسن ازل نوید — دل سے قریب اور میں آنکھوں سے دور ہوں
سرسبز ہے مرا چمن داغہائے عشق — جسکی بہار دیکھ کے وقف سرور ہوں
میں کھو گیا یہ جامۂ ہستی نہ کھو سکا — محرم ہوں عشق کا میں سراپا قصور ہوں
گھس گھس گئی زمیں پہ جبین سجود بھی — جبتک خودی سے دور نہیں بے حضور ہوں
زاہد جمال یار سے ہر دم ہوں بہرہ ور — کیا میں فریب خوردۂ یوم النشور ہوں
سب داغ جرم اشک ندامت سے دھو دئے — میں مورد نوازش رب غفور ہوں
دنیا سے اور علائق دنیا سے ہوں بری — میں شائق زیارت اہل قبور ہوں
سر کو جھکا کے دیکھ! کہ کہتا ہے حسن پاک — دل کے سیاہ خانہ میں میں شمع طور ہوں
اک دم بھی یاد دوست سے غافل نہیں رہا — کہتا ہے ہر نفس کہ میں قندیل نور ہوں
محشر میں بھی رہونگا طلبگار دید یار — مشتاق خلد اور نہ خواہان حور ہوں

دار البقا کے شوق نے رکھا ہے بیقرار
مغموم زندگی سے میں اپنی نفور ہوں

سر کو تسلیم و رضا پر جو جھکا یا ہوں میں — کھو کے اپنے کو، لقا یار کا پایا ہوں میں
دل مرا مخزن اسرار زباں اسکی کلید — لفظ اگر گوہر معنی ہے تو، دریا ہوں میں

طبع ہے قلزم توحید شناور ہے یہ دل
نکتۂ سرّ الٰہی کا معمّا ہوں میں

گل گلشن ہوں کبھی خار بیاباں ہوں کبھی
قدرت خالق بیچوں کا تماشا ہوں میں

راز ہستی کی مہک ہے مرے دامن میں نہاں
چمن سرّ حقیقت کا شگوفا ہوں میں

نقش باطل کی طرح محو ہوا نقش وجود
بنکے قطرہ یم وحدت میں سمایا ہوں میں

نظر عالم اسباب سے پنہاں ہوکر
نگہ یار کی خلوت میں ہویدا ہوں میں

برہمن دیر سے اور شیخ حرم سے چھوٹا
سرّ وحدت کا ترانہ جو سنایا ہوں میں

جسکے اک قطرے سے مخمور ہے بیخود منصور
اسی خمخانۂ توحید کا جویا ہوں میں ،

ذوق آشنا وہ زندگی جاوداں کے ہیں
فانی ہوئے جو ذات میں اس بے نشاں کے ہیں

ہر رنگ میں عیاں ہے ہر اک شی میں جلوہ گر
تخصیص دیر و کعبہ یہ جھگڑے کہاں کے ہیں

جلتے کو ہم ہیں اور جلانے کو حسن یار
واقف نہ ہم نکات سے سود و زیاں کے ہیں

لرزہ ہے آفتاب میں سیماب میں طپش
اجزا جو ملگئے مری آہ و فغاں کے ہیں

آزار عشق اور مزے باغ دہر کے
وہ جلوۂ بہار یہ جھونکے خزاں کے ہیں

یہ عزم ہے کہ خرمن ہستی کو پھونک دوں
نکلے ہوئے شرر دل آتش فشاں کے ہیں

بے بال و پر کے آرزوئے سیر لامکاں
کیا کیا نہ حوصلے یہ دل ناتواں کے ہیں

مر مر گئے ہیں منزل عرفاں کے رہنما
مٹ مٹ گئے جو نقش قدم کارواں کے ہیں

مخمور سب اسیلئے ہیں یہ نغمہ سنجیاں
چرچے سخنوروں میں جو میری زباں کے ہیں

شعلے بھڑک اٹھے مرے سوز نہاں کے ہیں
اسباب ناتمام ابھی امتحاں کے ہیں

ناخن سے غم کے پھوٹتے ہیں دل کے آبلے
یہ چارہ سازیاں ترے درماندگاں کے ہیں

دم بھر میں کوہ طور کو جسنے جلا دیا
مشتاق ہم اسی نگہ جانستاں کے ہیں

کانوں پہ ہاتھ رکھتے ہیں اسرار یار سے
ہم بیخبر ہیں اس سے یہ معنے اذاں کے ہیں
کیوں اتنا قیل و قال ہے ذات و صفات میں
باتیں فضول سارے یہ وہم وگماں کے ہیں
دشمن کو پالنا ہے مٹاتا ہے دوست کو
بندہ نوازیاں یہ کیسی مہرباں کے ہیں

معموم شش جہت میں اسیکا ظہور ہے
قصے فضول سارے یہاں اور وہاں کے ہیں۔

سر فروشی میں بھی انداز وفا ملتا نہیں
خود سری میں طرز ارباب صفا ملتا نہیں،
کیا سمائے قلب بے اوراک میں شوق لقا
ذوق لطف جادۂ دانی جز فنا ملتا نہیں،
جستجو میں ہائے کیا کیا دشت پیمائی ہوئی
عمر رفتہ کا سراغ نقش پا ملتا نہیں،
نفس سرکش اور ناہموار ہے راہ عمل
جادۂ ہموار تسلیم و رضا ملتا نہیں،
خاک میں پنہاں جواہر نور ظلمت میں نہاں
بوالہوس کو چشمۂ آب بقا ملتا نہیں،
بیخودی ایسی ہو طاری جس میں ہو ذوق لقا
گر خودی زائل نہ ہو جائے خدا ملتا نہیں،

قید ہستی ہے گوارا یا حیات جاودان
کیا کروں معموم دل کا مدعا ملتا نہیں

نکتہ دانوں میں ہے یہ رنگ نہ فرزانوں میں
شان توحید نظر آئی تو دیوانوں میں،
دل میں پائیگا اسے ہو جو حقیقت آگاہ
مسکن یار حرم میں نہ صنم خانوں میں،
نگہ فیض پڑی ہے کسی دل آگہ کی
آج ہو حق کی جو ٹکرا رہے میخانوں میں،
فیض پاتے ہیں جو ہیں اہل بصیرت اس سے
جلوہ گر رنگ حقیقت کا ہے افسانوں میں،
قیس کی دشت نوردی کوئی بیوجہ نہ تھی
ہوتی ہے عشق کی تکمیل بیابانوں میں،
جب سے ہر کام کو سونپا ہوں رضا پر اسکی
نہ رہا رنگ طلب کا مرے ارمانوں میں،
مدعی درد ہے غم کا جو ہے قبضہ دل پر
نہ ہی صلح کی صورت مرے جہانوں میں،
بالیقین اصل حقیقت یہ نہیں آگاہی
جنگ ہفتاد و دو ملت ہے مسلمانوں میں،

دیکھ لے نور حقیقی کا گزر ہے اس میں | شمع جلتی ہے کوئی دل کے سیہ خانوں میں،
تنگدل ساقیٔ میخانۂ توحید نہیں | کہ یہ مئ ہوتی ہے ساغر میں نہ پیمانوں میں،
جل کے مرتے نہ کبھی شمع پہ نادانی سے | اپنی حالت کا کہاں ہوش ہے پروانوں میں،

ہو کے راضی برضا عمر بسر کر مغموم
فائدہ کچھ نہیں اب اشک کے طوفانوں میں

گیا کوئی جم سکے قدم جادۂ امتیاز میں | دخل خودی کو ہو کہاں بزم حریم ناز میں،
ہو گیا نقش ہو عیاں حسن فریب ساز میں | عکس حقیقت آگیا آئینہ مجاز میں،
دلمیں بھی جوش آگیا دست دعا بھی اٹھ چکے | عرض نہ حال کر سکا بیخودی نیاز میں،
کوشش بے حصول سے بچ نہ سکے دل و جگر | آتش ہجر ہے نہاں سینۂ جانگداز میں،
جلوہ اسیگا بسگیا کوئی نظر نہ آسکا | غیر سما سکے کہاں دیدۂ پاکباز میں،
جسکا رہین لطف ہے بیخبری اسی سے ہے | سر بھی رہا سجود میں جسم بھی ہے نماز میں،
کیف سے بیخودی کے ہو راز حقیقت آشکار | جام طہور گر ملے میکدۂ حجاز میں،
عشق کی کشمکش میں ہے یہ دل ناتواں مرا | مرغ اسیر کیا کرے پنجۂ شاہباز میں
خوئے نیاز نے کیا دونوں جہاں میں سرخرو | اسکے سوا تھا اور کیا دسترس ایاز میں
کیفیت سرور بھی ہوتی ہے اس سے آشکار | معنی قرب ہے عیاں قلب کے سوز و ساز میں
اسکی طلب میں کھو گیا اسکی طپش سے جل اٹھا | شوق کو دخل ہے بہت خلوت دل کے راز میں
کنہ کو تیرے پا سکے عقل کی کیا مجال ہے | توسن فکر تھک گیا عرصۂ ترکتاز میں

مغموم اب یہ آرزو ہے کہ اسیکا ہو رہوں
میری دعا قبول ہو درگہ کارساز میں،

جو زباں ہے گنگ خرد ہے گم سر و پا کی مجکو خبر کہاں | رہ حمد میں ہو قلم رواں ہوا آہ عزم سفر کہاں
جو گئے طلب میں وہ گم ہوئے تری جستجو میں بھٹک گئے | نہ حواس ٹھکے بجا رہے کہاں شام اور سحر کہاں

مرادِ دل ہو کیوں یہ امید میں رہوں پست ہمت و بود کی قید میں
جو ہو بیخودی کی پناہ میں تو وہ پائے اپنی خبر کہاں

نہ ہو عزم راست تو پائے کیا جو ہو خیرہ چشم تو دیکھے کیا
کہ سرِ اقرب میں پست ہمت و بے بصر کا گزر کہاں

وہی مدعا سے ہو بہرہ ور رہِ عشق میں جو ہو بے خطر
کہ حوادثات کے تیغ کی جو سپر بنے وہ جگر کہاں

تو بعید حد قیاس سے تو قریں ہر ایک لباس سے
تجھے ڈھونڈیں ایسا جگر کہاں تجھے دیکھیں ایسی نظر کہاں

تجھے پا سکے یہ نگاہ کیا وہاں عقل و فہم کو راہ کیا
ہوئی برقِ حسن جو جلوہ گر تو خودی میں تابِ بصر کہاں

جو طلب میں جی سے گزر گئے وہ یہاں سے پار اتر گئے
نہ نشاں ملا کہ کدھر گئے کوئی نقش پا کا اثر کہاں

رہ مدعا میں کہاں ہوئی کبھی بہرہ ور مری آرزو
جو فغاں ہوئی تو رسا کہاں جو دعا ہو باب اثر کہاں

چشم دل گنج بصیرت سے پُر انوار تو ہو
صفت جلوہ ہے کوئی طالب دیدار تو ہو

خواب غفلت میں میسر ہو کہاں یہ دولت
گنج مخفی ہے عیاں دیدۂ بیدار تو ہو

خود بخود قلب پہ کھل جائینگے اسرار نہاں
جوش میں بادۂ توحید کے سرشار تو ہو

رخ انساں سے نمایاں ہو ندامت کا عرق
رحمت حق ہے کھڑی کوئی گنہگار تو ہو

منزل دار بقا بھی تو نہیں ہے آساں
قابل عزم سفر عمر کا رہوار تو ہو

پیس دینے کے لئے اسکو ہے آمادہ فلک
مثل فرعون کوئی مائل پندار تو ہو

دہر میں جنس محبت کا کہیں قحط نہیں
کوئی شائستہ و ذی ہوش خریدار تو ہو

وہ بھی سر ہو کہ جو ہو دار و رسن کے شایاں
پہلے جانباز محبت کوئی تیار تو ہو

خلد تیرا ہے ارم تیرا ہے کوثر تیرا
پیش ازاں رحمت باری کا سزاوار تو ہو

ساری دنیا ترے قدموں میں چلی آئیگی
صدق دل سے تو کبھی حق کا پرستار تو ہو

کون ہے اسکے سوا دکھ کا مٹانے والا
درد دل ہو تو وہ وابستۂ اظہار تو ہو

دیکھ لے فضل و کرم کا بھی تماشا اسکے
ہاں خجل عجز سے مغموم و دل زار تو ہو

کوئی راہ طلب میں کسطرح وقف تمنا ہو
حقیقت کا پتہ پائے تو کوئی جادہ پیما ہو

عدوئے ننگ ہو جو خستہ جاں کیوں اسکو پروا ہو
ہو جسکو ذوق بربادی جہاں میں کیوں نہ رسوا ہو

شکستہ ظرف میں پانی ٹھہرنے کی کوئی جا ہو
سمائے کیا مئے عرفاں جام دل جو ٹوٹا ہو

تری شان عطا ہو اور تیری جلوہ افروزی
مری بیتابی حسرت ہو اور میری تمنا ہو

نہ کرائے گریۂ بے اختیاری مبتلا مجھ کو
یہ خطرہ ہے نہ ان قطروں سے طوفاں خیز دریا ہو

کوئی دیکھے تو کیا دیکھے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے
وہ جلوہ آشکارا ہے مگر کوئی شناسا ہو

تھما ہرگز نہ خوں آنکھوں سے جاری ہوگیا جسدم
گماں ہوتا ہے کوئی آبلہ دلکا نہ ٹوٹا ہو

فنا ہو جائے جسکا مخزن امید ارماں کیا
اسے حسرت رہے کیا جسنے اپنے دلکو کھویا ہو

طلب میں اسکی مرجانا، رضا میں اسکی مٹجانا
فنا ہو کر بقا پانے کا ارماں ہو تو ایسا ہو

دو عالم میں تو رکھ لے شرم میری روسیاہی کی
وہ کر یارب! جو تیری شان ستاری کو زیبا ہو

ہر اک ذرّے سے ہے نور حقیقی کی ضیا پیدا
اگر ہے دیدۂ بینا تو سرگرم تماشا ہو

کوئی کیا پائے کنہ ذات باری اور کیا دیکھے
سمجھ میں آئے بھی کیونکر جو لاینحل معما ہو

ہوئی نشو و نمائے دل فضائے ناتوانی میں
وہ لائے تاب کیا جب حسن خود میں جلوہ آرا ہو

کلام کمتریں **مغموم** ہے اک درد کی تصویر
کوئی رنگ اپنا دکھلائے کوئی تاثیر پیدا ہو

ابتدائے کلام بسم اللہ
مرجع خاص و عام بسم اللہ

اسم اعظم ہے نام بسم اللہ
اور وحدت کا جام بسم اللہ

گنج دار السلام بسم اللہ
مرغ رحمت کا دام بسم اللہ

حل کرے اپنے دست قدرت سے
سخت مشکل کا کام بسم اللہ

گر میسر ہے دولت ایماں
حرز جاں کر مدام بسم اللہ

لوح پر جب قلم نے پہلے لکھا
تھا مبارک کلام بسم اللہ

نقش کر دل پہ تا بنا دیوے
نفس سرکش کو رام بسم اللہ

دستگیری کرے قیامت میں
کیوں نہو فیض عام بسم اللہ

صیقل جاں ہے یہ مٹا دیگا
زنگ عصیاں تمام بسم اللہ

معدن فیض منبع اسرار
مخزن جود عام بسم اللہ

کھول مغموم عقدۂ مشکل
حرز جاں کر مدام بسم اللہ

سر شوریدہ کا ہوگا اثر آہستہ آہستہ
گرینگے رقص سب دیوار و در آہستہ آہستہ

ریاضت کا بھی ملتا ہے ثمر آہستہ آہستہ
صدف میں قطرہ ہوتا ہے گہر آہستہ آہستہ

تماشائے جمال یار کچھ آساں نہیں لیکن
حقیقت بیں کی کھلتی ہے نظر آہستہ آہستہ

مصیبت میں نہیں کٹتی ہے یہ عمر دو روزہ بھی
الم میں غم میں ہوتی ہے بسر آہستہ آہستہ

جہاں میں معرفت اپنی ہے زینہ حق شناسی کا
در عرفاں پہ ہوتا ہے گزر آہستہ آہستہ

مٹا زنگ کدورت آئینہ سے یاد مولیٰ میں
صفائی ہوتی ہے دل کی مگر آہستہ آہستہ

نہ سودائے جنوں ضائع ہو اسکے ٹوٹ جانے سے
جو ٹکراتا ہوں میں پتھر سے سر آہستہ آہستہ

پیادہ ہوں رہ الفت میں ننگ شہسواراں ہوں
کرونگا یوں ہی میں قطع سفر آہستہ آہستہ

ابھی تک دیدۂ غمناک کو ہے شغل خونباری
گرینگے اشک سے لخت جگر آہستہ آہستہ

جہوں تا نہ جھونکے آگ میں کیونکر جلا پائے
مس قلب سیہ ہوتا ہے زر آہستہ آہستہ

سفر میں ہوں عدم کے گامزن گو ضعف طاری ہے
پہونچ جاؤنگا آخر اپنے گھر آہستہ آہستہ

نہ لگ جائے بھڑک کر آگ یہ اجزائے عالم کو
نکلتے ہیں جو آہوں سے شرر آہستہ آہستہ

نہ سمجھو بازیٔ طفلاں یہ میری اشکباری کو
بپا کر دیگی طوفاں چشم تر آہستہ آہستہ

لگا دے آگ اے مغموم وہ گرمی دل سے
کہ داغ عشق ہوگا جلوہ گر آہستہ آہستہ

ہستی کی حقیقت صفت مرد خدا دیکھ — کس چیز میں ہے تیری فنا اور بقا دیکھ
گر اسکا شناسا ہے تو کیا دخل دوئی کا — اس گلشن توحید کی پر لطف فضا دیکھ
دِل گرمیٔ سوز غم عصیاں سے بنا موم — ہنگام سحر پھر اثر جوشش دعا دیکھ
جینے کا جو ارماں ہے تو جی اسکی خوشی میں — مرنیکی تمنا میں بھی تو اسکی رضا دیکھ
غفلت سے نکل کھول ذرا چشم بصیرت — دیکھ اسکا کرم اور تیرا انداز وفا دیکھ
کر صاف اسے اور مٹا زنگ خودی کا — پھر آئینۂ قلب میں تو اسکی ضیا دیکھ
جاناں کی طلب ہو تو نکر جان کی پروا — اس فرصت ہستی میں رہِ صدق و صفا دیکھ

مغموم بری سہو و خطا سے نہیں لیکن
اے مرد بد اندیش مری طبع رسا دیکھ

کیوں ابتدائے عشق میں سوز و گداز ہے — اے جوش گریہ تھم کہ شب غم دراز ہے
کیا قدر و منزلت رہِ جاناں میں جان کی — جو سرفروش عشق ہوا سرفراز ہے
کیونکر ہو اسکو عشق حقیقی کا امتیاز — جو مبتلائے ہجر اسیر مجاز ہے
کیا ذکر ذوق دید ہو حاصل نہیں فراغ — آنکھیں ہیں وقف دید تو دل محو راز ہے
بسمل کے رقص کو طپش دل سے ہے فروغ — جو بے حضور قلب ہو باطل نماز ہے
مستی میں جب گرا تو جبیں تھی سجود میں — وہ جلوہ گاہ ناز ہے اور یہ نیاز ہے
آب وہوا ہے راس جو زندانِ عشق کی — باغ بہشت سے بھی مجھے احتراز ہے
مجرم کا انفعال ذریعہ ہے فضل کا — زاہد کو اپنے زہد و ریاضت پہ ناز ہے
اے عشق کیا کرشمہ ہے تیرے وجود کا — محمود ہے غلام تو سلطاں ایاز ہے
دشوار کچھ نہیں ہے پتہ کوئے یار کا — جاگیر دل میں الفت شاہِ حجاز ہے

مغموم کیوں ہے پردہ دری میرے جرم کی
بندہ ہوں میں اسیکا جو بندہ نواز ہے

ہے اسم ذات دفع مصیبت کے واسطے	کیا مشغلہ ملا ہے طبیعت کے واسطے
دل ہو چکا ازل سے فدا تیری راہ پر	ہے نذر بارگاہ محبت کے واسطے
جیتا ہوں آہ ورطۂ امید و بیم میں	مرتا ہوں تیری چشم عنایت کے واسطے
بے خانماں علائق دنیا کو چھوڑ کر	تنہا میں رہ گیا تیری قربت کے واسطے
روز جزا الٰہی مرے جرم کے سوا	کیا پیشکش کروں تری رحمت کے واسطے
حسرت ہوئی جو دفن تو دل نے یہ دی صدا	کیا خوشنما مقام ہے تربت کے واسطے
جتنا کہ تو قریب ہے اتنا ہی دور ہے	کیا کیا حجاب پڑ گئے غفلت کے واسطے
کیا نرخ ہو سکے مرے عجز و نیاز کا	ارزاں یہ جنس ہے تری رحمت کے واسطے

ہر ایک رنگ میں ہے ظہور جمال یار
مغموم لیک چشم بصیرت کے واسطے

حسن سے کی راہ دل نے گو توانائی نہ تھی	شوق و ارماں کی تپش تھی اور شکیبائی نہ تھی
کونسی حالت تھی جسمیں وحشت پیمائی نہ تھی	کونسا عالم تھا جس میں میری رسوائی نہ تھی
حسرت ذوق سخن تھی حسن جب مستور تھا	جب ہوا پیش نظر وہ تاب گویائی نہ تھی
تھا ہجوم حسرت و ارماں یہاں بھی سدراہ	گوشۂ دل میں بھی حاصل مجھ کو تنہائی نہ تھی
خلق ہو کر ننگ ہستی ہو گیا میرا وجود	کیا مرے ہونے سے اگلے تیری یکتائی نہ تھی
کچھ نہ تھی دوری مگر حائل خودی کا تھا حجاب	دل ترا خلوتکدہ تھا لیک بینائی نہ تھی
ظلمت دل کی یہ تھی خانہ خرابی ورنہ آہ	کیا وہ شئی تھی جس میں تیری جلوہ آرائی نہ تھی
زندگی سے ہاتھ ہی دھونا پڑا آخر مجھے	راس ملک عشق کی آب و ہوا آئی نہ تھی

غیر کو دیکھوں میں کیا مغموم خود کو بھول کر
تھی نظر گستاخ جب تک آنکھ شرمائی نہ تھی

دل یہ کوئی اور کی دولت یہ فدا ہے	دھوکا ہے فقط ورنہ وہ کیا اور یہ کیا ہے

عزت پہ کوئی، کوئی حکومت پہ ہے نازاں
کب اسکو ثبات اور کہاں اسکو بقا ہے

حشمت سے نہ عزت سے نہ اولاد نہ زر سے
خوش ہے وہی جو خوگر تسلیم رضا ہے

آفت سے ہراساں نہ مصیبت سے ہو نالاں
نسخہ یہ مجرب ہے جو اندوہ ربا ہے

جمعیت خاطر بھی ہو اور شرط ہے کوشش
تسکین کا باعث ہو نتیجہ جو ملا ہے

پُر دل نہ ہو ہر چند کہ ہو سعی میں ناکام
انجام ہر اک کام کا بالخیر ہوا ہے

امید ہی امید ہو دل میں نہ رہے یاس
آفاق میں جان بخش و دل افزا یہ ہوا ہے

جانباز کو کیا تیغ حوادث کی ہے پروا
ہمت ہے سپر اور مددگار خدا ہے

معموم سر طور پڑی جسکی تجلی،
جلوہ یہ اسیکا ہے جو آنکھوں میں بسا ہے

کیا آئے گا چارہ گر بنانے
دل کی کوئی بیکلی بھی جانے

کب تک ہوگا فروغ ہستی،
کب تک کوئی خاک در چھانے

دھوکا ہے شباب و چیرہ دستی
یہہ عمر رواں کے ہیں بہانے

بیجس ہے جو جذبۂ محبت،
کھویا دل صبر آزمانے

ہر طائر جاں ہے صید اجل کا
خالی ہوتے ہیں آشیانے

رکتا ہے بشر کا کام کوئی
جاری ہیں خدا کے کارخانے

دلکش پایا فریب ہستی،
دھوکے دئے نقش مدعا نے

کھٹکا ہے خزاں کا بلبلوں کو
غم کے ہیں بہار میں ترانے

عزم راسخ بلند ہمت
یہ عہد کہن کے ہیں فسانے

راضی جو رہے رضا پہ دائم
تیروں کے بنے وہی نشانے

ہر روز ہے کوچ قافلوں کا
اجڑی منزل کو جا بسانے

مرتے مرتے جو جی گیا میں
دھوکا مجھہ کو دیا قضا نے

راہ الفت میں مٹ گئے وہ
جو اپنی طلب گئے مٹانے
عشاق کی بے کسی پہ رونے
اک شمع مزار ہے سرہانے
رحمت سے ہوئی جو اشک شوئی
رکھ لی مری شرم بھی خدا نے
مرنا چاہا حیات پائی
الٹا دیکھی اثر دعا نے

مغموم ہوا اور خاک طیبہ
مٹی اپنی لگے ٹھکانے

کیا ہوا اظہار جو مرنے میں کوئی راز بھی ہے
کشتۂ خنجر تسلیم کی آواز بھی ہے
ملت عشق کی معراج ہے جسکو حاصل
سرخرو بھی ہے جہاں میں وہ سرافراز بھی ہے
دلکو ہے ذوق طپش اور زبان وقف فغاں
غم و ارماں میں بہم سوز بھی ساز بھی ہے
قطع کر مرحلۂ زیست خبرداری سے
عقل دمساز بھی ہے نفس فسوں ساز بھی ہے
مسکن قرب ہے دل کچھ نہیں اس سے باہر
مخزن راز بھی ہے جلوہ گہ ناز بھی ہے
خوبی بخت بجز سعی ہو کیونکر معلوم
کیا جہاں میں کوئی تقدیر کا ہمراز بھی ہے
سعئ باطل کی طلب بنگئی مقراض حیات
خواہش لطف بقا کا کوئی انداز بھی ہے
رہ گئی منزل ہستی کی مسافت باقی
توسن عمر میں ہر چند تگ و تاز بھی ہے
خود بخود راز محبت جو عیاں ہوتا ہے
دلکے پہلو میں مقرر کوئی غماز بھی ہے
سخت خفت ہے جو ہوا عمل ناہموار
سر شوریدہ ہے اور دیدۂ دل باز بھی ہے

کیوں نہ مغموم رسا ہو مرا شہباز خیال،
طاقت صید بھی ہے قوت پرواز بھی ہے

مرے ذہن رسا نے شکل کھینچی تیری عظمت کی
تخیل کا قلم تھا، روشنائی رنگ حدت کی
تری بندہ نوازی راہ تکتی ہے ندامت کی
مرے عصیاں پہ غالب ہے توقع تیری رحمت کی
الٰہی قطع ہو خواہش زوال آمادہ لذت کی
دل و دانش میں جس نے راہ پیدا کی خصومت کی

یساں نقش پا ارمان باطل ہو گئے برباد
دل آگہ میں عرفاں کی تجلی نے جو شدت کی

نہیں بیوجہ میری اشکباری جوش رقت میں
نکل آتی ہے جس سے راہ کوئی تیری قربت کی

مری پابوسیوں پر رنگ چڑھ جائے تمنا کا
تجلی گر کوئی پڑ جائے تیرے راز قدرت کی

طریقہ ہے عجب دلدادگان راہ الفت کا
نہ لطف زندگی سے خوش نہ پروا ہے مصیبت کی

یہ جاری فیض ہے حسن ازل کی جلوہ ریزی کا
نکلجاتی ہے ظلمت دل سے آثار کدورت کی

انا الحق نعرۂ منصور گو بیجا جوش مستی میں
یہ بھی تاثیر تیری نکہت گلہائے رحمت کی

جہاں کے ذرے ذرے سے ترا جلوہ نمایاں ہے
بشر کو دیکھنے کی تاب کیا انوار قدرت کی

ہے عرش و کرسی و لوح و قلم سے اسکی سرحد دور
کوئی کیا کر سکے تشریح میرے دل کی وسعت کی

کمال شاعری ہے رنگ ہو توحید کا جس میں
یہ ہے حسن طبیعت کی ضیا خوبی ہے قسمت کی

خرد انساں کی حل عقدۂ توحید میں گم ہے
یہ بے پایاں سمندر میں روانی ہے طبیعت کی

وہاں کے لوگ لطف زندگی پاتے ہیں مرنے میں
عجب آب و ہوا دیکھی ریاض آباد الفت کی

نمایاں ہو گئے جذبات دل مغموم پیری میں
ہوئی شاخ کہن تازہ تخیل نے جو جدت کی

ہر شی میں وہ جلوہ ہے مگر بے بصری ہے
ہر رنگ میں پائے جو وسیع النظری ہے

سینہ صفت بحر ہو دل ہو صفت موج
پھر دیکھ کہ کیا جوش دعائے سحری ہے

کیا مرحلۂ قرب کا ہو راز نمایاں
زانوئے تحیر پہ سر بے خبری ہے

مسجد میں شوالے میں کلیسا میں حرم میں
ہر رنگ میں اے عشق تری جلوہ گری ہے

جو شیخ نے دیکھی نہیں وہ راہ دکھائی
یہ منزل عرفاں کی عجب راہبری ہے

ہر بزم میں ہے رقص تو ہر رقص میں غوغا
کورانہ وہ تقلید ہے یہ دردسری ہے

طاری ہو کوئی کیفیت قلب دعا میں
سوز و طپش و درد میں کب بے اثری ہے

مغموم ہو سامان سفر ملک بقا کا ،

پابندِ غم و رنج حیاتِ بشری ہے

کس لئے ذکرِ خدا میں نالہ و فریاد ہے
بس خودی سے ہی گزر جانا خدا کی یاد ہے

باغِ عالم میں دلِ وحشی کو ہو کیونکر قرار
لوگ ہیں اس میں نئے عالم یہ نو ایجاد ہے

نحن اقرب حق نے فرمایا ہے من حبل الورید
کس کا جلوہ دیر میں کعبہ میں کس کی یاد ہے

بت پرستی سے جو نکلا تن پرستی چھوڑ دے
یہ کتابِ عشق کا لے بوالہوس ارشاد ہے

جزو ہی اور کل وہی ہر شئی میں ہے اسکا ظہور
ہے وہی مجنوں وہی وامق وہی فرہاد ہے

طائرِ جاں کی گرفتاری کو ہیں کیا کیا فریب
دامِ دنیا، رزق دانہ اور اجل صیاد ہے

وردکر مغموم ہر دم قل ہو اللہ احد
خانۂ دل دیکھ لے اس ذکر سے آباد ہے

فنا سے قرب حاصل ہو مقام رازداری ہے
بقا کا ہے وہی طالب جو محوِ ذاتِ باری ہے

خودی سے درگزر اور پھیر آنکھیں ماسوی اللہ سے
فنا فی اللہ کی لے بوالہوس گر خواستگاری ہے

نگہ کر جلوہ فرمایا ہے آئینۂ دل میں
دوئی کا زنگ ہے اسپر خودی کی پردہ داری ہے

لباسِ زیست کے دستِ جنوں سے دھجیاں اڑ جائیں
وجودِ ہستیٔ موہوم وجہ بیقراری ہے

طفیل نعت احمد چشم بینا کر عطا یا رب،
یہی اک بندۂ مغموم کی خدمتگزاری ہے

خلوت میں دل کے شوق مرا مستمند ہے
محو لقا سے یار ہوں اور آنکھ بند ہے

الفت میں مبتلا ہوں مصیبت دو چند ہے
سر خم ہے اور گلے میں رضا کی کمند ہے

ہے یاد جرم وقت دعا لب جو بند ہے
پابند انفعال دلِ دردمند ہے

وارستہ کو نشاطِ جہاں سے ہے کیا غرض
مصروف لطف غم میں دلِ حق پسند ہے

تابش سے آگ کے زرِ خالص کو ہے جلا
سوزِ دروں بھی دل کو مرے سودمند ہے

بنکر گدا خلوص سے اس بارگاہ کا
جو سرنگوں ہوا ہے وہی سربلند ہے

حسن عمل کا غم ہے کہ رفتار سست ہے
اور تیز گام عمر کا اپنی سمند ہے

گوشہ میں دل کے معرفت حق کا راز ہے
دریا تمام ایک ہی کوزے میں بند ہے

آنکھوں کو میری شاق ہے نظارۂ جہاں
ذوقِ لقائے یار سے دل بہرہ مند ہے

غفلت کی کشمکش میں ہوا طول مدعا
سرمایۂ حیات تو انفاس چند ہے

معصوم جس نے عشق حقیقی میں جان دی
میدانِ عاقبت میں وہی ارجمند ہے

جہاں میں نور جمالِ دلبر کہاں کہاں جلوہ گر نہیں ہے
طلب ہے صادق طپش نہیں ہے جو ان کا جا نظر نہیں ہے

ہے قلب مضطر میں جوش رقت کہ بے سبب چشم تر نہیں ہے
اٹھے ہیں دست دعا طلب کو مگر زباں میں اثر نہیں ہے

عیاں ہے لیکن حجاب میں ہے تو آنکھ میں ہے نظر سے پنہاں
سما گیا آکے میرے دل میں مگر یہ دل کو خبر نہیں ہے

رکوع میں چرخ لاجوردی سجود میں سبزۂ چمن ہے
جھکا نہ جو تیرے آستاں پر کوئی بھی ایسا تو سر نہیں ہے

جمال تیرا ہے گنج مخفی قریب دل سے نظر سے اوجھل
تری حقیقت کو پائے کیونکر خرد یہ تاب بشر نہیں ہے

مٹا دیا ہے مرے آنسوؤں نے جو اسکے دامن کی تیرگی کو
نہیں شب ہجر کا ہی کھٹکا نہ ہو جو اسکی سحر نہیں ہے

کرشمۂ حسن و عشق کی ہے یہ سب ضیا گستری جہاں میں
بیاں ہو کیونکر ہے سخت مشکل کہ داستاں مختصر نہیں ہے

سفر ہے آخر رہِ طلب میں ہوں بوالہوس باریاب کیونکر
مصیبتوں کی جو تاب لائے کوئی تو ایسا جگر نہیں ہے

ہو عزم محکم سفر ہے آساں ضیا و تسلیم کی سپر ہو
سوا اسکے جو جان جائے کوئی رہ پُر خطر نہیں ہے

سرِ ارادت ہے خاک ہو کر ملا ہوں تجھ سے خودی کو کھو کر
ہوا پرستی کے ذوق کا تیری بارگہ میں گزر نہیں ہے

نہیں ہے معصوم ساتھ میرے کوئی رہ کشور بقا میں
امید کس سے کہ مرکب جسم بھی مرا ہمسفر نہیں ہے

بخدا کہ میری نگاہ میں ترا جلوہ جبکہ سمائے ہے
جہاں دیکھتا ہوں نظر اٹھا کے وہاں تو ہی تو نظر آئے ہے

تجھے کون جانے کہ کیا ہے تو ترے بھید کو وہی پائے ہے
جو غریق بحر فنا ہو جو خوشی سے غوطہ لگائے ہے

میں خودی سے جبکہ گزر گیا تری ذات ہی میں فنا ہوا
مجھے خود نمائی کے پردے میں تری شان ہی نظر آئے ہے

جو پھرے ازل سے ابد تلک تری جستجو میں کوئی بشر
تری معرفت کو نہ پائیگا وہ لے دل میں تو ہی سمائے ہے

تری معرفت کو وہ پا گیا جو طلب میں تیری گزر گیا
تیری ذات کو وہی پائے ہے جو خوشی سے جی کو گنوائے ہے

تو کرم سے جسکو رہا کیا وہ کبھی رہائی نہ پائیگا
ترے دام عشق میں بار بار وہ مرغ دلکو پھنسائے ہے

جو یگانہ تجھ کو سمجھ لیا وہ دوئی سے ہاتھ اٹھا لیا
نہ جہاں ہے اسکی نگاہ میں نہ وہ آپ اپنے کو پائے ہے

جو تری تجلی کو پا لیا اسے لطف زیست نہ آئیگا
کہ مثال شمع کے ہر گھڑی اسے سوز عشق جلائے ہے

کہیں نیست ہے کہیں ہست ہے کہیں نور ہے کہیں نار ہے
کہیں آپکو تو دکھائے ہے کہیں آپکو تو چھپائے ہے

ہے تمام جلوہ گری تری کوئی چیز تجھ سے نہیں بری
وہی تیرا محو لقا ہوا جو خودی کا پردہ اٹھائے ہے

دل زار کی ہے یہ التجا تیری بارگاہ میں اے خدا
اسے سر بلندی تو کر عطا ترے در پہ سر کو جھکائے ہے

انکار ہست و بود پہ بس جاوداں رہے
ہستی سے اپنی آپ ہی ہم بدگماں رہے

دنیائے دوں میں بار مسرت نہ اٹھ سکا
آب و ہوا کے فیض سے ہم ناتواں رہے

یارب ہے آرزوے دل ضبط آشنا
مقصد سے ہے بعید جو وقف فغاں رہے

کیونکر سکوں ہو گردش لیل و نہار سے
قسمت جو اپنی صورت عمر رواں رہے

دل ہے عدو عدو کا ہے اخراج خوب تر
لیکن ہے فکر میری تمنا کہاں رہے

مرغوب دل کو ہے غم و رنج و ملال و درد
بہجت کا کیا گزر ہو جو سوز نہاں رہے

تسکین کی کبھی کوئی صورت ہو آشکار
لرزہ زمین کو ہوگا اگر ہم طپاں رہے

ناکامیوں سے کب متزلزل ہو دل مرا
ہیں اور میری سعی کے لیے اور جہاں رہے

تسلیم اور رضا کا ہے مفہوم آشکار
شکر خدا ہو لب پہ مصیبت میں جاں رہے

کسکو ملا ہے منزل مقصود کا نشاں
سرگرم جستجو تو بہت کارواں رہے

دنیا میں مثل گل کے ہے اور بعد مرگ ہم
یاروں کے دوش پر بھی بنکر گراں رہے

اسباب دہر جتنے ہیں سب ہیں فنا پذیر
اور آرزو یہی ہے کہ اپنا نشاں رہے

آئینہ خودشناسی کا ہے اپنے روبرو
حق سے اگر ملے تو دل بے مدعا ملے

ناکارہ رہ گئے ہیں مگر رازداں رہے
کیا اس کا غم بہار رہے یا خزاں رہے

یارب اِلٰہی ہے خواہش **مغموم** تا ہرگ
توحید میں تری یہ زباں گلفشاں رہے،

وحشت نے کیا پرزے داماں مسرت ہے
وہ حسن کی خودبینی وہ شوق کی بدمستی،
ہوں محو لقا اس کا دل جسکا شناسا ہے
دیکھی نہیں جاتی ہے مقصود کی بربادی
آنکھوں میں بصارت ہو اور کچھ نہ نظر آئے
رسوائی و ناکامی، بدنامی و بدحالی
جس جلوہ کا طالب ہوں کچھ دور نہیں مجھ سے
کیا زیست کی حالت کا احساس نہیں ہوتا
پہلو میں جو سمجھے تھے اک آبلۂ دل ہے
چھیڑا جو کسی نے بھی نکلے ہیں شرر پیہم
دل درد محبت سے لبریز ہوا ایسا

دل مائل حسرت ہے جاں وقف مصیبت ہے
آغوش تمنا میں بیتابی حسرت ہے
جینے کی نہ حسرت ہے مرنے کی نہ فرصت ہے
ارمان فراواں ہیں اور جوش کی قلت ہے
کیا نور کے سانچے میں آمیزش ظلمت ہے
اعزاز کا ساماں ہے طغرائے فضیلت ہے
قربت میں جو دوری ہو محرومی قسمت ہے
آئینۂ ہستی میں کچھ رنگ کدورت ہے
مدفون تمنا ہے اور اسکی یہ تربت ہے
پتھر کے بھی سینہ میں اک راز محبت ہے
تسکین کی صورت ہے آرام کی حالت ہے

مغموم دل افگاری اور فکر سخن جاری
وہ لازمۂ فطرت، یہ رنگ طبیعت ہے

ہوں مست ترے نکہت گلہائے کرم سے
کیونکر نہ مبدل ہو خوشی اپنی الم سے
عصیاں کی ندامت سے یہ رتبہ ہوا حاصل
بیکار ہے دل جس میں نہو تیری محبت

فارغ ہے مرا قلب تمنائے ارم سے
غم کھا نیکو جب آئے ہیں ہستی میں عدم سے
موتی ہوا جو اشک گرا دیدۂ نم سے
برباد ہے وہ زیست جو محروم ہے غم سے

ہوتے ہی نہیں بار امانت سے سبکدوش
جو روح مسرت تھی جدا ہو گئی ہم سے

ہے قوت تاثیر نہاں دست دعا میں
چلتا نہیں یہ نقش کبھی دام و درم سے

رفتار نفس سے ہو عیاں ذکر الٰہی
سیری ہوئی اس دلکو کبھی بیش نہ کم سے

سر میرا زمیں پر ہے بھرا عجز ہے دل میں
تجھ تک کبھی پہنچا نہ کوئی جاہ و حشم سے

ہر حال میں ہو جسکو رضا تیری ہی مطلوب
کیونکر وہ ہراساں ہو زمانہ کے ستم سے

سرگرم تمنا ہوں تری راہ طلب میں
لوں سر سے وہی کام جو لیتا ہوں قدم سے

امید کی ہے نشو و نما فضل سے تیرے
یہ نخل ہے سرسبز ترے فیض اتم سے

ہر سانس سے لوں کام نسیم سحری کا
ہو گلشن امید کی رونق مرے دم سے

معصوم یہ سب فیض ہے استاد ازل کا
اشعار جو ہوتے ہیں رقم اپنے قلم سے

حق کی طلب میں نقش خودی کو مٹائیے
گم ہو کے آپ جلوۂ جاناں کو پائیے

الفت میں رائگاں نہو یہ سوز اور گداز
تسلیم اور رضا میں مگر سر جھکائیے

نور بصر کو چشم بصیرت سے ہے فروغ
صورت پہ مر رہا ہے حقیقت کو پائیے

گر چاہتا ہے روح کو لذت نصیب ہو
رنج فراق کی بھی مصیبت اٹھائیے

سب کچھ وجود میں ہے ترے اور تو دربدر
دل کو جمال یار کے قابل بنائیے

ہر استخوان کو ساز بنا اپنے اے عزیز
پھر وحدت الوجود کا کچھ راگ گائیے

یہ سد راہ عشق، یہ ہے باعث حجاب
قید تعلقات سے دل کو چھڑائیے

شائق اگر ہے عزم کو کر اپنے استوار
افسانہ ہائے راز کہاں تک سنائیے

معصوم بتوں کو تمنا ہے دید کی
اجڑے ہوئے یہ کشور دل کو بسائیے

مست جب اپنا بنایا یار نے
دونوں عالم سے گنوایا یار نے

دید کے مشتاق دھوکے میں رہے / سب کو الفت میں مٹایا یار نے
یہ تماشا دیکھئے کہہ کر الست / کس بلا میں ہے پھنسایا یار نے
خود کو پردہ میں چھپا کر تا ابد / کیا خدائی کر دکھایا یار نے
رنگ وحدت کا چڑھا کر خاک پر / اپنی صورت پر لبھایا یار نے
جستجو میں مر گئے مست الست / راز کو اپنے چھپایا یار نے
لطف یکرنگی دکھانے کے لئے / رنگ میں اپنے بسایا یار نے
طور پر کیا دیکھ سکتے تھے کلیم / بادۂ وحدت پلایا یار نے
نذر لینے کے لئے منصور سے / دار پر سر کو چڑھایا یار نے
دیر میں موجود کعبہ میں شریک / رنگ دونوں میں جمایا یار نے

وحشت افزا ہے سخن مغموم کا،
اسکو دیوانہ بنایا یار نے،

اظہار معارف ہو کہاں بے بصروں سے / یہ نور حقائق ہو عیاں باخبروں سے
سرسبز جہاں کرتے تھے اپنے اثروں سے / تھا فخر زمانے کو تو ان ناموروں سے
پرواز کے قابل نہ رہے بال و پر دل / پیچھے جو رہا جاتا ہوں میں ہمسفروں سے
ہشیاروں کو اس کوچہ کی ملتی ہی نہیں راہ / پوچھینگے پتہ یار کا شوریدہ سروں سے
جاں اپنی میں کھوؤں طلب دوست میں کیا غم / ہوگا متاثر نہ مرا دل خطروں سے
ان خاک نشینوں کا پتہ بھی نہیں ملتا / خالی چمن دہر ہے صاحب نظروں سے
پہنچا نہ کوئی منزل عرفاں پہ جز انساں / طاقت یہ ہوی سلب فرشتوں کے پروں سے
الفاظ میں سب اصل حقیقت پہ نہیں غور / گمراہ زمانہ ہوا ان راہبروں سے
پھونکا نگہ یار نے اسباب خودی کو / اس راز کو پوچھے تو کوئی بہرہ وروں سے
کیا دیکھ سکیں دل میں ضیائے رخ جاناں / امید صفائی کی نہیں کینہ وروں سے

سودا ہو تو دارین میں ہو تیری طلب کا
خاموشی سے مطلب جو نکل آئے تو بہتر
ڈھونڈھ منگے علاج دل بیچارہ دعا میں
فاسد جو ہوا ہے وہ نکلجائے سروں سے
بیگانہ ہوئے جاتے ہیں نالے اثروں سے
درماں کا نتیجہ نہ ملا چارہ گروں سے

معصوم کہاں اور کہاں منزل توحید،
خامہ بھی تھکا جاتا ہے پیہم سفروں سے

جو الجھا خار میں ہاتھوں سے شاخ گلفشاں رکھدی
ملا لطف مصیبت خواہش امن و اماں رکھدی

حفاظت کو گلستاں کے نگاہ باغباں رکھدی
ہوا ہنگام ویرانی تو تصویر خزاں رکھدی

بھٹکتا پھر رہا ہوں جستجو میں وائے ناکامی
خدا جانے ازل کی جو امانت تھی کہاں رکھدی

اسی میں راز جب بربادئ عالم کا پنہاں ہے
ہے شاید صور اسرافیل میں میری فغاں رکھدی

مشیت گر یہی ہے آئی ہوئی پھر ٹل نہیں سکتی،
مصیبت سر پہ جو میرے پڑی اسکو وہاں رکھدی

اسی درگاہ سے رتبہ ملا ہے سرفرازی کا
جبیں میں نے جو اپنی بہر سنگ آستاں رکھدی

قدم اسوقت رکھا وادئ وشت محبت میں
ہتھیلی پر اٹھا کر جبکہ میں نے اپنی جاں رکھدی

نہ گم ہو جائے خط اس سے نہ خط کے اڑ سکیں پرزے
زباں نامہ بر میں میں نے اپنی داستاں رکھدی

فراست فہم اور ہوش و خرد کو عشق نے لوٹا
مری اک جان باقی تھی جو بہر امتحاں رکھدی

تھی اسکی مستحق سر حقیقت فاش ہونے پر
خوشی کے ساتھ میں نے نوک خنجر پر زباں رکھدی

مسافت ہوتے ہوتے رہگئی دنیا سے عقبیٰ کی
مشیت نے رہ شہر خموشاں درمیاں رکھدی

مسرت کی ہوئی تقسیم ازل میں چھوڑ دی میں نے
وہیں رکھی کی رکھی رہگئی میں نے جہاں رکھدی

مجھے ٹھہرا لیا دلچسپئ گلزار عالم نے
روانی میں سمند عمر کی میں نے عناں رکھدی

در و گوہر کا اک انبار ہے دیوان میں میرا
جہاں میں جوہری کی میں نے گویا اک دکاں رکھدی

ترے احسان کے یارب عہدہ بر ہو نہیں سکتا
مرے دل میں محبت کی جو تو نے بے نہاں رکھدی

اٹھاؤں لطف تنہا وا جہائے عشق کا پیہم
لگا سینہ میں چھپا کر جب کل بوستاں رکھدی

ہے کیا کیا کلک کی مغموم میرے گوہر افشانی،
کہ فیاض ازل نے اس میں تاثیر بیاں رکھدی

مسدس

جوشی گنگ کے روبرو ہے — قدرت کا رنگ ہو بہو ہے
گل میں کبھی تیری جستجو ہے — بلبل کی کبھی تو آرزو ہے

جلوہ تیرا ہی چار سو ہے
یارب کریم تو ہی تو ہے

مطلوب کہیں کہیں ہے شیدا — پنہاں ہے کہیں کہیں ہویدا
شہرگ سے قریب تو ہے پیدا — آنکھوں میں تجھے سواد دیدہ

پیوستہ رگوں میں کب لہو ہے
یارب کریم تو ہی تو ہے

کعبہ میں کسی نے سر جھکایا — بت میں تجھ کو کسی نے پایا
چاہا جس روپ میں در آیا — خورشید کہیں کہیں ہے سایا

تیری ہی طلب ہر ایک کو ہے
یارب کریم تو ہی تو ہے

راہ الفت کو پانے والے — میخانے سے کب قدم نکالے
قدرت کے ڈھنگ ہیں نرالے — بیہوش بنے ہیں ہوش والے

ساقی نہ صراحی و سبو ہے
یارب کریم تو ہی تو ہے

خورشید فلک پہ کیوں رواں ہے — پانی دریا میں کیوں رواں ہے

سیماب کی مضطرب جو جاں ہے ۔ پتھر میں آگ کیوں نہاں ہے

ہر ایک کو تیری جستجو ہے
یا رب کریم تو ہی تو ہے

زاہد کا دعا میں ہاتھ اٹھانا ۔ بتخانے میں برہمن کا آنا
بلبل کا وہ جانفزا ترانا ۔ شمشاد پہ قمریوں کا گانا

باہم ہر اک کی گفتگو ہے،
یا رب کریم تو ہی تو ہے

مغموم ہے سب سے لاابالی ۔ در پر آیا ترے سوالی،
نیکی سے دونوں ہاتھ خالی ۔ تو ہی وارث تو ہی ہے والی،

رحمت کی تیری جستجو ہے
یا رب کریم تو ہی تو ہے

ایضاً

دید کی خواہش رکھنے والو ۔ پردۂ غفلت دل سے نکالو
مفت ہے جلوہ یار کا پالو ۔ حوصلہ ہے تو دیکھو بھالو

بادۂ عرفاں کے متوالو
دل کی لگی کو اپنے بجھالو

بادۂ عرفاں رنگ نہ لائے ۔ ظرف ہو عمدہ جس میں سمائے
طالب کو سرشار بنائے ۔ مغز تہی میں راہ نہ پائے

ظرف اگر ہو خام سراسر
بہہ جائے ناسور بنا کر،

سر ہو بھنور میں سودا سر میں
حسن رجا ہے خوف و خطر میں

داغ ہو دل پر آگ جگر میں
جلوہ اسکا بحر میں بر میں

دل سے خودی کو اپنے مٹا دو
بیخود ہو کر ہوش سنبھالو

دار فنا سے رخت سفر لے
وقت غنیمت سودا کر لے

بار محبت سر پر دھر لے
کاسہ دل کو عشق سے بھر لے

قید علائق سے تو نکل جا
سب سے بچھڑ کر یار سے مل جا

دل ہو وقف ملال و حرماں
عاشق شیدا فالب بیجاں

سینہ بریاں چشم ہو گریاں
بے سر و ساماں حال پریشاں

سوختہ ہو کر آہ نہ نکلے
جینے کی کوئی راہ نہ نکلے

گم جو ہوا اپنے کو نہ پا کر
تخم دوئی کو دل سے جدا کر

دم میں ملا وہ یار سے جا کر
خواہش باطل دل سے فنا کر

تاب جو ہو دیدار کو پالے
جی کی حسرت جی سے نکالے

پی کے بہت مغرور نہ ہو جا
مستی میں مسرور نہ ہو جا

مفت نشے میں چور نہ ہو جا
عقل خرد سے دور نہ ہو جا

خوار و ذلیل کریگا یکسر
راز محبت افشا ہو کر

سودا ہے تو ہو نہ ہراساں

ہمت ہے تو مشکل آساں

درد اگر ہے کرلے درماں
شکوہ نہ کر تقدیر کا ناداں

وہم پرستی ہے یہ باطل
نیت ثابت مراد حاصل

چشم بصیرت گر ہے میسر
برق تجلی کا ہے وہ منظر
دل کے آئینے میں نظر کر
جلوہ فگن ہے حسن دلبر

اسکا ٹھکانا اور نہ ہوگا
دیکھیگا جو کور نہ ہوگا

زہر جسے سمجھا ہے دوا ہے
دور تو کیوں ساحل سے پڑا ہے
جسکو فنا سمجھا ہے بقا ہے
قطرہ کیوں دریا سے جدا ہے

دیکھ تو تجھ سے دوری ہے کیا
پردہ کردے دور خودی کا

زنگ پڑا آئینۂ دل پر
صاف کر اسکو از پئے داور
جلوۂ یار ہے اسکے اندر
ابر میں ہے خورشید منور

چھوڑ فنا کو فکر بقا کر
دیکھ تجلی سر کو جھکا کر

اسکی تجسس کرتا کیا ہے
دشت و جبل میں رکھا کیا ہے
کعبہ و دیر بھٹکتا کیا ہے
یار کو تجھ سے پردا کیا ہے

حسن ازل عالم میں اظہر
جلوہ اسکا اندر باہر

ضبط و تحمل کا ہے جو خوگر
ورنہ رہ جائے گا [illegible]
چشم بصیرت اپنی وا کر
برق تجلی سے جل بھن کر

ہے یہ ازل سے یار کا فرماں
حوصلہ پست نہ ہو یہ انساں

صورت دریا دیدۂ نم ہے
حُسن کا مضموں زیبِ رقم ہے

دل کی طپش کا یہ عالم ہے
آتش افشاں مغزِ قلم ہے

لکھنے کی اب تاب نہیں ہے
بیداری ہے خواب نہیں ہے

زخمِ محبت ہو نہ نمایاں
کام نہیں یہ سب پر آساں

دل میں دبا رکھ سوزشِ پنہاں
کہتا ہے **مغموم** سخنداں

راز نہ نکلے دل ہو جو مضطر،
مہر، خموشی کی ہو لب پر

رباعیات وقطعات

یارب! مرے قلب میں ضیا ہے تیری
ہر حال میں یہ سرِ اطاعت خم ہے
دکھ درد ہو، یا طرب عطا ہے تیری
راضی ہوں اسی میں جو رضا ہے تیری

ولہ

کیا دل پہ غم و رنج کا پیدا ہو اثر
دُکھ درد ہو یا نوید آسائش ہو
دائم ہوں میں تسلیم و رضا کا خوگر
جو کچھ تیری مصلحت وہی ہے بہتر

ولہ

اک لطف ترا، اور زبانیں ہیں ہزار
کس منہ سے کروں رنج و مصیبت کا گلہ
ممکن نہیں نعمتوں کا تیرے ہو شمار
شرمندۂ احساں ہوں الٰہی ہر بار

ولہ

ہر چند عقوبت کا سزا وار ہوں میں　　یا رب تیری رحمت کا طلبگار ہوں میں
بخشش تری انفعال کی طالب ہے　　غفار ہے تو اور سیہ کار ہوں میں

ولہ

عصیاں کا ساتھ لے کے طومار آیا　　در پر ترے بندۂ سیہ کار آیا
خواہانِ کرم نیازمندی میری　　شرمندہ و منفعل گنہگار آیا

ولہ

کر عفو مرے جرم پہ اے شاہِ حجاز　　خواہاں تیری رحمت کا ہے یہ سوز و گداز
بیچارہ میں ہوں چارہ ساز یارب تو ہے　　میں بندہ ہوں تیرا اور تو بندہ نواز

ولہ

ہے بندہ نوازیوں پہ حکمت تیری　　مجرم پہ بھی ہے چشم عنایت تیری
دوزخ کا سزاوار بھی جنت پائے　　وہ قہر ترا ہے یہ ہے رحمت تیری

ولہ

مصروف گریہ آنکھ تو دل وقف غم ہوا　　صدمہ جو یاد جرم کا پہنچا تھا کم ہوا
سبقت پہ جوش رحمت رب غفور تھا　　جو اشک انفعال تھا نذر کرم ہوا

ولہ

ہو فضل ترا تو کام آساں ہو جائے　　پتھر بھی جو ہو لعل بدخشاں ہو جائے
یارب! دل دردمند کو کر مسرور　　شانِ رحمت تری نمایاں ہو جائے

ولہ

اعمال کا ہر چند سیہ ہے دفتر　　شانِ رحمت تری ہے لیکن برتر
شایاں تجھے کب ہے سخت گیری یارب　　کر بندہ نوازی پہ بھی کچھ اپنی نظر

ولہ

یارب میں خطا شعار ہوں تو ہے علیم
میں بندۂ بیچارہ ہوں تو ربِ کریم
محروم سخی کے در سے ہوتا ہے کون
غمخوار ہے بندوں کا ترا لطفِ عمیم

ولہ

روزِ محشر ذلیل اور خوار نہ کر
شرمندہ و رسوا سرِ بازار نہ کر
ہو فضل و کرم تیرا معاون میرا
یارب! غم عصیاں میں گرفتار نہ کر

ولہ

ناکامیٔ مقصد پہ نہ کر دل ناشاد
شب ہو گئی اور آگئی اب صبح مراد
ذات باری پہ رکھ بھروسہ ہر دم
ہو جائے گا قید رنج و غم سے آزاد

ولہ

سینہ ہو ضیا بار تو دل پُر انوار
ہوگا جو حوادث زمانہ کا شکار
اپنے کو دیکھ اور فیوض باری بھی دیکھ
ہرگز نہ ہو لب پہ رنج و غم کا اظہار

ولہ

ہے شیفتہ دنیا کے صنمخانے کا
جانے کی ہے فکر اور نہ غم آنے کا
زندہ رکھ اسکو یاد مولیٰ میں مدام
اندیشہ بجا ہے دل کے مرجانے کا

ولہ

شرمندہ و مجبور ہوں ناچار ہوں میں
آشفتہ ہوں بیکس ہوں گنہگار ہوں میں
ہے فضل پہ تیرے رستگاری میری
یارب تری رحمت کا طلبگار ہوں میں

ولہ

آئینۂ دل میں تیری صورت دیکھی
ہر غنچہ و گل میں تیری نکہت دیکھی
کیا کوہ میں کیا دشت میں کیا صحرا میں
ذرّے ذرّے میں تیری قدرت دیکھی

ولہ

کس درد کی صدا ہے رباب اور چنگ میں — سیماب میں طپش ہے شرارے ہیں سنگ میں
ہے شمع میں گداز تو، سوزش پتنگ میں — ڈوبے ہوئے ہیں سب تری الفت کے رنگ میں

ولہ

آنکھوں میں وہ جلوہ ہو نمایاں ہوکر — اور دل میں رہے صورت ارماں ہوکر
یارب! تیرا ذکر ہے فروغ ایماں — مٹ جاؤں تجھے نام پہ قرباں ہوکر

ولہ

ہو رنج و مصیبت میں بھروسہ کس پر — دکھ درد مرا ہے اور رب اکبر
میں چھوڑ کے تجھ کو کس کے در پر جاؤں — جز تیرے مرا کون ہے والی داور

ولہ

پہلو میں رہے دل حقیقت آگاہ — رکھ شرک سے محفوظ مجھے بار الٰہ
ہو سلب نہ وقت نزع ایمان مرا — جاری ہو زباں پہ لا الٰہ الا اللہ

ولہ

اللہ کی ذات پر بھروسہ ہو مدام — غیروں کے بھروسہ کا برا ہے انجام
قطرہ برسے جو ابر رحمت سے ترے — ہو کشت امید میری سرسبز مدام

ولہ

ہر لب پہ رہا ذکر ترا صبح و شام — مومن کہے اللہ اللہ ہندو کہے رام
ہر رنگ میں آشکار جلوہ تیرا — تو ایک ہے اور مختلف تیرے نام

ولہ

عقل و دانش میں تو سمائے کیونکر — ادراک حقیقت تری پائے کیونکر
ناقص انساں کا فہم برتر تری ذات — بیشک جو ہو سمجھ میں آئے کیونکر

ولہ

ہر سمت ہے جلوہ تری یکتائی کا
نظارہ ہو کیا حسن کی رعنائی کا
آنکھیں خیرہ ہیں اور معطل ہیں حواس
یارا نہ رہا زباں کو گویائی کا

ولہ

آنکھیں ہوں بند عشق و محبت کی راہ میں
طاقت کہاں ہے دید کی تیری نگاہ میں
کھوئے حواس اپنے تو پائے تجھے کوئی
کیا دخل ہے خودی کو تری جلوہ گاہ میں

ولہ

ہو شکر کہاں بندہ نوازی کا ادا
لطف و کرم و جود ہے بیحد تیرا
جز اسکے کوئی خواہش مغموم نہیں
ہو خاتمہ بالخیر الٰہی میرا

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رتبہ داں خلاق عالم ہے رسول پاک کا
وصف ہو کیونکر ادا اخلق شہ لولاک کا
واقعہ معراج کا ہے حیرت افزائے خیال
عقل عاجز نارسا ہے حوصلہ ادراک کا
ذوق گریہ سے ہے وابستہ بہار زندگی
شغل ہے احسن یہ میرے دیدۂ نمناک کا
باعث عشق حقیقی ہے ملائک پر شرف
ورنہ کیا جوہر نہاں رکھتا ہے پتلا خاک کا
اپنی رفعت اسکو وجہ ناز ہو سکتی تھی کیا
مرتبہ کس کے قدم سے بڑھ گیا افلاک کا
جان شیریں جسم سے جسدم رہا ہو جائیگی
ہے ذریعہ نعت احمد روح کی پوشاک کا
درد و رنج عشق احمد تا ابد ہو برقرار
نفس رہزن ہے خدا حافظ مری املاک کا
اے طبیب روح یثرب کی ہوا ہوگی مفید
غیر ممکن ہو رفو ہونا جو دل کے چاک کا

ہر مرض کی ہے دوا مغموم نام مصطفےؐ
فیض بخش جان و دل نسخہ ہے یہ تریاک کا

جنون عشق احمد میں نشاں باقی رہا تن کا
پتہ ملتا نہیں لیکن گریباں اور دامن کا

تمنا کیا رہے خلد بریں کی عشق احمد میں،
ہے جبتک دہر میں باقی نشاں طیبہ کے گلشن کا

لحد کا گوشہ یاد آتا ہے ہر دم دار ہستی میں
کہ غربت میں خیال آتا ہے مجھکو اپنے مسکن کا

جو ہو عشق پیمبر جاگزیں ظلمت رہے کیونکر
اجالا ہو گیا ہے بزم دل میں شمع روشن کا

بھٹک جائیں غلامانِ نبی کیونکر رہِ حق سے
بنا ہے رشتۂ شرع پیمبر طوق گردن کا

وہی ہے عمر کے رہوار کی بس منزلِ مقصود
عدم آباد کی جانب قدم ہے میرے توسن کا

رفو ہوتا ہے زخم دل مرا مژگانِ احمد سے
کہ ہے تارِ نگہ کا رشتہ اور ٹانکا ہے سوزن کا

ہوائے گلشنِ طیبہ کا شیدا ہے مرا ناسور
کہ پیغام قضا ہے بند کرنا دل کے روزن کا

کسی اک سرزمیں میں خواہ میری موت آجائے
مدینہ میں پتہ ملجائے گا میرے نشیمن کا

ہوں مداحِ نبی میری زیارت کو چلے آئیں
پتہ خیلِ ملائک کو اگر ملجائے مدفن کا

غلامانِ نبی پر کیا فریبِ نفس و شیطاں ہو،
جو دل مضبوط ہو ایماں سے کیا کھٹکا ہے رہزن کا

بلالؓ ذی وجاہت کو ملا کیا رتبۂ اعلیٰ
ذریعہ صاحبِ ایماں کو کب ہے رنگ و روغن کا

ہوا نالاں جو ہجرِ شاہ میں بیتابیٔ دل سے
اڑا یا رنگ کیا رعدِ فلک نے میرے شیون کا

الٰہی ہو نہ ضائع حاصلِ کشتِ امیدِ دل
خیال آتا ہے دہقاں کو ہمیشہ اپنے خرمن کا

ہیں ہم مفتونِ طیبہ اور وہ شیدا دیر و کعبہ کے
وہ مشرب اپنا اور یہ دین ہے شیخ و برہمن کا

مصیبت میں پھنسا کر مجھ کو قربِ حق میں پہنچایا
دعا دیتا ہوں ہر دم بھلا ہو میرے دشمن کا

مری رنگیں نوائی کی سخنداں داد دیتے ہیں
یہ کہتے ہیں کہ بیشک اہل ہے **مغموم** اس فن کا

پورا ہو شوق کیا دل پر اضطرار کا
لکھوں جو وصف سید عالی تبار کا

ہر دم حصارِ امن ہے نامِ محمدی
غم کیا ہو مجھکو گردشِ لیل و نہار کا

پیدا ہو نہ پھر سرِ اغیل سے کبھی
مدفن ہو گر مدینہ میں اس جسم زار کا

تو انتظارِ حشر کو دیکھا جو احمدی کی [illegible]
آخر قصور کیا دل بے اختیار کا

تھی ابتدا جو اسکی درود و سلام سے
رخ پھر گیا مدینہ کو لوح مزار کا

پائی جو راہ دیدۂ تر سے ٹپک پڑا
کیونکر ہو ضبط درد دل بیقرار کا

عشق رسول میں تہو پیروئے جان کبھی
مقصد ہے زندگی میں یہی دلفگار کا

پائے قرار گلشن طیبہ میں مرغ روح
پورا یہ مدعا ہو کبھی جاں نثار کا

مہر سکوت لب پہ ہو ضبط آشنا ہو آنکھ
سرمایہ کیوں زیاں ہو دل اشکبار کا

ہستی کا نقش محو ہو عشق رسول میں
کیا غم ہو مجھکو گلشن ناپائدار کا

دل میں جو نورِ عشق ہو مغموم جلوہ گر
نقشہ بدل ہی جائیگا اجڑے دیار کا

ہوں مبتلا میں جب سے عشق شہ امم کا
ہرگز تھما نہ ابتک طوفان چشم نم کا

نظارۂ لقائے احمد میں وقف دل ہے
اور ہوش ہے پریشاں رکھتا ہے غم رم کا

وارفتۂ نبی کو دونوں کا لطف ہے ہیچ
کیا دہر کے چمن کا کیا گلشن ارم کا

پُر خار وادیوں سے طے ہو رہ مدینہ
ہے اشتیاق دل کا ارماں مرے قدم کا

صحرا ہو یا بیاباں وجہ طمانیت ہے
بگڑا ہوا ہے نقشہ کیا دیر کیا حرم کا

ہے نظم و نسق دنیا محتاج شاہ دیں کا
شاہنشہ عرب ہے فرمانروا عجم کا

پھیلے ضیا جو حق کی باطل ٹھہر سکے کیں
شیدا ہوا نبی کا طالب جو تھا صنم کا

ہرگز نہ عیش دنیا پر دل فریفتہ ہو
صبح نشاط میں ہے پیغام شام غم کا

یاد شہ ہدیٰ میں ہے گرچہ ذوق حاصل
فرقت میں جوش پر ہے طوفاں مرے الم کا

دل کی تڑپ سے پہنچوں میں روضۂ نبی تک
یارب مجھے دکھا دے منظر ترے کرم کا

محو لقا ہیں آنکھیں مہر سکوت لب پر
کیا تاب گفتگو ہے یارا کہاں قلم کا

عہد نشاط کم ہے اور طول صحبت غم
وہ ہے تو چند ساعت یہ ہے رفیق دم کا

کیا شدتِ مصائب کا ہو اثر کہ سے اب
تسلیم اور رضا میں سر خم مرے قلم کا

عشق نبی ہو اور ہیں اور افتخار شرکت
معصوم کوچ پر ہے اب کارواں عدم کا

جلوۂ حسن پیمبر سے ہے عالم نور کا
مرتبہ پایا ہے میرے دل نے شمع طور کا

خاک کوئے احمدی سرمہ ہے کوہ طور کا
الفت سرور ہے گنجینہ دل معمور کا

چھوڑ کر جنت کو ہوگی روح یثرب کو رواں
میں ہوں شیدائے نبی طالب نہیں ہوں حور کا

دل نے کی ہے راہ دل سے عشق کا اعجاز ہے
ہے عبث اے چارہ گر تجھ کو گماں ناسور کا

سر سے جاتے ہم بھی اے معصوم یثرب کو چلے
حوصلہ ہے پست قسمت سے دل مجبور کا

ہو جائیگا سب راز عیاں سوز نہاں کا
تھمتا نہیں اب جوش مری آہ و فغاں کا

کاشانۂ دل عشق پیمبر سے ہے روشن
مدح شہ لولاک سے ہے حسن زباں کا

ہے آہ علم بانگ جرس ہیں مرے نالے
ہوتا ہے رواں قافلہ اب اشک رواں کا

یا در شہ کونین ہیں ہو جوش محبت
مشکل میں ذریعہ ہے یہی امن و اماں کا

اخلاص ہو اور الفت احمد کی ضیا ہو
اسباب ہے ہستی میں یہی رونق جاں کا

تسلیم و رضا سے ہو بسر عشق نبی میں
چھوٹے نہ کبھی ہاتھ سے سر رشتہ عناں کا

حق کا شرف قدرت ہے نبی مظہر قدرت
نابود ہوا دل سے نشاں وہم گماں کا

ہو ضبط محبت بھی ادا نعت نبی بھی
وہ کام تحمل کا ہے یا تاب و تواں کا

زوار ہوں اور روضہ پہ معصوم غزلخواں
کچھ لطف تو ملجائے انہیں حسن بیاں کا

کیا نقش ہو دل پر مرے اسباب جہاں کا
جز عشق نبی دخل نہیں کون و مکاں کا

دلدادہ ہوں ذوق اثر سوز نہاں کا
فرقت میں دلا لطف نہیں آہ و فغاں کا

مشکل میں محافظ ہے میری جسم کا جاں کا
یا سید ابرار وظیفہ ہے زباں کا

اندیشۂ زنداں نہ تمنائے رہائی — معیار نہیں عشق میں کچھ سود وزیاں کا
ہے شان خدا جلوۂ حسن شہ والا — تحریر کی طاقت ہے نہ یارا ہے بیاں کا
بیکار ہیں سب منزل ہستی کے حوادث — نام شہ کونین ذریعہ ہے اماں کا
آمادۂ یثرب ہوں ہے آمادہ اجل بھی — دیکھیں کہ سفر ہوتا ہے درپیش کہاں کا
مٹ جاؤں رہ عشق میں مٹ جائے نشاں بھی — عالم میں مکیں کا ہو پتہ اور نہ مکاں کا

مغموم ہوں نعت شہ کونین میں مصروف
کچھ اور رہی عالم ہے مری طبع رواں کا

سودا نہیں سر میں این وآں کا — دل شیفتہ ہے شہ زماں کا
ارمان بسیار مدعا طول — سرمایہ یہ ہے قلب کے زیاں کا
روشن ہے شب فراق اپنی — یہ فیض ہے سوزش نہاں کا
بیتابی کی بھی کوئی حد ہے — کھویا ہی گیا اثر فغاں کا
سوز غم عشق کیا ہو اظہار — بنجائے گا آبلہ زباں کا
یثرب میں ہے سیر باغ عرفاں — کیا ذکر ہے گلشن جناں کا
محسوس ہوا ہے بلبلوں کو — فصل گل میں اثر خزاں کا
نقش ہستی فریب دلکش — غارتگر دل کے کارواں کا
دل بھی کوئی ہے جو مطمئن ہو — بدلا ہے رنگ اب جہاں کا
یثرب میں ہو مرغ جاں کی پرواز — طوبیٰ پہ ہے قصد آشیاں کا
منظور جو امن وعافیت ہے — کر قصد نبی کے آستاں کا
ہو ذات نبی میں گم یہ ہستی — ارماں باقی نہیں نشاں کا

مغموم ہیں اہل بزم بیخود
کیا رنگ جما مرے بیاں کا

شرف حاصل نہ ہو جب تک محمد کی زیارت کا — نہیں ممکن ہو جلدی خاتمہ میری مصیبت کا
بنا کر توڑ ڈالا حق نے سانچہ تیری صورت کا — کہ تا پیدا نہ ہو کوئی بشر اس شان و شوکت کا
بہارِ نعت پر ہیں عندلیبانِ سخن مفتوں — گل افشاں ہے قلم کیا رنگ ہی میری طبیعت کا
نحوست چل بسی عشقِ نبی میں میرے رونے سے — مرے اشکوں نے دھو ڈالا نوشتہ میری قسمت کا
نہیں نورِ محمد سے جہاں میں کوئی شی خالی — گلے میں کافر و دیندار کے ہے طوق منت کا
نبی کے عشق میں مر مر کے جینا جی کے مر جانا — تماشا ہے وہ قدرت کا تقاضا ہے یہ فطرت کا

طفیلِ نعت اے مغموم اب میں وہ سخنور ہوں
کہ شعرا کی زباں پر ہے افسانہ میری عظمت کا۔

امت سے میل لطف خدا کے وصال کا — کوئی نہیں دکھائے بشر اس مثال کا
پیش نظر جو نقشہ ہے ماضی و حال کا — غالب ہے خوف آرزوؤں پر مآل کا
خطرہ جو جان کا ہے تو کھٹکا ہے مال کا — پہلو عروج میں بھی رہا اک زوال کا
کوئی شہیدِ ناز، کوئی کشتۂ ادا — پروانہ میں بنا شرر حسن و جمال کا
اعمال کی سیاہی مرے دُھل گئی تمام — قطرہ جو ڈھل گیا عرق انفعال کا
حاصل ہو کچھ تو ذوقِ طپش بھی مریض کو — وہ کام کر طبیب جو ہو اعتدال کا
جاں دیکے پاؤنگا میں لقائے رسول کو — سودا ہوا ہے مجھ کو جو امرِ محال کا
مٹ مٹ گئی جو ضعف کی تصویر تھی مرے — نقشہ ہے دیکھ لو یہ کسی پائمال کا
خوانِ کرم سے شاہ و گدا مستفیض تھے — تھا ایک ہی موازنہ کملی و شال کا
نورِ رسول پاک کو تشبیہ کس سے دوں — کھاتا ہے ٹھوکریں جو قدم ہے خیال کا
شیدائے احمدی کو ہو پروائے جان کیا — کیا حال تھا فراق میں حضرت بلالؓ کا
ہیں سرخرو جہاں میں وہی جو بے ہنر — خواہاں جہاں میں کوئی نہیں ہے کمال کا
شیدا نبی کا قربِ خدا میں پہونچ گیا — کیا ذکر صوفیوں کے یہاں حال و قال کا

دوزخ کو لیچلیں جو فرشتے مجال کیا، — دامن ہیں تھام لونگا پیمبر کی آل کا
آغاز عشق سے ہی ہوا سر بلند ہیں — افزوں وقار بدر سے بھی ہے ہلال کا
کب رہ سکیگا وست جنوں سے وہ برقرار — بارگراں جو دل پہ ہے رنج و ملال کا
ہستی کو اپنی ذات نبیؐ میں مٹا دیا — شادی کی اب خوشی ہے نہ غم ہے ملال کا
سر خم کیا تو وہ دُرِ مقصد کو پا لیا — کر آشنا در شہ جو دو نوال کا
یا مصطفےٰ مجھے مئے عرفاں کا جام دو — دریوزہ گر ہوں ہاتھ میں کاسہ سوال کا

چل کر در رسول پہ جاں اپنی کر نثار
معصوم ناگوار ہے جینا وبال کا

عشقِ نبی نے کیا پس مردن بنا دیا — رکھا ئے جسم کو مرے روشن بنا دیا
دستِ جنوں سے ہیں در و دیوار پاش پاش — بیٹھے بٹھائے گھر کو مرے رن بنا دیا
امید و یاس فاتحہ پڑھنے کو آئے ہیں، — حسرت کا میں نے دل کو جو مدفن بنا دیا
یہ بھی تو میرے طالع واژوں کا کھیل ہے — ساری جہاں کو مجھ سے جو بدظن بنا دیا
اہلِ دول کرینگے پرستش نہ کیوں مری — دل کو جو عشق شاہ کا مخزن بنا دیا
اس راہ سے ہی نکہت طیبہ کا ہے گزر — سوز دروں نے دلمیں جو روزن بنا دیا
جلتا ہے چراغ محبت جگر کے ساتھ — کس نے یہ خون کو مرے روغن بنا دیا
کس طرح روضۂ شہ مرسل پہ ہو گزر — قدرت نے نارسا مرا شیون بنا دیا
کیا سوز عشق کے ہیں یہ شعلہ فشانیاں — خاکستر اسنے آہ مرا تن بنا دیا
کیا لطف دید اٹھاؤں کہ افراط شوق نے — تار نگاہ کو مرے چلمن بنا دیا

معصوم شکر کیا ہو ادا کردگار کا
بزم سخن میں مجھ کو جو ذی فن بنا دیا

معروف بیخودی جو مرا ہوش ہو گیا — ہستی کا خواب دل سے فراموش ہو گیا

پایا جو ذوق ہجر رسول الٰہ کا
میں پیکر الم سے ہم آغوش ہوگیا

پنہاں ضیائے مہر رسالت جو ہوگئی
کعبہ کسی کے غم میں سیہ پوش ہوگیا

فضل خدا سے روح کی طاقت ہوی قوی
میرا چراغ زیست جو خاموش ہوگیا

کیف سرور مے میں کھلا راز بیخودی
جام الست کا میں بلا نوش ہوگیا

عشق نبی میں ہجر کی بتا ہوں کا حال
اک جلوۂ جمال سے رو پوش ہوگیا

جو راہ منفعت تھی ہوی مجھ کو ناگوار
میں آپ اپنے حق میں زباں کوش ہوگیا

آیا پیام مرگ تو گویا ملی نوید
وقف سرور دل کا مرے جوش ہوگیا

مغموم نعت سرور دیں کے طفیل سے
بار گناہ سے میں سبکدوش ہوگیا

نعت حضرت میں جو خامہ گوہر افشاں ہوگیا
حسن معنی کے خریداروں میں رضواں ہوگیا

لوح دل پہ نقش نام شاہ ذی شاں ہوگیا
سینۂ بے کینہ میرا گنج عرفاں ہوگیا

نور مہر معرفت جلد م درخشاں ہوگیا
سلب گویائی ہوی اور جسم بیجاں ہوگیا

خیر دل کی اور جگر کی عشق حضرت میں گیا
وہ بھی قرباں ہوگیا اور یہ بھی قرباں ہوگیا

دیکھ داغ عشق احمد پھر گئے منکر نکیر
قبر میں میرے ظہور نور ایماں ہوگیا

ذائقہ ایسا ملا عشق رسول پاک میں
ترک راحت کر کے دل مشکل کا خواہاں ہوگیا

نعت گوئی جب ہوئی مقبول ہاتف نے کہا
تھا گدا مغموم کل تک آج سلطاں ہوگیا

بھیگیا دل خون ہو کر جب میں گریاں ہوگیا
کام جو مشکل سے مشکل تھا وہ آساں ہوگیا

رنج وہ مجھ کو کھلایا میں نے اسکو لخت دل
غم کا مہماں میں ہوا غم میرا مہماں ہوگیا

آرزوئے وصل احمد میں ہوا اپنا وصال
واہ درد عشق کا کیا خوب درماں ہوگیا

دھو دیا جوش یم رحمت نے عصیاں کو مرے
جوش پر جب دم مرے اشکوں کا طوفاں ہوگیا

روز و شب مصروف نعت سید الابرار ہوں
مغفرت کا بشتر معغموم ساماں ہو گیا

سناتی ہے نبی کی یاد کیا کیا
سناؤں حسرتا روداد کیا کیا

تڑپ جاں کو ہے کیا ہجر نبی میں
کرے مرغ قفس فریاد کیا کیا

چلا ہے کارواں سوئے مدینہ
تڑپتا ہے دل ناشاد کیا کیا

بجز حق شان احمد کون سمجھا
جہاں میں ہو گئے استاد کیا کیا

رہ شرع نبی سے دور پڑ کر
بگڑتے جاتے ہیں آزاد کیا کیا

ہے دلچسپی کی جا شہر خموشاں
بسے ہیں یاں مکاں آباد کیا کیا

ہیں تمغے داغہائے عشق معغموم،
ملی ہے شاہ دیں سے داد کیا کیا

طبیبِ مرگ اوج عزت پہ مرا اعتبار ہوتا
تجھے در پہ پیارے احمد میں اگر نثار ہوتا

میں اجل سے ہجر شہ میں جو دلا دوچار ہوتا
مری زندگی کا قصہ کہیں اختصار ہوتا

مجھے جانب مدینہ جو صبا اڑا کے جاتی
تو بلند عاشقوں میں سر افتخار ہوتا

کبھی جلوۂ حقیقی کا ظہور تھا نہ ممکن
جو خودی کے دائرے میں دل بیقرار ہوتا

الٰہی جنون عشق احمد کوئی مدعا نکلتا
جو لباس جسم ہستی مرا تار تار ہوتا

میں حضور میں پہونچتا تو یہ نذر پیش کرتا
سر پاش پاش ہوتا دل داغدار ہوتا

یہ ہوا اگر نہ تھا معغموم گنہ جو میں نہ کرتا
یہ در رحمت الٰہی سے میں شرمسار ہوتا

جو لقا بھی کا حاصل مجھے ایک بار ہوتا
نہ میں آہ آہ کرتا نہ میں زار زار ہوتا

نہ زباں سے آہ نکلے نہ ہو سر عشق افشا
دہن خموش ملتا دل راز دار ہوتا

دل تنگ سے ہو کیونکر غم شہ کی میہمانی
مرے سینے میں الٰہی کوئی مرغزار ہوتا

سر طیبہ سر فروشی کا جو امتحان ہوتا — صف عاشقاں میں اول ہی جانثار ہوتا
رہ معرفت ہے مشکل میں پیادہ پا چلا ہوں — یہ سفر تمام کرتا جو میں شہسوار ہوتا
مری قبر کا ملایک بخوشی طواف کرتے — بجوار شاہ امت جو مرا مزار ہوتا

پس مرگ لاش مغموم جوار شہ میں ہوتی
کہ گلوں کے ساتھ زیبا ہے جو کوئی خار ہوتا

نہ نام پاک شاہ دیں کا گر ورد زباں ہوتا — تو کیوں جانبر شب غم میں مریض ناتواں ہوتا
ہر اک محفل میں جلوہ رحمت حق کا عیاں ہوتا — قلم میرا جو نعت شاہ دیں میں گلفشاں ہوتا
نہ یہ بیداد ہوتی اور نہ گردوں کا نشاں ہوتا — فراق شاہ دیں میں میں جو سرگرم فغاں ہوتا
نہ آنکھوں سے مری کیوں اشک کا دریا رواں ہوتا — نہ افشا خلق پر ہرگز مرا سوز نہاں ہوتا
اگر برباد بلبل کا چمن میں آشیاں ہوتا — نہ ایمن تو بھی اسکی آہ سے اے باغباں ہوتا
حضور شاہ دیں کچھ عرض کرنے کے نہیں قابل — یہ بہتر تھا مجھے اے کاش اگر میں بے زباں ہوتا
وہاں کیا چین اہل درد پاتے آگ لگ جاتی — اگر فردوس میں کچھ سوز الفت کا بیاں ہوتا
ہے حسرت ابتدائے عشق میں ہی کیوں نہ مر جاتا — نہ صدمہ ہجر کا سہتا نہ یہ غم جاوداں ہوتا
مقابل دونوں ہوتے تو نگاہ اہل بینش میں — بیاباں خلد ہوتا اور مدینہ بوستاں ہوتا
تری فریاد سنکر دم بخود رہتا ہوں اے بلبل — مجھے طاقت جو ہوتی میں ترا ہمداستاں ہوتا
جنوں میں کیوں وہ جولانگہ ہو یہ بار گراں کیوں ہو — نہ قدموں میں زمیں ہوتی نہ سر پر آسماں ہوتا
نہ یوں آفت میں گھر جاتا نہ یوں مر مر کے میں جیتا — مرا سر اور شاہ مرسلیں کا آستاں ہوتا
اماں میں یا رسول اللہ مجھ کو آپ لے لیتے — نہ یہ پامال حوادث اور نہ جور آسماں ہوتا
دکھا سکتا تھا کیا گرمی وہ مشتاقان احمد کو — سر خورشید محشر آہ کا میری دھواں ہوتا

سنانا روضۂ احمد پہ پڑھکر یہ غزل مغموم
جو ہوتا جان حق کوئی تو کوئی نیچاں ہوتا

ذوق طپش دل جسے حاصل نہیں ہوتا
عشق شہ ذیجاہ کے قابل نہیں ہوتا

کب عشق سے تابندہ مرا دل نہیں ہوتا
کب داغ مرا رونق محفل نہیں ہوتا

بے عشق پیمبر ہو کہاں قرب الٰہی
رہرو کا ٹھکانا سر منزل نہیں ہوتا

کیا کام کیا ضبط غم عشق نبی نے
نالہ بھی مرے درد میں شامل نہیں ہوتا

یوں عشق میں آساں تو نہیں جی سے گزرنا
جبتک کہ کوئی جذبۂ کامل نہیں ہوتا

بیخود ہوں مگر نام نبی لب پہ ہی جاری
میں نزع کی حالت میں بھی غافل نہیں ہوتا

ذوق نظر، و منظر حیرت، اثر شوق
کیا جانے وہ مغموم جو بسمل نہیں ہوتا

منظہر لطف اتم روئے درخشاں تیرا
سایۂ رحمت حق سایۂ داماں تیرا

ہے ضیا بار مدینہ سے گلستاں تیرا
یا نبی مطلع انوار ہے ایواں تیرا

مشک و عنبر سے فزوں نکہت خاک یثرب
روکش خلد بریں ہے چمنستاں تیرا

فہم و ادراک سے برتر ہے حقیقت تیری
وصف کیا قید قلم ہو شہ ذیشاں تیرا

کیا غلاموں کو ترے روز قیامت کا ہراس
خلد و کوثر ہے ترا، حشر کا میداں تیرا

چشم بینا کو بھی وسعت کی تمنا ہے مدام
جلوہ کیا دیکھ سکے دیدۂ حیراں تیرا

جسم سے میرے جو گرتا ہے تو کرتا ہے طپش
عشق ہر قطرۂ خوں سے ہے نمایاں تیرا

سرنگوں ہو در اقدس پہ تو مقصد ہی حصول
سبکو دیتی ہے پتہ رحمت یزداں تیرا

یا نبی! اک نظر لطف ادھر بھی ہو جائے
کفش بردار ہے مغموم سخنداں تیرا

گروہ مرسلیں میں مصطفےٰ سا ہو نہیں سکتا
خدائی کر دکھائے ایسا بندا ہو نہیں سکتا

تو ہی دامن بتیرہ دل کے منھ کو یار خاک سے بھر دے
گزر جس دل میں عشق مصطفےٰ کا ہو نہیں سکتا

وہ سر ٹوٹے الٰہی اور آنکھیں آگ لگ جائے
رسول اللہ کا جس سر میں سودا ہو نہیں سکتا

نہ کھائے داغ جبتک آتش عشق پیمبر سے — کسی دیندار کے دلمیں اجالا ہو نہیں سکتا
فلک کو پھونکدوں دم میں ہلا دوں عرش کی زنجیر — جو ہے عشق نبی دلمیں تو کیا کیا ہو نہیں سکتا
سرایت عشق احمد کر گیا ہے ہر رگ جاں میں، — اجل کا اسلئے مجھ سے تقاضا ہو نہیں سکتا
مدینہ کی زمیں میں لاش میری دفن ہو جائے — بجز اسکے کوئی ارمان پیدا ہو نہیں سکتا
نہ للچاؤ نگاہ اے رضواں دکھا مت سبز باغ اپنا — کہیں وارفتۂ احمد کو دھوکا ہو نہیں سکتا

ہتھیلی پر میں رکھدوں چیر کر لیکن جگر کس کا
دل **مغموم** کا ہرگز تماشا ہو نہیں سکتا

فدا اگر دوں جو جاں اپنی یہ بیجا ہو نہیں سکتا — جیوں میں ہجر پیغمبر میں ایسا ہو نہیں سکتا
تپ ہجر نبی میں مبتلا ہوں کیا علاج اسکا — بجز خاک در احمد میں اچھا ہو نہیں سکتا
جہاں میں جسکو حاصل شربت دیدار حضرت ہو — یقیں ہے آب کوثر کا وہ پیاسا ہو نہیں سکتا
فنا فی المصطفےٰ جبتک نہ ہو رب کو کہاں پائے — ادھورا ہے محبت میں وہ پورا ہو نہیں سکتا
غبار دشت یثرب سرمۂ آنکھوں کا نہ ہو جبتک — کوئی دم زندگی کا راحت افزا ہو نہیں سکتا
لگا کر میں اغثنی یا رسول اللہ کا نعرہ — مچاؤں شور تو کیا حشر برپا ہو نہیں سکتا

رہ حب نبی میں شرط ہے **مغموم** جاں بازی
کہ کوہ عشق کچھ منہ کا نوالا ہو نہیں سکتا

پروانہ وار شمع رسل پر فدا ہوا — صد شکر حق عشق نبی کچھ ادا ہوا
رونق فزا ہے دل میں مرے داغہائے عشق — عشق رسول سے ہے یہ کمرہ سجا ہوا
کیا معرکہ تھا عشق نے دی عقل کو شکست — دیکھا کیا میں دور تماشا کھڑا ہوا
لیجا کے خاک میری تو روضہ پہ کہہ صبا — پیدا ہے تھا لئے عشق میں مر کر مٹا ہوا
در و یا میں آپ آئے تو مجھکو رہا نہ ہوش — [illegible] لکھا ہوا
ٹھکرا کے لیجلو اسے تا روضۂ نبی — [illegible] ہوا

دیکھوں تو باز رکھا اسے طیبہ سے اے فلک
مغموم کا بھی دست دعا ہے اٹھا ہوا

ہجر نبی میں چاک یہ سینہ ذرا ہوا
دلکو ملی جو راہ اچھل کر جدا ہوا

سرعت سے مرغ سدرہ کا جا ہمنوا ہوا
اتنا بلند طائر فکر رسا ہوا

پُر داغ دل ہے پر ہے جگر کب بچا ہوا
یہ بھی جلا ہوا ہے تو وہ بھی جلا ہوا

عشق نبی ہے دلمیں تو زندہ ہی بعد مرگ
گر وہ فنا ہوا ہے تو یہ بھی فنا ہوا

جب چاہیے دلمیں آ تو مرے اے غم رسول
تیرے لئے مدام ہے یہ در کھلا ہوا

ہرگز نہ تھم ذرا بھی تو اے چشم خونفشاں
خالی ہوا ہے دل تو جگر ہے بھرا ہوا

مغموم وصف صاحب لولاک کے طفیل
محفل میں آج رنگ ہے اپنا جما ہوا

اے پیک صبا از راہ کرم یثرب میں مجھے پہنچا دینا
درگاہ نبی تک بہر خدا مری مشت غبار اڑا دینا

اے زائرو تم للہ مری فریاد کبھی تو سنا دینا
روضہ پہ نبی کے جاکے سلام شوق مرا پہنچا دینا

اے آہ تڑپ دلکے مرے اور سوز جگر کی حالت سے
آگاہ مرے محبوب کو کر تاثیر تو اتنی دکھا دینا

اے خضر بتا منزل کا پتہ ہے ورنہ جہاز عمر تباہ
اے رہبر کامل مرد خدا کشتی مری پار لگا دینا

اے گریۂ شوق یہ جوش دکھا آنکھوں سے مری طوفاں ہو بپا
اس قلزم عشق پیمبر میں اب لاش کو میری بہا دینا

اے دل ہے یہ راہ عشق مگر ہمت کا سہارا لیکے گزر
اس میں عبث ہے جان کا خطر ہستی کا نقش مٹا دینا

اے نور خدا اے شمع ہدیٰ مغموم حزیں کو بہر خدا
بس اپنی غلامی کیجے عطا اور قید الم سے چھڑا دینا

حیف درگاہ نبی تک مرا جانا نہ ہوا
گوہر اشک کو روضہ پہ چڑھانا نہ ہوا

آہ کس طرح مگر دوش صبا پر پہنچوں
ہائے افسوس ہیں اتنا بھی توانا نہ ہوا

منھ دکھاؤنگا میں کیا پیش خدا روز جزا
دشت طیبہ میں اگر میرا ٹھکانا نہ ہوا

کھوج کچھ منزل مقصود کا پایا نہ کبھی
دل ناداں مرا اتنا بھی سیانا نہ ہوا

روضۂ پاک پہ مغموم غزلخواں ہوکر
جاں نثاران پیمبر کو رلانا نہ ہوا

پہنچے در احمد پہ یہ مدہوش تمنا
دیکھوں میں الٰہی اثر جوش تمنا

ارشاد ہو مشتاق لقا کو طلبی کا
اس مژدۂ جاں بخش پہ ہے گوش تمنا

دل بھی ہے مبارک مرا سینہ بھی مبارک
وہ ظرف تمنا ہے یہ سرپوش تمنا

ہر دم رخ احمد کے تصور سے ہوں مسرور
خالی نہیں رہتی کبھی آغوش تمنا

دل سوز محبت سے ہے سیماب کی صورت
ڈر ہے کہ نہ اڑ جائے کہیں ہوش تمنا

کیا کیف ہے کیا عالم مستی ہے نمایاں
دل اپنا شب و روز ہے مینوش تمنا

دعویٰ تھا یہ گستاخ کہ عاشق ہوں نبی کا
یارب ہو ترا عفو خطا پوش تمنا

مشتاق لقا نفس کی خواہش سے بری ہے
ہے گلشن فردوس فراموش تمنا

کیا وجد کا عالم ہو مدینہ کو جو پہنچوں
رقصاں دل مغموم ہو بر دوش تمنا

نبی اپنا گروہ انبیا میں لاجواب آیا
مشیت کو نظر بہتر نہ اس سے انتخاب آیا

جمال پاک رویا میں نظر زیر نقاب آیا
گنہ کی شرم دامنگیر تھی مجھکو حجاب آیا

مسلم ہے کہ میں مست مئے عشق پیمبر ہوں
مجھے کیا خلد میں گر جا بجا جام شراب آیا

عرب کی سرزمیں پر دیکھ لیں عشاق گر مجھکو
تو یوں کہنے لگیں باہم کہ مجنوں کا جواب آیا

چلا ہے قافلہ طیبہ کو میں محروم قسمت ہوں
تمناؤں میں رخنہ حسرتوں میں اضطراب آیا

جو پائے درد کی لذت وہ کب ہو مائل عشرت
مصیبت میں خوشی دیکھی تو راحت میں عذاب آیا

مری بیتابی حسرت مٹانے کو اجل آئی
تمنا کا مری دنداں شکن گویا جواب آیا

کسی صورت سے باز آیا نہ عشق شاہ بطحیٰ سے
مصائب کی کشاکش میں مرا دل کامیاب آیا

جو شوق جلوۂ حسن پیمبر نے کیا مجبور
جنوں سر میں طپش دل میں نگہ میں اضطراب آیا

مریضوں کو معالج کرتے ہیں پرہیز کی تاکید
ہیں وہ بیمار ہوں مجھکو دوا سے اجتناب آیا

جو آفت ہے خوشی تمہید ہوتی ہے مصیبت کی
خبر پیری کی دینے کے لئے عہد شباب آیا

نشہ جو بادۂ غفلت کا تھا چھایا ہوا اترا
حقیقت کھل گئی اس زندگی کی جبکہ خواب آیا

جو گل زینت ہیں بزم عشق کے مرجھا جاتے ہیں
الٰہی گلشن ہستی میں کیسا انقلاب آیا

یہی کافی ہے مداح نبی شیدائے احمد ہوں
نہ کچھ ہو گا حساب اپنا اگر روز حساب آیا

شرف پایا نہ گر مغموم نے تیری زیارت کا
تو پھر کیوں عالم ہستی میں وہ خانہ خراب آیا

عشق شہ زمن سے مگر بے شعور تھا
کب اہل تیرے جلوۂ خود بیں کا طور تھا

دل ہوگیا ملول جو وقف سرور تھا
دیکھا تو برق حسن پیمبر سے دور تھا

حق اور سمجھے مظہر حق اور سادہ لوح
دہوکا نظر کا فہم کا ان کے قصور تھا

آساں نہ تھی جو خواہش دیدار مصطفےٰ
ہستی کی مشکل کا مرے مٹنا ضرور تھا

آتش میں تھا خلیل کے کشتی میں نوح کے
کس کس مقام پر نہ پیمبر کا نور تھا

احساس درد دکھ کا نہ آفت کا تھا خیال
دل میرا ذوق عشق پیمبر میں چور تھا

افزوں ہوا اس سے منظر محشر یقیں نہیں
رحلت کا دن رسول کے یوم النشور تھا

دیکھا جو شان حق کو بشر کے لباس میں
سمجھے بشر یہ نقص بصر کا فتور تھا

مشکل کے وقت اور مصیبت کے عہد میں
مغموم اور فضل خدائے غفور تھا

دکھلا جمال پاک کا جلوا محمدا
چلا رہا ہے یوں دل شیدا محمدا

اٹھتا ہوں شوق سے کبھی گرتا ہوں ضعف سے
بیتابی جگر کا ہے نقشا محمدا

دل چاک چاک ہے تو جگر پاش پاش ہے
یاں تک جنوں نے ہاتھ بڑھایا محمدا

یوں حشر ہو مرا کہ ترے در پہ مر مٹوں
جینے کا اب نہیں مجھے یارا محمدا

آتش میں جھونک دوں تنِ خاکی کو پھونک دوں
ہے یہ طپش کا دل کے تقاضا محمدا

جنت سے کیا غرض مجھے دوزخ کا خوف کیا
آنکھوں میں جبکہ تو ہے سمایا محمدا

آکر درِ حضور پہ بس دم کو توڑ دوں
گنبد کا جب کروں میں نظارا محمدا

آتشکدہ ہے دل مرا اور آہ ہے شرر
میں آپ ہی ہوں اپنا تماشا محمدا

دیدار پائے یا تری الفت میں مر مٹے
مغموم کی مراد کو بر لا محمدا

۵۱

۹۰ بہ تضمین

ہو ہما طالع، ارادہ ہو گر اس درگاہ کا
دردِ دل کو، سر کو سودا ہو رسول اللہ کا

ہر طرح محو الم ہوگا عدو اسلام کا
ہو و مادم حوصلہ معدوم اس گمراہ کا

طور کا عالم ہو ہر گہ، وردِ احمد ہو اگر
محرمِ اسرارِ دل کلمہ رسول اللہ کا

روح آرا عالم اسکا اور اسرار الٰہ
کسطرح ہمسر ملک ہو اس دلِ آگاہ کا

سدِ راہ طالع اسعد ہوا وسواسِ دل
مدعا دل کا عطا ہو آسرا اللہ کا

وائے سردارِ عالم ہو کہ ہوگا کامگار
مرگِ دل اور دردِ سر سودا ہو مہر و ماہ کا

مدحِ احمد ہو مگر ہموار ہو راہِ عمل
ہو کلام اسکا روا حاصل صلہ ہو واہ کا

لا کلام آرا اسکا ہوا دار السلام
روح مسلم اسم احمدؐ وردِ روح اللہ کا

ہو مآلِ کار عمدہ اور رہبر کردگار
دل رہا محوِ عمل ہر دم سلوک آگاہ کا

مرگ اعدا ہو اگر دل کسطرح مسرور رہو
کر مطالعہ عمر کا اطوار سال و ماہ کا

سہل ہو ہمراہ ہو گر ماہر ملک عدم
سالک ہمدم دلا آگاہ ہوگا راہ کا

دو سکر [illegible] رام دل مسرور کر راہ [illegible]
عسکرِ درد و الم رکھا اور علم ہو آہ کا

سرو دل کا گدا ہو گر ہوا طالع رسا
[illegible] محمد دلدادہ رسول اللہ کا

بیش خیمہ ہے غم و رنج کا طوفانِ طرب
ہاں مگر عشق پیمبر میں ہے سامانِ طرب

گلشن کشور یثرب ہے گلستانِ طرب
در احمد پہ پہونچ جا جو ہو ارمانِ طرب

اور ہے کونسی نعمت جو ہو شایانِ طرب
ہے مگر ہیچ رسول دوسرا خوانِ طرب

دلمیں صد شکر ہوا شوق زیارت جاگیر
آج امید و تمنا ہوئیں مہمانِ طرب

اسکا کیا پوچھنا ہو اوج پہ جسکا اقبال
زائرو ہوتی ہے روضہ سے عیاں شانِ طرب

ذوق ملتا ہے غم عشق پیمبر میں مدام
یہ ضیا بخش دل و دیدہ یہ برہانِ طرب

ہو نہ ایذائے رہ دشت مدینہ سے ملول
ہاتھ آجائیگا اے دل تجھے دامانِ طرب

کیوں نہ ہر رنگ میں ہو جا کے مسرت کا ظہور
روضۂ سرور دیں راحتِ دل جانِ طرب

عشق احمد کے سوا دل میں جو دی غیر کو راہ
چاک ہو جائے گا مغموم گریبانِ طرب

حور و غلماں کی نہ جنت کے گلستاں کی طلب
عشق شہ میں ہے دیار عربستاں کی طلب

کیوں نہ ظلمات میں ہو شمع شبستاں کی طلب
دل ہے ویراں نہیں جسمیں شہ ذیشاں کی طلب

دل غمدیدہ کو ہے بخشش سبحاں کی طلب
دامن رحمت حق کو مرے عصیاں کی طلب

کیوں نہ بر آئے مرا مقصد دل روضہ پر
میزباں کو بھی ہوا کرتی ہے مہماں کی طلب

چیرہ دستی ہے جنوں کی تن عریاں پہ مدام
نہ گریباں کی حاجت نہ تو داماں کی طلب

چین سے رہتے ہیں وہ اور تکلف سے بری
قبر میں ہوتی ہے کسکو سر و ساماں کی طلب

باریابی ہو عطا روضۂ اطہر پہ مجھے
جاں نثاری کا ہے ارمان دل سوزاں کی طلب

جان پڑجائے سخن میں وہ خیال اچھا ہے
کون کرتا ہے بھلا قالب بے جاں کی طلب

تشنۂ دید ہوں مجھکو نہیں دولت کی ہوس
بندہ پرور ہے مرے درد کے درماں کی طلب

شادمانی و مسرت سے طبیعت ہے نفور
غم کی خواہش ہے مجھے سوزش پنہاں کی طلب

نہیں رسائی و پرگوئی کی حاجت ہرگز
بزم شعرا میں ہے کلک گہر افشاں کی طلب

اشکباری سے ہو سرسبز یہ کشتِ امید
دل سوزاں کو ہے ہر دم مرے باراں کی طلب

ہے یہ امید کہ ہاتف سے سنوں یہ مژدہ
ہو گئی روضہ پہ مغموم سخنداں کی طلب

ہر دم ہے جلوۂ رخِ شاہ زماں قریب
میں دور رہوں نبی سے مگر میری جاں قریب

ہو جائے قربِ شاہ تو سارا جہاں قریب
لوح و قلم قریب ہیں اور لامکاں قریب

دنیا کے دل جلوں کو ہیں عقبیٰ کی راحتیں
رنگ طرب بعید ہے سوزِ نہاں قریب

ہے اب کے جوش پر مری طغیانیٔ سرشک
منزل سے ہو چلا ہے کہیں کارواں قریب

ہیں لامکاں پہ اور مری قبر ہے یہاں
میں اس جہاں سے دور رہوں میرا نشاں قریب

غم دوست ہوں سرور کو لیکر میں کیا کروں
لطف نشاط دور ہے ذوقِ فغاں قریب

بیدار ہو کے کاش مری یاوری کرے
ہے میرے چشم بخت سے خوابِ گراں قریب

نعتِ رسول پیش کروں روز بازپرس
ہے کوچ عنقریب مرا امتحاں قریب

فرطِ خوشی سے روح بھی آجائے وجد میں
یثرب کے رہگذر میں ہو میرا مکاں قریب

احوال میرا سنکے جو مضطر ہوا ہے شیخ
لائیگا رنگ کچھ اثر داستاں قریب

عہد شباب چشم زدن میں گزر گیا
لطف بہار بھی نہ ملا تھی خزاں قریب

قسمت سے ہو رسائی مزار رسول تک
زاہد دکھاؤں تجھکو میں باغ جناں قریب

مسکن مرا مدینہ ہے مدفن کہیں بھی ہو
مغموم مرغ روح کا ہے آشیاں قریب

مرحمت سے وجد میں عشاق کو لائینگے آپ
یا رسول اللہ صفِ محشر میں جب آئینگے آپ

رتبہ ہوگا آپ کا پیغمبروں میں آشکار
شانِ محبوبی جو روزِ حشر دکھلائینگے آپ

جز لقائے مصطفےٰ مطلب کسی شی سے نہیں
نعمتِ خلدِ بریں کیا کیا نہ دلوائینگے آپ

فیض بخشی کا شہ والا کے تب ہوگا ظہور
لطف امت کو جب محشر میں بخشوائینگے آپ

زائروں کو روضۂ اطہر پہ پڑھکر نعت شاہ
حضرت مغموم بس کیا کیا نہ تڑپائینگے آپ

سوز و طپش و درد میں ہے شانِ محبت　　دل میں ہے میرے جوش پہ طوفانِ محبت
ہے قول پیمبر گہرِ کانِ محبت　　خلقِ شہِ عالم میں ہے سامانِ محبت
عالم میں ہیں یہ رونقِ ایوانِ محبت　　مسرور رہیں دارین میں اخوانِ محبت
شیدائے نبی ہوتے ہیں قربانِ محبت　　دنیا میں یہی لوگ ہیں شایانِ محبت
اقوال پیمبر سے ہو پیمانِ محبت　　دنیا میں بہت کم ہیں سخندانِ محبت
حق بات یہی ہے مرا ایمان یہی ہے　　نعتِ شہِ کونین ہے برہانِ محبت
مشکل میں حوادث میں مصیبت میں بلا میں　　چھوٹے نہ کبھی ہاتھ سے دامانِ محبت
ذکرِ شہِ مرسل کی غذا روح کو مل جائے　　اے گرسنۂ عشق یہ ہے خوانِ محبت
رنگِ اثر ذوق سے ہے درد بھی رقصاں　　یارب! نہ جدا ہو کبھی پیکانِ محبت
عشقِ شہ عالم میں جو ہے رنگ مسرت　　امید و تمنا ہوئے مہمانِ محبت
دل میں ہو تمنا تو، تمنائے غمِ عشق　　ارمان جو پیدا ہو تو ارمانِ محبت
ہو نامِ نبی وردِ زباں سوز ہو دل میں　　وہ آن محبت ہے تو یہ جانِ محبت
شوریدہ ہے سر میں ہے سودائے پیمبر　　دل ہے مرا اور سوزشِ پنہانِ محبت
جلوہ گل مقصود کا ہے عشقِ نبی میں　　ناکام نہ ہوگا کبھی جویانِ محبت

روح شہ لولاک، فروغ چمن دل
ہے خامۂ مغموم گل افشانِ محبت

نار دوزخ سے رہا ہونگے گنہگار بہت　　پیش حق ہے اثر احمد مختار بہت
روح عشاق کی ہے گرمی بازار بہت　　کہ فدا ہوتے ہیں الفت میں رضا کار بہت
دل فزا ہے اثر سیما بزار بہت　　ہوتے ہیں دام محبت میں گرفتار بہت

ایک ہے مہرہدیٰ شمع پُرانوار بہت
ایک ہے کعبۂ مقصود طلبگار بہت

ہوتے ہیں مدعیٔ محرم اسرار بہت
عقل انسان میں تھوڑی سی ہے پندار بہت

کیفیت درد کی پیدا ہو تو ہیں یار بہت
غم دل ہو اثر افزا تو ہیں غمخوار بہت

کامیابی کی بھی اک کاش کوئی صورت ہو
طپش درد تو رکھتا ہے دل زار بہت

قصۂ ہجر عبث شرح غم دل ہے فضول
قدر انسان کی کھو دیتی ہے گفتار بہت

فیض پاتے ہیں محبت کا بقدر اخلاص
روضۂ شافع محشر پہ ہیں زوار بہت

منزل عشق میں رہ جاتے ہیں پسپا ہوکر
جان نثاری کے لئے ہوتے ہیں تیار بہت

ہو چکی زیست بسر رنج و خوشی میں لیکن
سفر عالم عقبیٰ ہے گرانبار بہت

چارۂ درد دل زار وہی چوکھٹ ہے
جمع ہیں روضۂ احمد پہ دل افگار بہت

سامعیں مدح سرائی سے مری بیخود ہیں
ہوتے ہیں یوسف معنی کے خریدار بہت

کسطرح معرفت حق ہو بجز عشق نبی
ٹھوکریں کھاتے ہیں اس راہ میں ہوشیار بہت

دیکھ پایا ہے جو میخانۂ یثرب کی بہار
جوش مستی میں ہے اب قلب ضیا بار بہت

دولت عشق پیمبر سے ہوا ہوں ممتاز
ناز کرتا ہے مرا طالع بیدار بہت

اپنی اپنی ہے یہ قسمت کہ ملے فیض سخن
ہو چکا خامۂ معصوم گہربار بہت

قاب قوسین کا ہوتا ہے سفر آج کی رات
کہ ہے معراج شہ جن و بشر آج کی رات

جس جگہ جاتے کو جبریل کے پر جلتے ہیں
ہے وہاں فخر پیمبر کا گذر آج کی رات

مرتبہ یہ نہیں ہرگز کسی مرسل کو نصیب
شکر خالق میں ہیں مصروف بشر آج کی رات

آج ہے طالب و مطلوب میں کچھ راز و نیاز
لطف دیدار میں ہوتی ہے بسر آج کی رات

اٹھ گیا آج جو پردہ تھا دوئی کا حائل
قطرہ دریا میں ملا مثل گہر آج کی رات

آج وہ شب ہے کہ ملجاتی ہے منہ مانگی مراد
کب دعا سے ہے جدا اپنے اثر آج کی رات

جو گنہگار ہیں اور اپنے گنہ پر نادم
یہ عنایت یہ نوازش، یہ محبت دیکھو،
رکھتے ہیں رحمت باری پہ نظر آج کی رات
بجھ گئی بہر نبی نار سقر آج کی رات

کچھ تعجب نہیں معصوم طفیل احمد
دفع ہو جائے جو قسمت کا ضرر آج کی رات

ہے نور فشاں عرش کے سیار کی چوکھٹ
دیکھو اسے زینہ ہے یہی عرش بریں کا
دل ہو مرا اور سوزش عشق شہ کونین
ایوانِ سلاطیں سے مجھے کچھ نہیں مطلب
آئینۂ ہستی کا ہو سب راز نمودار
کھلتے ہیں یہاں سرّ الٰہی کے حقائق
مشتاق ہوں مشتاق ہوں یا سید کونین
عظمت سے جو واقف ہیں جھکاتے ہیں سر اپنا
مسجودِ ملک روضۂ سالار کی چوکھٹ
اور باب شفا احمد مختار کی چوکھٹ
سر ہو مرا اور سید ابرار کی چوکھٹ
ملجائے مجھے میرے مددگار کی چوکھٹ
ہے گنج طرب سید و سالار کی چوکھٹ
ہے شانِ خدا محرم اسرار کی چوکھٹ
للہ دکھا دو مجھے سرکار کی چوکھٹ
کہتے ہیں کہ ہے مظہر جبار کی چوکھٹ

ہو گو ہر مقصد سے ہم آغوش دکھا دو
معصوم دل افگار کو دربار کی چوکھٹ

ہوتے ہیں کہیں باعث آزار حوادث
گر سینہ سپر ہو کے دم عشق سے برباد
مصروف زباں نام محمد میں ہو پیہم
ہیں راہبر ذکر خدا یا د پیمبر
دل عاشق احمد کا نہ ہوگا متزلزل
ہے وقت غنیمت کہ ہو غیروں سے بھلائی
ہو جائے کوئی مذہب و ملت سے جو دو کش
کب عشق نبی میں ہیں گرانبار حوادث
عاشق کے ہوتے ہیں طلبگار حوادث
اس ورد سے ہو جاتے ہیں بیکار حوادث
ہو جاتے ہیں تحسین کے سزاوار حوادث
آتے ہیں نئے روپ میں ہر بار حوادث
ہر وقت مٹانیکو ہیں تیار حوادث
کرتے ہیں مصیبت میں گرفتار حوادث

یا سرور دیں ہو دل غمدیدہ کی امداد | ہے چرخ عدو اور جفا کار حوادث

دائم ہوں میں وابستۂ عشق شہ کونین
کب کرتے ہیں مغموم دل افگار حوادث

ہجر نبی میں آہ وہ ہو شعلہ بار آج | ہو جائے ختم زندگئ مستعار آج
سینہ جو ہجر شاہ میں ہے داغدار آج | کیا جانفزا ہے گلشن دل کی بہار آج
عشق نبی کا دست جنوں رکھ وقار آج | دامن کیطرح جسم بھی ہو تار تار آج
اے جذب عشق قید تعلق سے کر رہا | پیک اجل کا کون کرے انتظار آج
طوفان جرم کے ہے تھپیڑوں میں زندگی | یا مصطفٰے کرو میرے بیڑے کو پار آج
وہ تھم گیا پہ ہجر نبی کے تھمے نہ اشک | ہمراہ ابر میں بھی ہوا اشکبار آج
پہلو میں ہو قرار نہ طیبہ کے شوق میں | ملجائے میرے دل کو جو راہ فرار آج
پیری و ضعف و جور فلک اور بخت بد | ہارج ہیں مدعا میں یہی تین چار آج

گھل گھل کے عشق سرور عالم میں شمع ساں
مغموم ہو گیا ہے اجل کا شکار آج

آنکھوں کو چین ہے نہ تو دلکو قرار آج | وہ اشکبار ہے تو یہ سینہ فگار آج
دیدار نزع میں ہو مجھے ایکبار آج | تسکین کچھ تو پائے دل بیقرار آج
سودائے احمدی جو نہ ہو میرا سر نہ ہو | بس زیست کا اسی پہ ہے دار و مدار آج
روشن جو داغ عشق نبی تھا وہ ہو گیا | تاریکئ لحد میں چراغ مزار آج
اک ایک کرکے دفن ہوئے اے رسول پاک | دل بنگیا ہے حسرت و غم کا مزار آج
پڑتا نہیں قدم کوئی طیبہ کی راہ میں | عمر رواں بھی ہے شتر بے مہار آج

مغموم نے جو عشق پیمبر میں جان دی
نازل ہوا سپہر رحمت پروردگار آج

جز یادِ خدا حاصل ابنائے زماں، ہیچ
یہ باغ جہاں ہیچ ہے یہ عمر رواں، ہیچ

عشقِ شہ دوراں میں بسر ہو تو غنیمت
جز اسکے ضیا باریٔ دل و نورِ جاں، ہیچ

ہو درد اگر درد میں پیدا ہو تپش بھی
گر یہ نہ میسر ہو تو فریاد و فغاں، ہیچ

توحید میں کچھ عقل کو ملتی ہی نہیں راہ
اور ہستیٔ باری میں ہے سب وہم و گماں، ہیچ

وصفِ شہ عالم میں ہو دائم گہر افشاں
جاری نہو یہ ورد تو منھ میں ہے زباں، ہیچ

جلجائے سب اسباب خودی آگ ہو ایسی
ہے ورنہ رہِ عشق میں یہ سوز نہاں، ہیچ

ہو وقفِ محبت تو مصیبت کا ہے کیا غم
اس راہ میں رنج و طرب و سود و زیاں، ہیچ

برباد ہو دل گر نہ ہو عشق شہ کونین
ایواں میں مکیں کا نہ گزر ہو تو مکاں، ہیچ

جدت ہو سلاست بھی ہو اور حسنِ معانی
مغموم بجز اسکے رہے لطف بیاں، ہیچ

جلوۂ حسن پیمبر سے پُر انوار رہے روح
بادۂ عشق نبی سے مری سرشار رہے روح

دور ہے قرب پیمبر سے وہ بیکار رہے روح
رات دن حرص و ہوا میں جو گرفتار رہے روح

قفس جسم کے زنداں سے جو بیزار رہے روح
باغ یثرب میں نکلجانے کو تیار رہے روح

دمبدم صلّ علیٰ پڑھ جو سیہ کار رہے روح
ہے شفا نام محمد میں جو بیمار رہے روح

معصیت کی ہے کثافت سے ملوث ورنہ
مخزن راز ہے اور محرم اسرار ہے روح

ہر نفس ذکر خدا کی جو بہار آتی ہے
قابل رشک ہے اور روکش گلزار ہے روح

ہیچ ہے ہیچ ہے دنیا کی کوئی نعمت ہو
خس و خاشاک مدینہ کی خریدار ہے روح

ہو کوئی روضۂ اطہر پہ پہونچنے کی سبیل
شوق دیدار میں آنکھیں ہیں طلبگار ہے روح

کیفیت روح کی خاصان خدا کو معلوم
ماہیت اسکی ہے دشوار پُر اسرار ہے روح

دل ہے معمور جو عشق شہ عالم سے مدام
رحمت حق ہے فزوں اور ضیا بار ہے روح

روح مغموم کو دو قید تعلق سے نجات
مضطرب جسم میں یا سید ابرار روح

باد خزاں سے خشک ہوئی ہے چمن کی شاخ
ہے پُر بہار مدحت شاہِ زمن کی شاخ

صنعت ہو یا ہو بزم تجارت بہم رہے
اسلام کے نہال سے ہر انجمن کی شاخ

سرمایۂ سرور ہے روضہ رسول کا
یاں آکے قطع ہوتی ہے رنج و محن کی شاخ

انساں وطن سے دور نہو لیک وہ مقام
ہم جسکو کہہ سکیں کہ ہے یہ بھی وطن کی شاخ

ذات رسول مجمع فضل و کمال ہے
یثرب ہی سے نکلتی ہے ہر علم و فن کی شاخ

نعت نبی پہ کیوں نہ رہوں مستعد مدام
یہ بھی ہے ایک الفت شاہ زمن کی شاخ

معصوم شاخہائے شجر کو زوال ہے
سر سبز اور شگفتہ ہے باغ سخن کی شاخ

لقا ہو سرور دیں کا حصول حسب مراد
الٰہی خانۂ دل ہو مرا کبھی آباد

اسیر دام محبت ہوں کس قرینے سے
میں ہوں کہیں یہاں مدینہ میں ہے مرا صیاد

جو وقف عشق نبی ہوں تو کیا موثر ہو
یہ انقلاب زمانہ یہ چرخ کی بیداد

ہے مدعا کسی صورت سے یہ فدا ہو جائے
طپاں جو ہجر پیمبر میں ہے دل ناشاد

رضائے حق پہ جو راضی ہو کیوں ہے نالاں
کہاں ہے جوش محبت میں رخصت فریاد

طپش ہو سوز دروں میں اگر ہو ضبط فغاں
ہے مدعا مرے جذبات دل نہوں برباد

ہے قرب حق کی ضیا میری خود فراموشی
سبق ازل سے ہے قالوا بلیٰ کا مجھکو یاد

اسی سے ضبط محبت کا دل ہوا خوگر
متاع رنج و مصیبت ہے عشق کی بنیاد

زباں پہ مہر خموشی ہو یا دعا شاہا
رضا طلب دل معصوم کو جو ہو ارشاد

عشق احمد کا جنوں جوش دکھا میرے بعد
میرے مدفن سے ہی محشر ہو بپا میرے بعد

حُبِ احمد کی جو چمکیگی ضیا میرے بعد
میرے اعمال کی ہو نشو و نما میرے بعد

اے غم عشق نبی زیست میں سب کچھ کر لے
میری بربادی کا ساماں ہو گیا میرے بعد

نعت حضرت میں سنو زمزمہ سنجی میری
سن سکیگا کوئی کیا میری صدا میرے بعد

جاں نثار رشتہ کونین کا مقصد ہے یہی
کہ مری روح کو حاصل ہو بقا میرے بعد

پھر نہ پائے کوئی مشتاق ملاقات ایسا
آکے سر پیٹے گی بالیں پہ قضا میرے بعد

دوستو دفن کرو میری لحد میں اسکو
جو ہوا نام پیمبر پہ فدا میرے بعد

نعت میں دھوم جو تھی میری نوا سنجی کی
نہ رہی رونق بزم شعرا میرے بعد

نعت حضرت میں بہ ایں حسن بیاں اے مغموم
کون بلبل ہے جو ہو نغمہ سرا میرے بعد

سر سے نہیں جاتا مرے سودائے محمدؐ
مدت سے دل زار ہے جویائے محمدؐ

اے باد صبا خاک مری لیکے رواں ہو
جس سمت کہ ہو مسکن و ماوائے محمدؐ

اے آہ کشش کیجئے تا روح مقید
پرواز کناں ہو سوئے ملجائے محمدؐ

جنت کے عوض کیجئے کچھ وصف نبیؐ کا
واعظ میں دل و جاں ہوں شیدائے محمدؐ

مداح نبی ہوں یہ مرا حسن عمل ہے
مغموم ازل سے ہوں میں شیدائے محمدؐ

ہر اک کو اپنی اپنی ہوئی آرزو پسند
مجھکو ہے میرا عجز تو مجھکو ہے تو پسند

زاہد ریا پسند ہے میکش سبو پسند
لیکن مجھے ہے عشق حقیقی کی بو پسند

رسوائیاں یہاں تو وہاں آبرو پسند
زاہد کو اپنی مجھ کو مری آرزو پسند

ہر شئی میں ایک حسن ہے لیکن ہے قلب کو
الفت کا رنگ اور صداقت کی بو پسند

گنج ضیائے عشق خدا اسوۂ رسولؐ
حق کی رضا پسند پیمبر کی خو پسند

شام و سحر ہے عشق پیمبر میں مبتلا
قلب حزیں کو کیا ہو کوئی خوبرو پسند

اس راہ سے جو جلوۂ جاناں کا ہے گذر
ہرگز نہیں ہے چاک جگر کا رفو پسند

سوز و گداز عشق پیمبر جو ہو حصول
پھر نقش مدعا کی ہو کیا جستجو پسند

ہستی جو میری تجھ میں فنا ہے تو میں کہاں / دریا کو ہے حباب کی یہ گفتگو پسند
دل ہے عرق عرق رخ احمد کی یاد میں / حفظ کلام اب نہ ہوا بے وضو پسند

اوراد کسقدر بھی ہوں مغموم ہے مجھے
کلمہ رسول پاک کا اور ورد ہو پسند

ہے اضطراب دل غرض مدعا کے بعد / ہوتا ہوں شرمسار گنہ سے دعا کے بعد
دائم طریق عشق میں ہے ننگ عافیت / ہوتی ہے درد دل کی تمنا شفا کے بعد
دنیا میں زندگی جسے کہتے ہیں موت ہے / ہے ابتدا حیات کی دائم قضا کے بعد
ملتی ہے لغزشوں کی ندامت سے راہ راست / ہوتا ہے دل کو شوق ریاضت خطا کے بعد
حق کی طلب میں ظلمت دل کا علاج ہو / موجود کامیابی ہے صدق و صفا کے بعد
خلق خدا سے خوف مصیبت میں انتشار / شایاں نہیں ہے عشق رسول خدا کے بعد

ہوتا ہے یاد جرم سے بیتاب یا نبیؐ
مغموم کے ہیں آپ ہی حامی خدا کے بعد

افلاک کو جو مہر منور پہ ہے گھمنڈ / ہم کو رسولؐ کے رخ انور پہ ہے گھمنڈ
معدن کو زر پہ بحر کو گوہر پہ ہے گھمنڈ / ہم کو جہاں میں اپنے پیمبرؐ پہ ہے گھمنڈ
زاہد کو حور خلد کو کوثر پہ ہے گھمنڈ / ہم کو تو جانفزا لب سرور پہ ہے گھمنڈ
طاعت پہ اپنی زاہد خود سر کو ہے گھمنڈ / ہم کو مدام شافع محشر پہ ہے گھمنڈ
طوبیٰ پہ باغ گلشن جنت کو ہو تو ہو / ہم خوش ہیں ہم کو قامت سرور پہ ہے گھمنڈ
ہے اغنیا کو اپنے نشاط و طرب پہ ناز / شکر خدا ہمیں دل مضطر پہ ہے گھمنڈ
خضر و مسیح جس کی مدد کے امیدوار / ہم کو اسی پیمبر داور پہ ہے گھمنڈ
سب خاک میں ملینگے فنا کا مقام ہے / اہل دول کو دولت و لشکر پہ ہے گھمنڈ

مغموم کچھ پتہ نہیں اعمال نیک کا

ہم کو تو اپنے نعت کے دفتر پہ ہے گھمنڈ

طالب دید ہوں اور دید کا مظہر کاغذ
ہمہ تن شوق ہوں اور شوق کا دفتر کاغذ

روح گر فکر مری کہئے تو عنصر کاغذ
کلک میرا جو مسافر ہے تو کشور کاغذ

روضۂ پاک پہ کیوں جائے نہ اڑ کر کاغذ
عرض لیجائے گا خود بن کے کبوتر کاغذ

چوم لیں سدرہ سے جبریل اتر کر کاغذ
نعت احمد کا سناؤں جو ہیں پڑھ کر کاغذ

عشق حضرت کے مضامیں سے ہو مضطر کاغذ
اڑ کے طیبہ کو چلا صاف ہوا پر کاغذ

فرد اعمال کا دیکھو سر محشر کاغذ
نعت رخسار نبی سے ہے منور کاغذ

ہو جنوں خیز مضامیں سے موثر کاغذ
دشت طیبہ کو نکل جائے گا ہر ہر کاغذ

نور حضرت کا سراپا ہے مجھے مد نظر
رگ گل خامہ بناؤں تو گل تر کاغذ

لائق دید ہے مضموں کی مرے نشو ونما
طبع ہے گلشن تفریح تو بستر کاغذ

روضۂ پاک پہ ہے قصد درافشانی کا
اپنے دامن میں بھرے رکھتا ہے گوہر کاغذ

سبزۂ رخ کی صفت کا کوئی منظر دیکھے
کلک ہے میرا زبرجد کا تو پر زر کاغذ

نعت حضرت میں یہاں پھول کھلے ہیں کیا کیا
بنگیا گلشن فردوس کا منظر کاغذ

نکلے انوار تجلی کا جو مضموں ڈھل کر
جبل طور کے مانند ہو جل کر کاغذ

عرض دل لیکے چلا ہے جو مری سوئے نبی
کیوں نہ چمکائے مرے بخت کا اختر کاغذ

عرض نامۂ اعمال ہے وصف حضرت
خوب دکھلائے گا مغموم کا جوہر کاغذ

یہ غم نہیں ہو اگر جور آسماں سر پر
پڑینگے جاکے رسول اللہ کے در پر

جہاں میں نور فشاں ہیں وہ چرخ اخضر پر
اثر پڑا رخ احمد کا ماہ و اختر پر

مگس جو شہد پہ گرتی ہیں اہل زر زر پہ
پتنگ ہو کے گرونگا میں روئے سرور پر

مدار گو کہ عمل کا ہے خیر اور شر پر
گھمنڈ مجھ کو ہے نعت نبی کے دفتر پر

کھڑا ہوا ہوں تہیدست شاہ کے در پر
بھروسہ کیوں نہ ہو درویش کا تونگر پر

اثر نہ ہوگا جو مظلوم کا ستمگر پر
ہے دادخواہ ہوں کا انصاف روز محشر پر

عدم کی یاد ستاتی ہے کنج ہستی میں
بسر تو ہوتی ہے غربت میں اور نظر گھر پر

گداز دل جو نہ ہو عشق کا اثر ہو خاک
کہ مہر ہوتی ہے چسپاں کہیں بھی پتھر پر

جو اشکبار ہے ہجر نبی میں شدت سے
گمان ابر کا ہے میرے دیدۂ تر پر

فنا پذیر ہے یہ کارخانۂ دنیا
کہو غنی سے نہ اترائے گنج و گوہر پر

پڑیگا نار جہنم میں وہ شقی جس نے
اٹھا رکھا نہ کوئی ظلم ابن حیدر پر

محال ہے کہ ہو زاہد کو فوقیت مجھ پر
وہ مبتلائے جناں میں فدا پیمبر پر

سخن میں شان حلاوت ہو حسن معنی ہیں
کہ ذوق فکر کا ہے فرض ہر سخنور پر

بہم طیاں سر محفل ہیں شمع و پروانہ
کھڑے ہیں طالب و مطلوب ایک منظر پر

فنا ہوا ہے کہاں اسکا رعب و جاہ و جلال
یہ دیکھے جاکے کوئی مرقد سکندر پر

کبھی حوادث آفاق کی نہ ہو تشویش
نظر جو بندے کی ہردم ہو بندہ پرور پر

رہا جو خوگر تسلیم اور رضا دائم
گلے کو اپنے وہ رکھدیگا نوک خنجر پر

ہر اک کو دولت عشق نبی ہو کب حاصل
یہ بات دہر میں ہے منحصر مقدر پر

تمہارے قرب کا طالب ہے یا شہ عالم
نظر کرم کی ہو **مغموم** خوار و کمتر پر

ہوں بحمد اللہ شیدا احمد مختار پر
ناز کرتا ہوں میں اپنے طالع بیدار پر

کیوں نہ چہکے بلبل دل نعت کے گلزار پر
غلغلہ صل علےٰ کا ہے مرے اشعار پر

جاں کروں قربان روئے سید ابرار پر
بنکے پروانہ جلوں اس شمع پرانوار پر

جاں کنی کا ہے گماں ہر سانس کی رفتار پر
یاس و حسرت نوحہ خواں ہیں بستر بیمار پر

درد سر ہے گر تصدق سر نہو سردار پر
دل و بال جاں ہے گر قربان نہو دلدار پر

میں ضعیف و ناتواں اور عشق محبوب خدا
ہوں گا لطف یا رب میرے حال زار پر
مبتلائے شاہ پردم کیجئے پڑھ کر درود
کارآمد ہے یہ نسخہ عشق کے آزار پر
جان نکلی جسم کا سب اٹھ گیا اپنے حجاب
سدرہ اب کون ہو سکتا ہے وصل یار پر

ہند میں بیڈھب پھنسا ہے دستگیری کیجئے
ہے بھروسہ یا نبیؐ مغموم کا سرکار پر

میکش وہ ہوں ایاغ سے دور اور شکستہ پر
بلبل ہوں باغ و راغ سے دور اور شکستہ پر
میں عندلیب نعت ہوں لیکن اسیر غم
بیچارہ اور باغ سے دور اور شکستہ پر
کیا سیر لامکاں کا نبی کے ہو کچھ بیاں
وہم و گماں سراغ سے دور اور شکستہ پر
دل ہے نبی کا عشق ہے اور ہے ہجوم غم
آسائش و فراغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں میں شمع رسالت کا لیک آہ
بے بس ہوں اور چراغ سے دور اور شکستہ پر
قرب نبی کہاں ہو خودی کے حجاب میں
میں رہ گیا او تاغ سے دور اور شکستہ پر

مغموم تیغ عشق نبی کا قتیل ہوں۔
آواز میری لاغ سے دور اور شکستہ پر

طاؤس کے نہ طوطیٔ شکر شکن کے پر
زیبا ہیں مرغ عشق رسول زمن کے پر
باغ بہشت بلبل دل کی ہے سیرگاہ
یاں نارسا ہیں طائر صحن چمن کے پر
عشق نبی میں دل نے نکالے وہ بال و پر
کیا عندلیب نالہ کش و نعرہ زن کے پر
نا اہل کو ہو قوت پرواز بھی تو کیا۔
کب عرش تک پہونچتے نہیں زاغ و زغن کے پر
اک آن میں جو سدرہ پہ پہونچا دم خرام
کیا تیز ہیں براق رسول زمن کے پر
اقلیم دل سے طاقت پرواز ہی نہیں
یوں ہیں شکستہ طائر رنج و محن کے پر

مغموم جبرئیل امیں کا گزر نہیں۔
جس جا رسا ہیں طائر فکر سخن کے پر

نوشتہ مٹا دے یہ حسن عمل کر — جبیں آستان پیمبر پہ مل کر
تقاضائے ضبط محبت کہ تھم جا — ہوا ہیو فر اشک آنکھوں سے ڈھل کر
تاسف یہ بربادیٔ عمر کا ہے — گیا وقت ہاتھ آئے کسطرح ٹل کر
عجب کچھ نہیں سوز عشق نبیؐ سے — کہ ہو جائے خاک اب مرا جسم گل کر
غضب چشم تر کی ہے اب اشکباری — اٹھائے نہ طوفاں یہ چشمہ ابل کر
عدو چل بسا آج کل اپنی باری — دلا شادمانی نہ یوں بے محل کر
مصیبت جو پہونچے تو کر شکر باری — اطاعت میں اپنی نہ ہرگز خلل کر
جھکے گر تو پیش خدا ہی جھکے سر — رکیں حق کے آگے تو ہاتھوں کو شل کر
رخ شاہ عالم کی ہے یہ صفائی — کہ سنبھلا نہ پائی نگہ بھی پھسل کر
صداقت شعاری سے کر دل کو مملو — تو ہرگز نہ تقلید اہل دول کر
امید و تمنا ہوئیں نذر آتش — تہی گھر ہوا گھر کا اسباب جل کر
نہ ہو سوز ہجر نبی سے پریشاں — جو ہو طالب قرب فکر اجل کر

ہے معصوم کی نعت میں تخم ریزی
شجر بارآور ہو یہ پھول پھل کر

دلا نفس سرکش کو رکھ دے کچل کر — حیات دو روزہ میں رہنا سنبھل کر
ہے نادم کہ ہوں خاک طیبہ سے محروم — گرا اشک جو چشم تر سے نکل کر
توانا ہوا ہے قوی ہو گیا ہے — مے خون دل سے غم ہجر پل کر
ہو طے کس طرح عرصۂ نعت احمد — کہ تھک تھک گئی ہے زباں میری چل کر
بدی سے جو پیش آئے کر اس پہ احساں — تو حسن عمل سے عدو کو خجل کر
جو حسرت ہوئی جاگزیں میرے لیں — تمنا ہوئی دفن تیور بدل کر
ہوا جوش میں گرمیٔ عشق سے خوں — وہ ٹپکا ہے آنکھوں سے دل سے نکل کر

ہوئی جلوہ گاہِ احد ذاتِ احمدؐ
گزر عشق احمد کا ایسا ہو دل میں
جو ہے عجز آئیں گزر عرش پر کر
نہ دلکو ملا لطف کچھہ زندگی کا
اثر سے رہی آخر کار محروم

جو اہل بصر ہے معمہ یہ حل کر
بنے موم کے طرح قالب پگھل کر
ملا خاک میں تو خودی کو مسل کر
اجل کے ہو پہلو میں شاید بہل کر
ہوئی آہ شرمندہ دل سے نکل کر

ہے طول سخن مانع لطف مغموم
خدا کے لئے ختم اب یہ غزل کر

حسن عمل پہ اپنے آپ کس نے کہا کہ ناز کر
عشق شہ ہدیٰ میں ہوں وقف و لا زہے نصیب
دلکی طپش جو ہو فزوں روضۂ شاہِ دین چل
مرأت ذات کبریا ذاتِ شہنشہ ہدیٰ
جاں ہو فدائے مصطفےٰ دل ہو حقیقت آشنا
سوز جگر ہو بر ملا قلب ہو ضبط آشنا
پائے یہ نکتہ کیا خرد ایک ہیں احمد و احد
فرد گنہ کی شست و شو کیجئے ایدل حزیں
روضۂ شاہ پر دلا ہو کے ادب سے سرنگوں
شمع کیطرح جل مگر فاش نکر تو سر عشق

گر ہو نمود خودسری ترک تو وہ نماز کر
حال پہ اپنے وجد کر بخت پہ اپنے ناز کر
آنکھوں کو اپنی شوق سے فرش رہ حجاز کر
اس سے یہ کب ہوا جدا دیدۂ دلکو باز کر
عشق نبی کے مبتلا ترک رہ مجاز کر
سینہ کو اپنے روز و شب معدن سوز و ساز کر
پردۂ میم اٹھا کے وا دیدۂ امتیاز کر
آنکھوں سے اشک خوں بہا سوز دل گداز کر
روح کو سرخرو بنا بخت کو سرفراز کر
محرم عشق جو نہیں اس سے تو ضبط راز کر

مغموم نکتہ سنج اب کہہ یہ سمند کلک سے
راہ مصاف نعت میں شوق سے ترکتاز کر

نامحرمانِ عشق سے ہرگز نہ ساز کر
تن کو مشیت احدی کے سپرد کر
گر ہو نہ محو شوق نہ کر آرزوئے عشق

جاں پر بھی گر بنے تو نہ افشائے راز کر
دلکو رضائے دوست میں وقف گداز کر
ہو بے حضور قلب تو ترک نماز کر

سوز دروں سے آہ نہ کر ننگ عشق ہے
ضبط نفس سے مشغلۂ سوز و ساز کر
گر شوق دید جلوۂ شانِ رسول ہے
مفتاح صدق سے تو درِ دل کو باز کر
بیگانگی ہو غیر سے حق سے یگانگی،
دل کو تو وقف الفت شاہ حجاز کر

مغموم کی ہو روضۂ احمد پہ جاں نثار
پوری یہ آرزو مری اے بے نیاز کر

حسن عمل پہ کس نے کہا کبر و ناز کر،
طاعت میں خود سری ہو تو ترک نماز کر
گر ہو نیاز رخ تو سوئے بے نیاز کر
بندہ اگر ہے خدمت بندہ نواز کر
بیتاب ہو کے شمع صفت دل گداز کر
ہجر نبی میں قصۂ الفت دراز کر
آئینہ دل بنا کہ حقیقت ہو بے نقاب
حسن طلب میں دیدۂ دل اپنا باز کر
ہر چند دل ہو عشق حقیقی میں مبتلا
ہر دم مگر بلند لوائے مجاز کر
سردار مرسلیں کی جو خدمت کا شوق ہو
آنکھوں سے اپنی قطع تو راہ حجاز کر
سرعت سے کر تمام تو انفاس زندگی
الفت میں ختم مرحلۂ سوز و ساز کر
کس نے کہا کہ حالت رنج و فراق میں
نامحرمانِ عشق سے افشائے راز کر
سلطانِ دو جہاں کی غلامی جو ہو نصیب
پیدا تو اپنی طبع میں شان ایاز کر
حق کی طلب میں نقش کو اغراض کے مٹا
عشق و ہوس کی راہ میں کچھ امتیاز کر

مغموم ہوں امید لقائے رسول میں
پورا یہ مدعا مرا اے کارساز کر

عشق نبی میں عیاں سوزش پنہاں نہ کر
عقل کو تیرہ نہ کر قلب کو بے جاں نہ کر
سر میں ہو سودا اگر عشق میں ہو جا فنا
آہ و فغاں سے گزر منت کا ارماں نہ کر
درد کا درماں نہ ہو زخم کا مرہم نہ ہو
دشت محبت کی تو راہ کو آساں نہ کر
جز شہ عالم نہ ہو غیر سے وابستگی
دل کی خوشی کے لئے روح کا نقصاں نہ کر

ہائے اگر دسترس تن کے اڑا دے بخیاں
جوشِ جنوں میں عبث چاک گریباں نکر

گم جو ہوا عشق میں اسکو شش و پنج کیا
عقل کی آغوش میں دل کو پریشاں نکر

جنبشِ لب ہے خطا گریۂ شب ناروا
حشر فغاں سے نکر اشک سے طوفاں نکر

خونِ جگر نوش کر داغِ جگر کھائے جا
رازِ محبت مگر خلق میں عریاں نکر

بیخودیٔ عشق میں سیرِ حقیقت کی کر
بند کبھی قلب پر تو درِ عرفاں نکر

کشتہ و بسمل نہ کر عشق کے جذبات کو
ہاتھ سے اپنے کبھی قتل کا ساماں نکر

فکر رسا ہو عطا بخت سے معصومؔ اگر
نعتِ نبی کے سوا طبع کو جولاں نکر

حالتِ غمدیدہ ہمدردی کے قابل دیکھکر
گل بھی پژمردہ ہوئے شورِ عنادل دیکھکر

قابلِ الفت نہیں کوئی شہ دیں کے سوا
راہ پر اپنا قدم رکھتے ہیں عاقل دیکھکر

جائے ماتم ہے کہ انداز و ادا سے کرلیا
حبِ دنیا نے بسیرا دل کو غافل دیکھکر

قلبِ نازک اور صدمہ ہجر کا ہے جاں گسل
درد بھی یارب دیا ہوتا مرا دل دیکھکر

سرزمینِ عشق کی آب و ہوا ہے معتدل
کرلیا دل نے بسیرا اچھی منزل دیکھکر

قربِ روحانی ہو حاصل اے حبیبِ کبریا
جاں نکلجائے مری طیبہ کا ساحل دیکھکر

اپنی ہستی کو کیا بحرِ حقیقت میں فنا
طبع کو عشقِ شہِ عالم پہ مائل دیکھکر

ملتی ہے دادِ سخن اہلِ سخندانوں کے پاس
گوہر افشاں ہو سخنور رنگِ محفل دیکھکر

وہ حوادث ہیں زمانہ کے رہیں سینہ سپر
کیا کبھی پسپا ہوئے عشاق مشکل دیکھکر

ناتوانی نے کیا ہے مضمحل اور جاں گسل
سختیاں کرنے اجل کچھ روحِ بسمل دیکھکر

جز شہِ عالم نہیں کوئی مقاصد کا کفیل
چن لیا میں نے جہاں میں پیر کامل دیکھکر

ہو گیا میں محفلِ میلادِ حضرت میں شریک
رحمتِ خلاق عالم کو بھی شامل دیکھکر

خنجرِ عشقِ نبی نے پارہ پارہ کر دیا
پردہ غفلت کا مقابل دل کے حائل دیکھکر

دید کی دولت عطا معغموم کو کر یا نبیؐ
در پہ آیا ہے سخی کے آج سائل دیکھکر

نہ دل اسیرِ ہوس ہو طرب فزا ہو کر
ہوں وقف غم شہ عالم پہ مبتلا ہو کر

اٹھاؤ لطف نبیؐ طالب خدا ہو کر
خدا کو پائے شہدائے مصطفا ہو کر

درِ نبیؐ پہ بقا پاؤں میں فدا ہو کر
ہے سد راہ مگر بخت نارسا ہو کر

بلاکشانِ محبت کو اسکی کیا پروا
شب فراق جو آئی تو کیا قضا ہو کر

غبار راہ نبیؐ سُرمۂ بصیرت ہے
ہے لب پہ نام نبیؐ نسخۂ شفا ہو کر

گنہگار ہوں لیکن ہوں جان نثار رسول
ہے سر پہ رحمت ربِ علا ردا ہو کر

مٹاؤں عشق پیمبر میں اپنی ہستی کو
فنا کے لطف کا خواہاں ہوں نقش پا ہو کر

نہ سود مند ہوئی شب کی گریہ وزاری
سحر کو رنگ دعا اڑ گیا حنا ہو کر

قرار دل نہیں ممکن بجز لقائے رسول
مریض غم کا رہا درد لا دوا ہو کر

نوید لطف جو پہونچے درِ پیمبر سے
ہوائے دید میں اڑ جاؤنگا ہوا ہو کر

فلک پہ زمزمۂ نعت سنکے اے معغموم
صدا فرشتوں کی آتی ہے مرحبا ہو کر

سراپا شوق ہوں عشق نبیؐ میں مبتلا ہو کر
لبوں پر جان آئی ہے بشکل مدعا ہو کر

تصور لب کا آیا درد پنہاں کی دوا ہو کر
زباں سے نام نکلا شاہ ذیشاں کا شفا ہو کر

ہوا ہوں مقتدر زیر لوائے مصطفا ہو کر
بنا ہوں شاہ سلطان دوعالم کا گدا ہو کر

فدا جاں اس زباں پر کیوں نہ ہو محو لقا ہو کر
کہ جو اعدا کے حق میں بھی کھلی وقف دعا ہو کر

جو خوگر تھا میں ہستی کا تو نقش بوریا ہو کر
بلندی پر جو پہونچا عشق حضرت میں مٹا ہو کر

مٹاؤں نقش ہستی یا نبیؐ محو رضا ہو کر
نئی اک زندگی حاصل کروں تم پر فدا ہو کر

عجب کیا ایک پل میں دفتر عصیاں کو دھو ڈالے
جو برسے چشم گریاں ابر رحمت کی گھٹا [illegible]

جلا بخشینگے ہم بے انتہا عشق پیمبر سے
سیہ آئینہ دل کا ہوگیا گر خود نما ہوکر

چراغ زندگی گل ہوگیا گر یاد حضرت میں
مری جاں روضۂ اطہر پہ پہونچیگی صبا ہوکر

نہیں ہو جہ میری ناتوانی عشق حضرت میں
اڑا ہے خون میرے جسم کا رنگ حنا ہوکر

ہوا مغموم میں گھل گھل کے گو عشق پیمبر میں
رکھا ہوں نام زندہ تا ابد آب بقا ہوکر

دکھا دے اے جنون عشق احمد فتنہ زا ہوکر
نظر آجائے پہلو میں ترے محشر بپا ہوکر

امنڈ آتا ہے طوفاں اشک کا سیل بلا ہوکر
شب فرقت بھی آتی ہے تو ہمشکل قضا ہوکر

خودی کے بت کو توڑا ہوں حقیقت آشنا ہوکر
بقا حاصل کیا ہوں عشق احمد میں فنا ہوکر

دعا میری نہ پہونچی تا در اقدس ہوا ہوکر
ارادہ ہے کہ خود پہونچوں سراپا التجا ہوکر

نہ آوارہ پھروں میں قید الفت سے رہا ہوکر
رہے آزار عشق شاہ درد لا دوا ہوکر

دل و روآشنا قالوا بلیٰ کا اک مرقع ہے
یہ مطلب ہے ازل سے ہوں میں پابند بلا ہوکر

ہوا ہے تنگ جور چرخ سے مغموم اے سرور
در اطہر پہ اب فریاد لایا بینوا ہوکر

نزع میں لب سے ہوا نام پیمبر باہر
اجل آئی بھی گھڑی رہ گئی در پر باہر

دل گلستان مدینہ سے ہوا گر باہر
ہوگیا منزل عرفان سے بد اختر باہر

دشت طیبہ کو چلو گھر سے نکل کر باہر
دیکھو فردوس سے فردوس کا منظر باہر

دل ہو گر عشق نبی دل سے ہو کیونکر باہر
نہیں تلوار سے تلوار کا جوہر باہر

نہ بجھی سوزش دل آہ نے پھونکا تن کو
آتش عشق نبی پھیلی ہے اندر باہر

حشر میں دیکھو گے مداح نبی کا رتبہ
آئے جب نامۂ اعمال کا دفتر باہر

اپنے دامن میں لئے جاتی ہے طیبہ کو صبا
گوہر اشک جو نکلے مرے تھم کر باہر

بعد مردن بھی ہو تا پیش نظر روضۂ پاک
جسم رہ جائے مرا قبر میں اور سر باہر

نہ ہوا جبکہ تپ ہجر پیمبر میں قرار
چشم کی راہ نکل آیا دل مضطر باہر

دیکھنا لاش لحد میں نہ رہیگی میری
دشت طیبہ سے رکھیگا جو مقدر باہر

کیا کروں ہجر نبی میں نہیں تھمتے آنسو
آفت آسے جو ہو ساحل سے سمندر باہر

نہ اٹھوں حشر میں ہو حشر مرا طیبہ میں
رہے فردوس سے یارب مرا بستر باہر

دل مغموم سے دیدار کی حسرت نکلے
ہیں یہ سمجھوں کہ ہوا سینہ سے پتھر باہر

دل رہے عشق محمد کا خزینہ ہوکر
ناز طالع پہ کروں خاک مدینہ ہوکر

نہ اٹھے حشر تلک ہے یہ تمنا جی کی
آستاں پر رہے سر آپ کے زینہ ہوکر

غرق امت یم عصیاں میں ہوئی جاتی تھی
یوں نہ ہوتا جو ترا لطف سفینہ ہوکر

ایسے ہونے سے نہ ہونا ہی بھلا ہے اے دل
عشق شہ سے نہ ہو معمور جو سینہ ہوکر

گر رہی یوں ہی تپ عشق مدینہ مغموم
روح اڑ جائے گی قالب سے پسینہ ہوکر

ناصح نہ ہوگی پند تری کارگر نہ چھیڑ
جذبات عشق کو مرے اے بیخبر نہ چھیڑ

دلکش ہے راگ جس پہ ہو عشق نبی کا رنگ
بیدرد نالہ آہ و فغاں بے اثر نہ چھیڑ

جاری ہوا جو خون تو تھمے گا نہ پھر کبھی
زخم درون سینہ کو اے چارہ گر نہ چھیڑ

عشق رسول کا کوئی پہلو ہو واعظا
افسانہائے زندگی مختصر نہ چھیڑ

اے ہمنشیں ہے طول مری داستان غم
ہنگامہ خیز دل ہے اسے بے خطر نہ چھیڑ

روضہ پہ کر ادب سے بیاں اشتیاق دل
ذکر غم فراق کو اے نامہ بر نہ چھیڑ

ہمدم ہو یاد اسوۂ احمد تو کر بیاں
ذکر مصائب دل و سوز جگر نہ چھیڑ

کہتے ہیں درد کس کو طپش کیا ہے واعظا
ناحق دل فسردہ کو اے بے بصر نہ چھیڑ

غمزدوں سے تیرے ہے دل مغموم بے نیاز

مست شراب عشق کو باد سحر نہ چھیڑ

دمبدم پیش نظر ہے جو گلستان حجاز
دل میں ہے نقش مرے الفت سلطان حجاز

شان حق بھی ہے عیاں مظہر حق کا بھی ظہور
حشر تک نور سے معمور ہے دامان حجاز

روضۂ سید کونین کا رتبہ دیکھو
کعبۃ اللہ ہے قالب تو یہ ہے جان حجاز

ملتجی ان سے ہوا کرتے ہیں شاہان جہاں
بڑھ گئے شوکت و حشمت میں بھی دربان حجاز

نہ رہی شرک کی ظلمت جو تجلی پھیلی
کب ہو دنیا کو فراموش یہ احسان حجاز

ماسوی اللہ سے خالی ہو مرا دل یارب!
اور ارمان جو پیدا ہو تو ارمان حجاز

ذوق ملتا ہے جو عشاق کو کیونکر ہو بیاں
روکش روضۂ رضواں ہے بیابان حجاز

وسعت قدرت حق اور نزول رحمت
کہیں آفاق میں پیدا نہیں سامان حجاز

گو ہے چلنے کی بھی طاقت نہ سنبھلنے کی بھی
گر خدا چاہے تو ہو جاؤنگا مہمان حجاز

لیچلے دوش پہ اپنے مجھے طیبہ کو صبا
اسکو ملجائے جو پروانۂ سلطان حجاز

روضۂ پاک پہ رہتا ہے فرشتوں کا ہجوم
کوئی کیا جانے کہ دنیا میں ہے کیا شان حجاز

کعبۃ اللہ جو دیکھے تو مدینہ دیکھو
یہ ہے تفسیر حجاز اور وہ عنوان حجاز

اسی امید پہ مغموم بسر کرتا ہوں
کب ہے قسمت میں مری سیر گلستان حجاز

مدام یاد الٰہی میں کر بسر انفاس
گزر رہے ہیں جو غفلت میں سر بسر انفاس

ضمیر کی ہے صدا مفت میں نہ ضائع کر
کہ سوئے قرب الٰہی ہیں راہبر انفاس

سمجھ کے عشق پیمبر میں انکو رکھ مصروف
حصول زر میں عبث رائگاں نہ کر انفاس

اگر ہے چشم بصیرت تو یاد رکھ اسکو
کہ زیست میں کوئی ہمدم نہیں مگر انفاس

وفور جوش سے عشق رسول داور میں
جنوں کی شکل میں ہوتے ہیں جلوہ گر انفاس

جہاں میں کیا کوئی صورت ہو کامیابی کی
امید زیست کی ہے طول مختصر انفاس

نبی کی یاد میں گزرے تو بس غنیمت ہے
رواں ہوئے تو نہ ٹھہریں گے بے خبر انفاس

جو وقت ہو تو نکل جا دیارِ طیبہ کو
مدام رہتے ہیں آمادۂ سفر انفاس

شرابِ عشقِ محمد سے پاک کر ان کو
کہ آئیں نور کے مانند پھر نظر انفاس

خدا کا ذکر پیمبر کا عشق وجہ نجات
گزار دے جو اسی کام میں بشر انفاس

جو وقت کم ہو تو مغموم کیا تلافی ہو
گزر گئے ہیں جو غفلت میں بیشتر انفاس

اے شعلۂ سوزشِ نہاں بس
بس کر اے چشمِ خوں فشاں بس

سینہ میں طپش ہے درد دل میں
اے شورشِ نالہ و فغاں بس

مقصود ہے عشق احمدی کا
بستر پہ رہے کوئی طپاں بس

سینہ میں ہے دل کی راہ مسدود
ہو جائے شکستہ یہ مکاں بس

ہنسنے کے لئے ہے صوتِ بلبل
رونے کے لئے مرا بیاں بس

نازک دل ناتواں ہے شاہا
کب تک رہے وقفِ امتحاں بس

آوارہ ہوئی ہے خاکِ مرقد
بیکس کا ہے اک یہی نشاں بس

ہو جائے گی محوِ لذتِ درد
شوقِ دیدار مرغِ جاں بس

ہوگا نہ مفید درد کوئی
محبوبِ خدا کی داستاں بس

اے خضر فریب تم نے کھایا
بیدادئ عمرِ جاوداں بس

نعتِ شہِ دیں ہو اور یہ عاجز
اے کلکِ ادب ہو بے زباں بس

ہے شوق کی رہ مری دل افزا
بس لے امید کارواں بس

آفاق میں دربدر پھروں کیوں
شاہِ مدنی کا آستاں بس

دامن الجھا ہے خارِ غم سے
شوقِ گل و سیرِ بوستاں بس

امداد کی کیا غرض کسی سے
یارب ! ترا لطفِ بیکراں بس

طیبہ کی زمیں ہو میرا بستر	گم ہوائے خواہش جناں میں

مغموم کے حال زار پہ اب
ہو ایک نظر شہ زماں میں

نور باطن جو نہیں دلمیں ہو عرفاں کی تلاش	گر نہ ہو حب نبی کیجئے ایماں کی تلاش
ذوق جاں مدنظر ہے تو ہو جاناں کی تلاش	حق کو پایا ہو تو کر مظہر سبحاں کی تلاش
شرک کی راہ میں بھی ہادیٔ برحق کی طلب	ظلمت شب میں ہوئی شمع فروزاں کی تلاش
چارہ سازی سے تو احباب کے بڑھتا ہے جنوں	کرتے ہیں ایسے مرض کیلئے زنداں کی تلاش
رہبری عقل کی کام آئی نہ کچھ وحشت میں	گھر میں کیوں بیٹھے وہ جسکو ہو بیاباں کی تلاش
جسکے اعجاز سے کفار بنے قطب زماں	اور کیا ایسے نبی کیلئے برہاں کی تلاش
بیخزاں ہو جو چمن قابل تسکیں ہے وہی	دلکو رہتی ہے مدینہ کے گلستاں کی تلاش
بشریت میں ہوا اسلئے احمد کا ظہور	کہ ہوا کرتی ہے انساں کو انساں کی تلاش

عشق کا رنگ تو چہرے سے عیاں ہے اسکے
اور کیا کیجئے مغموم سخنداں کی تلاش

عشق رسولؐ میں ہو نہ اغیار کی روش	ہے دلپسند دیدۂ خونبار کی روش
دل ہے اسیر عشق نبی میں شکستہ پر	حسرت فزا ہے مرغ گرفتار کی روش
نالوں میں اپنے نام محمدؐ کی ضرب سے	بدلینگے ہم بھی چرخ ستمگار کی روش
باطن سیاہ اور نکوکار کی روش	ہم جانتے ہیں زاہد مکار کی روش
پڑھکر درود آپ پہ کرتا ہوں التجا	ہے نور حق سے یہ مرے اظہار کی روش
عشق شہ ہدیٰ میں ہوں ہرچند سربلند	ہے عجز کا طریق گنہگار کی روش
جذبات عشق ہوتے ہیں اس سے جو آشکار	منظور دل ہے سلک گہربار کی روش
کیونکر رہوں بتوں کی محبت میں مبتلا	منظور ہے جو سید ابرار کی روش

ظاہر میں عجز دل میں ہے اعزاز کی طلب
ہوتی ہے آشکار یہ پندار کی روش

طے کر رہی ہے منزل ہستی کو جلد جلد
وجہ طرب ہے عمر گرانبار کی روش

کرتی ہے نکتہ فہم وسخنداں کے دل میں راہ
مغموم جانفزا مرے اشعار کی روش

شمع الفت کی ہے ضیا اخلاص
کشور دل کا پیشوا اخلاص

بزم وحدت کا رہنما اخلاص
شرع احمد کا مدعا اخلاص

روح عشاق کو پتہ دیگا
گنج دارالسلام کا اخلاص

وجہ قرب و وصال لطف نشاط
صدق و ہمدردی عطا اخلاص

باعث قرب حق رضائے رسول
صدق بے عیب بے ریا اخلاص

ہو اطاعت تو ذوق الفت سے
بندگی ہو اگر تو با اخلاص

ہے ندامت ضیا یقیں خورشید
صدق محبوب دلربا اخلاص

باعث مخلصی و راہ نجات
درد و سوز والم دعا اخلاص

ہو نہ سوز دروں تو طاعت کیا
گر نہ ہو روح عشق کیا اخلاص

کون ہمسر ہو میرا دنیا میں
پائے گر دولت بقا اخلاص

حب دیں شرط دینداری ہے
حفظ ایماں کی ہے بنا اخلاص

لب پہ ہے ذکر دل میں الفت جاہ
فکر دنیا کجا، کجا اخلاص

قرب شاہ ہدیٰ کا ساماں ہے
زاری و عجز و التجا اخلاص

نذر کیا لاؤں یا شہ لولاک
پیش کرنے کو ہے مرا اخلاص

روح مغموم و بزم احمد ہو
کیوں نہ دکھلائیگا تقا اخلاص

اقوام میں اک مرتبہ اپنا بھی ہوا خاص
امت بھی ہوئی خاص پیمبر بھی ملا خاص

حضرت سے قیامت میں ہوں سب طالب امداد
ہیبت میں اولوالعزم ہوں کیا عام بھی کیا خاص

اس ذات میں اور سارے رسولوں میں ہے یہ فرق
یہ عاشق حق اور وہ محبوب خدا خاص

آتا ہے نظر مجھ کو مسرت کا بھی جلوہ
حسرت کو مگر دل سے مرے انس ہوا خاص

اے باد صبا جا کہ مجھے تسکیں نہیں ہوتی
مطلوب ہے گلزار مدینہ کی ہوا خاص

ہے آل و صحابہ کی محبت مجھے لیکن
محبوب خدا کا ہوں میں مشتاق لقا خاص

اے سوزش دل جوش پہ ہے گریۂ پیہم
برباد کیا تو نے یہ سرمایہ مرا خاص

پڑھتا ہوں جو میں صلِّ علیٰ روح محمدؐ
بیمارئ فرقت میں یہ ہے میری دوا خاص

الفاظ میں شوکت ہو تو معنیٰ میں حلاوت
اس رنگ میں **مغموم** ہے انداز مرا خاص

دنیا کے عز و جاہ کی کچھ رہ نہ پائے حرص
عشق رسول کی دل مومن میں آئے حرص

شوق لقائے سرور دیں میں بڑھائے حرص
قرب رسول پاک کا جلوہ دکھائے حرص

حب رسول پاک میں بیجا گھٹائے حرص
اور لغو خواہشات کی دل سے مٹائے حرص

نیکی میں اور بدی میں ہو انساں کو امتیاز
طاعت کی آئے شوکت و حشمت کی جائے حرص

ہے بادشاہ وقت وہ اور سب سے بے نیاز
دل میں جو راہ پائے قناعت بجائے حرص

احسن ہے حرص پیروی شرع مصطفےٰؐ
یہ دو جہاں میں مومن کا پل بنائے حرص

دولت کی حرص کرتی ہے انساں کو ذلیل
دونوں جہاں کے کام سے آخر گنوائے حرص

نقش و نگار دہر پہ جو مبتلا ہوئے
انکا نہیں ہے شغل کوئی ماسوائے حرص

داخل ہے حرص دیں میں محبت رسولؐ کی
مغموم اس نوید پہ ہوں میں فدائے حرص

بہار عیش نہ گلزار پر فضا سے غرض
رضائے حق سے ہے اور عشق مصطفےٰ سے غرض

ہمیں خود سراہتے ہیں صاحب لولاک
نہ نامہ بر کی تمنا نہ ہے صبا سے غرض

غرض کسیکو جناں کی کسیکو کوثر کی
ہے مجھکو حشر میں اک شاہ انبیا سے غرض

نہ دوستوں کی حمایت کا منتظر ہوں میں
مصیبتوں میں مجھے ہے مرے خدا سے غرض

نبی کا قرب طلب ہوں نہ عرش گردوں کا
ہر اک کو رہتی ہے بس اپنے مدعا سے غرض

رضائے حق میں ہوں حب نبی سے میں سرشار
رہیگی کیا مجھے دنیائے بیوفا سے غرض

ہے اضطرابیٔ دل میں امید کی تصویر
خلوص صدق کو ہے خوف اور رجا سے غرض

گل نشاط ہو یا شورش حوادث ہو
نظر ہے حق پہ نہیں مجھکو ما سوا سے غرض

نبی کے عشق میں دونوں جہاں کو بھول گیا
نہ اس سرا سے تعلق نہ اس سرا سے غرض

رضائے حق مرا مسلک ہے اور حب نبیؐ
نہ ابتدا کی تجسس نہ انتہا سے غرض

کسیکے زہد و تقدس کا کیا اثر مجھ پر
نیاز مند کو ہے قلب با صفا سے غرض

ہوا ہے محو وجود حباب دریا میں
فنا جو ہوتے ہیں رکھتے ہیں وہ بقا سے غرض

ادا ہو قلب کا سوز و گداز سے مطلب
نہ عرض سے ہے نہ مغموم التجا سے غرض

دکھلائے بحر عشق نبی گوہر نشاط
قرباں ہو شاہ دیں پہ اگر ہے سر نشاط

ہو دردمی خلوص بھی عشق نبی کے ساتھ
تا جلوہ گاہ دید بنے منظر نشاط

ہے ذوق لطف زندگی جاوداں یہی
سوز و گداز سے نہیں خالی بر نشاط

پیہم خوشی بھی کرتی ہے غفلت میں مبتلا
غم ہو شریک حال تو ہے جوہر نشاط

تمہید ہے خوشی کی جو ہوتا ہے غم نزول
اندوہ ہجر شاہ ہدیٰ رہبر نشاط

انجام جسکا نیک ہو کیوں کر نہ ہو عزیز
سوز غم فراق نبی مظہر نشاط

مغموم ہوں میں شوق لقائے رسول میں
حاصل مجھے نشاط ہو لے داور نشاط

غم نہیں عشرت دنیا سے نہیں گر محظوظ
ہو گیا عشق نبی سے دل مضطر محظوظ

ہو گیا عزم مصمم سفر طیبہ کا
وجد میں جان ہے مری دل ہے سراسر محظوظ

نہ میسر ہو بشاشت در احمد کے سوا
نہ گدا ہے نہ کوئی شہ نہ تونگر محظوظ

دولت و عیش بھی ہو تخت بھی ہو تاج بھی ہو
خاک ہوگا کوئی بے عشق پیمبر محظوظ

نام حضرت کا سنے اور نہ پڑھے اسپہ درود
کیا رہے باغ جہاں میں وہ ستمگر محظوظ

جو ہیں خاصان خدا قرب نبی میں ہیں مدام
ہو کے گلشن سے جدا کیا ہو گل تر محظوظ

زہد و طاعت بھی ہو گرا در نہ ہو عشق نبی
پھول کر شاد ہو وہ اور نہ پھلکر محظوظ

ہو گیا دل سے جو وابستہ دربار نبی
کیوں نہ رکھے اسے دارین میں اور محظوظ

جلوۂ حسن پیمبر کی ضیا باری ہے
آج معصوم ہے فرخندہ مقدر محظوظ

مست پروانے کو کرتی ہے ضیا باری شمع
نہ جچا دل میں مگر نقش وفاداری شمع

جل کے پروانۂ مضطر کو ہوئی کچھ تسکیں
خلق میں گو کہ ہے مشہور ستمگاری شمع

آہ شمع رخ احمد نے جلایا مجھ کو
نہیں پروانے سے محفل میں رواداری شمع

قلب مضطر تھا کہ شب بھر میں جلا ساتھ اسکے
دل ہی میری وہ کرتی تھی میں غمخواری شمع

ملتجی بھی نہ رہوں قرب سے محروم کبھی
روضۂ پاک پہ شب بھر تھی یہی زاری شمع

بزم میں ذکر نبی پہ نہ پڑھے جائیں درود
ہے یہی وجہ غم و رنج و دل افگاری شمع

جان لینے کی تو پروانے کی خواہاں وہ نہ تھی
جلنا تسلیم و رضا تھی جو طلبگاری شمع

رخ احمد سے جو اک گونہ اسے نسبت ہے
ہے یہی باعث زیبائی و دلداری شمع

جل گئی عشق کی گرمی سے مگر آہ نہ کی
قابل قدر ہے معصوم یہ خودداری شمع

دل کا شب شباب میں جلتا رہا چراغ
آئی جو صبح پیری تو فوراً بجھا چراغ

تابندہ چشم دل میں ہے جلوہ رسول کا
ہر روز صبح و شام یہ جلتا رہا چراغ

افسوس دل میں یاس نے ڈیرا جما دیا
امید و آرزو کا مرے گل ہوا چراغ

روپوش کیا ہوں مجھ سے مضامینِ آبدار
ہے طاق پر دماغ کے رکھا گیا چراغ

رخشندہ شمع حب رسول الٰہ ہے
روغن خلوص کا جو پڑا جل اٹھا چراغ

اک آبلہ نمود نہ داغ دل ہوا
ہمراہ آفتاب کے روشن ہوا چراغ

رخنہ جو پڑ گیا مرے قصر امید میں
خاموش ہو گیا ہے مری زیست کا چراغ

روشن ہوا ہے خانۂ دل عشق شاہ سے
یہ پُرضیا چراغ ہے یہ بے بہا چراغ

ظلمت کا کیا لحد میں گزر ہو سکے مرے
عشق حبیب پاک کا ہے دیرپا چراغ

دیکھے کہاں تجلئ عرفاں کو بے بصر
پہونچائے فائدہ کہیں اندھوں کو کیا چراغ

اک شب میں ساری عمر بسر اسکی ہو گئی
گویا ہے بہر زیست پیام فنا چراغ

پُر نور جس سے محفل ذکر رسول ہو
وہ شوق مدح شاہ کا ہے دلربا چراغ

یہ ہے فروغ چشم وضیا بخش جان و دل
مغموم شاعری کا ہے کیا خوشنما چراغ

ہے شاہ دیں کے لطف سے پیش نظر فروغ
ظلمت جہاں سے کم ہوئی اور بیشتر فروغ

نام نبی سے پائے دل با اثر فروغ
روضہ نبی کا دیکھے تو پائے نظر فروغ

وصفِ رسول پاک سے ہے بیشتر فروغ
جز عشق مصطفےٰ نہیں لے بیجز فروغ

اپنے سفر کو روضۂ احمد سے کر شروع
حاصل ہو تا مدام تجھے اے سحر فروغ

فیاض وہ ہے ذات پیمبر ہے کیا عجب
نور نبی سے پائے جو نور قمر فروغ

مشرب کا مرغزار ہو یا دشت یا جبل
معمور نور حق سے ہے اور سربسر فروغ

جاری مدام اشک ہوں ہجر رسول میں
حاصل تجھے اسی سے ہو اے چشم تر فروغ

فیضِ کمال ہو تو معزز ہے ہر وجود
نشو و نمائے گل ہو تو پائے شجر فروغ

مغموم رتبہ ذات پیمبر کا کیا ملے [illegible]

فیض نبی سے پائینگے کیا بے بصر فروغ

انجم میں جس طرح مہ انور کو ہے شرف سب انبیا میں اپنے پیمبر کو ہے شرف
اسلام بھی ہے دولت عشق نبی بھی ہے سارے جہاں میں اپنے مقدر کو ہے شرف
کیا ہو فروغ روئے پیمبر کے روبرو ہر چند بوستان میں گل تر کو ہے شرف
ہجر رسولؐ میں جو ہوا آنسوؤں سے تر فرش حریر پر مرے بستر کو ہے شرف
اس غمکدے میں کیوں ہو گزر انبساط کا عشق رسول میں دل مضطر کو ہے شرف
اے چشم تر کبھی نہ تھمے اشک کی جھڑی کہتے ہیں سب کہ آب سے گوہر کو ہے شرف
کیونکر نہ اختیار کرے راستی بشر جب قد کی راستی سے صنوبر کو ہے شرف
افتادگی سے خاک کا رتبہ بلند ہے خدمت کی وجہ قوم کے مہتر کو ہے شرف

فطرت کے نقش ہوتے ہیں **مغموم** آشکار
ہر علم و فن میں کلک سخنور کو ہے شرف

ہے کسقدر تلاطم جوش غم فراق ساحل سے اب گزرتی ہے موج یم فراق
طغیانیٔ سرشک ہے شور جنوں بھی ہے وہ مونس فراق ہے یہ محرم فراق
دولت کثیر ہجر نبی میں ہوئی نصیب یہ داغہائے دل ہیں مرے درہم فراق
جو بہرہ ور ہوئے ہیں لقائے رسول سے ہوتے ہیں مثل ماہی بریاں دم فراق
دست جنوں سے دامن دل تار تار ہے عشق نبی میں ہے اثر افزا دم فراق
سوز جگر کی ہے طپش اور درد دل کا جوش وہ مائل فراق ہے یہ ہمدم فراق
دلکو تصور رخ احمد سے ہے قرار زخم دروں کیواسطے ہے مرہم فراق
دونوں متاع ذوق ہیں کیا ہجر کیا وصال حاصل ہوا جو وصل ہوا ماتم فراق

ہوتا ہے جبکہ روح رہا قید جسم سے
مغموم خوشگوار ہے کیا عالم فراق

جز عشق نبی پائیگا بہجت کا اثر خاک
جو خشک شجر ہو تو ملے اس سے ثمر خاک

مومن کو ملی نور محمدؐ سے فضیلت
سب جانتے ہیں ورنہ کہ ہے اصل بشر خاک

حاصل ہو فروغ اسکو جو ہو شمع میں روغن
قدر اسکی فقط آپ سے ہے ورنہ گہر خاک

آتش کو محبت کے دم شوق سے بھڑکا
شعلہ نہ ہوا پائے تو نکلینگے شرر خاک

نخوت میں نہو علم و فضیلت کی بھی عزت
جھکتا نہیں جو آپ جھکیگا کوئی سر خاک

کیا جانے کوئی تیرہ دروں شان پیمبر
گر چشم بصیرت نہو کیا آئے نظر خاک

تسخیر ہوئے تیغ سے کشور تو ہوا کیا
تابع نہوئے دل تو ہوئی فتح و ظفر خاک

عالم کو کیا خلق محمد نے مسخر
اس جنگ میں کام آتے ہیں تیغ اور تبر خاک

شاعر کو سخندانوں کی شرکت ہو میسر
نافہموں کا مجمع ہو تو ہو قدر و ہنر خاک

گر خاک کا پتلا ہے تو رہ خاک کی صورت
رفعت کو پہونچ جاتی ہے اڑتی ہے اگر خاک

مضمون تخیل ہو بلند اور سلاست
جدت نہو مضمون میں تو ہو اسکا اثر خاک

طپاں شوق لقائے احمد مرسل میں جاں کہتک
رہے میری زباں مصروف فریاد و فغاں کہتک

مٹادے نقش ہستی قلزم عشق پیمبر میں
ہو بہر مدعا فکر رہ سود و زیاں کہتک

اگر ہے جذبۂ کامل جلادے خانۂ دل کو
عبث وقف زباں ہو سوز فرقت کا بیاں کہتک

جھکادے سر کو تسلیم و رضا پر کام ہو آساں
رہیگا شکوہ سنج بخت و جور آسماں کہتک

ہوا بدمستیوں کی شرح میں باب شباب آخر
ہو دیباچہ کتاب زندگی کا رائگاں کہتک

خودی سے ہی گزر جانا ہے سد باب گویائی
کہ وقف نالۂ ہجر شاہ دیں میں ہو زباں کہتک

مبارک زندگی کا ہو نبی کے کچھ بیاں واعظ
ہو ذکر سلسبیل و کوثر و حور و جناں کہتک

خموشی میں بسر کر سوز دل سے شمع کے مانند
کہ خالی زندگی ہے زندگی کی داستاں کہتک

جو حالت ہے وہ افشا ہو رہیگی عشق احمد میں
یہ ضبط سیل اشک و جوش قلب ازداں کہتک

ہے منزل دور فرصت کم جو سودا ہو سکے کر لے
رہے دشت جہاں میں توسن عمر رواں کب تک

تلافی کیلئے جو زیست باقی ہے غنیمت ہے
فریب دہر و عمر بیوفا کا نوحہ خواں کب تک

مضامین کہن کا رنگ پھیکا پڑ گیا مغموم
رہے مرغوب خاص و عام یہ طرز بیاں کب تک

ہے تصور میں رخ سید ابرار کا رنگ
نہیں جچتا ہے نظر میں گل گلزار کا رنگ

ہر زماں اوج پہ ہے طالع بیدار کا رنگ
دیکھتا ہوں میں ترے لطف ضیابار کا رنگ

ہو مؤثر کوئی ایسا مری گفتار کا رنگ
کہ بدلجائے کہیں چرخ ستمگار کا رنگ

دیکھنے آتا ہے بیکس تیرے دربار کا رنگ
شکل مجرم کی ہے محزون سیاہ کار کا رنگ

کوئی دیکھے تو مری فکر رسا کی پرواز
وصف احمد میں ہے کیا طبع گہربار کا رنگ

کر دیا نالۂ دل نے مرے اسکو بیتاب
پڑ گیا زرد مرے ناصح غمخوار کا رنگ

ہے غضب ہجر نبی میں طپش سوز دروں
دیکھ اے میرے مسیحا ترے بیمار کا رنگ

میں جو ہوں نعت شہ ہر دوسرا میں مصروف
ہو گیا اور ہی کچھ اب مری گفتار کا رنگ

محو نعت شہ کونین ہوں جب سے مغموم
کوئی دیکھے میری دلچسپی اشعار کا رنگ

غم فراق پیمبر میں داغدار ہے دل
حصول لطف گلستاں ہے پر بہار ہے دل

اثر پذیر ہے ذوق الم محبت میں
زباں پہ ذکر خوشی آ گیا فگار ہے دل

رموز قدرت خلاق کا یہ مسکن ہے
کہ گنج سر حقیقت کا رازدار ہے دل

غم و الم میں ہو ہمدرد بھی کوئی ایسا
کہ اشکبار ہیں آنکھیں جو بیقرار ہے دل

ادائے مطلب مشکل ہے وجہ حسن بیاں
میں ترجمان ہوں دلکا مرا وقار ہے دل

ہے اضطراب بیجا بھی وجہ بربادی
نبی کے عشق میں تڑپا تو برقرار ہے دل

فروغ قلب حزیں ذکر سید الابرار

بنی کے نام پہ مغموم کا نثار ہے دل

طیبہ کے شوق میں جو ہے بے اختیار دل
جنت میں بھی رہے تو نہ پائے قرار دل

کیا باغ زندگی کی دکھائے بہار دل
ہے فرط غم سے ہجر نبی میں فگار دل

معمور ہے یہ عشق نبی سے زہے نصیب
میں ہوں نثار دل پہ تو مجھ پر نثار دل

اک دل کی کیا بساط ہے یا شاہ مرسلیں
تجھ پر کروں نثار جو پاؤں ہزار دل

لیکر گنہ حضور میں مغموم جاؤں کیا
ہیں منفعل ادہر تو اُدہر شرمسار دل

محشر کا سماں نالے دکھا سکتے ہیں قابل
آنکھیں مری طوفان اٹھا سکتے ہیں قابل

سب سے ہے جنھیں بیخبری عشق نبی میں
ہر وقت وہ سینہ سے لگا سکتے ہیں قابل

ہو نعت کہیں اور کہیں ذکر پیمبر
جز اسکے جو دفتر ہیں جلا سکتے ہیں قابل

کیا پائینگے وہ رتبہ یہاں خاک میں ملکر
یہ اشک تو یثرب میں بہا سکتے ہیں قابل

مکہ ترا مولد ہے مدینہ ترا مسکن
دونوں مری آنکھوں میں سما سکتے ہیں قابل

مدحت میں تری کلک و زباں دونوں ہیں مصروف
محفل میں یہ رنگ اپنا جما سکتے ہیں قابل

حاصل جو ہوئے سوزش عشق نبوی میں
خورشید کو یہ داغ دکھا سکتے ہیں قابل

بربادئی احساس ہے اور ہستی بے فیض
ہم آپ ہی اپنے کو مٹا سکتے ہیں قابل

ہے مدحت والا میں جو مغموم گل افشاں
یہ گل ترے مرقد پہ چڑھانے کے ہیں قابل

رضائے حق ہے وہی جس میں عز و شان رسول
خدا گواہ کہ قرآں ہے ہمزبان رسول

اُبھار دیتے ہیں جذبات مدح خوان رسول
کہ ذوق وجد کا ساماں ہے داستان رسول

وجود پاک ہے اسرار رب کا گنجینہ
ہے حق شناسی کا آئینہ جسم و جان رسول

[illegible] اور نبی ہوئے جہاں
یہ رمز جانتے ہیں جو ہیں عارفان رسول

قدم ہٹا نہ کبھی راہ حق سے مشکل میں
مصیبتوں میں ہوا خوب امتحان رسول
کوئی ٹھکانا نہیں غمزدوں کا دنیا میں
ہے سب کا کعبۂ مقصود آستان رسول
رضائے حق کے طلبگار کے نبی خواہاں
خدا کو انکی طلب جو ہیں طالبان رسول
فروغ مہر سے بڑھکر ہوا عروج بلالؓ
وقار رکھتے ہیں کیا جو ہیں رتبہ دان رسول

نجات حشر میں مغموم کی یقینی ہے۔
خدا کو علم ہے یہ وہ ہے مدح خوان رسولؐ

دامن رحمت حق سے اسے قربت ہے مدام
طالب عشق پیمبر کی یہ عظمت ہے مدام
عشق محبوب خدا میں ہے فروغ امید
کارفرما اثر سوز محبت ہے مدام
ہو گیا اشک ندامت سے فزوں جوش کرم
یہ گنہگاروں پہ اللہ کی رحمت ہے مدام
قرب میں روضۂ احمد کے ہے مسکن جن کا
قابل رشک دلا انکی بھی قسمت ہے مدام
مال اچھا ہے تو ہو اسکی خریداری بھی
سوزش دل کا بہا حق کی عنایت ہے مدام
سرخروئی کا ذریعہ ہے یہ سامان نجات
درد دل سوز جگر باعث عزت ہے مدام
پیش حق شرم گنہ سے نہیں کھلتی ہے زباں
اشک آنکھوں میں ہیں دل وقف ندامت ہے مدام
گر ہو خوشنودی والا تو مبارک مجھ کو
سوز سینہ تپش دل تپ فرقت ہے مدام

مر مٹوں روضہ پہ یثرب میں گزر ہو جو مرا
یا نبی! یہ دل مغموم کی حسرت ہے مدام

قطع رہ عشق کر گئے ہم
جی سے اپنے گزر گئے ہم
ٹھہرے بھی سرائے دہر میں کیا
شب کو آئے سحر گئے ہم
یاروں کو نہ دی حسد کی تکلیف
صد شکر کہ بے ہنر گئے ہم
وقت مشکل رضائے حق میں
سینہ کو کئے سپر گئے ہم
روشن جو ہوا چراغ ہستی
جھونکوں سے ہوا کے ڈر گئے ہم

آفت سر پر جو کوئی آئی
نزدِ خیر البشر گئے ہم

مرنے سے ملی حیات جاوید
وہ کام جہاں میں کر گئے ہم

دار ہستی میں آئے بے سود
آفاق سے بے ضرر گئے ہم

منزل پر پہونچے جب دعا کی
ہاتھوں میں لئے اثر گئے ہم

دل میں یاروں کے جا کرینگے
نظروں سے اگر اتر گئے ہم

راہِ الفت کی جستجو میں
دارین سے بے خبر گئے ہم

نامِ احمد کلید مقصود
پہونچے جس راہ پر گئے ہم

آگاہ کرے گا عشق احمد
کیوں جان سے بے خطر گئے ہم

دینگے اعضائے تن شہادت
محشر میں اگر مکر گئے ہم

حاجت پانی کی وشت میں کیا
گھر سے باچشم تر گئے ہم

خورشید کی طرح ہوکے تاباں
سایہ کی طرح گزر گئے ہم

صد ہا آفت ہیں ایک سر ہے
حسرت ہے کہ کیوں نہ مر گئے ہم

مر کر مٹ جائینگے وہیں پر
قسمت سے مدینہ گر گئے ہم

روضہ ہے نبی کا اور یہہ سر ہے
مغموم اگر سفر گئے ہم

جاکے طیبہ پاؤنگا قرب پیمبر ایک دن
رنگ لائیگا مرا ابگرۂ مقدر ایک دن

میں ہوں اور دامان یثرب میں ہوں اور قرب نبی
جذب شوق دل دکھلائیگا منظر ایک دن

دھجیاں تن کے اڑینگے جب گریباں کے عوض
یہ جنوں دکھلائیگا آثار محشر ایک دن

بیقراری کا یہ عالم ہے تو ممکن ہے کہ اب
چیر کر پہلو کو نکلے قلب مضطر ایک دن

گر یونہی جوش جنون عشق بڑھتا جائیگا
چاک ہی ہو جائیگا عصیاں کا دفتر ایک دن

اس مصیبت کے مقابل اسکو کچھ نسبت نہیں
ہیں فزوں شبہائے فرقت صبح محشر ایک دن

ذبح کردیگا کبھی اعدائے دیں کو بالیقیں
بن کے خنجر نعرۂ اللہ اکبر ایک دن

ٹھوکریں در در کی کھلواؤ نہ مجھکو روز و شب
یارسول اللہ بلا لیجئے در پر ایک دن

بدنصیبی پہ کرونگا اپنی ماتم بار بار
گر سکوں ہو عشق احمد میں میسر ایک دن

دیکھ لوگے جذب عشق احمدی کا یہ اثر
خاک یثرب پہ رہیگا میرا بستر ایک دن

گر یہی معصوم ہوگا عالم جذبات عشق
ہے درختم الرسالت اور مرا سر ایک دن

شیفتۂ سید ابرار ہوں
نیک ہوں میں گرچہ گنہگار ہوں

فکر کی دامن میں ہیں گلہائے نعت
شان سخن رونق گلزار ہوں

نام نبی ہے جو مرا حرز جاں
قاطع غم دافع آزار ہوں

عشق پیمبر میں ہے فیض ازل
بادۂ توحید سے سرشار ہوں

نور کا عالم ہے تخیل مرا
نام خدا مطلع انوار ہوں

رونق بازار سخن ہے فزوں
شاہد معنی کا خریدار ہوں

چین غم اندوز ہے فانی خوشی
سوز محبت کا طلبگار ہوں

درہم و دینار ہیں سب داغ عشق
کس نے کہا عاجز و نادار ہوں

میری کجی میں ہے نہاں راستی
گنج بقا محرم اسرار ہوں

میں عوض جرم کا قائل نہیں
معتقد رحمت غفار ہوں

بے خبری ہے مجھے کونین سے
جام مئی عشق سے سرشار ہوں

صبر کا سرمایہ ہوا ختم سب
مائل اسراف و زیاں کار ہوں

اشک ندامت سے ہوں میں سرخرو
دامن رحمت میں گہر بار ہوں

شوق لقا میں ہوں نبی کے حزیں
پیک اجل آئے تو تیار ہوں

دل ہے طپاں اور جگر بھی طپاں
مخزن غم، معدن افکار ہوں

شوق کی طاقت سے توانا ہوں میں — پست جو ہمت ہو تو بیمار رہوں
اب کرم و لطف ہو یا سیدی — چارۂ دل ہو کہ دل افگار رہوں
کیوں نہ رہوں وقف تمنا مدام — محو طلب تشنۂ دیدار رہوں

آتش غم قلب ہے مغموم ہوں
لطف طرب سوز و شرر بار رہوں

میں سوز عشق احمد سے فروغ دیدہ و دل ہوں — سراپا شمع محفل ہی ہوں لیکن زیب محفل ہوں
تڑپ جاتی ہے تھم تھم کر الٰہی موج طوفاں خیز — یم غم جوش پر ہے اور میں آغوش ساحل ہوں
جنوں نے فتح پا کر دل کو جب میرے کیا تسخیر — کہاں یوں صبر نے اب میں کہاں رہنے کے قابل ہوں
مدد اے ناخدائے کشتئ امت ہراساں ہوں — جہاز عمر ہے گرداب میں میں وقف مشکل ہوں
ہوئی تقسیم غم مغموم تھا جب اس کے پہلو میں — ملا ثمرہ جو اسکو فتح کا میں اس کا حاصل ہوں
مری بیتابئ دل سے نمایاں ہے مری حالت — تموج بحر میں ہوں باغ میں شور عنادل ہوں
ستم تجھ سے جو کچھ عشق نبی میں ہو سکے کرلے — ازل سے الفلک بار امانت کا میں حامل ہوں
مجھے اے خضر مطلب کچھ نہیں ہے آبحیواں سے — جو مرکر زندگی پاتے ہیں ان لوگوں میں شامل ہوں

موثر درد سے گر ہو سخن میرا عجب کیا ہے
حزیں ہوں زار ہوں مغموم ہوں اور سوختہ دل ہوں

گلشن الفت احمد کا گل تر میں ہوں — فلک نظم کا اب مہر منور میں ہوں
حسن معنی یہ کہے نور کا پیکر میں ہوں — کلک کہتا ہے کہ جبریل کا شہپر میں ہوں
تم جو مخلوق کے بہتر ہو تو کہتر میں ہوں — یا نبی! آپ جو برتر ہیں تو کمتر میں ہوں
حضرت خضر کی منت سے سبکدوش رہوں — دلکو دعوی ہے رہ عشق کا رہبر میں ہوں
روز محشر جو محبان نبی کا ہو شمار — برملا کہدونگا کہ مداح پیمبر میں ہوں
اے فرشتو! نہ کرو پرسش اعمال سے تنگ — تم کو معلوم ہے مداح پیمبر میں ہوں

یوں کہوں حشر میں مداحوں کا ہو گا جو شمار
جسکو مغموم ہیں کہتے وہ سخنور ہیں ہوں

ہے لطف زباں میں تو حلاوت ہے سخن میں
گر عشق پیمبر نہ ہو کیوں سینہ میں دل ہو
اسرار حقائق و معارف ہیں نمایاں
سر میں جو سمایا مرے سودائے مدینہ
حاصل ہے لقا بیخودیٔ عشق میں مجھکو
ٹھہرے گی کہاں دہر میں اب ظلمت عصیاں
وہ چند ضیا صدق کی ہوتی ہے بلا میں
وابستہ محبت سے ہے ذوق دل عشاق

مصروف ہوں یہاں مدحت سلطان زمن میں
گر مدح نبی ہو نہ زباں کیوں ہو دہن میں
انوار تجلی ہیں مرے داغ کہن میں
دل دشت پہ مائل ہے نہ قانع ہے وطن میں
اسباب مسرت کا ہلا رنج و محن میں
رحمت کی شعاعیں ہیں رسالت کے چمن میں
جذبات کی ہے نشو و نما دار و رسن میں
سامان تشفی کا نہیں باغ عدن میں

ہم حال سے مغموم کے واقف نہیں لیکن
تاثیر تو کچھ درد کی پاتے ہیں سخن میں

مجھے جوش جنوں لیجائے طیبہ کے بیاباں میں
الٰہی ساقیٔ بطحا کا میخانہ رہے آباد
نہ بجھنے پائے ہرگز صرصر باد حوادث سے
کھلیں ابواب بخشش از پئے نعت نبی یارب
سر محشر نہ رسوائی کا ساماں ہو مرے یارب
شہ لولاک کا سودا تمنائے شہ والا
حصول دولت الفت کا بھی کوئی ذریعہ ہو
جنوں میرا حقیقت آشنا ہے راہ الفت میں
شرف حاصل ہوا صدشکر احمد کی غلامی کا

الٰہی یہ اثر پیدا ہو میرے سوز پنہاں میں
ہوا کرتا ہے ذوق وجد حاصل طبع انساں میں
ذرا بھی روغن اخلاص ہو گر شمع ایماں میں
مرے عصیاں کو دھو ڈالوں تری رحمت کے باراں میں
چھپا لے شرم عصیاں اب مجھے حضرت کے داماں میں
وہ سر میں جاگزیں ہے اور رہے قلب پریشاں میں
ہے بوئے عشق احمد نکہت گلہائے عرفاں میں
بنا ہے نقش الا اللہ مرے چاک گریباں میں
یہی اک بات باقی رہ گئی تھی میرے ارماں میں

نزول انوار رحمت کا ہوا کرتا ہے صبح و شام	وہ دلچسپی نمایاں ہے مدینہ کے گلستاں میں

کرو اب عزم اے مغموم ملک جاودانی کا
نظر افروز کوئی شی نہیں دنیا کے ساماں میں

دل سوزاں کو میرے لطف کیا باقی ہے جینے میں	لگی ہے آگ اس گھر میں اٹھا ہے شور سینے میں
کوئی شی ہو رکھوں میں کیا عزیز اب کو جہاں سے	غم عشق نبی کو ہے حلاوت خوں کے پینے میں
جو بیہوشی ہوئی آنکھوں میں میرے تھمگئے آنسو	شراب معرفت لبریز ہے اس آبگینے میں
طپش میں آہ جب نکلی تو ٹوٹے زخم کے ٹانکے	اسی دن سے ٹپکتا ہے لہو میرے پسینے میں
خدا کو اسنے پایا جسنے دیکھا کوے احمدؐ کو	عزیزو! نور عرفاں کی تجلی ہے مدینے میں
طفیل احمد کے یارب ابحر غم سے پار اتر جاؤں	تلاطم ہو گیا برپا مرے دل کے سفینے میں
مرا سینہ نہیں ہے مخزن اسرار قدرت ہے	کہ گنج معرفت حاصل ہوا ہے اس دفینے میں
رہے کیں انقلابات زمانہ کی مجھے پروا	کھدا ہے نام احمد کا مرے دل کے نگینے میں

رسائی روضہ احمد پہ ہو مغموم قسمت سے
کہ پوشیدہ ہے راہ حق شناسی اسکے زینے میں

ارماں ہے یہی دل میں سودا ہے یہی سر میں	جان اپنی فدا کر دوں میں عشق پیمبر میں
قدرت کے کرشمے میں انوار برستے ہیں	کیا جلوۂ حق تاباں ہے روضۂ انور میں
مقصد کو وہ پاتا ہے اپنے جو لگاتا ہے	لو خالق اکبر میں دل شافع محشر میں
معراج کی شب کیا کیا اسرار کھلے حق سے	کس پیار کی باتیں تھیں شاہنشہ و افسر میں
وہ بادشہ عالم سدرہ پہ جو پہونچا ہے	طاقت نہ رہی باقی جبریل کے شہپر میں
رہ رہ کے شب فرقت کروٹ جو بدلتا ہوں	اک آگ سی لگتی ہے گویا مرے بستر میں
مر مر کے مصیبت میں پہونچا ہوں میں مرقد تک	آرام کی صورت ہو شاید کوئی اس گھر میں
بیتاب ہوں دوری سے شاہنشہ بطحا کے	وہ گلشن یثرب میں میں ہند کے کشور میں

اخلاص سے ہوتا ہے مسلم کا عمل خالی، — نیت میں فتور آیا کیا خیر میں کیا شر میں
چوکھٹ پہ جبیں تیرے مل مل کے مٹادونگا — جو رنج مصیبت کا لکھا ہے مقدر میں

جو شعر ہے خاکہ ہے درد و الم و غم کا
جز اسکے ہنر کیا ہے مغموم سخنور میں

دیکھوں رخ احمد کو یہ وسعت ہو نظر میں — فریاد جو پہونچے مری آغوش اثر میں
اے شوق ذرا قافلے والوں سے ملا دے — پسماندہ نہ ہو جاؤں مدینہ کے سفر میں
اک آگ ہے سینہ میں نکلتے ہیں جو شعلے — نالے مرے پنہاں ہوئے جاتے ہیں شرر میں
ہو وردِ رسولِ عربی آخر شب سے — آتا ہے نظر جلوۂ امید سحر میں

ہجر شہ لولاک میں تڑپاؤنگا دل کو
مغموم جو ہو جائے کبھی درد جگر میں

ضیاء عشق کی ہے دل یا جگر میں — ہے مہر نبوت کا پرتو یہ گھر میں
سمایا جو جوش محبت نظر میں — گڑی چشم دل حسنِ خیر البشر میں
طپش تھی لقائے نبی کی نظر میں — پڑا رخنہ دیواریں اور در میں
ندامت سے ہے جرم کے ناطقہ بند — مرا مدعا گم ہوا ہے خطر میں
مئے عشق احمد سے روشن ہوا دل — کہ کونین کے ہیں کرشمے نظر میں
بہانہ ہوا اسکو نقل مکاں کا — اٹھا درد دل سے تو پہونچا جگر میں
ہے یہ شوق اور ذوق کی پائمالی — دعا گم نہ ہو جائے میری اثر میں
خفی ہیں عیاں نور فخر بشر تھا — نمایاں ہوا قالب بو البشر میں
کہا دل نے شانِ نبی کو میں پاؤں — یہ طاقت نہیں ہے مرے بال و پر میں
بڑھا جسقدر ذوق دل بھی بڑھا ہے — جو دیکھا تو ہے فائدہ اس ضرر میں
مقدر دکھاتا ہے دشت مدینہ — اقامت کی صورت ہے میرے سفر میں

نہ پھر ڈھل سکا ہجر میں کوئی آنسو، | نقاہت نے تاثیر کی چشم تر میں
حقیقت محبت کی ہے داغ دلمیں، | شجر کا ہے جلوہ نمایاں ثمر میں
جو سینہ ہے سوزاں تو دیدہ ہے گریاں | بسر ہو رہی ہے مری خشک و تر میں
ہے بیتابئ دل کی صورت نمایاں | طپش ہے مرے آہ کے ہر شرر میں

ہے مغموم کی التجا یا محمد
گزر جائے جی سے تری رہگذر میں

گم ہوں میں جستجوئے رہ کوئے یار میں | مٹ جاؤں عشق سید عالی تبار میں
ہو عزم عفو بارگہ کردگار میں | جرأت نہیں رہی یہ دل شرمسار میں
پہونچا نہ عازمان عدم کی قطار میں | الجھا خیال دہر کے نقش و نگار میں
سامان لطف جاں نہ رہا اختیار میں | سرمایۂ قرار نہیں قلب زار میں
ہیں سرنگوں ہوں رحمت حق انتظار میں | ہیں داغہائے جرم مرے کس شمار میں
ہنگامۂ جہاں ہے مخل فراغ دل | ملجائے کوئی گوشۂ راحت مزار میں
ہستی کے رخ سے صاف الٹ جائیگا نقاب | ہر دم جو انقلاب ہے لیل و نہار میں
رکھدے نہ یہ ہجوم تمنا کو پیس کر | ہے کس غضب کا درد دل بیقرار میں
قوت جو لائے طالع واژوں کو راہ پر | ہے خاک آستان شہ ذوالفقار میں
ہے نقش پا کیطرح یہ نقش فنا پذیر | ہنگامہ ہے جو زندگی مستعار میں
اللہ رے اضطرابئ شوق نگاہ دید | رخنہ پڑا ہوا ہے دل استوار میں
مستور ہے جو قلب مکدر میں حسن یار | کیا جلوہ گر ہو آئینۂ پر غبار میں
جوش شباب و ولولۂ عشق یاس خیز | شمع امید گل ہوئی فصل بہار میں
گر طالب بقا ہے فدائے رسول ہو | قصہ تمام عمر کا کر اختصار میں
چھوڑا ہے ساتھ ہجر پیمبر میں صبر نے | طاقت رہی نہ کچھ بھی مرے غمگسار میں

جاں لے اڑی شمیم گل روئے احمدی
بلبل کی روح چھپ گئی پھولوں کے ہار میں

ہوتا زیانہ آہ کا رہوار عمر پر
کیا لطف زیست عالم ناپائدار میں

اس آئینہ میں جلوۂ دل آشکار ہے
ہے حسن مدعا مرے اشکوں کے تار میں

کیا پائے اسکو سلطنت عالم فنا
مغموم لطف ہے جو عدم کے دیار میں

سیر عرفاں کا مزہ دلکے ہے گرمانے میں
یہ اثر شرب و بطحا کے ہے میخانے میں

لطف کیا عاشق ناکام کو سمجھانے میں
شورش عشق کہاں ہے کسی فرزانے میں

سر پہ طوفانِ حوادث ہے اجل آمادہ
دیر کیا ہے گل امید کے مرجھانے میں

بجھ گئی وہ بھی سر بزم جو یہ سرد ہوا
شمع کی جان بھی وابستہ تھی پروانے میں

آگیا قرب نبی میں جو خودی سے گزرا
مصلحت تھی غم دلکی مرے تڑپانے میں

اثر ذوق غم عشق سے جیتا ہوں میں
سدّرہ کوئی نہیں ہے مرے مرجانے میں

رنج و افکار زمانہ سے غم فرقت سے
برسوں گزرے ہیں تشفّی کوئی دم پانے میں

دل تصاویر خیالی کا ہی مجموعہ ہے
خوب ہے یاد خدا ہو جو صنمخانے میں

جلوۂ شاہد امید و نشانِ مقصود
آتش عشق پیمبر کے ہے بھڑکانے میں

روح طالب ہے مری قرب رسول حق کی
اے اجل تو نے تو کی دیر بہت آنے میں

دیکھ کر کہتے ہیں **مغموم** مبصر مجھکو
اثر عشق نمایاں ہے یہ دیوانے میں

راہ الفت میں سر اک قابل اکرام نہیں
جادۂ عشق ہی رہگذر عام نہیں

مستحق نظر بانیٔ اسلام نہیں
دفتر اہل محبت میں اگر نام نہیں

رہرو منزل عرفاں کو نہیں وجہ قرار
مانع عزم سفر صبح نہیں شام نہیں

اجل آتی ہے تو آنے دو اسے کیا غم ہے
ہے یہ پیغام بقا موت کا پیغام نہیں

اثر افزا ہے محبت میں غم و سوزش دل — بے مشقت کے جو نالہ ہو وہ آرام نہیں
عالم بے خودی و محو لقائے احمد — اور عشاق پیمبر کو کوئی کام نہیں
ہو یقیں منزل مقصود جو ہاتھ آجائے — کہ جو آغاز ہے وہ حاصل انجام نہیں
روضۂ شافع محشر پہ رسائی ہو نہ ہوئی — گردش [illegible] یہ گردش ایام نہیں
میکدے ہیں جو نمائش کے وہ سب دیکھ چکے — مے عرفاں کا ٹوٹا سا کوئی جام نہیں
گلشن دہر سے مفقود ہوا صدق و یقیں — بانی شر و فتن گردش ایام نہیں

ہے یقیں نعت شہ احمد مرسل کے طفیل
کہ بجز خیر کے **مغموم** کا انجام نہیں

دل میں گر عشق شہ ہر دو سرا کچھ بھی نہیں — اس شقی قلب میں ایماں کی ضیا کچھ بھی نہیں
روضۂ سرور عالم پہ رسائی نہ ہوئی — جاں نثاری کا جو ارماں تھا ہوا کچھ بھی نہیں
عشق محبوب خدا میں ہے حیات جاوید — اور کوئی راز بقا اسکے سوا کچھ بھی نہیں
دل ہو اخلاص نما، دل میں ہو عشق احمد — طرز ارباب صفا اسکے سوا کچھ بھی نہیں
حشمت باغ جہاں دولت دنیا سب ہیچ — مٹکے رہجائیگا یہ نقش فنا کچھ بھی نہیں
سلسلہ خواہش و ارماں کا ہے گرچہ طویل — آرزو جز طلب شاہ ہدیٰ کچھ بھی نہیں
بزم شعرا میں ہوئے گرچہ بہت زمزمہ سنج — نعت سے خالی جو ہوتی ہے صدا کچھ بھی نہیں
نکہت باغ مدینہ جو نہیں دامن میں — مدعا خاک اڑانے سے صبا کچھ بھی نہیں

عشق احمد میں مصیبت ہو گوارا **مغموم**
اور کوئی معنیٔ تسلیم و رضا کچھ بھی نہیں

خون باری کے سوا دیدۂ پُر نور نہیں — جاں بازی کے سوا عشق میں دستور نہیں
چیرہ دستی میں جنون عاجز و مجبور نہیں — اب تو دامن سے گریباں مرا کچھ دور نہیں
دل مرا جلوہ گہ حق ہے نہیں دیر صنم — سینہ ہے مخزن عرفاں جبل طور نہیں

وہی رنجیدہ ہیں جو دولت دنیا سے ہیں خوش
وہی خوش ہیں جو غم عشق سے رنجور نہیں

بے بصر بام حقیقت پہ رسا ہو کیونکر
بادۂ عشق پیمبر سے جو مخمور نہیں

جو مئے عشق نبی میں ہے سرور و مستی
نگہ اہل حقیقت سے وہ مستور نہیں

روزن دل سے کھلی راہ طریقت مجھ پر
جادۂ عشق حقیقی ہے یہ ناسور نہیں

جاں نثاران رسول عربی کو ہرگز
چرخ دیکھے نظر بد سے یہ مقدور نہیں

بادۂ عشق پیمبر سے ہوا ہوں سرشار
کون کہتا ہے کہ میں بخت پہ مغرور نہیں

چیرہ دستی جو رہی جوش جنوں کی یہ بحال
چاک ہو دامن ہستی مرا کچھ دور نہیں

ہاتھ دامان نبی تک ہو سر حشر رسا
خلد یا چشمۂ کوثر مجھے منظور نہیں

خوگر رنج و تعب کو ہے گراں بار نشاط
کہ طرب کا متحمل دل رنجور نہیں

مخلصی گردش ایام سے پائے کیونکر
قلعۂ نام محمدؐ میں جو محصور نہیں

تیرے مداح کو ہو جائے عطا دولت قرب
ہو اجرت کا جو خواہاں کوئی مزدور نہیں

فرحت و عیش دو روزہ پہ نہ پھول اے منعم
کہ غم و رنج و الم دہر سے کافور نہیں

سحر و شام لقائے شہ عالم کے سوا
دل مرا دولت دارین سے مسرور نہیں

بیخودی میں جو رہا کرتا ہوں سرمست مدام
دل مرا اک نگہ مہر سے مسحور نہیں

ہو گیا راز حقیقت کا انا الحق سے عیاں
حق کا اعلان ہے یہ نعرۂ منصور نہیں

پرتو عشق رسول عربی سے مغموم
سینہ کب حق کی ضیا سے مرا معمور نہیں

نوید مقصد دل و امن سحر میں نہیں
کمی فغاں میں نہیں، ضبط چشم تر میں نہیں

لقائے شاہ کی صورت کوئی نظر میں نہیں
دعائے نیم شبی کا پتہ اثر میں نہیں

کہاں کہاں طپش شوق نے کیا رسوا
سراغ دل کی تشفی کا بحر و بر میں نہیں

کہاں ہے سوزش ہجر نبی نے کیا باقی
نشان قطرۂ خون جگر جگر میں نہیں

نگاہِ چشم پیمبر ہے باعثِ رحمت | نجات کی کوئی تدبیر خیر و شر میں نہیں
رجائے رحمت حق سے ہے دل مرا معمور | دیا ریاس کی آب و ہوا یہ گھر میں نہیں
چلیں جو نام نبی لیکے عازمانِ عدم | خدا گواہ کہ کھٹکا بہ رہ گذر میں نہیں
مری زبان ہی لیجائے کوئی پیش حضور | نیاز و عجز کا جوہر پیامبر میں نہیں

رسول پاک ہیں امت کے ناخدا معموم
ہماری کشتی عمر رواں خطر میں نہیں

بار ہیں جرم ندامت سے جو دیکھا نہ کریں | گزر رحمت حق کب ہو جو رویا نہ کریں
جز نبی عشق کسی اور کا پیدا نہ کریں | غیر کے دل میں کسی آن سمایا نہ کریں
دائمی زیست جو ملجائے کنارا نہ کریں | موت آجائے تو جینے کو گوارا نہ کریں
رہنما شوق جو ہو روضۂ اطہر پہ چلیں | درد کا اور کوئی اپنے مداوا نہ کریں
دل جو ہو دلمیں کبھی غیر کا ارمان رکھیں | سر جو ہو سر میں کسی اور کا سودا نہ کریں
طپش دل جو رہے قلب میں پیدا ہو نشاط | اثر سوز محبت کو مٹایا نہ کریں
طاقت ضبط بھی ہو عشق پیمبر میں عطا | جوش وحشت میں قیامت کبھی برپا نہ کریں
دلکو ہو درد محبت کی جو لذت حاصل | راحت و عیش کے اسباب کو چاہا نہ کریں
متزلزل نہ کریں دلکو حوادث سے کبھی | اپنی تقدیر کی صورت کو بگاڑا نہ کریں
مر مٹیں ہجر نبی میں جو ہیں عشاق نبی | آرزو جینے کی اپنے وہ خدارا نہ کریں
دل جو قابو سے نکلتا ہے نکلجانے دو | اک زماں جنبش خودی کو بھی سنبھالا نہ کریں
حور و غلماں کی ہوس اور نہ جنت کی غرض | عشق احمد میں کوئی خواہش بیجا نہ کریں

عشق احمد کو جو ہم رکھتے ہیں معموم عزیز
زندگی ختم اسی میں ہو تو پروا نہ کریں

بار عشق نبوی کو جو اٹھایا نہ کریں | زندگی کو کبھی ہم اپنی گوارا نہ کریں

سر جو ہو سر میں کسی اور کا سودا نہ کریں — دل جو ہو دلمیں کبھی خواہش بیجا نہ کریں
دید چاہیں تو خودی میں وہ سمایا نہ کریں — دیکھنا انکو جو ہو آپ کو دیکھا نہ کریں
ہم ہیں غمدوست مسرت کی تمنا نہ کریں — سر کبھی تیغ حوادث سے بچایا نہ کریں
عشق میں گلشن طیبہ کو بھلایا نہ کریں — باغ فردوس میں دل اپنا لگایا نہ کریں
کسلئے لطف اسیری کا اٹھایا نہ کریں — دلکو زندانِ محبت سے چھڑایا نہ کریں
عشق محبوبِ خدا لذت روحانی ہے — دوستو راہ حقیقت سے کنارا نہ کریں
غیر کا دلمیں تصور ہی نہ آنے پائے — قلب میں ایسی تمنا کبھی پیدا نہ کریں
شمع کیطرح جلیں جلکے بھی خاموش رہیں — راز جو سوز محبت کا ہے افشا نہ کریں
زندگی تلخ نہ ہو جائے کہیں دنیا میں — طپش دلکا مرے آپ تماشا نہ کریں
عشق حضرت میں نہیں کامل الایمان کبھی — لذت درد محبت کو جو پایا نہ کریں
حشر میں ہوگی تجسس توشۂ عالم کی — حور پر ہم دل غمدیدہ کو شیدا نہ کریں
صفحۂ دل پہ بجز نقش امید و ارماں — حسرت و یاس کی تصویر کو کھینچا نہ کریں
نہ کھلے اپنے مقدر کی گرہ تا دمِ زیست — کحل خاک در احمد جو لگایا نہ کریں
کیوں شب و روز ہو نام محمد کا ورد — بگڑی تقدیر کو کیوں اپنی بنایا نہ کریں
خوگر ضبط کو فریاد و فغاں سے کیا کام — آنکھ سے اشک کا طوفان اٹھایا نہ کریں

دیکھیں کس واسطے مغموم نشیب اور فراز
رہِ مقصود میں جاں جائے تو پروا نہ کریں

صحرائے مدینہ میں گزر دیکھ رہے ہیں — ہم گلشن فردوس میں گھر دیکھ رہے ہیں
فریاد دکا یہ اپنی اثر دیکھ رہے ہیں — ہم لطف شہ جن و بشر دیکھ رہے ہیں
کس شوق سے ہم چاک جگر دیکھ رہے ہیں — وا گلشن تقدیر کا در دیکھ رہے ہیں
دنیا میں مدینہ کا سفر دیکھ رہے ہیں — اقبال کی ہم فتح و ظفر دیکھ رہے ہیں

سرسبز ہوا ہے چمن عشق پیمبر
ہم تخم محبت کا ثمر دیکھ رہے ہیں

باقی نہ رہے قال کوئی شیخ جو دیکھے
جو کچھ کہ مرے دیدۂ تر دیکھ رہے ہیں

مشتاق تھا میں خنجر عشق نبوی کا
کیوں چارہ گر اب زخم جگر دیکھ رہے ہیں

ملجائے کوئی روضہ والا سے بشارت
ہم دیر سے نالوں کا اثر دیکھ رہے ہیں

زاہد کو مبارک ہو جناں ہم کو مدینہ
ہم کعبۂ مقصود ادھر دیکھ رہے ہیں

اک وہ ہیں جنھیں شر میں بھی اک خیر نظر آئے
اک وہ ہیں کہ جو خیر میں شر دیکھ رہے ہیں

ہے عزم مدینہ تو یہ کہتے ہیں ملایک
مغموم کی آہوں کا اثر دیکھ رہے ہیں

درد کی لذت جسے حاصل نہیں
عشق پیمبر کے وہ قایل نہیں

سوز محبت ہو جہاں اور غم
شکل طرب رونق محفل نہیں

پہونچی مدینہ پہ جو نکلی تھی آہ
راہ میں اسکی کوئی منزل نہیں

ساغر و مینا کو جو سمجھے فضول
رمز محبت میں وہ کامل نہیں

لب میں اثر دل میں ہو طاقت کہاں
تیغ محبت کا جو گھائل نہیں

دشت مدینہ کو کرونگا عبور
جذبۂ الفت کبھی باطل نہیں

جو نہ مصیبت میں ہو ثابت قدم
زمرۂ عشاق میں داخل نہیں

بند زباں دل میں ہو سوز و گداز
میں اثر نالہ کا قائل نہیں

جسکو ہو مطلوب رضائے خدا
کوئی بھی مشکل اسے مشکل نہیں

جرم سے نادم ہو جو وقت دعا
ہاتھ اٹھے والب سائل نہیں

دل کی تڑپ میں ہے مسرت کا رنگ
ذوق محبت کبھی زائل نہیں

بزم رسالت میں ہو کیا پیشکش
جاں ہے مگر نذر کے قابل نہیں

دلکو ہے مطلوب رضائے خدا
رنگ تمنا پہ میں مائل نہیں

شکر ہے مغموم طفیل نبی
کونسی نعمت ہے جو حاصل نہیں

شانِ حق کوئی، کوئی خیر بشر کہتے ہیں
ہم تجھے قلزم وحدت کا گہر کہتے ہیں

گر ہوا کوچ تو دنیا سے گزر کہتے ہیں
اور بقا کو مرے مرنے کی خبر کہتے ہیں

کچھ نہ کچھ ملتی ہے یثرب سے مئے عشق نبی
مست الفت اسے میخانے کا در کہتے ہیں

حمد حق نعت پیمبر میں رواں ہے خامہ
اسکو سب منزل عرفان کا سفر کہتے ہیں

دل نے دیکھی جو حقیقت نہیں آنکھوں کو نصیب
اسکو انوار بصر، اسکو نظر کہتے ہیں

اڑتے ہیں عشق کے ذرات فضائے دل سے
لوگ اسکو مرے آہوں کے شرر کہتے ہیں

جو سخنداں ہیں وہ ہیں حسن بیاں پر مفتوں
کلک مغموم کی جنبش کو اثر کہتے ہیں

غلامانِ پیمبر خسرو اعظم بھی ہوتے ہیں
فریدوں مرتبت ہوتے ہیں رشک جم بھی ہوتے ہیں

ادھر بھی اک نظر اے رحمۃ للعالمیں ہو جائے
دل افگارانِ الفت کیلئے مرہم بھی ہوتے ہیں

قتیل عشق محبوب خدا کا اور رتبہ ہے
یقیں سمجھو فرشتوں سے سوا آدم بھی ہوتے ہیں

زباں سے راز ہائے عشق احمد جب نکلتے ہیں
کبھی افشا بھی ہوتے ہیں کبھی مبہم بھی ہوتے ہیں

شہیدانِ محبت منتظر مغموم بیٹھے ہیں
انھیں کی دلدہی کو اب روانہ ہم بھی ہوتے ہیں

رخ سے پردہ شہ مرسل جو ہٹا دیتے ہیں
دل کے کمرے کو تجلی سے سجا دیتے ہیں

دلکو خوش رکھتے ہیں ہم یوں کہ دم ذکر نبی
نقش اک نام محمد کا جما دیتے ہیں

سیر خوں پی کے ہوئے دشت مدینہ کے جو خار
تشنہ کامانِ محبت کو دعا دیتے ہیں

ہجر میں ولولۂ شوق سے عشاق نبی
جگر و سینہ میں اک آگ لگا دیتے ہیں

حق تو یہ ہے کہ محبت کا ادا حق نہ ہوا
جان کیا شی ہے جو دیتے ہیں تو کیا دیتے ہیں

شاد جو رہتے ہیں اس زندگی فانی سے
مرنے والے انھیں پیغام قضا دیتے ہیں

کور مغزوں سے ملے داد سخن کیا مغموم
جو سخن فہم ہیں تحسیں کی صدا دیتے ہیں

سب خواہشیں ہیں عشق پیمبر کے چنگ میں
گلہائے مدعا ہیں مرے ایک رنگ میں

وارفتہ ہوں جو عشق نبی کے ترنگ میں
دل مبتلا رہا نہ مرا نام و ننگ میں

اس کشمکش میں جامۂ ہستی ادھڑ نہ جائے
دم رکگیا الجھکے گریبان تنگ میں

جھگڑا مٹا دیا دل و دانش کا عشق نے
صلوا علی النبی سے ہوئی صلح جنگ میں

پہونچی تنور عشق کی آتش کہاں کہاں
سیماب میں طپش ہے شرارے ہیں سنگ میں

ذرات حسن یار تھے منصور میں نہاں
گرمی جو شمع کی تھی وہ آئی پتنگ میں

دل فکر جاں میں جان کو جاناں کی ہے طلب
وہ اپنی دھن میں اور یہ اپنی امنگ میں

ممتاز و سربلند ہے دلدادۂ رسول ص
تبت میں ہو، حبش میں ہو یا ہو فرنگ میں

ہے لطف حق سے خامۂ مغموم فیضیاب
نکلا کلام نعت تصوف کے رنگ میں

تصدق روضۂ احمد پہ دل ہر بار ہونے دو
مری جاں کو فدائے سید ابرار ہونے دو

مئے حب نبی سے دل مرا سرشار ہونے دو
زباں میری کلید مخزن اسرار ہونے دو

شفا غمخوار ہو میری اثر دلدادہ ہو میرا
غم عشق پیمبر میں مجھے بیمار رہنے دو

گداز عشق احمد میں وجود اپنا فنا کردوں
بمحشر امتحاں میرا سر دربار ہونے دو

مجھے بھی ساتھ اپنے لیچلو اے قافلے والو
مدینہ کے سفر میں کوئی خدمتگار ہونے دو

گلے ملنے کو بخشش آئیگی فوراً قیامت میں
لب عشاق سے وصف نبی اظہار ہونے دو

نہ چھوٹا دشت پیمائی میں دامن شوق وحسرت کا
کوئی ہو راہبر میرا کوئی غمخوار ہونے دو

نہیں منظور ہستی عشق تشنہ میں حجاب اجنت کی
عروج انتظار دیدۂ بیدار ہونے دو

اڑادوں دھجیاں دست جنوں سے اسکے دامن کے
قضا جوش وحشت میں مجھے دوچار ہونے دو

مدینہ سے سکونت ہو وہاں اس شرط پر میری
ادب سے سرنگوں یاں خلد کا گلزار ہونے دو

مجھے بار گراں ہے جامہ ہستی بھی ان روزوں
مبارک زاہدوں کو جبۂ دستار ہونے دو

جو دل ہو خانہ کعبہ تو حرمت فرض ہے اسکی
یہاں اب سرنگوں پہلے بت پندار ہونے دو

جدا ہے راہ اپنی اور یہ ہیں برسر پیکار
بہم آویختہ یوں کا فرودیندار ہونے دو

جنوں میں روضۂ احمد پہ قاصد بنکے پہونچیگا
ہوا پر پیرہن کا میرے ہر ہر تار ہونے دو

شہ عالم کا رتبہ کب بیاں کرنیکے قابل ہوں
دل اپنا رازداں اور واقف اسرار ہونے دو

نفس کی آمد و شد یاد مولیٰ میں رہے ہردم
کہ ذکر حق سے دلکو غافلو ہوشیار ہونے دو

مدینہ میں مرے مدفن کو جا تھوڑی سی ملجائے
ہے لطف افزا گلوں کیساتھ کوئی خار ہونے دو

تہیدستی میں کیونکر ساتھ دوں آ قافلے والو
سفر کیواسطے کچھ زاد رہ تیار ہونے دو

سخن سنجی سے اے **مغموم** کردو گرم محفل کو
کہ اعجاز درافشانی دم گفتار ہونے دو

میسر جلوۂ دلدار ہوتا ہے تو ہونے دو
عروج طالع بیدار ہوتا ہے تو ہونے دو

فدا کردوں میں اپنی تندرستی ایسی قسمت پر
مرا دل ہجر میں بیمار ہوتا ہے تو ہونے دو

ازل سے میں ہوں شیدا حضرت ختم الرسالت پر
کوئی دلدادۂ اغیار ہوتا ہے تو ہونے دو

کسی صورت سے طے ہوجائیگی یہ منزل ہستی
جو سرکش عمر کا رہوار ہوتا ہے تو ہونے دو

رسائی ہو مرے ذہن رسا کی سر قدرت پر
مئی عرفاں سے دل سرشار ہوتا ہے تو ہونے دو

نبی کا نام لیکر ٹالدوں آئی بلا اپنی
ستمگر چرخ کجرفتار ہوتا ہے تو ہونے دو

جنوں کے فیض سے دل عقل و دانش سے ہوا خالی
جو غفلت سے کوئی ہشیار ہوتا ہے تو ہونے دو

رہائی ہوگی حاصل تاکہ مقصد دلکا پورا ہو
مصیبت میں پھنسا کا دار ہوتا ہے تو ہونے دو

خیال ... بخت کی ہوگی ... ہے
مرادل طالب دیدار ہوتا ہے تو ہونے دو

سہارا مجھکو کافی ہے رسول اللہ کے در کا
دو عالم سے جو دل بیزار ہوتا ہے تو ہونے دو

کسی سے کچھ نہو گا بخت اگر ہموار ہے اپنا
مرا دل مجھ سے ناہموار ہوتا ہے تو ہونے دو

بروز حشر میرا عجز ہے اور دامن رحمت
جو زاہد مائل پندار ہوتا ہے تو ہونے دو

بلا سے گر نہو ہے تاب کسکو شادمانی کی
غم افزا دیدۂ خونبار ہوتا ہے تو ہونے دو

کیا ہے عشق نے اسباب راحت کو مرے برباد
خزانہ لطف کا بیکار ہوتا ہے تو ہونے دو

شہ لولاک کی مدح و ثنا میں روز و شب مغموم
رواں گر کلک گوہر بار ہوتا ہے تو ہونے دو

جبیں کو سرور دیں آستاں پہ ملنے دو
خدا کے واسطے ارماں مرے نکلنے دو

ہوائے رنج و الم چل رہی ہے چلنے دو
مدام شمع رخ شہ پہ مجھ کو جلنے دو

رسائی ہوگی مری بزم قرب احمد میں
قدم کو میرے خودی سے ذرا پھسلنے دو

نکلنے پائے نہ قطرہ لہو کا آنکھوں سے
کہ مرغ غم کو مرے خون دل سے پلنے دو

ہے اضطرابی جوش جنوں کا یہ کہنا
کہ ظرف دل سے ذرا خون کو اچھلنے دو

لگاؤں نام پیمبر کا شوق سے نعرہ
جو سر پہ آئی ہوئی ہے قضا تو ٹلنے دو

جنوں کی وحشت درازی ہے باعث فرحت
کہ میرے جی کو ذرا ہم سے بہلنے دو

سبک سری سے نکل جاؤنگا سوئے طیبہ
جو گل رہا ہے مرا جسم غم سے گلنے دو

غم فراق نبی کا ہوا ہوں وارفتہ
نشاط دلکو مرے پاؤں سے کچلنے دو

سناؤنگا تمہیں احوال ساکنان عدم
تھکا ہوا ہوں مجھے دو گھڑی سنبھلنے دو

نکل کے آئیگا آنکھوں کی راہ سے بہکر
کہ سوز ہجر پیمبر میں دل پگھلنے دو

ہے دل پہ بار گراں لے ہجوم رنج و الم
مریض ہجر کو کروٹ ذرا بدلنے دو

غم رسول کو رکھتا ہوں اپنی جاں سے عزیز
برا ہے کیا ابھی سانچے میں بخت ڈھلنے دو

کریگا یہ قفس تن سے روح کو آزاد
نفس کو بیضۂ سے میرے ذرا اچھلنے دو

ستم ہی ڈھائیگا مغموم اشکباری سے
کہ چشمۂ غم دل کو ذرا ابلنے دو

یقیں ہے سرد کر دینگے جہنم کے شراروں کو
جہاں میں خود بخود ردکش ہوئے ہیں چین و راحت سے
مئے عشق پیمبر کا اثر ہے کیا سرور افزا
نظر آتی ہے دائم مہر گردوں رسالت پر
زمانہ مستعد نام و نشاں سب کا مٹانے پر
نہ غافل ہو اجل سے حشمت و جاہ و تجمل میں

توقع ہے شہ لولاک سے امیدواروں کو
زمانہ کیا ضرر پہونچا سکیگا خاکساروں کو
کہ فارغ کر دیا دونوں جہاں سے ہوشیاروں کو
نجومی دیکھتے ہیں اپنے طالع کے ستاروں کو
جو غافل ہیں جہاں میں پختہ کرتے ہیں مزاروں کو
کیا ہے پل میں پیوند زمیں جس نے ہزاروں کو

اسی پیر مغاں کے خم کا متوالا ہوں ای مغموم
بنایا جس نے ملکوتی خصائل بادہ خواروں کو

بادۂ عرفاں کی سرمستی یاد جو ہے مستانوں کو
چلے ہیں سوئے ساقیٔ بطحی چھوڑ کے سب میخانوں کو
پائیں مئے عرفاں کے زائر بھرے ہوئے پیمانوں کو
سبحان اللہ شاہ رسل کی عطا ہے کیا مہمانوں کو
شان محبت فیوض صحبت میں تھی نگہ کی یہ تاثیر
بنا کے کامل ملا دیا رب سے ناقص انسانوں کو
نکل نکل کر ہوتے ہیں صدقے شاہ عرب کی چوکھٹ پر
دل میں توقف ہو نہیں سکتا صبر کہاں ارمانوں کو
ادب ہے مانع ورنہ کہاں عشاق نبی کو آئے قرار
شمع رخ احمد پہ گریں یہ تاب کہاں پروانوں کو
اپنے سے بھی نہیں آگاہی ذوق یہ ہے مدہوشی کا

ہوش میں آجانے کی تمنا کب ہے ترے دیوانوں کو
کہاں حمیت دین کی ہے اور ہوئی کہاں آفاق سے گم
متلاشی ہیں اہل محبت ڈھونڈھتے ہیں ویرانوں کو
داعئ حق کا پیام سنکر اٹھے پرستاران صنم
خواب سے چونکے مست ہوئے خوش آئی صدا جب کانوں کو
حضرت واعظ حور و جناں کا ذکر ہو اوراس محفل میں
دیوانوں میں ہوش کہاں یہ رمز کہو فرزانوں کو
دل میں کب عشاق شہ عالم کے گزر ہو ظلمت کا
نور خدا کے نور سے روشن کئے ہیں ان کاشانوں کو
جہاد کر کے فدا ہوئے ہیں دین نبی پر اہل بصر
رحمت حق کی مول لئے ہیں دیکر اپنی جانوں کو
قاتل، ظالم، ڈاکو، رہزن ہوئے ہیں ابدال اور اقطاب
خُلق شہ عالم نے یگانہ بنا دیا بیگانوں کو
باطل معبودوں کو پھینکا توڑ کے اپنے ہاتھوں سے
فیض نبی سے چشم بصیرت عطا ہوئی نادانوں کو
راہِ خدا میں ہو گئے قرباں عشق نبی کا جذبہ تھا
فنا ہوئے اور بقا کو پائے جان ملی بے جانوں کو

بیکس ہے مغموم حزیں اور شرم گنہ ہے دامنگیر
تیری شفاعت کا خلعت محشر میں ملے عریانوں کو

جوش جنوں میں کر دیتا بیتاب مدینہ والوں کو
گونج اٹھی جسدم کہ صدا توحید کی کوہ فاراں پر

روضہ تک ہوتی جو رسائی حاصل بیرانوں کو
کملی اوڑھ لئے چل والے پھینک کے اپنے دوشالوں کو

مفلس و غنی ہیں دونوں دوش بدوش عبادتمیں
ایک ہی صف میں جگہ ملی ہے گوروں کو اور کالوں کو

کہتے تو ہیں ہم ہوکے حزیں تاثیر دعا سے دور پڑی
اس سے پہلے جانچ تولیں اپنے اپنے اعمالوں کو

حرص و ہوا میں مٹے ہوئے ہیں نقش جہاں پر اہل جہاں
سرد ہوا جاتا ہے دل اب دیکھ کے انکی چالوں کو

زاہد و ملا پھنسے ہوئے ہیں سنر اجزا کے تلاطم میں
اس سے غرض کیا بادۂ عشق پیمبر کے متوالوں کو

یثرب والے شاہ رسل کچھ اپنی دکھادے شان کرم
تیری عنایت کی ہے بڑی امید شکستہ حالوں کو

ثروت انکی ہوگی فنا اور حشمت انکی زیر و زبر
اہل دول کیوں چشم نمائی کرتے ہیں پامالوں کو

سکہ جاری نام محمدؐ کا جو ہوا تو قدرت نے
حرف غلط کیطرح مٹایا دنیا کے ٹکسالوں کو

زمیں لرزجاتی ہے ہماری سیاہ کاری سے افسوس
عبرت حاصل کیجئے اے دل دیکھ کے ان بھونچالوں کو

ہند میں ہے **مغموم** حزیں بیتاب نبی کی فرقت میں
روح ہوا اب آزاد الٰہی چھوڑ کے ان جنجالوں کو

نعت احمد کا رہا مشغلہ ہر آن ہم کو
رستگاری کا ملا خوب ہی ساماں ہم کو

گل رخسار کا سودا ہے فراواں ہم کو
وحشت افزا ہوئی اب سیر گلستاں ہم کو

آپ رویا فلک پیر رلا کر ناحق
عشق حضرت میں جو دیکھا کبھی گریاں ہم کو

رہ کے محروم مدینہ سے گئے خلد تو کیا
مار ہی ڈالیگا یہ حسرت و ارماں ہم کو

دھوم ہے گلشن عالم میں جو مداحی کی
آفریں کہتے ہیں **مغموم** غزلخواں ہم کو

لگی ہے آتش عشق محمدؐ اس طرح تن کو
کہ میرے آہ و نالوں نے بنایا موم آہن کو

تپ ہجر پیمبر میں کھلے اسرار حق ہم پر
مگر دلمیں لگائی ہم نے اک قندیل روشن کو

ہوا ہوں بلبل شیدا گل رخسار حضرت کا
کروں نظارہ جا کر خاک میں گلہائے گلشن کو

یہی غل ہے فلک پر مر گیا مداح حضرت کا
زیارت کو فرشتے آرہے ہیں میرے مدفن کو

ہوا ہوں مست اے **مغموم** میں انکی تجلی سے

کہ تر نہیں جسکے فیض نور سے ہے دشت اور بن کو

دل غم سے چاک سوز سے سینہ تنور ہو
سیلاب اشک سے مری آنکھوں میں نور ہو

بیتابیوں میں رنج کا ساماں وفور ہو
دلمیں ہو درد درد کا بڑھنا ضرور ہو

دیکھوں نہ میں تصور احمد میں شکل غیر
باطل ہے وہ نماز کہ جو بے حضور ہو

کیف خمار عشق کے سرمستیاں کہاں
جبتک دماغ بادۂ نخوت سے چور ہو

دلدادۂ نبی کو نہ احساس ہو کبھی
رنج و الم ہو یا کہ نشاط و سرور ہو

آئے نظر وہ جلوہ بصیرت کے نور سے
یہ کیا ضرور ہے کہ کوئی چشم کور ہو

زیادہ اور قصاں میں نہ مصروف ہو دلا
آنکھوں کی راہ سے غم دل کا ظہور ہو

بیکار ہیں جزا و سزا کی حکایتیں
آنکھوں سے دور جلوۂ یوم النشور ہو

حاصل ہو کیوں نہ قرب شہنشاہ دوجہاں
حائل جو ہے حجاب خودی کا وہ دور ہو

حق سے جدا ہو مظہر حق یہ محال ہے
سمجھیگا وہ کہ عقل میں جسکی فتور ہو

عشق نبی کا آئینۂ دل میں ہو ظہور
پیدا سیاہ خانے میں اک شمع طور ہو

شاہ ہدیٰ کے روضہ پہ مثل صبا چلوں
ہیں اور شوق اور دل نا صبور ہو

معصوم نغمہ سنج ہو نعت نبی میں کیا
ایسی زباں کہاں ہے کہ جو بے قصور ہو

گر دل ہو تو عشق شہ لولاک عطا ہو
اور سر ہو تو سودائے محمد میں فدا ہو

کیا رتبہ بشر کا کہ وہ محبوب خدا ہو
اللہ کو ہی علم ہے تم کون ہو کیا ہو

اللہ سے جو چاہے بشر آپ سے پائے
مانا کہ خدا تم نہیں پر شان خدا ہو

کیا منہ جو کہوں آپکا ہوں چاہنے والا
اللہ تمھیں چاہے تم اللہ کو چاہو

سب حق کی رضا چاہیں مگر واہ رے الفت
اللہ کو مطلوب محمد کی رضا ہو

سرسبز شگفتہ نہو ہرگز چمن خلد
پیوستہ جو اس میں نہ مدینہ کی ہوا ہو

مغموم جو توفیق ہو اوصاف نبی میں
ہو جائے بسر عمر اگر فکر رسا ہو

رسالت کے فلک کے یا نبی شمس الضحیٰ تم ہو
حبیب رب اکبر اور شاہ انبیا تم ہو

ظہور ذات حق ہر جا ہے جسکے آپ مظہر ہیں
ہے ہر دم جلوہ گر شان خدا نور خدا تم ہو

تصور سے رخ روشن کے روشن خانۂ دل ہے
مرے ظلمتکدہ کی یا رسول اللہ ضیا تم ہو

کہاں تک ہجر کے صدمے اٹھاؤں جلد بلوالو
انہیں دردمنداں ہو شہ جود و عطا تم ہو

بچالو غرق ہونے سے زراہ لطف یا حضرت
بھنور میں کشتیٔ امت ہے لیکن ناخدا تم ہو

دو عالم کے حوادث سے ضرامت کو کیا پہنچے
یہاں تم ہو وہاں تم ہو خفی تم برملا تم ہو

نہیں مغموم کو ڈر گرمیٔ خورشید محشر سے
پناہ بیکساں اور دستگیر بینوا تم ہو

خدا کی شان ہو ذی اقتدار کیسے ہو
پیمبروں میں شہ تاجدار کیسے ہو

غم اور درد میرے دلمیں چٹکیاں لیکر
یہ پوچھتے ہیں کہ تم بیقرار کیسے ہو

ابھی انہیں نہیں معلوم عشق کیا شے ہے
جو پوچھتے ہیں مجھے اشکبار کیسے ہو

نبی کے عشق میں دیوانگی کا کیونکر ہے علاج
طبیبو تم بھی مرے غمگسار کیسے ہو

نبی کے عشق میں مغموم جی رہے ہو ابھی
نگاہ خلق میں بے اعتبار کیسے ہو

سر ہو مرا اور سنگ در سرور دیں ہو
لاشہ ہو مرا اور مدینہ کی زمیں ہو

تحریر رخ حور پہ نعت شہ دیں ہو
اور کلک مرا شہپر جبریل امیں ہو

یثرب کی سکونت عوض خلد بریں ہو
یارب مری یہ عرض اجابت کے قریں ہو

ہے قصد مدینہ کا تو یہ زاد سفر ہے
دیوانگیٔ عشق ہو اخلاص و یقیں ہو

وہ بیخودیٔ عشق مدینہ میں دکھاؤں
سب اہل جہاں کو مرے مرنے کا یقیں ہو

کچھ اور نہیں طبع جنوں خیز کا مقصد
قربان ترے نام پہ یہ جانِ حزیں ہو

دولت کی تمنا نہ امارت کی ہے خواہش
مغموم کا دل نام محمد کا نگیں ہو

باب عرفاں پہ کسی غیر کو یاں راہ نہو
مائل فقر کو ہرگز طلب جاہ نہو
خوگر ضبط محبت ہوں کبھی آہ نہو
زیست تو ہو چکی لیکن سفر عقبیٰ میں
ذکر جاری ہو زباں پر تو ہی کیا اس سے حصول
طلب دوست جو صادق ہے تو احساس کو کھو

عشق احمد کے سوا دل میں کوئی چاہ نہو
دل بیدرد پہ لطف نظر شاہ نہو
راز سے دل کے زباں بھی مری آگاہ نہو
نامرادی کہیں آمادہ سر راہ نہو
لوح پہ دل کے اگر نقش ہو اللہ نہو
رنج و افکار و غم و دہر سے آگاہ نہو

خوگر غم دل مغموم ہے راحت ہے یہی
کبھی کوچہ میں مسرت کے مری راہ نہو

جو ارشد میں خودی سے نکل نکل کے چلو
سر غرور و تکبر کچل کچل کے چلو
چلو جو دار فنا سے تو ساتھ عمل کے چلو
خلاف شرع ہو جو راہ اس سے ٹل کے چلو
عبث نہ ٹھہرے یہ تسبیح و جبہ و دستار
ملے نہ آبرو مٹی میں عشق احمد کی
ہے مر کے جینے سے بس مدعائے نقش کشی
رہ مدینہ میں چھوڑو نہ ساتھ اے غم و درد
ہو اتباع پیمبر ہی امانت سے
رہ نجات ہے لغت نبی سخن سنجو

جو سوز عشق نبی ہے پگھل پگھل کے چلو
ریا و بغض و حسد کو مسل مسل کے چلو
کہ پیش حق کف افسوس تا نہ مل کے چلو
کبھی نہ طور و طریقہ پہ آج کل کے چلو
نہ ساتھ ساتھ کبھی مکر او دغل کے چلو
کہ چشم تر سے مری آنسو نہ ڈھل کے چلو
کہا یہ کس نے تمہیں پیشتر اجل کے چلو
جہاں چلو مرے خون جگر سے پل کے چلو
خدا کے واسطے اقرار پر ازل کے چلو
بتوں کے عشق سے پہلو ذرا بدل کے چلو

تڑپ ہی جائینگے مغموم زائران نبیؐ
در رسول پہ تم ساتھ اس غزل کے چلو

وہ بزم کیا کہ ذکر نبیؐ روبرو نہ ہو
لب پر نہ ہو جو نام ترا سرخرو نہ ہو
وہ عشق کیا کہ جس میں نہ ہو جلوۂ حضور
وہ سر ہی کیا ہے جسمیں نہ سودا رہے ترا
قائل نہیں ہے دل مرا اس حال و قال کا
طاعت میں گر ہے ذوق تو سوز و گداز کا
حد سے فزوں ہو کیف مئے عشق و بیخودی
رکھ لے الٰہی شرم کہ یثرب میں ہو مزار

وہ ذکر کیا جو عشق پیمبر کی بو نہو
اس ورد کو سلام ہے جس میں کہ تو نہو
وہ شوق کیا کہ جس میں تری جستجو نہو
وہ دل ہی کیا ہے جس میں تری آرزو نہو
عشق رسول جس میں نہو ورد ہو نہو
نادان وہ دل ہے جسمیں پیمبر کی خو نہو
ساقی ہو اور شراب ہو جام و سبو نہو
پیوند خاک ہند مری آبرو نہو

مغموم چارہ گر نہ ہو بہر جنوں کوئی
دامن ہو تار تار گریباں رفو نہو

شیدا اے نبی جب سے ہوا ہوں اللہ
تسبیح ملائک کی ہے سبحان اللہ
ہے دلمیں فدا نام نبی پر ہو جاؤں
جز عشق نبی نہیں فنا فی اللہ سے،
جو آنکھ کہ ہو نور نبی سے خالی،
گر خاک مدینہ نہو ملی مجھ کو نصیب
گردش سے زمانہ کے ہوا ہوں مجبور
خورشید قیامت کی ہے پروا کسکو

باقی نہ رہی دلمیں کسیکی بھی چاہ
ہے محفل میلاد نبی صلی اللہ
دیتی ہے صدا روح مری بسم اللہ
اے شیخ طریقت میں نہیں ہوں آگاہ
باقی نہیں اس میں بخدا نور نگاہ
مٹی مری ہو جائیگی افسوس تباہ
جز آپکے در کے نہیں ملتی ہے پناہ
یا صاحب لولاک ہو تم ظل اللہ

بیماریٔ عصیاں سے تبہ ہے مغموم

اب جلد شفا بخش اسے بار الٰہ

مضطر تھی نگہ جلوۂ جاناں سے لڑی آنکھ
مسرور رہی جب حسن پیمبر پہ پڑی آنکھ

منظور تو تھی سیر مجھے عرش بریں کی
روضہ پہ پیمبر کے جو پہونچی تو اڑی آنکھ

جب قافلہ جاتا ہے کوئی سوے مدینہ
حسرت سے لگا دیتی ہے بارش کی جھڑی آنکھ

چھوٹی ہے مگر کہتے ہیں یوں اہل بصیرت
وسعت میں تو ہے کون و مکاں سے بھی بڑی آنکھ

پہونچا ہیں مدینہ کو تصور کی مدد سے
بیتابی سے جا روضۂ احمد میں گڑی آنکھ

ذکر شہ کونین سنا کر مجھے دیکھو
رونے کو تو ہر وقت ہے تیار کھڑی آنکھ

اشکوں کا نہیں تار یہ فرقت میں نبی کے
رکھتی ہے مگر ہاتھ میں پھولوں کی چھڑی آنکھ

ہے چشم بصیرت کے لئے راحت جاوید
تصویر نبی دل میں ہے اور اس میں جڑی آنکھ

جوش غم فرقت سے یہ ہے گریہ کا عالم
مغموم کے قابو میں نہیں ایک گھڑی آنکھ

دلکش ہے دل افروز تجلائے مدینہ
دیکھوں میں الٰہی چمن آرائے مدینہ

حسرت ہو تو ہو حسرت ماوائے مدینہ
اور یاد سے اپنی مجھے تڑپائے مدینہ

دل کیا وہ نہ ہو جس میں تمنائے مدینہ
سر کیا ہے وہ جس میں نہ ہو سودائے مدینہ

وہ دن بھی ہو قسمت سے نظر آئے مدینہ
اور شان پیمبر مجھے دکھلائے مدینہ

پھر بھول کے زاہد کو نہ جنت کی ہوس ہو
آئے نظر اسکو جو سراپائے مدینہ

کیوں آرزوئے خلد میں برباد کروں عمر
ملجائے مدینہ مجھے ملجائے مدینہ

مطلوب ہے جنت سے فقط داور جنت
مقصود مدینہ سے ہے آقائے مدینہ

عشاق ہیں ہو رشک کے قابل مری حالت
وحشت مری دکھلائے جو صحرائے مدینہ

بلبل کو مبارک ہو جو گل گل گلستاں
مغموم دل افگار ہے شیدائے مدینہ

وہ تھی اک شمع روشن جسنے یہ بزم جہاں کردی
مٹا کر لوح دل سے کفر کی ظلمت نہاں کردی

وہ دل پایا تھا جسمیں جلوۂ حق کی ضیا باری
زباں وہ پائی تھی جسنے حقیقت کو عیاں کردی

ہوئے وہ اہل دل جو مبتلائے شرک عصیاں تھے
زبان فیض نے اسرار حق کی رازداں کردی

پرستش کے وہ قابل ہے جو با جبروت ہستی ہے
یہ تھے دو لفظ جسمیں ختم ساری داستاں کردی

جو ہے قول بشر قرآں تو اک سورہ بنا لاؤ
یہ وہ دعویٰ تھا جسنے بند فصحا کی زباں کردی

ہوئے اوہام باطل پارہ پارہ بے پناہی سے
لب توحید سے تیغ زباں جسدم رواں کردی

بظاہر دیکھنے میں ایک امّی تھا مگر واللہ
حقیقت عبد اور معبود کی ساری بیاں کردی

شگفتہ ہو رہے ہیں داغہائے دل مرے پیہم
کہ ہجر شاہ نے پیدا بہار بے خزاں کردی

مصیبت میں یہاں تک خوگر مشق جفا ہوں میں
جنوں کی چیرہ دستی وقف جان ناتواں کردی

کسی صورت سے مرنا ہے تو عزت سے نہ کیوں مرجائیں
کہ میں نے جان اپنی نذر عشق جانستاں کردی

جو میری التجا ہے وہ لب خاموش سے سن لو،
کہ تسلیم و رضا نے بند اب میری زباں کردی

یہ کھلجاتے ہیں نعت شاہ دیں میں طبع کے جوہر
زمین شعر کو فکر رسا نے آسماں کردی

ادا معصوم کیا ہو مجھ سے شکر خالق اکبر
مشیت اسکی تھی جسنے نبی کا مدح خواں کردی

فدا کر نیکو دولت دل کی پیش شاہ دیں رکھدی
جو شئی تھی محترم لے رحمۃ للعالمیں رکھدی

جہاں کون و مکاں میں برتری شاہ دیں رکھدی
خدا نے دو جہاں کی سلطنت زیر نگیں رکھدی

مشام دل میں حق نے نکہت خلد بریں رکھدی
پس مردن مرے مدفن کو طیبہ کی زمیں رکھدی

ضیائے مغفرت پھیلی سیہ کاری کے دامن میں
مری حالت جو تھی پیش شفیع المذنبیں رکھدی

سنا میں نے جہاں میں حق نما ذات محمدؐ ہے
جبیں کو شکر حق میں میں نے از راہ یقیں رکھدی

سر سنے لگ گئے انوار رحمت روضۂ شہ سے
انھیں کے سنگ در پر میں نے جا اپنی جبیں رکھدی

مرہ میں تھی نیاز و انکساری لیچلا جسکو
یہ دولت میں نے جس درگاہ سے پائی وہیں رکھدی

صفائی قلب کی نفس شقی سے گم ہوئی میری
یہ شئی ہیں نے کہیں سے لائی تھی لیکن کہیں رکھدی

نہو گر عشق احمد رائگاں زہد و عبادت ہے
فقط بنیاد اسیر اہل ایماں کی نہیں رکھدی

صف محشر میں شرمندہ تھا عصیاں کی ندامت سے
چھپا کر اپنی صورت میں نے زیر آستیں رکھدی

پئے عشق نبی نقش نشاط و شادمانی ہے
مکانِ دل کی جو زینت تھی وہ بہر مکیں رکھدی

صدائے بارک اللہ اور جزاک اللہ نکلی ہے
جو تصویر سخن کو پیش شعرائے ذہیں رکھدی

ہوا ظلمتکدہ روشن مراحب پیمبر سے،
نکالا زہر کو عشق بتاں کے انگبیں رکھدی

متاع دین و دنیا نذر کر شکوہ نہ تھا کچھ بھی
رسول اللہ کے روضہ پہ یہ جانِ حزیں رکھدی

جنونِ عشق احمد کی فراوانی ہوئی ایسی
زمام صبر میں نے اے دل اندوہگیں رکھدی

اطیعو اللہ کے فرماں کو لیکر اپنے ہاتھوں سے
دہن میں نفس امارہ کے یہ حبل المتیں رکھدی

بلندی پر ہے اے معصوم مرغِ فکر کی پرواز
بنا کر پیکر الفاظ کی شکل حسیں رکھدی

ہم عشق پیمبر کو گھٹایا نہیں کرتے
اس شعلۂ سوزاں کو بجھایا نہیں کرتے

ہم درد محبت کا مداوا نہیں کرتے
منہ اپنا مصیبت سے کبھی پھیرا نہیں کرتے

سودائے محبت ہیں جو سر بیچ چکے ہیں
مرتے ہیں مگر جان کی پروا نہیں کرتے

جلتے ہیں تپ عشق پیمبر میں و لیکن
ہم راز محبت کبھی افشا نہیں کرتے

خوگر جو ہوئے ضبط کے ہم عشق نبی میں
نالوں سے قیامت کبھی برپا نہیں کرتے

دیکھیں طپش ان جو ہیں مشتاق نگاہیں
ہم جان سے جاتے ہیں تماشا نہیں کرتے

کھلتی ہے مقدر کی گرہ نام نبی سے
کچھ ناخن تدبیر سے ہم وا نہیں کرتے

تا لذت غم ذوق الم سے نہوں محروم
پوچھو تو ہم خون تمنا نہیں کرتے

پسپائی ہو کیا معرکۂ عشق نبی میں
جانباز محبت کبھی ایسا نہیں کرتے

خود شوق دکھائیگا بیابانِ مدینہ
ہم خضر سے رہبر پہ سہارا نہیں کرتے

مغموم ہوں مضطر ہوں پریشاں ہوں طپاں ہوں
کیوں مجھ پہ توجہ مرے آقا نہیں کرتے

جز حب نبی دل کو سکھایا نہیں کرتے
دل غیر سے ہم اپنا لگایا نہیں کرتے

ہم جل کے تپ ہجر میں غوغا نہیں کرتے
گرمی کو کبھی عشق کی ٹھنڈا نہیں کرتے

سرسبز رہے تا شجر عشق مدینہ
ہم اشک جو برساتے ہیں بیجا نہیں کرتے

بینائی کہاں ان کو میسر ہو حقیقی
عشق شہ مرسل میں جو رویا نہیں کرتے

طوفاں ہو بپا اشک سے محشر ہو جنوں سے
عشاق پیمبر جو ہیں کیا کیا نہیں کرتے

ذوق اثر نور حقیقی سے ہیں محروم
آئینۂ دل کو جو مجلا نہیں کرتے

ہے ذوق یہی عشق نبی میں رہے تازہ
ہم زخم جگر کو کبھی اچھا نہیں کرتے

غافل ہیں کہ افسردہ بنا لیتے ہیں دلکو
جو عشق کی گرمی کبھی پیدا نہیں کرتے

مغموم چلو روضۂ اطہر پہ کہ اب ہم
اس عمر دو روزہ پہ بھروسا نہیں کرتے

پردہ اٹھا دے جلوہ دکھا دے دیوانہ اپنا بنا دے
اپنی طلب میں مجھکو لگا دے نقش دوئی کو مٹا دے

موت بھی آئے اور بقا حاصل ہو جب مجھے عالم میں
قبر کو میری یا شہ مرسل یثرب میں تھوڑی ہی جا دے

کوئی تعلق اپنوں سے اور غیروں سے نہ باقی رہ جائے
نقش محبت دل کے نگیں پہ لطف سے اپنے بٹھا دے

سوزش دل اور درد و الم سب ذوق کا سرمایہ ہے
صورت بہجت بار گراں ہے جہاں میں اس سے چھڑا دے

عشق میں اپنے مجھ کو فنا کر مستانہ اپنا بنا کر
حور کی خواہش امید جنت دونوں سے دل کو بھلا دے

روز قیامت دامن رحمت میں ہو ٹھکانا میرا
جذبۂ عشق نمایاں کر دے عیوب میرے چھپا دے

شیفتۂ احمد ہوں لحد کو ہو گی محبت میری
عشق نبی کی ضیا سے یا رب ظلمت گور مٹا دے

ہجر میں تیرے یا شہ عالم زیست بہت مشکل ہے
شوق میں نکلے روح بدن سے نوید ایسی سنا دے

نعت نبی میں عمر بسر ہو تیرے کرم کی ایک نظر ہو

محو ولا مغموم کو یارب لطف سے فکر رسا دے

جو میرے ہمنشیں ہیں کیوں یہ بد اختر کو سمجھاتے
لیا ہے جسنے دل میرا اسی دلبر کو سمجھاتے

یہی ہے اصل میں ایمان جسکو عشق کہتے ہیں
جو ناصح ہیں وہ کیا وارفتہ سرور کو سمجھاتے

بہت اچھا ہوا ہجر نبی میں ضبط کو چھوڑا
ابل جاتا یہ سر چشمہ جو چشم تر کو سمجھاتے

مدینہ کی طلب پر کر رہا ہے رخنہ اندازی
یہ ممکن ہی نہ تھا ہم چرخ بازیگر کو سمجھاتے

دل وحشت زدہ کو ننگ ہے فہم و فراست سے
بھلا کیا عقل و دانش عشق کے خوگر کو سمجھاتے

وہ خدمت میں پیمبر کے مراد اپنی پیشکش کرے
رہے ہر دم یہی ہم اپنے نامہ بر کو سمجھاتے

اگر صبر و سکون و ضبط کی ہوتی رواداری
طپش کو درد کو میرے دل مضطر کو سمجھاتے

لباس اتقا و زہد پہلے چاک کر اپنا
جو اہل خیر ہیں اہل ریا و شر کو سمجھاتے

کسی نے بھی جہاں میں دلکی وسعت کو نہیں پایا
پھرے گرچہ بہت ہم دہر میں ہر ہر کو سمجھاتے

تمہارے ہجر میں وہ ایک لمحہ جی نہیں سکتا
کوئی جا کر یہ میرے ہادی و رہبر کو سمجھاتے

یہ دلکی ماہیت کیا ہے یہ دلکی کیفیت کیا ہے
جو اہل دل ہیں مغموم سخن گستر کو سمجھاتے

کیونکر شناوری ہو دل ناصبور سے
قاصر ہوں بحر عشق نبی کے عبور سے

ہستی کو اپنی عشق نبی میں فنا کروں
کونین کا ظہور ہے جسکے ظہور سے

قرب خدا کا زینہ ہے روضہ حضور کا
تاباں ہے آفتاب رسالت کے نور سے

آؤنگا آرزو کو لئے بےکسی کے ساتھ
پاؤنگا میرے درد کا درماں حضور سے

مخمور یا وہ خم بطحی سے کر مجھے
آجائے وجد میں دل شیدا سرور سے

یہ آرزو ہے تن سے نکلجائے مرغ روح
جب دیکھ پاؤں گنبد خضرا کو دور سے

وارفتہ جو ہوئے مے عشق رسول سے
بیدار خاک ہوں وہ قیامت کے صور سے

مقصود خلد سے ہے لقائے رسول پاک
کیا ذوق ورنہ دیدۂ بینا کو حور سے

مغموم بے نصیب رہے اشقیا جو آہ !
دیکھے نہ نور حق کو بصر کے فتور سے .

مطلب نہیں ہے باغ جناں کے حصول سے
ہیں اور شغل گریہ ہے اور ذکر مصطفےٰ
یارب ! ترے حبیب کے در پر ہیں مشغول
ایمان جسکو کہتے ہیں ہے عشق مصطفےٰ

ارماں یہ ہے ملوں میں خدا کے رسول سے
حاصل ہوا یہ فیض دل پُر ملال سے
پائے شرف دعا مری باب قبول سے
مطلب نہیں ہے مجھکو فروع و اصول سے

مغموم ہوں میں باغ رسالت کا عندلیب
دیواں سجاؤں نعت پیمبر کے پھول سے

خدا وہ دن دکھائے جب مدینہ کو چلوں گھر سے
نہ ہو کامل جو بیگانہ ہو اعشق پیمبر سے
ملے کیا اسکو جو محروم ہو فیض پیمبر سے
نہیں میں بوالہوس جو آنکھ ڈالوں حور و غلماں پر
مدینہ میں جو مدفن ہو تو جنت جا چکا میں بھی
جو شیدا ہے نبی ہو کیوں نبی سے دور رہ جائے

جو دم نکلے تو نکلے سر اٹھے کیا آپ کے در سے
نہ ہوگا آشنا ہرگز وہ عرفاں کے سمندر سے
وہ کیا پائیگا حق سے جو نہ پایا حق کے مظہر سے
نہ بدلوں ساغر عشق نبی کو جام کوثر سے
سفر کی کس لئے زحمت گوارا کیجئے گھر سے
جھگڑتا ہوں قضا سے اور لڑتا ہوں مقدر سے

اٹھا دو پردۂ دوری دکھا دو جلوۂ اقدس
تمہاری دید کو مغموم کب تک یا نبی ترسے

زباں میری چلے کیا ہو کے غافل ذکر سرور سے
کوئی پوچھے بلا کیا کچھ مرے قلب شناور سے
موثر ہو گیا کیا سوزش عشق پیمبر سے
نبی اس شان کا اللہ اکبر کون ہے ایسا
غم ایسا اور سودا ہے نبی ایسا ہوا جاگیر

رواں کیوں ہو نکلجائے جو یکسر آب خنجر سے
رسالت کا گہر پایا ہے عرفاں کے سمندر سے
کہ بیتابی نمایاں ہے مرے ہر تار بستر سے
جو بندہ کو ملا دیتا ہو پل میں بندہ پرور سے
نہ وہ نکلے مرے دل سے نہ یہ نکلے مرے سر سے

جنوں پر تازیانہ پڑ گیا صوت مؤذن سے
نہ پہونچا منزل مقصود پر بیتابیٔ دل سے
ملامت کی مری ہمت نے جوش اضطرابی پر
شرف پا کر جو کوئی قافلہ آتا ہے طیبہ سے
مکاں رہجائیگا خالی تو ویرانی کا خطرہ ہے
جنوں نے عشق احمد میں جو میری دستگیری کی
کبھی دل ہے کبھی میرا جگر ہے درد کا مسکن
دو عالم سے وہ بے پروا ہیں محو خواب راحت ہیں
صلہ پائینگے عشاق پیمبر حشر میں لیکن
ہوا و حرص و خود بینی رہے کیا عشق احمد میں
تصور آ گیا جب ظلمت عصیاں ہوئی کافور
نہ حسرت دل کی نکلی اور نہ تسکین درد نے پائی
اگر روکش ہوں نور احمدی کی فیضیابی سے

سو ثر ہو گئے جذبات دل اللہ اکبر سے
بجز سوز دروں حاصل ہوا کیا مجھکو رہبر سے
کہ افشا ہو گیا راز محبت دیدۂ تر سے
تڑپ جاتا ہے دل ہو کر متاثر ایسے منظر سے
نکلجائینگے گر ارمان میرے قلب مضطر سے
رہا شام و سحر میں بے نیاز اپنے مقدر سے
کہ اس گھر کے لئے رستہ نکل آتا ہے اس گھر سے
اٹھیں کیا خفتگان خاک طیبہ شور محشر سے
یہ مشکل ہے کہ تسکین پائیں حور و خلد و کوثر سے
ہوئے سب پارہ پارہ عشق شور افزا کی ٹکر سے
سیہ خانہ ہوا روشن مرا دل کے نور سے
ہو برسے اشک میرے دیدۂ تر نے تو کیا برسے
نکلجائے ضیا انجم سے یکسر آب گوہر سے

ادا ہو جائے حق وصف شایاں کیا یہ ممکن ہے
نبی کی نعت ہو اور خامۂ معصوم کمتر سے

شہادت عظمت پیمبر ملی ہے شیخ اور برہمن سے
ہوئے ہیں ارض و سما درخشاں یہ فیض پہونچا نشہ زمن سے
صدائے توحید کوہ فاراں سے گونجتی آئی جسکو سنتے
ہوئے ہیں اہل قبور مشتاق سر نکالے ہوئے کفن سے
مشیت ایزدی یہ تھی ہو ظہور شاہ ہدیٰ زمیں پر
اسی لئے تو جناب آدم نکل گئے گلشن عدن سے

ثبوت کامل زوال ہستی کا مل گیا آمد خزاں سے،
بسوز دل شاہدان گل کا رواں ہوا قافلہ چمن سے
سرور میخانۂ حجازی کا لطف لفظوں میں کیا ادا ہو
نشاط مستئ ذوق عرفاں عیاں ہوا بادۂ کہن سے
نہیں رہی قابل سکونت سرائے دنیا ہوئی ہے ویراں
کہ اٹھ گئے بے شمار ارباب فضل و دانش اس انجمن سے
جو ہو گئیں دونوں آنکھیں روشن یہ جذبۂ عشق کا اثر تھا
دماغ یعقوبؑ میں وہ خوشبو جو آئی یوسفؑ کے پیرہن سے
نشاط فانی میں ہو گئے گم ملا نتیجہ یہ غفلتوں کا،
عدم کی دلچسپیوں کو چھوڑا سفر تھا بیفائدہ وطن سے
طفیل عشق نبی ملے پھر جو مدعا سے بچھڑ گیا ہو،
نکل کے پہونچیگی بعد مرنے کے بزم احمدؐ میں روح تن سے
امید میں پڑ گیا جو رخنہ تو سوز غم سے جگر ہے نالاں
رواں جو یثرب کو قافلہ ہے طپاں ہے دل رنج اور محن سے
بہار گلشن حیات فانی پہ اس قدر کیوں ہے شور و غوغا
بسر خموشی سے کر جہاں میں کہے کوئی مرغ نعرہ زن سے
کلام ربی ہوا جو نازل ہوا فصیحوں کا ناطقہ بند
جو مدعی فضل کے تھے نادم ہوئے وہ اپنے کمال و فن سے
شجر کو شوق سجود تھا اور حجر کو ذوق نیاز حضرت
ظہور اعجاز دین احمد ہوا ہے ہر ایک دشت و بن سے
ہوا ہے عالم میں جاں نثاران شاہ دیں سے فروغ ملت

مٹی ہے ظلمت ضیائے دیں سے کٹے ہیں سر تیغ صف شکن سے
نبی برحق کے در کو دیکھوں اور اس کی چوکھٹ پہ سر کو رکھدوں
ہو قبض جاں بھی مری اسی دم ہے التجا رب ذو المنن سے

کریگی معصوم نغمہ سنجی مری اثر بزم اہل دل میں
کہ نعت احمد میں پھول معنی کے جھڑ رہے ہیں مرے سخن سے

دل عشاق میں نار سقر کا خوف کیا ٹھہرے
حمایت کو ہماری جب محمد مصطفےٰ ٹھہرے

بگاڑا ہم نے ہستی کا مرقع عشق حضرت میں
سرائے دہر میں ٹھہرے تو مثل نقش پا ٹھہرے

تن خاکی سے اسکو کیا تعلق واسطہ کیا ہے
مریض عشق احمد اس قفس میں تا کجا ٹھہرے

ہے تجھ سے التجا اتنی مری فریاد پہنچا دے
صبا طیبہ میں گر تو روضۂ احمد پہ جا ٹھہرے

وہ دل بھی ہو کہ عشق احمدی جسمیں جگہ پائے
وگرنہ آشیان زاغ میں کیونکر ہما ٹھہرے

اسی صورت سے پہنچوں روضۂ اطہر پہ یا احمد
نہ اشکوں کی جھڑی ٹھہرے نہ یہ آہ و بکا ٹھہرے

الٰہی نام پیغمبر پہ جاں معصوم کی نکلے،
زباں فریاد میں مصروف لب وقف دعا ٹھہرے

خاک پا تیری عنایت ہو ہمیں تھوڑی سی
نظر لطف ہو اے سرور دیں تھوڑی سی

شمع ساں ہجر پیمبر میں جلا کرتا ہوں
کچھ تو تاثیر دکھا آہ حزیں تھوڑی سی

سب مٹا ڈالوں گا قسمت کا نوشتہ اپنی
اس در پاک پہ مل مل کے جبیں تھوڑی سی

اے صبا لاش اڑا کر مری کہہ پیش نبی
قبر کو دیجئے یثرب میں زمیں تھوڑی سی

دشت میں نام محمد کا جو نعرہ مارا
آہ سے جل گئی معصوم زمیں تھوڑی سی

بلبل سرہوں اگر ذرے نبی کی خاک مدفن کے
زہے طالع میں سمجھوں پھول ہیں طیبہ کے گلشن کے

پھنسایا ہے مرے صیاد نے باغ مدینہ سے
میں صدقے دام دلکش کے میں قرباں صید افگن کے

نہیں خالی کوئی شی پرتو نور محمدؐ سے
کہ ہمنے چھان ڈالے ذرے ذرے دشت اور بن کے

رواں دوش صبا پر ہوگئے وہ جانب یثرب
اڑے پرزے جو کچھ دست جنوں سے جیب و دامن کے

کرشمہ حسرت دیدار کا آنکھوں نے دکھلایا
کہ گوشے جا بجا سے کھل گئے ہیں میرے مدفن کے

غم عشق پیمبر کی یہی گرچیرہ دستی ہے
اڑینگے پرزے اکدن میرے ارمانوں کے مخزن کے

کلام نعت مشکل اس زمیں میں گرچہ ہے **مغموم**
جو جوہر میں چمک اٹھتے ہیں لیکن طبع روشن کے

ممکن نہیں کبھی کہ بھٹک جاؤں راہ سے
فائز ہوا ہوں قرب حبیب اِلٰہ سے

فرماؤ مجھکو قرب حضوری سے سرفراز
کب سے ہے ملتجی یہ گدا بادشاہ سے

ارمان جاں نثاری کا ہے در پہ آپ کے
حبّ دلی سے جوش محبت سے چاہ سے

یا شاہ المدد مرے سرکار المدد
آگاہ آپ ہیں مرے حال تباہ سے

برباد ہوگیا ہے مرا مخزن امید
اشکوں میں دل بھی بہگیا آنکھوں کی راہ سے

منجدھار میں پڑی ہے مری کشتی حیات
بیڑے کو میرے پار کرو اک نگاہ سے

دامن جو نیکیوں کا تھا شر سے بچا ہوا
آلودہ ہوگیا مرے فرد گناہ سے

پہونچائیگا کبھی رہ مقصد پہ دل مجھے
امید تھی قوی یہ مرے خیر خواہ سے

مغموم مال و زر سے تو میں بے نیاز ہوں
میرا صلہ ہے آہ سے اور واہ واہ سے

جو طالب قرب حق کا ہو کوئی دیدار سے پہلے
تو وابستہ ہو عشق سید ابرار سے پہلے

خلوص گنج توحید و رسالت رکن ایماں ہے
یقیں اور صدق دل میں چاہئے اقرار سے پہلے

جو دل آگہ ہے ہو جا مضطرب شوق شہادت میں
سر تسلیم خم کردے رضا میں دار سے پہلے

مقدم ہے غرض اور غایت اسباب کی تحقیق
کہ حاصل معرفت ہو نفس کی اذکار سے پہلے

کیا محروم عرض مدعا کی مستعدی نے
ہوا کیا مقصد برآری طالع بیدار سے پہلے

یگانہ ہوکے رہ جا یار سے اور خود سے بیگانہ
تعلق قطع کر دے دہر میں اغیار سے پہلے

الہی کر عطا عشق شہ کونین کی دولت
متاع داغ دل ہو درہم و دینار سے پہلے

گرہ کھلجاتی ہے دلکی وہ عالم بیخودی کا ہے
کہ منزل قرب کی ہاتھ آتی ہے رفتار سے پہلے

جو عرض مدعا مطلوب ہو سرکار عالی میں
تو نذر شاہ دیں ہو جائے جاں اظہار سے پہلے

تمنائے جمال احمدی کا ہے جو دیوانہ
ہے شرط اخلاص کی خالی ہو پندار سے پہلے

جوار احمد مرسل کے قابل خاک ہو اپنی
جلا دے قلب کو شمع رخ انوار سے پہلے

پہونچکر خدمت شاہ ہدیٰ میں پیشکش کردوں
جو ملجائے مجھے داد سخن حضار سے پہلے

تصور میں مہ میلاد کے معصوم شیدا نے
گل افشانی یہ کی ہے موسم گلزار سے پہلے

ہم اپنا قرب الہی میں بار دیکھینگے
مزار سید عالی تبار دیکھینگے

جو آستان شہ نامدار دیکھینگے
جہاں کو دوست مقدر کو یار دیکھینگے

ہم اپنے آرزوؤں کا غبار دیکھینگے
بہار زندگی مستعار دیکھینگے

مدام سوز و تپش میں رہینگے اہل جہاں
کرشمۂ دل پر اضطرار دیکھینگے

لحد میں بھی نہ رہیگی کبھی تہی آغوش
کہ یاس و حسرت دل ہمکنار دیکھینگے

مصیبت میں بھی رہتے ہیں کامل الایمان
جو دلکو اپنے کبھی شرمسار دیکھینگے

لکھا ہوا تھا جو تقدیر کا وہ دیکھ چکے
اب اپنی آنکھوں کو ہم اشکبار دیکھینگے

لقائے شاہ رسل کا دلا رہا ہے یقیں
ہم اپنے دلکا بھی اب اعتبار دیکھینگے

نہ دیکھینگے کبھی نار سقر وہ محشر میں
جو لوگ شاہ رسل کا مزار دیکھینگے

کھلیگا رتبۂ عشاق احمدی دم حشر
کہ جو پیادہ ہیں اسکو سوار دیکھینگے

ہے وجہ بےہمگی عیش صحبت معصوم
جب اسکو دیکھینگے سینہ فگار دیکھینگے

کھلیگا جب نگہ اپنی حقیقت آشنا ہوگی — ہے عالم دوسرا جب طاقت عالم فنا ہوگی

نہیں کچھ غم خموشی گر مخل مدعا ہوگی — زبان آرزو پیش شہ کونین وا ہوگی

تمنائے لقا اور آرزوے نعمت عقبی — طلبید مدعا وہ اور یہ حسرت فزا ہوگی

نہ دلپر کیفیت طاری ہو کچھ بھی صرف طاعت سے — کھلیگی راہ حق جب سوزش قلبی عطا ہوگی

چھپا لیگی مجھے شرم گنہ دامان احمد میں — تو پھر دیکھو مری توقیر کیا روز جزا ہوگی

نہیں مایوس دل ہے زندگی میں گرچہ محرومی — مدینہ مر کے بھی پہونچونگا گر قسمت رسا ہوگی

جو عمر خضر بھی پائے تو کیا اور شان شوکت بھی — مزے دنیا کے لوٹینگے جو دنیا کی بقا ہوگی

تن خاکی بھی میرا رنگ لائیگا پس مردن — محبت میری ہر ہر استخواں سے رونما ہوگی

صفائی دل کی اے مغموم میرے رنگ لائیگی
مرے ہر ہر سخن میں قلب کی میرے ضیا ہوگی

آئینہ سا حیراں ہوں نہیں تاب سخن کی — ہے مد نظر مدح رخ شاہ زمن کی

گویا ہو زباں بزم فدایان نبی میں — نعت شہ کونین میں رونق ہے سخن کی

سالک نے اشاروں میں کہا راز نبوت — آنکھوں کو میسر ہوئی تقدیر دہن کی

مرنا انہیں آسان ہے جینا انھیں دشوار — حاجت نہیں عشاق کو کچھ دار و رسن کی

قرب شہ عالم کے ذریعہ سے میں پہونچا — منظور ہوئی سیر جو گلزار عدن کی

ہو نعت پیمبر کی صدا بزم سخن میں — بلبل کے چہکنے سے ہے توقیر چمن کی

حال شہ عالم کوئی دیکھا ہو تو کہدے — کہتے ہیں کہ ہے عمر بڑی چرخ کہن کی

زندہ ہے جو مرجائے غم عشق نبی میں — مدفن سے غرض اسکو نہ حاجت ہے کفن کی

خود صید ہوا دام میں شاہ مدنی کے — الفت دل شیدا کو ہوئی صید فگن کی

دل گلشن ہستی میں طلبگار عدم ہے — غربت میں مسافر کو ہوئی یاد وطن کی

مغموم ہے نعت شہ کونین کے باعث

تو قیر بڑھی زمزمہ سنجان دکن کی

قرار دادِ جنوں میں ہے جو پیہم جوشِ مستی کی
جہاں ہے کسبِ تسلیم و رضا سے بہرہ اندوزی
مٹا جاتا ہے کیا حرفِ غلط کی طرح دنیا سے
ہوا ہوں راز داں خمخانۂ توحید کا جب سے
جو ہوں دلدادہ میں ذوقِ ستم کا لذتِ غم کا
ہوئی جاتی ہے پیہم ذوقِ روحانی سے محرومی

مرے دل میں بسی ہے آرزو طیبہ کے بستی کی
وہاں ہے ایک ہی صورت بلندی اور پستی کی
نہیں ہے نقشِ پا تصویر ہے یہ میری ہستی کی
اجازت ساقیٔ بطحا نے دی ہے مے پرستی کی
تو پھر وجہ شکایت کیا جنوں کے چیرہ دستی کی
بھلا عشاق کو کیا قدر ہوگی تندرستی کی

کہاں دربارِ احمد اور کہاں معصوم آوارہ
مدد درکار ہے اے دل معین الدین چشتی کی

جو مٹی میں تاثیر ہو کیمیا کی
ہے عشقِ نبی میں رضا کبریا کی
پیمبر کا ہو قرب حاصل تو کیونکر
وہ لاتی ہے باغِ مدینہ کی خوشبو
ہلے لب تو بابِ اجابت ہوا بند
ہوئے سرنگوں جو رضائے خدا پر
ملوں آستانِ نبی پر جبیں کو
لقائے نبی اور طلب زندگی کی
نہ ہو وجہ شبنم کی ہے بے ثباتی
ہو کیا امن حاصل کہ پیچھے پڑی ہے
خدا مل گیا اور نبی کو بھی پایا
ہے عشقِ نبی زینۂ قربِ باری

تو دلہیز ہے وہ رسولِ خدا کی
جو حق کی ہو دھن کر طلب حق نما کی
سراپا وہ نوری میں پتلا ہو خاکی
سحر دم جو ہوتی ہے آمد صبا کی
رسائی ہو کیونکر مری التجا کی
مقدر کے ہونگے نہ ہرگز وہ شاکی
ہے تدبیر کیا پھر رضائے خدا کی
رہِ عشق میں فاش ہیں نے خطا کی
وہ تعلیم دیتی ہے درسِ فنا کی
بلا زندگی کی مصیبت قضا کی
رہی آرزو پھر نہ کچھ ماسوا کی
یہی راہ ہے منزلِ اتقا کی

ہے شایاں تجھے افسری قدسیوں کی
ہے زیبا تجھے سروری انبیا کی

یہی وجہ ناکامی مدعا ہے
مقدر کی خوبی مشیت خدا کی

جو چھوٹا ہے ہاتھوں سے دامانِ مقصد
حقیقت کھلی نالۂ نارسا کی

جو مرنا ہو مر عشق شاہ ہدیٰ میں
یہی ایک صورت ہے راہ بقا کی

مرض عشق احمدؐ کا کیا جانفزا ہے
نہ مطلب دوا سے نہ حاجت دعا کی

ہمیشہ رہے ورد نام محمدؐ
ضرورت اگر ہے کسی رہنما کی

بفضل خدا ہوتی ہے ہر بلا رد
کہ مغموم کو ہے مدد مصطفےٰ کی

دل میں ہے عشق سے جو طپش پیچ و تاب کی
تصویر بن گئی وہ رسالت مآب کی

اشعار میں ہے میرے ضیا آفتاب کی
توصیف ہے جو صاحب ام الکتاب کی

ہر اک کو دیکھتا ہوں مگر جانتا نہیں
یہ بھی ہے ایک شکل مرے اضطراب کی

ناچیز خاک بھی مری اکسیر بن گئی
تاثیر پڑ گئی نظر بوتراب کی

لغزش ہوئی قدم جو رکھا راہ عشق میں
گمراہ عقل نے مری مٹی خراب کی

عشق نبیؐ میں خوگر رنج و الم ہوں میں
روئے نشاط مجھ کو ہے صورت عذاب کی

اشکوں کے ساتھ خون بھی ٹپکیگا ایکدن
یہ ابتدا ہے میرے مصیبت کے باب کی

کیونکر نہ خاک کو مرے رفعت نصیب ہو
الفت جو دل میں ہے شہ گردوں رکاب کی

آکر خودی نے دید سے محروم کر دیا
ٹٹی یہ سد راہ ہوئی ہے حجاب کی

ولیکن جو بیخودی نے بسیرا کیا مرے
بیدار رہ گیا ہوں میں حالت ہے خواب کی

حق کی رضا پہ ہے سر تسلیم خم مرا
زاہد کو فکر رہتی ہے روز حساب کی

شکر خدا کہ مدح شہ دیں میں وقف ہوں
توفیق بھی ازل سے جو راہ صواب کی

یہ بھی پتہ نہیں کدھر آیا کدھر گیا
رہتی ہے جستجو مجھے ہر دم شباب کی

بزمِ نشاط درہم و برہم ہو گر کبھی ، — تصویر کھینچ دوں مری چشمِ پُر آب کی
گو نعت میں امیرؔ و شہیدیؔ تھے لاجواب — باری اب آچکی ہے مرے انتخاب کی
پوشیدہ کچھ رہا نہ مری زندگی کا راز — پانی میں میں نے دیکھی جو حالت حباب کی

مغمومؔ ہوں میں شافعِ محشر کا مدح خواں
انعام کی طلب ہے نہ خواہش خطاب کی

عشقِ شہ میں زندگانی جائیگی — کیا عبث یہ جانفشانی جائیگی
ابتدائے عشق و آغازِ شباب — روتے دہوتے ہی جوانی جائیگی
پھر ہوا سرسبز گر نخلِ امید — حسرتِ دل کی نشانی جائیگی
اے اجل آگیا ترا اس میں ضرر — لیکے نقدِ زندگانی جائیگی
حشر میں ہے نعت سے میری نجات — بات جو سچی ہے مانی جائیگی
اے مریضِ عشقِ احمد پڑھ درود — سوزشِ زخمِ نہانی جائیگی
بوالہوس عشقِ حقیقی ہے گراں — راحتِ دنیائے فانی جائیگی
کاہ ساں طیبہ کو بر دوشِ صبا — لیکے میری ناتوانی جائیگی
نعت کا دلکش ترانہ ہے عزیز — کیا جہاں سے قدردانی جائیگی
ہو نہ بستانِ سخن وقفِ خزاں — بلبلوں کی شادمانی جائیگی
روزِ پُرسش ہو جو طیبہ کے سوا — میں نہیں میری زبانی جائیگی
گر مدینہ میں نہو مدفن مرا — آرزوئے جاودانی جائیگی

نعتیہ مضموں نہو مغمومؔ ترک
طبع کی اپنی روانی جائیگی

عشقِ احمد میں جانفشانی — ہے مطلعِ صبحِ زندگانی
اسبابِ نشاط و شادمانی — درد و غم و سوزشِ نہانی

تن جل کے ہو عشق شہ میں فانی — باقی نہ رہے مری نشانی
گر ہو شہ دیں کی مہربانی — کیا خطرۂ جور آسمانی
نعت احمدؐ کی گل فشانی — ہے وجہ سرور جاودانی
بیتابیٔ ہجر، سرگرانی — داغ دل و ضعف و ناتوانی
سرمایۂ عشق احمدی ہے — اور حاصل لطف زندگانی
خوں ہجر نبیؐ میں ہو گیا خشک — کیا غم کی کروں میں بیہانی
شوق ارنی میں کب کمی ہو — سو بار سنوں جو لن ترانی
آیا، ٹھہرا، چلا، جہاں سے — یہ زیست کی ہے مری کہانی
میں نقش فنا مٹا دیا ہوں — روشن ہے کتاب زندگانی
پہونچا نہ نبی کے آستاں تک — برباد ہوئی مری جوانی
دکھ، درد کہوں جو ہو رسائی — اے کاش! سنیں مری زبانی
میری شیریں بیانیوں سے — سیکھے کوئی طرز دلستانی
سایہ جو نہ تھا یہ مصلحت تھی — تا آپ کا ہو کوئی نہ ثانی
فریاد و فغان و آہ و نالہ — حسرت کی مری ہے نوحہ خوانی
قصہ غم ہجر کا نہ سنئے — ہو جائے جگر نہ پانی پانی
زخموں کو گلے لگا رہا ہوں — دیکھے کوئی میری قدردانی
پنجہ میں اجل کے مرغ جاں ہو — میری تو یہی ہے کامرانی
ہر لفظ مرا ہے نعت شہ میں — آئینۂ جلوۂ معانی
دل کے ناسور سے کھلی راہ — کیوں کہئے بلائے ناگہانی
بیوجہ نہیں ہے اشکباری — کرتی ہے یہ دل کی ترجمانی

کیا خوب ہے طبع کی روانی

ارماں نہیں ہے کیا نہ ملے اور کیا ملے
میری دعا ہے مجھ کو حبیب خدا ملے

ملجاؤں خاک میں جو تری خاک پا ملے
مقصد کو پاؤں اپنے جو بخت رسا ملے

بیمار ہجر شاہ ہوں میری دوا ملے
یا رب ترے حبیب کا دارالشفا ملے

قرب نبی سے قرب الٰہی حصول ہو
ہاں ہاں خدا ملے جو حبیب خدا ملے

الفت میں ذکر کیا ہے سلاطین دہر کا
نبیوں کو بھی طلب کہ شہ انبیا ملے

برباد خاک ہو نہ پس مرگ یا نبی
قدموں کے پاس آپکے تھوڑی سی جا ملے

کسکو سناؤں میں شب فرقت کا ماجرا
کسکو دکھاؤں دل کوئی درد آشنا ملے

ہو سنگ آستان نبی اور سر مرا
طیبہ کا در ملے تو مرا مدعا ملے

آگاہ ہو چکا ہوں فنا فی الرسول سے
اپنا نشاں مٹاؤں تو اسکا پتا ملے

وحشت رہے نہ پھر تپش آفتاب کی
روز جزا جو دامن خیر الورا ملے

سد رہ لقائے پیمبر ہے زندگی
ہے مژدۂ طرب جو پیام قضا ملے

اے دل تو کوئی ہستئ موہوم سے نکل
نقش فنا مٹائے تو راہ بقا ملے

اسکے سوا نہیں کوئی دارین میں طلب
خوشنودی الٰہ نبی کی رضا ملے

ہے نقش لوح دل پہ جو نام محمدی
تاریکی لحد میں نہ کیونکر ضیا ملے

مٹ جائے جبہہ سائی سے قسمت کی تیرگی
اے کاش آستانۂ شاہ ہدا ملے

پہونچیگی روح بزم رسالت مآب میں
ہاں رہ نورد کا جو کوئی نقش پا ملے

اپنی پنہ میں لیجئے قسمت سے تنگ ہوں
مغموم دل حزیں کو کوئی آسرا ملے

خواب میں احمد مختار کی رویت ہوجائے
جی بہلنے کی الٰہی کوئی صورت ہوجائے

حشر میں بھی مری طیبہ میں سکونت ہوجائے
نہ کہیں خلد میں یارب مجھے وحشت ہوجائے

تن خاکی ہے مرا سدرہ وصلِ نبی
ڈھیر ہو خاک مری جل کے ترے کوچہ میں

جسم سے روح نکل جائے تو راحت ہو جائے
عاشق روئے نبی کی یہ علامت ہو جائے

یا نبی غرق ہے معصوم یم عصیاں میں
نظر فیض سے تبدیل یہ حالت ہو جائے

جلوہ فرما جو کہیں شاہ رسولاں ہو جائے
بخشش حق جبکہ شفاعت میں در افشا ہو جائے
کوئی مرتد بھی کرے ورد زباں گر دم مرگ
داغ دل ہجر پیمبر کے دکھاؤں کسکو

دشت پر خار بھی ہو رشک گلستاں ہو جائے
محو یکلخت یقیں دفتر عصیاں ہو جائے
کلمہ پاک وہیں رہبر ایماں ہو جائے
مثل آئینہ ہر اک ششدر و حیراں ہو جائے

حشر تک عشق پیمبر میں لحد سے معصوم
کیا عجب ہے جو پس مرگ غزلخواں ہو جائے

کبتک تڑپ تڑپ کے یہ صدمہ اٹھائیے
بیمار غم نہ منت عیسیٰ اٹھائیے
میں اپنی جان دونگا جوار رسول میں
اے دل غریق عشق ولائے رسول ہو

یا مصطفیٰ جدائی کا پردا اٹھائیے
خاک در نبی دل شیدا اٹھائیے
کہدو اجل سے اپنا تقاضا اٹھائیے
اب سر سے زندگی کا سہارا اٹھائیے

معصوم میں ہوں حشر میں اور دامن رسولؐ
اب واعظوں کا ناز نہ بیجا اٹھائیے

یوں حادثات دہر سے گھبرا نہ جائیے
عشق حبیب پاک کی دولت کو پائیے
قدموں پہ خاک بنکے پیمبر کے جائیے
اوج فلک سے لائیے مضموں کو ڈھونڈھکر
ہاں وقت ہے کہ اب دل مشتاق کے لئے

اے دل در رسول پہ بستر لگائیے
کمرے کو دل کے نور یقیں سے سجائیے
آنکھوں میں شوق بنکے سراپا سمائیے
فکر رسا سے طبع کا جوہر دکھائیے
دامن سے اپنے گوہر معنی لٹائیے

پیش نظر ہو جلوۂ کون و مکاں ترے — عشق نبی کی دل پہ ذرا چوٹ کھائیے
توحید کا ہے راز فنا فی الرسول میں — ہستی کو خودی کے توڑ کے کچھ رنگ لائیے
ظلمتکدہ میں دل کے ترے جلوہ گر ہے کون — پردہ دوئی کا قلب سے اپنے اٹھائیے
مل مل کے آستان پیمبر پہ بار بار — لوح جبیں سے بخت کا لکھا مٹائیے
عصیاں کی یاد میں تو بہا اشک انفعال — حسن عمل جو کچھ ہو اسے بھول جائیے
آتشکدہ میں عشق پیمبر کے کود پڑ — ہمت نہ ہار شوق سے بخت آزمائیے
قرب خدائے پاک کی ہو جستجو اگر — سر آستان شاہ ہدیٰ پر لگائیے

مقصد نہ پاؤں اپنا تو مغموم مرمٹوں
جذبات دل کو لیتے کہاں تک دبائیے

عشق کا بار گراں تھا اور ہم دیکھا کئے — ہجر شہ میں دل طپاں تھا اور ہم دیکھا کئے
شب کوئی وقف فغاں تھا اور ہم دیکھا کئے — شعلہ زن سوز نہاں تھا اور ہم دیکھا کئے
کاروان دل رواں تھا اور ہم دیکھا کئے — چل بسا جو رازداں تھا اور ہم دیکھا کئے
صرصر غم سے تباہی آگئی، کیسی بہار — باغ دل وقف خزاں تھا اور ہم دیکھا کئے
راہزن لوٹا کئے ہر دم متاع عقل و ہوش — بلبل دل نوحہ خواں تھا اور ہم دیکھا کئے
وادئ عشق پیمبر میں بھٹکتے ہی پھرے — گم مگر نام و نشاں تھا اور ہم دیکھا کئے
ساقئ بطحا کے میخانے سے آئے تشنہ لب — العطش ورد زباں تھا اور ہم دیکھا کئے
کچھ نہ پائے فیض اور قعر مذلت میں گرے — لطف شاہ دو جہاں تھا اور ہم دیکھا کئے
ٹھہرتا منزل پہ کیا آمادہ ہر دم کوچ پر — توسن عمر رواں تھا اور ہم دیکھا کئے
خواہشوں میں مبتلا رہ کر ہوئے خوار و ذلیل — نفس کا دل پاسباں تھا اور ہم دیکھا کئے
لکھ چکے سب جو لکھنا تھا کراماً کاتبین — پرخطر اپنا بیاں تھا اور ہم دیکھا کئے
قافلہ اپنا مدینہ کو روانہ ہو چکا — ہم پہ جور آسماں تھا اور ہم دیکھا کئے

جانفزا نکہت سے اے معصوم ہم محروم تھے
کلک اپنا گل فشاں تھا اور ہم دیکھا کئے

جو عشق نبی میں بسر ہو گئی
مری زندگی بے ضرر ہو گئی

اٹھائے سے اٹھتا نہیں ہے قدم
اقامت بھی بار سفر ہو گئی

ضیا عشق کی چیرہ دستی ہیں تھی
شکست اپنی فتح و ظفر ہو گئی

جگا کر دیا شیب نے یہ پیام
شب زندگی کی سحر ہو گئی

نہیں آنکھ میں اشک ہے یاد جرم
عرق سے ندامت کے تر ہو گئی

جمال پیمبر کی جلوہ گری
وہ شئی تھی جو وقف نظر ہو گئی

نہ شکوہ زباں پہ نہ فریاد و آہ
شب غم دعا میں بسر ہو گئی

دل مضطرب سے ہوئی بے نیاز
دعا سے زباں بے خبر ہو گئی

ملا دوست سے کھو کے ہوش و حواس
طپش قلب کی راہبر ہو گئی

فقط ایک جاں تھی جو اپنی بساط
وہ قربان خیر البشر ہو گئی

ہے معصوم کیا فیض نعت نبیؐ
ضیائے سخن جلوہ گر ہو گئی

نہ تنہا کنہ قدرت اور اسرار خدا سمجھے
مشیت کو بھی خلاق جہاں کے مصطفٰے سمجھے

نہ سمجھے خود کو جو خوشنودی خالق کو کیا سمجھے
رضا کو درد سر سمجھے مشیت کو بلا سمجھے

ترے درد محبت کو جو ذوق جانفزا سمجھے
وہ دنیا میں الٰہی زندگی کا مدعا سمجھے

بلا میں مبتلا ان کو حقیقت آشنا سمجھے
سکونت گاہ زنداں کو فنا کو جو بقا سمجھے

عبث ہے شکوۂ تقدیر بیجا ماتم امید
خدا کو پائے کب جو خلق کو حاجت روا سمجھے

خدا کی مصلحت کو جو نہ سمجھے رہ گئے ناداں
غم و رنج و مصیبت کو وہ ظلم ناروا سمجھے

الم میں اور مسرت میں مصیبت اور راحت میں
نکات راز قدرت کو حقیقت آشنا سمجھے

یہی مذہب یہی ملت یہی ایمان ہے اپنا
رسول پاک کی قربت کو ہم قرب خدا سمجھے

ہوئی نابود ظلمت سوزش عشق پیمبر میں
فروغ قلب کو ہم صبح صادق کی ضیا سمجھے

جو ہمدرد نبی آدم ہو روشن ہے ضمیر اسکا
فراست سے شکستہ حال کا وہ مدعا سمجھے

طریق زہد سمجھے اور رہ شرع ہدیٰ تاہم
بجز عشق نبی کیونکر کوئی راہ صفا سمجھے

حقیقت میں نگاہوں میں جو اسکا نہیں کچھ بھی
طلسم ہم دنیا کو جو سمجھے ہیں بجا سمجھے

الٰہی التجا ہے از طفیل سرور عالم
ترا شیدا رہے **مغموم** اور تیری رضا سمجھے

جوش وحشت میں ہوں وارفتہ نہ کر یاد مجھے
اپنے تو اے عقل رسا چھوڑ دے آزاد مجھے

خانۂ دلکو لگی آگ میں دیکھا ہی کیا
ہوں رضا دوست نہیں رخصت فریاد مجھے

کشتیٔ عمر کردں غرق کہ لنگر توڑ دوں
اے تقاضائے محبت جو ہو ارشاد مجھے

مدد اے عشق کہ اب ضبط کا یارا نہ رہا
کر دیا عقل فسوں ساز نے برباد مجھے

دفع غم کی کوئی تدبیر نہیں اسکے سوا
اک نگہ آپکی کر سکتی ہے دلشاد مجھے

خوب ہی دیکھ چکا گلشن ہستی کی بہار
اپنے تو منظور ہے سیر عدم آباد مجھے

غمگسار اسکا ہوں میں اور وہ میرا غمخوار
دلکا حامی ہوں تو دلکی بھی ہے امداد مجھے

داور عشق پیمبر کی گرانباری میں
جگر قیس ملے اور دل فرہاد مجھے

نعت گوئی کا صلہ پاؤں ہے عرض **مغموم**
صدق و اخلاص و ادب کی بھی ملے داد مجھے

مصروف جہاں عرش الٰہی پہ گزر بھی
وہ مظہر حق، شان خدا اور بشر بھی

ہے قرب نبی لطف خدا ذوق نظر بھی
سیر رہ عرفاں ہے مدینہ کا سفر بھی

کچھ ہو خلش درد کہ کھلجائے نظر بھی
کچھ ہو تپش قلب کہ پیدا ہو اثر بھی

دلکش یہ فریب اور خطرناک وہ منزل
دنیا کی سکونت بھی ہے عقبیٰ کا سفر بھی

ہے قرب فزا آخر شب وقت سحر بھی
طاعت میں ملے ذوق دعا میں ہو اثر بھی

ہر رنگ میں ہے جلوہ نما شانِ پیمبرؐ
ہے شرط مگر وسعت دل ذوق نظر بھی

جب سوز جگر ہو تو کہاں ضبط محبت
شعلہ جو بھڑکتا ہے نکلتے ہیں شرر بھی

عشرت کا یہاں دور وہاں نعمت فردوس
سامان مصیبت کا ادھر بھی ہے اُدھر بھی

کنہ رہ اسرار نبوت میں خرد گم
کھاتے ہیں یہاں ٹھوکریں ارباب بصر بھی

کر عجز تو رفعت کا بھی ہے راز نمایاں
ہو جاتے ہیں سب نذر خودی فضل و ہنر بھی

ہرگز نہ بشر شوکت فانی پہ ہو نازاں
ہو جائے اگر اصل حقیقت کی خبر بھی

دل کی ہے بقا عشق سے اور جسم کی خواری
ہے روح کی معراج عناصر کا ضرر بھی

یارب! ترے انوار تجلی ہو نمایاں
مغموم کا ہو قرب پیمبرؐ میں گزر بھی

محمدؐ گنج عرفاں قلزم راز حقیقت بھی
محمدؐ مخزن انوار عظمت شان رحمت بھی

ضیائے رمز وحدت ہے عیاں شان نبوت سے
یہی ہے معرفت حق کی شریعت بھی طریقت بھی

جو عاقل ہے پریشانی میں دلجمعی کا ساماں کر
حضور قلب ہو یاد خدا میں کنج عزلت بھی

رہِ عشق نبیؐ میں گام زن ہو سعی و ہمت سے
ذخیرہ ہو خلوص و صدق کا اور جوش رقت بھی

انا الحق شور تھا منصور کے ہر قطرۂ خوں سے
صدائے حق کو روکے غیر ممکن کوئی طاقت بھی

بہار زیست میں اے دل فراہم زاد عقبیٰ کر
جو آجائے اجل سر پر نہیں دم بھر کی مہلت بھی

وقار عشق ہے ہو ضبط آہ و نالہ و فریاد
نہ ہو اظہار غم افشا، نہ ہو راز محبت بھی

الٰہی روز و شب دیکھا کروں روضہ پیمبرؐ کا
مدینہ ہو مرا مسکن مدینہ میں ہو تربت بھی

وہی کچھ فیض پائے پر تو شان رسالت سے
حقائق آشنا ہو قلب اور چشم بصیرت بھی

کبھی خضر طریقت ہے کبھی ہے رہزن ایماں
دل ناداں سے ہوتی ہے محبت بھی خصومت بھی

قدم عشق نبی میں ہو نہ حد شرع سے باہر
بہم جذبات الفت میں رہے شان فراست بھی

رموز عشق احمد پر جسے ہو دسترس حاصل
تو اسپر منکشف ہو راز دل اور سر قدرت بھی

سرور افزا ہے سوز ہجر بھی درد محبت بھی
غم و رنج و طپش بھی ذوق کا ساماں ہے حسرت بھی

جو ہو سوز دروں درد جگر عشق پیمبر میں
تو دیگی ساتھ اسکا قدرت حق اور مشیت بھی

ہیں بیخود اہل دل مغموم میری نغمہ سنجی سے
کہ جسمیں جلوۂ نعت نبی ہے رنگ وحدت بھی

وہ گل سرور فزا ہے جس میں نکہت بھی
اگر ہو سینہ میں دل، دل میں ہو محبت بھی

شگفتہ باغ رسالت نشاط افزا ہے
کہ اس چمن میں ہے دائم بہار وحدت بھی

نہ پوچھ بیخودئ عشق کی دل آرائی
ظہور لطف خدا ہے نوید راحت بھی

کھلے جو اصل حقیقت تو ایک ہیں دونوں
صدائے نوحہ و ماتم بھی ساز عشرت بھی

نہ سیر چرخ بھی معراج احمد مرسل
کچھ اور کیفیت اسکی ہے اور حقیقت بھی

کسیطرح نہ ملا چین راہ الفت میں
ہے دلکو بار گراں رنج بھی مسرت بھی

دماغ تختۂ مشق تخیلات رہا
ہوئی ہے باعث افکار دل فراغت بھی

بلاکشان محبت کا ذوق بھی ہے عجب
کہ رنج اٹھاتے ہیں اور رنج میں حلاوت بھی

متاع عشق ہے رنج و الم اور اسکے ساتھ
شکستہ دل ہے نہیں جسکی کوئی قیمت بھی

ملی ہے دولت عشق نبی یہ کیا کم ہے
رہی کبھی نہ تہیدست میری قسمت بھی

طلسم وہم ہے مغموم منظر ہستی
قدم کو راہ میں لغزش ہے دلکو وحشت بھی

آہ کی تاثیر کیا جاتی رہی
میری قسمت مجھکو شرماتی رہی

چل دیا ہے سوئے یثرب قافلہ
بیکسی دامن کو پھیلاتی رہی

نامرادی میرے ارماں کی گرہ
ناخن حسرت سے کھلواتی رہی

بام عنصر پہ شتابی آچکی
چشم تر یہ اشک برساتی رہی

گریۂ شبنم نہیں ہے بے سبب
میرا حال زار دکھلاتی رہی

آفتاب روئے حضرت کی شعاع
داغہائے دلکو چمکاتی رہی

سر اٹھایا ہے ہجوم شوق نے
کشمکش سے روح گھبراتی رہی

نام حضرت سے کیا ہوں پائمال
گردش افلاک چلاتی رہی

کہتے ہیں جسکو امید و آرزو
مجھکو حسرت بنکے تڑپاتی رہی

میں یہ سمجھوں گر زیارت ہو حصول
غیر کی قسمت کہیں آتی رہی

مرکے بھی دیدار ہوتا ہے حصول
یوں مجھے تقدیر سمجھاتی رہی

جوش وحشت نے پھرایا کو بکو
بیقراری پاؤں کھجلاتی رہی

مست ہوں مغموم جام عشق سے
بیخودی آئی خودی جاتی رہی

مبتلا عشق نبی میں ہوں مسرت نہ سہی
نہ ہی غم سے رہائی کی جو صورت نہ سہی

اثر افزا تو ہے نالہ مرا سطوت نہ سہی
دلمیں اک درد کی لذت ہے کرامت نہ سہی

آرزو مرکے بھی باقی یہ رہیگی میری
روضۂ شاہ ملے روضۂ جنت نہ سہی

نام ہو میرا غلامان نبی میں یارب
داخل دفتر ارباب محبت نہ سہی

نام حضرت میری بخشش کیلئے کیا کم ہے
میں نے مانا کہ نہیں کوئی عبادت نہ سہی

ہے یقیں روضۂ اقدس پہ پہونچ جاؤنگا
جذبۂ شوق ہے ہمت بھی ہے طاقت نہ سہی

کون کہتا ہے کہ ہو خلد کی وسعت اسمیں
سوزش عشق لئے ہے قبر میں راحت نہ سہی

طائر جاں کو وہاں کوئی نشیمن ملجائے
قابل خاک مدینہ مری تربت نہ سہی

بزم عشاق میں مغموم نہو کیوں تحسیں
کہ یہ مدح شہ لولاک ہے جدت نہ سہی

اسمیں ایماں کی بو کبھی نہ رہی
دلمیں جب الفت نبی نہ رہی

سوزش دلکی چاشنی نہ رہی ‎ آرزو جسکی تھی وہی نہ رہی
مجھ سے آغوش غم تہی نہ رہی ‎ میری قسمت میں کب کمی نہ رہی
ایک آنے پہ ایک کی رخصت ‎ غم جو آیا تو پھر خوشی نہ رہی
چل بسی عقل عشق احمد میں، ‎ بیخودی آگئی خودی نہ رہی
ہوگیا خشک نخل ارماں کا ‎ کشت امید بھی ہری نہ رہی
شامت آئے تو کیا کرے قسمت ‎ ایک آئی تو دوسری نہ رہی
پردہ ہے آنکھ پر تحیر کا ‎ رخ احمدؐ پہ یہ جمی نہ رہی
طپش دل ہے اور سوز جگر ‎ کوئی امید زیست کی نہ رہی
نیستی سے جو آئے ہستی میں ‎ یہ اقامت بھی دائمی نہ رہی
ہجر احمدؐ میں رو نہیں سکتا ‎ کیا کروں آنکھ میں تری نہ رہی
چل بسی آہ برق کی مانند ‎ عمر رفتہ کی آگہی نہ رہی
ہے گراں جنس کامیابی کی ‎ نامرادی کی کچھ کمی نہ رہی
سخن حق کو کہتے ہیں ہذیاں ‎ ہائے دنیا میں منصفی نہ رہی
خواہش نفس کا ہے مسکن خلد ‎ اسکو یثرب پہ برتری نہ رہی
حسرت و یاس تھے مرے ہمدم ‎ دلگدازی تھی دلدہی نہ رہی
ہوئے کمظرف عشق کے حامل ‎ ہائے اب شان عاشقی نہ رہی
مے عرفاں نے کردیا مدہوش ‎ جوش وحشت کی خودسری نہ رہی
جب سے لکھا ہوں نعت شاہ ہدیٰ ‎ فرد اعمال میں بدی نہ رہی
ہوگیا جل کے قصر تن برباد ‎ عشق کی آگ تھی دبی نہ رہی
سانس کیا لوں فضائے ہستی میں ‎ بار غم سے سبک سری نہ رہی
ہمنشینی سے خلق کے اے دل ‎ کنج عزلت کی خامشی نہ رہی

کیوں ہے مغموم خوار یاشہ دیں
کس لئے بندہ پروری نہ رہی

ہم مستحق نعمت باغ ارم ہوئے
مبعوث جب رسول جمیل الشیم ہوئے
جاتا ازل میں کوئی حشم اور کوئی جاہ
سمجھو کہ ہے جہاں میں ہماری ہی سلطنت
پہونچیگا روضۂ نبوی تک یہ مرغ روح
ہر سال جارہے ہیں مدینہ کو قافلے

صد شکر ہے کہ امت شاہ امم ہوئے
سرکش جہاں کے جتنے تھے سر انکے خم ہوئے
عشق حبیب حق کے طلبگار ہم ہوئے
ثابت جو راہ دیں میں ہمارے قدم ہوئے
ہم ہند سے جو راہی ملک عدم ہوئے
مجھ جیسے بدنصیب زمانے میں کم ہوئے

توشہ ہے آخرت کا یہی باعث نجات
مغموم نعتیہ جو مضامیں رقم ہوئے

یہی ہے جشن، یہی معنی مسرت ہے
وہ بے نظیر جہاں اور یہ لاشریک لہٗ
کھلی حقیقت احمد نہ معرفت حق کی
دکھائیگی مری وارفتگی لقائے رسول
جگر کو سوز ملا، دل کو داغ عشق نبی
دوئی کی شکل مٹائی جنوں نے وحشت میں
بتاؤں کیا ہیں دہان ولب رسول کریم
ہوا نہ گریۂ پیہم بھی باعث تسکیں
رہا نہ میں کبھی پسماندہ اہل ثروت سے
ثمر ہیں اسکے فزوں خواہ کوئی موسم ہو
یہی ہے قرب کی منزل یہی رہ عرفاں

گداز عشق پیمبر نوید راحت ہے
وہ شان ختم رسالت یہ حق کی عظمت ہے
کہ ہے وہ راز نبوت یہ سر قدرت ہے
کلید باب مقاصد ملال فرقت ہے
گلہ کسیکو ہے کیا اپنی اپنی قسمت ہے
کہ دامن اور گریباں کی ایک صورت ہے
وہ دار لطف الٰہی یہ باب رحمت ہے
وہی طپش ہے وہی درد وغم کی شدت ہے
کہ گنج داغ محبت ہے غم کی دولت ہے
کہ جاوداں ترو تازہ نہال الفت ہے
کہ عشق احمد مرسل میں رنگ وحدت ہے

رضا طلب جو ہو انساں تو رنج ہی کیا ہے
نہ ہو جو دل متزلزل تو کیا مصیبت ہے

عجیب لذت سوز دروں ہے روح افزا
تنور سینہ ہے دل مخزن محبت ہے

کوئی چھپائے بھی کیونکر غم محبت کو
کہ رنگ رخ سے عیاں ہے جو دل کی حالت ہے

غزل سرائی مغموم زیب بزم سخن،
بیاں میں حسن سلاست ہے شان جدت ہے

آمادۂ فنا جب ہر گل سے رنگ و بو ہے
عشق رسول اکرم شایان آرزو ہے

قطرات خوں ہمیشہ رگ رگ سے ہوں نمایاں
عشاق احمدی کا ابدل ہی وضو ہے

حسن جمال احمد رویا میں جلوہ گر ہے
اے بیخودی ٹھہر جا ہنگام گفتگو ہے

ہو غمکدے میں دل کے بہجت کی کیا رسائی
بیفائدہ طلب ہے بیکار جستجو ہے

جز اسکے شش جہت میں کچھ بھی نظر نہ آیا
توحید کا ہے جلوہ آئینہ روبرو ہے

جاں ہے فدا احمد جاں کی بساط کیا ہے
دل کی ہے کیا حقیقت اک قطرہ وہ لہو ہے

دونوں میں راہ نکلے کیونکر موافقت کی
ہے عقل مصلحت میں اور عشق جنگجو ہے

رسوائیوں میں حاصل ہے ذوق کامیابی
وقعت نہیں جنوں کی گر حفظ آبرو ہے

مغموم ہے یقینی توحید فی الرسالت
ذکر شہ ہدیٰ میں پیوستہ یاد ہو ہے

بالیقیں فرخندہ اہل درد کا انجام ہے
کامیابی ہے اسکی جو یہاں ناکام ہے

جسکو ہے ذوق رضا ہر حال میں مسرور ہے
ناامیدی کے بدولت حسرت دل آلام ہے

انکشاف قلب کیا ہے نور ہے ایمان کا
کشتے ہیں عشق و محبت جسکو وہ اسلام ہے

اپنی ہستی کو فنا کر قلب کا ارشاد ہے
نوش کر جام بقا یہ روح کا پیغام ہے

رہبر انساں کی ہوتی ہے مصیبت دہر میں
اور سبق آموز عبرت گردش ایام ہے

کلمۂ طیب میں ہے شان احمدی کا ثبوت
گلشن توحید میں بھی مصطفےٰ کا نام ہے

لذت سوز نہانی، درہم و دینار داغ	عشق سے تنخواہ ہے وہ اور یہ انعام ہے
باعث تسکین ہے شیرازۂ نام رسول ﷺ	دفتر یار ینۂ گیتی کا استحکام ہے

عشق احمد کا ہے مسکن، نام احمد کا نگیں،
دل مرا مغموم بیشک قابل اکرام ہے

عشق شہ ہدیٰ میں دل میرا مبتلا ہے	محروم کیوں اثر سے یا رب مری دعا ہے
وہ التجا ہے میری جس سے اثر جدا ہے	کوتاہ دست قسمت، فریاد نا رسا ہے
ناسور قلب میں ہے سینہ بھی شق ہوا ہے	آ! اے نسیم یثرب دروازہ دل کا وا ہے
اے جذب اب مدد کر، اے شوق اثر دکھا دے	خونبار چشم تر ہے بیتاب دل ہوا ہے
گرداب میں ہے کشتی عمر رواں کی میرے	اے مالک حقیقی تیرا ہی آسرا ہے
حال زبوں پہ میرے احباب خندہ زن ہیں	ناصح مآن الفت کہتے ہیں سب کیا ہے
سرنذر عشق کردوں جاں کو فدا کروں میں	پورا ہو گر کسی دن جو دل کا مدعا ہے
آتشکدہ جگر ہے اور دل مرا طپاں ہے	وہ سوز بے اثر ہے یہ درد لادوا ہے
ہجر شہ ہدیٰ میں اب جان پر بنی ہے	واں رنگ بے نیازی محشر بپا ہوا ہے
وقف الم ہوا ہوں یا مصطفےٰ بلا لو	باقی ہے وقت تھوڑا سر پر گھڑی قضا ہے
روشن ہے خانۂ دل ظلمت کا کیا گذر ہو	عشق رسول حق کی تابندہ یہ ضیا ہے
پیدا ہے کسکی مجھ کو ہوں سرفراز عالم	سرِ دار دو جہاں کی چوکھٹ پہ جو جھکا ہے
غم نے نہ مجھ کو کھایا میں غم کو کھا رہا ہوں	بہتی ہے الٹی گنگا یہ طرفہ ماجرا ہے
جلوہ عیاں نبیؐ کا عظمت نبی کی روشن	ہے نقش نام دل پر نقش دوئی مٹا ہے
جذبات دل ہیں میرے ممنون بے زبانی	میری دعا الٰہی بے صوت و بے صدا ہے
گرویدہ ہوں میں اسکا اور مجھ سے ربط الفت	میں اسپہ ہوں تصدق اور مجھ پہ شہ فدا ہے

مغموم وقف حسرت کونین سے ہے نفرت

یا شاہ دیں مدد ہو وہ تشنہ لقا ہے

جو شیفتۂ سید ابرار نہیں ہے
وہ معتقد حضرت جبار نہیں ہے

سمجھو کہ خدا اس کا طرفدار نہیں ہے
جس پر نظر احمد مختار نہیں ہے

کب قلب مرا محرم اسرار نہیں ہے
کب سینہ مرا مطلع انوار نہیں ہے

دل ذوق تنعم کا طلبگار نہیں ہے
دنیا کی مسرت سے سروکار نہیں ہے

جو عقل کے ماتحت ہے ہوشیار نہیں ہے
جسکو ہو خبر اپنی خبردار نہیں ہے

شرمندہ ہو دلمیں وہ خطاکار نہیں ہے
کب رحمت حق کا وہ سزاوار نہیں ہے

جو درد سے محروم ہے بیدار نہیں ہے
کیا پائے حلاوت جو دل افگار نہیں ہے

دلمیں جو پشیماں ہو گنہگار نہیں ہے
دور اس سے کبھی رحمت غفار نہیں ہے

جان جائے مگر ہاتھ سے جائے نہ مدینہ
دشواری منزل تو گرانبار نہیں ہے

ہوگا وہ سر حشر مصیبت میں گرفتار
عشق شہ دیں میں جو گرفتار نہیں ہے

ذات شہ دیں میں ہے نہاں جلوۂ یزداں
یہ راز خفی قابل اظہار نہیں ہے

حاصل ہو نہ کیوں قرب شہنشاہ دو عالم
دل وقف خودی مائل پندار نہیں ہے

جاں لینی بھی آسان نہیں شیدائے نبی کی
پیک اجل اسواسطے تیار نہیں ہے

داغوں کی ہے کیا نشو و نما عشق نبی میں
سینہ مرا اک روکش گلزار نہیں ہے

نعت شہ لولاک میں پیہم سحر و شام
کب خامۂ مغموم گہربار نہیں ہے

حب احمد میں یہ وارفتہ جو دیوانہ ہے
قیمت عشق ہے جاں دل مرا بیعانہ ہے

دامن عشق نبی ہاتھ سے چھوٹے نہ کبھی
زندگی یوں ہی بسر ہو تو وہ فرزانہ ہے

نہ یہاں شیشہ و ساغر نہ یہاں بدمستی
بزم عرفاں کا شہ دیں کے یہ میخانہ ہے

طائر دل کو نہیں کوئی فضا اور پسند
نکہت گلشن طیبہ کا یہ مستانہ ہے

میکدہ ساقئ بطحا کا ہے باب توحید
یہ بھی اس رنگ میں اک مشرب رندانہ ہے

منکشف دل پہ ہوا کرتے ہیں کونین کے راز
نور عرفاں کی ضیا محفل جانانہ ہے

جان کو اپنی رہ عشق میں رکھے جو عزیز
بزم عشاق پیمبر میں وہ بیگانہ ہے

رزق پہونچے تو یہ لازم ہے پڑھیں صل علےٰ
مفتخر ذکر پیمبر سے ہر اک دانہ ہے

بخت واژوں کی مرے کیوں نہو گردش زائل
مئے توحید کا گردش میں جو پیمانہ ہے

عشق محبوب کو اسباب کی حاجت کیا ہے
خال و ابرو ہے نہ گیسو کوئی شانہ ہے

گھر عشق نبی جس میں نہ ہو وہ بیکار
دلکو آباد جو سمجھے ہو وہ ویرانہ ہے

نہ مدینہ کی زیارت، نہ طواف کعبہ
عبرت انگیز الٰہی مرا افسانہ ہے

ضو فشاں دل میں تصور رخ احمد کا ہے
قصر شاہی سے بھی بڑھکر مرا کاشانہ ہے

خاک طیبہ میں جو آجائے مجھے خواب اجل
میں یہ سمجھوں کہ ملا بستر شاہانہ ہے

دل مغموم لقا سے شرف اندوز ہو اب
یا نبی دید سے محروم سیہ خانہ ہے

جو مشکل سی بھی مشکل ہو مصیبت ہو ٹلجاتی ہے
صبا جب نکہت گل گلشن طیبہ سے لاتی ہے

بہار آئی جو گلشن میں صبا یہ گل کھلاتی ہے
ملی جو لذت درد نہاں وہ دل سے جاتی ہے

ملے مقصد نبی کے آستاں پہ کیوں نہ جا پہونچوں
مری ناکامی دل ٹھوکریں در در کھلاتی ہے

شب فرقت کے آگے درد دل پہلو میں اٹھتا ہے
مصیبت سے بھی پہلے چشم تر طوفاں اٹھاتی ہے

یہ بھی امید مستقبل مرا شاید کہ بہتر ہو
قضا لیکن تمناؤں پہ میری مسکراتی ہے

مزہ تیرے ستم کا بھی چکھادوں ٹھہر اے گردوں
رسول اللہ کے دربار سے امداد آتی ہے

زمیں سے اٹھ رہا ہے کس لئے گرد و غبار ایسا
زمیں پر چلنے والوں کے الم میں خاک اڑ آتی ہے

فغاں کرتا ہوں جب مشتاق ہے لقا شاہ عالم میں
اشارے سے قضا آغوش میں اپنے بلاتی ہے

کوئی دیکھے یہ ہمدردی کہ روح جاں مضطرب ہو کر
تڑپ جاتے ہیں جسدم چشم تر آنسو بہاتی ہے

ہے بزم نعت میں کیا نغمہ سنجی بلبل دل کی
چہکتی ہے جو بوئے گل طبیعت رنگ لاتی ہے

نیا پایا مدعا دل کا تو اجڑا خانۂ دل بھی
نحوست دیکھکر وسعت قدم اپنا جماتی ہے

ہے سوز ایسا کہ اشک گرم آنکھوں سے نکلتے ہیں
مری بیتابئ دل آگ پانی میں لگاتی ہے

تصور روضۂ احمد کا جسدم مجھکو آتا ہے
ریاض خلد کی تصویر آنکھوں میں سماتی ہے

مسرت کب گوارا کر سکے افسردگی دل کی
تمنا رہ سکے کیونکر جو حسرت راہ پاتی ہے

سفر کا خوف کسکو اور مصیبت کی کسے پروا
کہ رحمت مژدۂ لاتقنطوا ہر دم سناتی ہے

مقابل ہیں امید و یاس اور بیتابی و تسکیں
وہ گھٹتی ہے یہ بڑھتی وہ لگاتی یہ بجھاتی ہے

جو حد سے معصیت بڑھتی ہے طاقت سلب ہوتی ہے
ندامت میری منھ رحمت کے دامن میں چھپاتی ہے

وہی تدبیر بہتر جس سے کچھ عقدہ کشائی ہو
وہی تقدیر اچھی جو بگڑتی کو بناتی ہے

شہ دیں کر گزر مغموم کی اب دستگیری ہو
کہ تیرے رہگزر میں میری جاں آنکھیں بچھاتی ہے

شفاعت سے نبی کی کب کوئی مجرم بھی خالی ہے
وہ مولا ہے وہ داتا ہے وہ آقا ہے وہ والی ہے

پڑے گر عشق کا سایہ تو ہو نخل تمنا خشک
خزاں کے پاؤں رکھتے ہی چمن کی پائمالی ہے

نہیں حاصل شفا ہوگی کبھی بیمار فرقت کو
جو عشق شہ میں موت آئے طبیعت کی بحالی ہے

جو جینا ہو تو خوں پیکر جو مرنا ہو تو گھل گھل کر
جناب عشق نے بھی راہ یہ اچھی نکالی ہے

نشاط روح حاصل ہو نہ کیونکر خاکساری سے
کہ میں نے نفس کی خواہش پہ دائم خاک ڈالی ہے

مشام جاں معطر کر رہے ہیں سامعیں کا کر
مرا ہر مصرع موزوں ہے یا پھولوں کی ڈالی ہے

کمال اور مغز پاشی ہے ہنر اور درد سر دائم
وہی اچھے رہے جنکو کہ حاصل بے کمالی ہے

نہیں عشق نبی میں نالہ و فریاد کی رخصت
وہ مرجاتا ہے گھٹ گھٹ کر کہ جسکا ظرف عالی ہے

برضائے حق کی رہنا اور مصیبت جھیلتے جانا
جہاں میں شان عشاق پیمبر کی نرالی ہے

روش بیگانۂ عقل و ہوش سے ہو اہل الفت کی
متاع عشق کو غارت وہی ہستی کرنوالی ہے

کدورت تند خوئی شیوۂ اہل صفا کب ہے — ہوا کو دیکھ او غافل کہ دامن اسکا خالی ہے

کروں فریاد حضرت سے تو ہو جائیگا خاکستر — سنبھل جائے فلک جبتک زباں میں نے سنبھالی ہے

نہیں ملتا دلا طالب کو برسوں تک پتہ جسکا — رہ قرب خدا عشق نبی سے میں نے پالی ہے

مدینہ چھوڑ کر خلد بریں کو کیا کروں لیکر — مری بیہودہ خواہش ہے مرا منشا خیالی ہے

پیا پئے ساقی کوثر سے ہو مینائے دل لبریز — مئے عرفان سے خالی مئے جام سفالی ہے

یہاں دست خزاں کو دسترس ہرگز نہیں حاصل — نہال عشق کی سرسبز ہر دم ڈالی ڈالی ہے

نہیں منھ میں زباں قالب میں جاں آنکھوں میں بینائی — مری تصویر بھی گویا کہ تصویر نہالی ہے

عدو لرزاں تھے عفو شاہ دیں سے ہو گئے شاداب — وہ منظر تھا جلالی اور یہ شان جمالی ہے

دُر مقصد نہ پاؤں تو اسی جا مر مٹوں آخر — کہ میرے ہاتھ میں اور آپ کے روضہ کی جالی ہے

طفیل شاہ دیں امید ہے عفو جرائم کی — اگرچہ جانتا ہوں میں وہ درگہ لاابالی ہے

کرم سے اپنے پہنچا دے رسول اللہ کے روضہ پر
کہ مغموم حزیں یا رب ترے در کا سوالی ہے

زباں پر جب محمد کا مبارک نام آتا ہے — تو نور آنکھوں میں اور دل میں مرے آرام آتا ہے

جو روضہ پر نبی کے کوئی نیک انجام آتا ہے — گلے میں اسکے عشق احمدی کا دام آتا ہے

مئے عرفاں کی سرمستی سرور افزائے ہستی ہے — اگر لب تک کوئی ٹوٹا ہوا بھی جام آتا ہے

اغثنی یا رسول اللہ کا نعرہ لگاتا ہوں — جو بگڑا ہو مقدر یہ وظیفہ کام آتا ہے

فروغ اب شمع کو ہوتا ہے حاصل سر کٹانے سے — جگر پر زخم کھانے سے نگیں پر نام آتا ہے

حصار دل پہ ہے فوج غنیم اب ہجر احمد میں — ہجوم حسرت و رنج و غم و آلام آتا ہے

اگر عشق نبی دل سے نکل جائے تو ظلمت ہے — گیا جب صبح کا ہنگام وقت شام آتا ہے

جو ذکر شافع محشر سے غافل خلق ہوتی ہے — جہاں میں انقلاب گردش ایام آتا ہے

خلوص صدق کا شمہ نہ ہو گر جاگزیں دل میں — پہونچکر وہ در احمد پہ بھی ناکام آتا ہے

شراب عشق سے ہوتا ہے جو وارفتہ و سرشار — اسی دل میں وقار بانیٔ اسلام آتا ہے
جو سودا سرفروشی کا ہو عشق پیمبر میں — تو اسپر زمرۂ عشاق میں الزام آتا ہے
نہیں ہوتا کسی کو گر نبی کے عشق کا احساس — تو دل میں اسکے دائم خطرۂ اوہام آتا ہے
جو سوز عشق حاصل ہو تو داغ دل نمایاں ہوں — یہ دربار پیمبر سے اسے انعام آتا ہے
کشاکش ہائے ہستی سے ہو کیونکر روح کو تسکیں — گیا دور طرب اب موت کا پیغام آتا ہے

جو پہونچو زائر روضہ پہ اتنی عرض کر دینا
جسے مغموم کہتے ہیں وہ نافرجام آتا ہے

نبی کے نام سے آسان مری ہر ایک مشکل ہے — کہ شوریدہ سری میں بھی مجھے تسکین حاصل ہے
مدینہ کی تمنا چٹکیاں لیتی ہے پہلو میں — دل وارفتہ سینہ سے لگا لینے کے قابل ہے
بھرے ارماں ہیں اور عشق نبی کی شمع روشن ہے — مبارک دل مرا کیا شان شوکت کی یہ محفل ہے
ہوا نعت حبیب حق میں خامہ درفشاں میرا — یہ طبع رواں میں رحمت خلاق شامل ہے
الٰہی رحم کرنا معرکہ سر عشق کا ہو جائے — مرا دل ہے نحیف و زار اور یہ سخت منزل ہے
مدد اے عشق احمد پار کر طوفان عصیاں سے — بھنور میں کشتی عمر رواں ہے دور ساحل ہے
میں وہ گم کردہ رہ ہوں اور وہ گم کردہ مقصد ہوں — پڑا ہوں جستجوئے مدعا میں سخت مشکل ہے
جگر اتنا سا جہاں اتنی جہم سر ہو تو کیونکر ہو — الٰہی عشق کا کوہ گراں دل کے مقابل ہے

ترے محبوب کے در پہ بلا مغموم بیکس کو
الٰہی خنجر بیداد گردوں کا وہ بسمل ہے

ہے ذکر شاہ جبتک سانس کی رفتار باقی ہے — کہ ہر ہر رگ میں عشق احمد مختار باقی ہے
نہ کوئی ہجر احمد کی رہ دشوار باقی ہے — مصیبت کٹ گئی لیکن قضا کا وار باقی ہے
درخشندہ ہیں اور روشن ضیائے حسن حضرت سے — مہ و خورشید میں اک پرتو انوار باقی ہے
جنون عشق احمد نے مشبک کر دیا لیکن — طلب باقی ہے دل میں طالب دیدار باقی ہے

ہوا گو ٹکڑے ٹکڑے خنجر عشق پیمبر سے
دل صد چاک میں ارماں ابھی بسیار باقی ہے

کہاں آصف کہاں داغ و امیر احمد کی گلریزی
نہ وہ گل ہے نہ وہ بلبل نہ وہ گلزار باقی ہے

گل افشانی کرو مغموم کچھ نعت پیمبر میں
کہ مشتاق سخن یاں مجمع حضار باقی ہے

نبی کا عشق ہے جبتک کہ جان زار باقی ہے
کہ دل ہے وقف غم اور دیدۂ خونبار باقی ہے

بھٹک جا کر یقیں ہے روضۂ احمد پہ پہونچونگا
دل گم گشتہ میں گر حسرت دیدار باقی ہے

مرے اعمال پر نعت نبی کی پردہ پوشی ہے
گنہ سب ہو چکے اب رحمت غفار باقی ہے

سخنور ہے وہی ذی شان جو مداح پیمبر ہے
کہ جس سے شاعری کی رونق بازار باقی ہے

صدا توحید کی نکلی ہے جسکے گوشہ گوشہ سے
رسالت کا ابھی وہ گلشن بیخار باقی ہے

نہ فرصت پاؤں میں نعت شہ لولاک سے یارب
مرے ہاتھوں میں جبتک کلک گوہربار باقی ہے

عجب طرز بیاں مغموم کا ہے نعت حضرت میں
کہن سالی میں بھی شیرینی گفتار باقی ہے

دم محشر نمایاں میری شوکت ہونیوالی ہے
عنایت حق کی حضرت کی حمایت ہونیوالی ہے

عبادت پر بھروسہ ہے نہ تکیہ ہے ریاضت پر
کہ بخشش کا سبب میری ندامت ہونیوالی ہے

لحد میں نور پھیلیگا جو مداحان حضرت کے
نہ پرسش ہونیوالی ہے نہ ظلمت ہونیوالی ہے

پڑھ ہونگا نعتیہ اشعار جسدم جوش رقت سے
یقیں سمجھو قیامت میں قیامت ہونیوالی ہے

مدینہ کا وہ خواہاں ہے تو یہ جنت کی طالب ہے
دل و جاں میں مگر اک ان عداوت ہونیوالی ہے

تپ سوز درون عشق احمد ساتھ رکھتا ہوں
مجھے کیا گلشن جنت سے راحت ہونیوالی ہے

رہو مصروف اے مغموم دائم نعت حضرت میں
اسی سے مغفرت کی کوئی صورت ہونیوالی ہے

غم ہجر نبی کی دل میں شدت ہونیوالی ہے
مرے نالوں سے برپا اک مصیبت ہونیوالی ہے

اجل سر پہ کھڑی ہے سلب طاقت ہونیوالی ہے
مگر نعت پیمبر سے نہ فرصت ہونیوالی ہے
طفیل نعت نازل حق کی رحمت ہونیوالی ہے
مرے مرقد سے ظاہر میری عظمت ہونیوالی ہے
جگر کو ذوق جلنے کا تو دلکو ہے تڑپنے کا
نہ صبر اسکو نہ اسکو استقامت ہونیوالی ہے
اسیر عشق احمد ہوگیا اب بچ نہیں سکتا
کہ مرغ روح کی اب تن سے رخصت ہونیوالی ہے
ملک صل علی پڑھتے ہوئے محفل میں بیٹھے ہیں
رسول انس و جاں کی آج مدحت ہونیوالی ہے
اڑینگے دھجیاں دست جنوں سے جامۂ تن کے
فراق یار کی اب ختم مدت ہونیوالی ہے
غرض کیا حور و غلماں سے بھلا عشاق احمد کو
کہیں غیروں سے بھی انکی محبت ہونیوالی ہے

نکل آئیگا پہلو چیر کر عشق پیمبر میں،
دل معمومؔ کی ظاہر کرامت ہونیوالی ہے

پیمبر پہ یہ دل فدا ہو رہا ہے
مرا انجم طالع رسا ہو رہا ہے
غم مصطفےٰ دیر پا ہو رہا ہے
کہ قرب شہ انبیا ہو رہا ہے
تھمینگے نہ آنسو رکینگے نہ نالے
جو ہے فرض عاشق ادا ہو رہا ہے
ہم الٹے دعا کی ہے تاثیر الٹی
بھلا چاہتے ہیں برا ہو رہا ہے
جو دلکو سنبھالوں تو پھٹتا ہے سینہ
میں کیا چاہتا ہوں یہ کیا ہو رہا ہے
سزا جرم کی میرے تعزیر دل کی
جو کچھ ہو رہا ہے بجا ہو رہا ہے
فرشتوں کی تسبیح حوروں کا نغمہ
نہ پوچھو مدینہ میں کیا ہو رہا ہے
خدا کی عنایت نبی کا تصدق
جو دل درد سے آشنا ہو رہا ہے

بلا لو اسے ہند سے میرے آقا
کہ معمومؔ صید جفا ہو رہا ہے

شہ دیں پہ دل مبتلا ہو رہا ہے
کہوں کیا جو کچھ ماجرا ہو رہا ہے
نہ پوچھو کہ فرقت میں کیا ہو رہا ہے
مقدر کا میرے لکھا ہو رہا ہے

ٹھہر کیا سکے صبر عشق نبیؐ میں
دل اس سے، وہ دل سے جدا ہو رہا ہے

قفس تنگ جیسے رہائی ہے مشکل
مرے جسم سے دم خفا ہو رہا ہے

ہوا دل جو برباد باقی رہا کیا
امیدوں کا مخزن فنا ہو رہا ہے

پڑے آبلے دل میں روزن جگر میں
خبر کسکو ہوتی ہے کیا ہو رہا ہے

مرے توسن عمر کا جو قدم ہے
رسا ہو رہا ہے ہوا ہو رہا ہے

سبکدوش منت سے ہوں میں خضر کے
مرا دل مجھے رہنما ہو رہا ہے

صبا کا ہے احساں کہ اب غنچۂ دل
ہوا سے مدینہ کی وا ہو رہا ہے

ہے عزم مدینہ تشفی ہے دلکو
کہ پورا مرا مدعا ہو رہا ہے

زہے بخت مغموم چھوڑ اپنی حشمت
پیمبر کے در کا گدا ہو رہا ہے

پیمبر پہ ہر دم فدا ہو رہا ہے
یہ دل قید غم سے رہا ہو رہا ہے

جو ذکر نبی پر ملا ہو رہا ہے
مرے لوح دل پر جلا ہو رہا ہے

ادھر دست دانش ادھر جوش وحشت
یہ اس سے وہ اس سے خفا ہو رہا ہے

ہوں مداح احمد جو بام فلک پر
مرا تذکرہ جابجا ہو رہا ہے

کہیں اہل محشر جو جوش جنوں ہو
کہ محشر میں محشر بپا ہو رہا ہے

کیا غم نے مجروح دلکو ملا ذوق
ستم ناروا تھا روا ہو رہا ہے

یہاں جانکنی ہے وہاں جوش مستی
یہ کیا ہو رہا ہے وہ کیا ہو رہا ہے

مؤثر ہے ناکامی حسرت دل
کہ کوتاہ دست دعا ہو رہا ہے

در مصطفےٰ اور مغموم کا سر
تقاضائے الفت بجا ہو رہا ہے

الفت میں شہ دیں کی یہ نوحہ گری کیوں ہے
گر عشق نہو دل میں شوریدہ سری کیوں ہے

عشاق کو حال ہے کچھ ذوق الم ورنہ / کیوں وقف مصیبت ہیں یہ بیجگری کیوں ہے
کر نور حقیقی کا نظارہ جو بینا ہے / کچھ سوچ دل ناداں یہ جلوہ گری کیوں ہے
ناکامیٔ حسرت ہے اور خون تمنا ہے / نالہ جو رسا ہوتا پھر بے اثری کیوں ہے
ناموس کا غم ہوتا رسوائی کا ڈر ہوتا / یہ جوش جنوں کیوں ہے یہ جامہ دری کیوں ہے
روشن ہے یہ بت خانہ ہے جلوہ یہاں کس کا / پہلو میں اگر دل ہے پھر بے بصری کیوں ہے
مضطر ہوں پریشاں ہوں محزوں ہوں مرے آقا / یہ طرز کرم کیوں ہے یہ کم نظری کیوں ہے
کھلتی ہے کلی دل کی نکلی نہ ہو طیبہ سے / اٹھلاتی ہوئی آئی باد سحری کیوں ہے

مغموم کے سر میں ہے سودائے نبی ورنہ
سینہ میں طپش کیوں ہے آنکھوں میں تری کیوں ہے

ریاض مدینہ کی بو آرہی ہے / تمنائے محبوب تڑپا رہی ہے
فرشتوں نے پایا نہ جو رونے دیکھا / مری آنکھ جو جلوہ دکھلا رہی ہے
فزوں جوش اور تنگ ہے ساغر دل / شراب محبت چھلک جا رہی ہے
پیمبر کے روضہ پہ چھڑکاؤ ہوتا / مری آنکھ جو اشک برسا رہی ہے
شب ہجر میں یاد مژگان حضرت / مری فصد دل آج کھلوا رہی ہے
سمٹ جا رہی ہے گناہوں کی وسعت / شفاعت جو دامن کو پھیلا رہی ہے
دل مردہ میں جان باقی رہی کیا / محبت مدینہ کی گرما رہی ہے
کرو مجھ کو سیراب آب بقا سے / مری تشنگی ہائے چلا رہی ہے

دم نزع یا مصطفیٰ یا محمد
صدا دل سے مغموم کے آرہی ہے

ضیائے الفت شاہ زمن ہے / شگفتہ باغ ایمان کا چمن ہے
ہے نقش اسم اعظم نام احمد / ہمیشہ دافع رنج و محن ہے

شگفتہ ہیں گل نعتِ پیمبر
خوشی سے بلبلِ دل نعرہ زن ہے

فضائے دل ہے وقفِ طائرِ غم
یہی مسکن یہی اسکا وطن ہے

ہو گرد آلود یثرب کی زمیں میں
تنِ عریاں کا موزوں پیرہن ہے

ہے طیبہ سیر گاہ حور و غلماں
کہ فردوسِ بریں کا یہ چمن ہے

متاعِ دو جہاں کی کیا حقیقت
مرا دل عشقِ احمد میں مگن ہے

غذا ہر گز نہ کوئی راس آئی
غمِ شاہِ ہدیٰ جزوِ بدن ہے

رسا ہے طالعِ مغمومِ کمتر
ہمائے عشق بھی سایہ فگن ہے

ذوقِ حبِ نبوی رحمتِ یزدانی ہے
دولتِ عشق ہے گر غم کی فراوانی ہے

شاد و خرسند ہوں کیا وجہ پریشانی ہے
کہ غمِ عشقِ نبیؐ لذتِ روحانی ہے

روز و شب سرورِ عالم کی ثنا خوانی ہے
میرا ہمسر نہ تو عرفی ہے نہ خاقانی ہے

کورِ باطن کو نظر آئے یہ ممکن ہی نہیں
چشمِ حق بیں ہو کہ تصویر وہ نورانی ہے

غم ہے کھانیکو مرے خونِ جگر پینے کو
یہی دانہ ہے مرا اور یہی پانی ہے

ہوں گدائے شہِ دیں ملکِ سخن کا والی
اس فقیری میں بھی کیا سطوتِ سلطانی ہے

دولتِ عشق جو ہو دولتِ دنیا کیا چیز
کہ بقائے ابدی اسکو ہے یہ فانی ہے

کنہِ اسرارِ نبوت کی تجسس نخدا
وجہ گمگشتگیٔ عقل ہے حیرانی ہے

کلکِ مغموم ہے اور وصفِ شہِ ختمِ رسل
مرحبا صلِ علیٰ کیا گہر افشانی ہے

زندگی سدِ رہِ منزلِ عرفانی ہے
عشق میں جی سے گزر جاؤ تو آسانی ہے

ہما یہ کیا اس کا ہو جو سایۂ ربانی ہے
گر نہ سمجھے کوئی انسان تو یہ نادانی ہے

ہے عبث فکرِ سخن گر ہو کوئی پست خیال
فکرِ معقول جو ہو طبع کی جولانی ہے

کاش مل جائے مجھے جنسِ لقائے حضرت،
جان دیکر بھی اگر پاؤں تو ارزانی ہے

تا بہ امکاں نہ کروں رازِ محبت کو عیاں
ضبطِ گریہ ہو کہاں سوزشِ پنہانی ہے

جان دیدوں میں اگر روضۂ والا دیکھوں
سرفروشوں میں یہی عشق کی قربانی ہے

پیرہن کے جو اڑے ہجرِ نبی میں پرزے
لاکھ ملبوس سے بہتر مری عریانی ہے

منہدم قصرِ بدن ہجرِ نبی میں ہوگا
جوشِ گریہ ہے یمِ اشک کی طغیانی ہے

داد ہر شعر کی اربابِ سخن دیتے ہیں
آج مغموم جو مصروفِ غزلخوانی ہے

لب سے رخسارِ محمد کی ثنا آتی ہے
پھول دامن میں لئے بادِ صبا آتی ہے

بزمِ میلاد ہے یا شانِ خدا آتی ہے
دمبدم نورِ محمد کی ضیا آتی ہے

خنجرِ نامِ محمد سے میں کرتا ہوں ہلاک،
سامنے میرے اگر کوئی بلا آتی ہے

لاش کو میرے عزیزو نہ کرو دفن ابھی
ڈھونڈھتی مجھکو مدینہ سے ہوا آتی ہے

گور میں تم کو نکیرین یہ کافی ہے جواب
کہ مرے دل سے محمد کی صدا آتی ہے

درِ اقدس پہ ہوئی شرمِ گنہ دامنگیر
مرے ایمان کے پہلو میں حیا آتی ہے

کھولکر بابِ اجابت کو یہہ کہتے ہیں ملک
آج مغموم ثناخواں کی دعا آتی ہے

بادشہ لولاک میں غفلت مجھے کب ہے
جاں اسکی مبارک جسے جاناں کی طلب ہے،

اب پیشِ نظر روضۂ سلطانِ عرب ہے
دل محوِ تمنا ہے تو جاں وقفِ طرب ہے،

مرنا تو مجھے ہجرِ پیمبر میں ہے آساں
جینا بھی تمنا میں مگر شانِ ادب ہے،

جب عشق کو پایا تو کیا عقل کو رخصت
دونوں جو بہم ہوں تو خصومت کا سبب ہے،

دیکھوں میں قریب اپنے رسولِ عربی کو
میں بھی ہوں عجب اور مرا ارماں بھی عجب ہے،

جب چشم ہوئی وا تو پتہ تیرا نہ پایا،
اب عمر تری سرعتِ رفتار غضب ہے

ایمان بھی اسلام بھی اور خوبیٔ دارین ہو جائے اگر خاتمہ بالخیر تو سب ہے
عارف سے خودی دور ہے زاہد ہمہ تن ہوش وہ نور ہے یہ ظلمت ہے وہ دن اور یہ شب ہے
اللہ سے جو چاہیں پیمبرؐ سے وہ پائیں پر فرق ہے اتنا کہ یہ ہے عبد وہ رب ہے
اب حال یہ ہے خنجر فرقت سے نبیؐ کے میں کشتہ ہوں ارماں بھی مرا جاں بلب ہے

معلوم نہیں حسن عمل لیک جہاں میں
مداح نبیؐ راہ نہ پائے تو عجب ہے

لطف جہاں میں اور نہ گنج و گہر میں ہے دل مبتلا محبت خیر البشر میں ہے
معمور دل جو عشق شہ بحر و بر میں ہے روشن چراغ نور نبوت یہ گھر میں ہے
مصروف گریہ الفت عالی گہر میں ہے سرمایۂ فروغ مری چشم تر میں ہے
جلوہ کمال عشق کا فضل و ہنر میں ہے ظلمت ہے نور بھی جو دل بے بصر میں ہے
دونوں جہاں سے عشق نبیؐ میں ہوں بیخبر زاہد عبث موازنۂ خیر و شر میں ہے
طے کر رہا ہوں دشت مدینہ کو شوق سے میں ہوں وطن میں اور مرا دل سفر میں ہے
دیتا نہیں خوشی کو جگہ دل میں اس لئے مدت سے پائمالی حسرت نظر میں ہے
یاد غم مصائب و فکر مآل کار کیا کیا عذاب زندگیٔ مختصر میں ہے
بنکر غبار شوق زیارت میں پھٹ نہ جائے افراط جوش عشق دل نوحہ گر میں ہے
پاتا نہیں ہوں نقش صفات محمدیؐ حائل خودی جو ذہن رسا کے گزر میں ہے
مرنے پہ ہو شگفتہ گل عشق احمدیؐ پژمردگی کا خوف حیات خضر میں ہے
طوفان معصیت میں ہوں برباد یا نبیؐ یہ کشتیٔ حیات بھی میری خطر میں ہے
ہے پرزے پرزے آہ سے دامان التجا تاخیر بے سبب نہ نزول اثر میں ہے
کیونکر نہ ہو مسافت طیبہ کی قطع راہ دل وقف سوز درد کی لذت جگر میں ہے
نعمت وہ کیا ہے جو نہ ترے در سے ہو حصول کہتے ہیں جسکو خلد تری رہگزر میں ہے

پائے کوئی خوشی تو ہو گرگشتہ ذوق غم | سمجھے ہے جسکو سود سراپا ضرر میں ہے

مغموم خوشہ چیں ہوں میں ارباب فضل کا
حسن بیاں لطافت معنی نظر میں ہے

نہو جو نعت پیمبر میں وا، زباں کیا ہے | فدا جو عشق نبی میں نہو وہ جاں کیا ہے
ہے مدعا کہ ہو سوز و گداز قلب حصول | دعائے آرزوئے گلشن جناں کیا ہے
بہار عشق نبی میں ہے میری نشو و نما | میں آجتک نہیں واقف ہوا خزاں کیا ہے
اثر فزا دل بریاں ہے دیدۂ گریاں | خبر نہیں یہ سمجھے سود کیا، زیاں کیا ہے
رموز معرفت و سرّ عشق کو عشاق | بیان کرتے ہیں آنکھوں سے پھر زباں کیا ہے
جو دیکھے وسعت دل پھر نگاہ میں اسکی | جہاں یہ کیا ہے زمیں کیا ہے آسماں کیا ہے
سیاہ خانۂ دل کا فروغ عشق نبی | نہو جو شمع مکاں میں تو پھر مکاں کیا ہے
جہاں طلسم فریب و اجل ہے برق فگن | سکون قلب ہے کیا جان کی اماں کیا ہے

ہے اہل فضل میں میرا شمار بھی مغموم
جہاں میں کیا ہے حقیقت مری گماں کیا ہے

عشق احمد میں جوش مستی ہے | عشق ہی سے فروغ ہستی ہے
باغ دل کی شگفتگی ہے کہ آنکھ | ابر کی طرح اب برستی ہے
داغ دل اور اور داغ جبیں | وہ ضیا یہ ریا پرستی ہے
طلب دید و خواہش جنت | اوج وہ دلفزا یہ پستی ہے
مرض معصیت میں نام نبی | روح کو وجہ تندرستی ہے
ہے یہ ممکن ہو چاک دامن دل | جوش وحدت کی چیرہ دستی ہے
ذوق حاصل نہو جو طاعت میں | طبع کی اپنی نا درستی ہے
[illegible] | میری قسمت کی تنگدستی ہے

عشق احمدؐ ہے ساغرِ دل ہیں
فیضِ شاہ ہدیٰ کا ہے یہ طفیل
اپنی پاکیزہ مے پرستی ہے
جنسِ رحمت ہوئی جو سستی ہے

فکرِ مغموم اور نعت رسولؐ
خامہ ہے اور جوشِ مستی ہے

وقفِ محبت دل بیمار رہے
عشقِ پیمبرؐ میں گرفتار رہے
لطف و مسرت کا میں خواہاں نہیں
سوزِ محبت مجھے درکار رہے
کوثر و فردوس کا ارماں نہیں
ہاں طلب احمدِ مختار رہے
سوز و غم و درد کا خوگر بنا
دل جو ترا مائلِ پندار رہے
عشق کا آزار ہے اور سوزِ غم
دلکو نہ چھیڑو یہ پُر اسرار ہے
عاشق و منعم میں تفاوت ہے یہ
وہ ہے غنی اور یہ نادار رہے
نذر رہبری لیجئے عجز و نیاز
تحفہ مرا لائق دربار رہے
آپ ہی اپنے سے جو بیگانہ ہو
عشقِ پیمبرؐ کے سزاوار رہے

عشق میں محبوب خدا کے مدام
خامۂ مغموم گہربار رہے

کلکِ قدرت نے جو کھینچا نقش عالمگیر ہے
خود مصور ہو گیا مائل یہ وہ تصویر ہے
حق کی رحمت عام ہے اور رحمتِ حق شاہِ دیں
وہ ہے مضمونِ حقائق جسکی یہ تفسیر ہے
فی الحقیقت عکسِ حسنِ شہ ہی کہتے ہیں مگر
نور ہے وہ ماہ کا یہ مہر کی تنویر ہے
میں نے پوچھا جانبازی بھی ہی ناکامی بھی ہے
کہدیا سالک نے وہ تدبیر یہ تقدیر ہے
محرمِ اسرارِ حق کہنا نہ کہنا شانِ حق
سیدِ ابرار کی یہ اک رخی تصویر ہے
مشکلوں کا سامنا ہوتا ہے راہِ قرب میں
یاس بندہ رہ، تعلق پاؤں کی زنجیر ہے
مستفید تیری غلامی سے ہوئے ہیں مفتخر
شاہِ جیلاں کوئی، کوئی خواجۂ اجمیر ہے

وسعت اتنی ہے کہ آتی ہے مدینہ کی ہوا
خانۂ دل کی مرے کیا بے بہا تعمیر ہے

سر پہ امت کے رہا سایہ زمیں پر تھا کہاں
فہم ہو تو غور کے قابل مری تقریر ہے

تفرقہ ایسا پڑا ہے مدعا کا دہر میں
جو ہے وہ بیتاب و مضطر جو ہے وہ دلگیر ہے

انقلاب دہر سے ہوتا ہے انساں کو فروغ
کیونکہ حسن شمع کا باعث فقط گلگیر ہے

کچھ بہم کر لے عمل پہلے اجل کے وار سے
ابدل ناداں سمجھ لے بے خطا یہ تیر ہے

رفعت شان نبی معصوم کیونکر پا سکے
سر بزانوئے تحیر جبکہ چرخ پیر ہے

شوق در نبی میں دل دردمند ہے
اور تیز گام عمر کا اپنی سمند ہے

آزردگی سے جان قفس تن میں بند ہے
اور آرزو کو گوشۂ دل ناپسند ہے

بیتاب ہوں امید لقائے رسولؐ میں
درد دل حزیں میں اضافہ دوچند ہے

رکھ دلکو بے نیاز جو پستی میں گھر گیا
پستی میں رو نما ہو اگر سر بلند ہے

احسن ہے خاتمہ ہو جو عشق رسولؐ میں
حسن نشاط شان دل ارجمند ہے

طوفان سے بلا کے مصیبت سے ہو نجات
عشق شہ ہدیٰ سے جو دل بہرہ مند ہے

معصوم کا کلام ہے شیریں پسند عام
جس میں حلاوت عسل و ذوق قند ہے

مقصود سے بہرہ ور نہیں ہے
فریاد تو ہے اثر نہیں ہے

کیوں کر جانوں میں راز عالم
مجھکو اپنی خبر نہیں ہے

شان احمد بیاں ہو کب تک
قصہ کوئی مختصر نہیں ہے

دلکش تھا عجب عدم کا عالم
جیسا کوئی خیر و شر نہیں ہے

نفس امارہ اور خرد گم،
رہزن ہے راہبر نہیں ہے

شاہد ہے قریب مگر نہ دیکھا
آنکھیں ہیں وا نظر نہیں ہے

عقبیٰ کا سفر ہو عشق شہ میں
منزل کوئی پُر خطر نہیں ہے

ہستی کی ہوا ہوئی مخالف
اپنا تو یہاں گذر نہیں ہے

حال اپنا دکھائے جاکے کیونکر
دل ہے مرا نامہ بر نہیں ہے

امید کا رشتہ کیا پروؤں
آنسو ہے یہہ گہر نہیں ہے

مایوس نہ ہو کہ فضل حق سے
امید کا بند در نہیں ہے

عشق احمد کی کشمکش ہے
بیچارہ ہوں چارہ گر نہیں ہے

پائے نہ لقا رہ طلب میں
جبتک اسے دردِ سر نہیں ہے

پروانہ حقیقت آشنا ہے
وارفتہ وہ شمع پر نہیں ہے

پردہ غفلت کا ہو جو حائل
ہے ظلمت شب سحر نہیں ہے

منظر ہے بلا کا عالم یاس
جس میں رد ظفر نہیں ہے

حاصل نہ ہوا لقا نبی کا
بیوجہ تو چشم تر نہیں ہے

پژمردہ نخل آرزو ہے
جس میں کوئی ثمر نہیں ہے

محبوب خدا کا رتبہ جانے
ایسا کوئی بشر نہیں ہے

عقبیٰ سے اہل دل ہیں ترساں
آساں کچھ یہہ سفر نہیں ہے

حامی ہیں مرے رسول اکرم
مغموم کوئی اگر نہیں ہے

عشق کے اعجاز سے قلب پُر انوار ہے
عشق جو پیدا ہو دل بھی گرانبار ہے

درد کا درماں عبث پند بھی بیکار ہے
دل مرا وارفتۂ سید ابرار ہے

سوز ملا شمع کو، درد مرے قلب کو
اسکو وہ حاصل ہو جو جسکے سزاوار ہے

راز دو عالم ہے منظر قدرت یہی
غور سے دیکھو تو دل مظہر اسرار ہے

بہر میں انفاس کا اپنے کروں کیا شمار
جرم ادہر اور ادہر رحمت غفار ہے

دہر بھی ہے بے ثبات، عمر بھی ہے مختصر، — شرح غم و درد دل دفتر طومار ہے
درد محبت سے ہو اسکے مرض کا علاج — قلب کیکا اگر مائل پندار ہے
وسعت دل ہے اگر دلکی ہے یہ کائنات — ڈھیر غم و رنج کا، درد کا انبار ہے
غیر سے قطع نظر آپ تو اپنے کو دیکھ — ہو جو ندامت تو کیا شکوۂ اغیار ہے
عشق نبی کا اثر، مدح نبی کا طفیل، — یہ جو شگفتہ مری طبع کا گلزار ہے
دور ہو دامن سے سب گرد و غبار خطا — باب عطا کوچۂ احمد مختار ہے
یا شہ دیں آپ کا لطف ہو میرا معیں — عجز کے انداز میں جرم کا اقرار ہے
لطف و مسرت سے ہے مائل بیگانگی — وقف مصیبت ہے دل غم کا طلبگار ہے
گو کہ ہوں قسمت سے دور قلب ہے پیش حضور — صورت سائل ہے اور طالب دیدار ہے

فیض سخن سے ہوئے اہل سخن بہرہ ور،
خامۂ مغموم بھی ابر گہربار ہے،

روضۂ محبوب کا جلوہ اثر خیز ہے — دلکش و دلچسپ ہے اور دلاویز ہے
ہو گئے سب سرنگوں جتنے تھے گردن فراز — ایک غلام آپ کا خسرو پرویز ہے
گلشن طیبہ کہاں میرا مقدر کہاں — خطۂ ہندوستان کشور انگریز ہے
دلمیں طپش اور رواں عمر کا شبدیز ہے — حال میرا خلق میں مضحکہ انگیز ہے
ہجر کے آزار سے کیوں نہ ہو دل پاش پاش — گم ہے صدائے طرب خنجر غم تیز ہے
نفس و ہوا و ہوس ہوتے ہیں یاں سد راہ — جادۂ عشق شہ دیں خطر آمیز ہے

جتنے سخن فہم ہیں دامن دل کو بھریں
خامۂ مغموم کیا آج گہر ریز ہے

قصیدہ

ہجر نبی میں صبر کا دامن ہے تار تار ۔۔۔ زخمی جگر ہے سوختہ دل سینہ داغدار
شیدا ہوں اسپہ جو ہے نبوت کا تاجدار ۔۔۔ امی لقب حبیب خدا شاہ ذیوقار
نالاں در حضور پہ سائل ہے خاکسار ۔۔۔ آشفتہ حال خستہ جگر اور دل فگار
ہے بزم نعت شاہ میں حاصل کردگار ۔۔۔ ذوق وصال گنج طرب لطف وزگار
میلاد کے یہ دن ہیں سراپا ہے جوش پر ۔۔۔ صوت ہزار رنگ چمن موسم بہار
ہر گوشہ چمن میں ہے جاری تشکر رب ۔۔۔ حق ہو ہو الودود ہو اللہ کی پکار
شکر خدا گدا ہوں میں اس شاہ دیں کا ۔۔۔ ختم النبی شفیع امم فخر روزگار
پہونچا وہ برگزیدۂ حق لامکاں تک ۔۔۔ برتر خرام اور سبک سیر شہسوار
کیا دلپسند ہے بخدا نام مصطفےٰ ۔۔۔ مشکلکشا سرور فزا امن کا حصار
انفاس زندگی میں غنیمت جو ہو حصول ۔۔۔ عشق رسول بخت رسا عمر پائدار
عشق نبی اگر نہ ہو کیا شی ہے زندگی ۔۔۔ ذلت فزا حصار بلا او زنگ و عار
ادنیٰ غلام سرور عالم کو ہے حصول ۔۔۔ جاہ و جلال شوکت و فر عز و افتخار
پاتا ہے کیفیت مئے عشق رسول کی ۔۔۔ سنجیدہ طبع صاحب دل اور بردبار
دیوانہ ہے جو سرور عالم کے عشق میں ۔۔۔ فرزانہ ہے وہ اور خردمند ہوشیار
ہر شی میں عکس نور نبی ہے اگر ہے شرط ۔۔۔ ذوق سلیم شوق لقا قلب رازدار
عشق نبی میں ہوتے ہیں انفاس زندگی ۔۔۔ راحت رساں سرور فزا اور خوشگوار
بلبل ہے اور بہار ہے اور صحن بوستاں ۔۔۔ میں ہوں غم رسول ہے اور دل کا مرغزار
جوش جنون عشق پیمبر سے سر تا ۔۔۔ دل پاش سینہ چاک تو دامن ہے تار تار
شیدائے مصطفےٰ ہوں نہ چھیڑ اے فلک کہ ہے ۔۔۔ سینہ میں آگ لب پہ فغاں دل میں اضطرار
دل کو سنبھالوں یا کہ جگر کو بچاؤں میں ۔۔۔ طاقت نہیں مجال نہیں اور نہ اختیار
عشق شہ ہدیٰ میں مصاحب ملے ہیں کیا ۔۔۔ غم دوست درد یار تو حسرت ہے ہمکنار

یہ آرزو ہے اور یہ تمنا، یہ مدعا — میں اور در نبی ہو مدینہ مرا دیار
ہے سد راہ راہ طلب میں حضور کے — غفلت کا روگ، نخم غرض، جرم بیشمار
یہ اہل قافلہ ہیں جو ہیں روز و شب رواں — حسرت کی آہ، نالۂ دل، اشک کی قطار
امیدوار لطف و عطا ہے شہ امم — آشفتہ حال خستہ جگر، اور ذلیل و خوار
دیدار روضۂ نبوی کے لئے ہے شرط — ذوق سلیم، بخت رسا، عزم استوار
کیا دلفزا ہے درد محبت فراق میں — شوق وصال، ذوق الم، لطف انتظار
واعظ برائے حق میری لغزش سے درگزر — مستی ہے بیخودی ہے، مے عشق کا خمار
غم کیا اگر میں نام نبی پہ فدا ہوا — تن اسکا دل اسیکا ہے اور جان مستعار
بار گراں ہے عشق کا اور میں شکستہ حال — دل ناتواں ہے، کوہ الم، اور جسم زار
گر اک نگاہ روضۂ اطہر کو دیکھ لوں — قربان دل ہو، سر ہو فدا، اور جان نثار
لاؤں گا نذر ساتھ جو پہونچوں حضور تک — بیچارگی و بیکسی و عجز و انکسار
اسلام و کفر ایک ہی سمجھو جو ایک ہو — ظلمت فروغ صبح و شب تار نور و نار
دیکھوں مرے نبی کا جو روضہ تو ہو حصول — آنکھوں کو نور، دلکو طرب جان کو قرار
جوش جنوں چلا ہے مدینہ کو لیکے ساتھ — طوفان اشک نالۂ دل آہ شعلہ بار
سہند اور ہند والوں کو میرا اسلام ہے — میں اور آستان نبی اور مرا مزار
پہونچوں در نبی پہ تو دیکھوں بفرط شوق — صبح امید، شام تمنا، وصال یار،
للہ رحم کیجئے اپنے غلام پر — مجرم ہے، بینوا ہے گنہوں سے شرمسار

مغموم در پہ آتا ہے تیرے شکستہ حال
دلریش ہے درد لب پہ بکا چشم اشکبار

مربع

جو قالب میں جاں ہے بساط اسکی کیا ہے نثار پیمبر ہو، یہ مدعا ہے
سمجھ لے کہ ذات نبی میں خدا ہے بصیرت کا حصہ اگر کچھ ملا ہے
شہنشہ کوئی ہے کوئی اس کا افسر کوئی راز داں اور کوئی اسکا دلبر
یگانہ کوئی اور کوئی اسکا مظہر وہ ہے ذات حق اور یہ مصطفٰے ہے
یہ سرتاج مرسل ہے وہ رب جہاں کا یہ بے مثل عالم وہ ہے سب میں یکتا
یہ قدرت ہے خالق کی اور وہ توانا یہ مختار کل اور وہ کبریا ہے
تمنا جو قرب خدا کی ہو بیجا ہے آئینۂ حق نما ذات احمد
خدا سے جدا کب ہے نور محمد اسی میں تو یہ عکس جلوہ نما ہے
مشیت میں حق کی رضا جسکی غالب شریعت میں بندہ طریقت میں صاحب
احد کا جو جویا وہ احمد کا طالب فقط میم کا ایک پردہ پڑا ہے
نمایاں اسی سے ہوئی حق کی قدرت فرشتوں کی ہے سیرت انساں کی صورت
عزازیل و احمد میں ہے یہ تفاوت کہ وہ خود نما اور یہ حق نما ہے
گئے طرفۃ العین میں کس ادا سے پرے عرش سے اور ارض و سما سے
کوئی بندہ یوں بھی ملا ہے خدا سے ہوئی عقل حیراں عجب ماجرا ہے
ہے قادر خدا تو مشیت خدا کی خدا مقتدا ہے تو عظمت خدا کی
خدا مہرباں ہے تو رحمت خدا کی خدائی کے ہر شئی میں جلوہ ترا ہے
توجہ سے تیری بدل جائے قسمت نگہ سے تری دور ہو سب مصیبت
ترے درد سے دلکو تسکین و راحت ترا نام کل درد و غم کی دوا ہے
نمایاں ہوئی تیری عظمت جہاں میں رسائی ہوئی ہے تری لامکاں میں
کہاں تیرا ہمسر کوئی اس جہاں میں نہ ہوگا نہ ہے اور نہ کوئی ہوا ہے

دکن سے تو سوئے مدینہ بلالے کہ مغموم کمتر ترا مبتلا ہے

ہے سرِ الٰہی بیانِ محمدؐ، کلید معارف زبانِ محمدؐ
عیاں ہے ہر اک شئی سے شانِ محمدؐ، ہے گنجِ طرب آستانِ محمدؐ

لطافت ہیں جو نور بنکر عیاں ہو وہ جسمِ مطہر کا سایہ کہاں ہو
بھلا رازِ قدرت کا کیونکر بیاں ہو ہے ظلِ خدا سائبانِ محمدؐ

ہے رشکِ جنان بزمِ میلادِ احمدؐ ملے کیوں نہ عشاق کو لطف بیحد
دلِ پُر تمنا کا حاصل ہو مقصد عجب جانفزا ہے بیانِ محمدؐ

یہ شانِ الٰہی کا مظہر ہے گویا پیمبر کے روضہ کی عظمت سے پیدا
درخشندہ ہے ذرہ ذرہ وہاں کا یہی ہے یہی ہے نشانِ محمدؐ

یہی ہے حقیقت میں راہِ مصفا مقرب خدا کا ہے شیدا نبی کا
وہ ہے دشتِ توحید میں جادہ پیما جو ہے محرمِ رازدانِ محمدؐ

رہِ قرب میں دسترس ہو کہاں تک خرد کی رسائی ہو کیونکر وہاں تک
مکاں سے جو دم میں گیا لامکاں تک کوئی جانے کیا عز و شانِ محمدؐ

وہ ہیں دیکھتے جو ہیں اہلِ بصیرت غبارِ مدینہ میں انوارِ رحمت
عیاں پتہ پتہ سے ہے شانِ وحدت شگفتہ ہے کیا بوستانِ محمدؐ

سفر کرتے ہیں جو پئے قربِ سرور طلب میں پیمبر کی وارفتہ ہو کر
ہے تابندہ عالم میں انکا مقدر جو یثرب میں ہوں میہمانِ محمدؐ

ہے آساں سفر بندۂ حق نما کو طریقت کی منزل میں پائے بقا کو
جو پایا نبی کو وہ پایا خدا کو، ہے وقفِ لقا کاروانِ محمد

وہی حق جو ارشادِ شاہِ ہدیٰ ہے کلامِ پیمبر کلامِ خدا ہے
وہ منظورِ حق جو نبی کی رضا ہے ہے [illegible] زبانِ محمدؐ

نہ کیوں دم بدم اسپہ ہو لطفِ سبحاں کہ مغموم کی مغفرت بھی ہے خواہاں
فضیلت ہے عالم میں اسکی نمایاں کہ دائم وہ ہے مدح خوانِ محمدؐ

تضمین

بر غزل یوسف بن حاجی اللہ رکھا سیٹھ مرحوم۔

اگر مد نظر ہے سرفرازی — محمد کی تو کر مدحت طرازی
عبث عشق بتاں میں جاں گدازی — بنا کردند رسم عشقبازی
ز بہر وصل جانان مجازی

جو ہو پیمانۂ دل کا یہ منصب — مئے عرفان حق سے ہو لبالب
زباں پہ ہو رواں پھر حرف مطلب — بگو از عشق نعت شاہ یثرب
کہ از بینش پس مردن بنازی

ہوئی منظور حق کو خودنمائی — تو اپنے نور کی صورت بنائی
وہ تھا بندہ جو کرتا تھا خدائی — نبود از ذات احمد را جدائی
جدائی شد برائے عشق بازی

جو نور افشاں ہوئی تیری محبت — رہی باقی نہ دل میں جائے ظلمت
مگر ہے دل شکن آزار فرقت — بفرما اک نظر از چشم رحمت
ز درگاہت عطا کن سرفرازی

قدم کو راہ عرفاں میں ہو تیزی — عبث زلف صنم کی مشک بیزی
ہو حاصل تا کہ تجھکو رستخیزی — چرا از چشم اشک غم بریزی
ز بہر وصل خوبان مجازی

نہیں بے وجہ اشکوں کی روانی — نہیں بیکار یہ سوز نہانی

یہی ہے عشق والفت کی نشانی	بود احسن زچشماں خونچکانی
برائے قرب آن سلطانِ تازی	
دلا بیہودہ گوئی سے تو باز آ	بنا آئینۂ دل کو مصفا
سخن نکلے نہ کوئی منھ سے بیجا	زباں ترکن زنعت شاہِ بطحی
کہ از فیضش بیابی سرفرازی	
رہے جب تک نفس کی آمد و شد	مئے عرفاں سے ہو جا مست و بیخود
رہے ہرگز نہ تجھ کو اپنی سدہ بدہ	بشو یکسر فنا از ہستئ خود
کہ تا کامل شوی در عشقبازی	
رہا معصوم اب باقی نہ کوئی	جہاں ہیں قدردانِ شعر گوئی
عدو کو کیا مجال جنگجوئی	تو یوسف در مصاف نعت گوئی
چناں ہستی کہ در میدان غازی	

ایضاً

جود و اکرام خدا بازوے تو	عرش رب العلمیں پہلوے تو
نیّر اوج سعادت موے تو	در دل عشاق عکس روے تو
چوں نگیرد مہر رخشاں ضوے تو	
بینوا و عاجز و مسکین گدا	آپ کے در پہ ہے لایا التجا
کس لئے مسدود ہے باب عطا	یارسول اللہ در رحمت کشا
رحمۃ للعالمین شد خوے تو	
مہر و مہ ارض و سما عرش مجید	ماہ و سال و روز و شب وقت سعید
ہے یہی ارشاد فرقانِ حمید	کل شیئ از وجودت شد پدید

من چگویم نکتۂ دلجوئے تو

نور سے ہیں آپ کے کیا اسمیں شک
جن و انساں حور و غلماں و ملک
کسلئے ہے لعل و گوہر میں چمک
چوں عیاں گشتند ذرات فلک

نور افشاں شد مگر گیسوے تو

آفتاب حسن سے ہے بر ملا
معنیٔ و اللیل کی و ایم ضیا
والضحیٰ پر یا چڑھا ہے حاشیا
لیلۃ القدر است یا راہِ ہدا

یا رسول اللہ ہر ہر موئے تو

تھا ہلال اس غم سے آشفتہ مدام
تا کہ پیدا کیجئے تشبیہ تام
بن گیا مانند تیغ بے نیام
جسم کاہیدہ ازیں سودائے خام

لیک ماہِ نو نشد ابروے تو

کر دیا زنجیر وحشت نے حقیر
عشق گیسو میں رہا ہو کر اسیر
یا نبی ہو مظہر ذات قدیر
گشت از ذکر ہو اللہ جا بگیر

در سرم سودائے تے وہوے تو

قامت و عارض جو ہوں پرتو فگن
پاتے ہیں نشو و نما سرو و سمن
کسلئے ہے بند غنچوں کا دہن
رنگ و بو گیرند گلہائے چمن

چوں صبا تقسیم سازد بوے تو

نذر جاں اپنی کروں ہیں یا نبی
یا تصدق سر کروں اپنا ابھی
ہاتھ خالی ہیں تو دامن ہے تہی
بیکسی بیچارگی، درماندگی

ہدیۂ مسکیں ہمیں بہ سوے تو

نرگس شہلا کو رکھے کوئی چن
چشم حضرت کی لگی ہے مجھکو دہن
زار و نالاں ہوں تو چرخ کہن
یا رسول اللہ زچشم لطف کن

گشتت دل را مسکن آہوے تو

قدر کیا ہے حور و غلماں کی یہاں
زاہدوں کو ہو مبارک یہ مکاں

نعمت جنت کی ہے پروا کہاں
میفروشم روضۂ باغ جناں

یا رسول اللہ بخاک کوئے تو

بخش میرے دلکو ایسی روشنی
دید کی حاصل ہو دلکو چاشنی

عشق کی دولت سے ہوجائے غنی
از حجاب نفس آزادم کنی

آرزو دارم کہ بینم روے تو

روضۂ اقدس پہ شاہا صبح و شام
دور ہو بیماری عصیاں تمام

آپکا جاروب کش ہو یہ غلام
بر جبین و چشم خود مالم مدام

گر میسر گشت خاک کوے تو

توسن ہمت ہو اور حق الیقیں،
اوڑہ کے پہونچے یہ عریقہ یاتقیں

سر ہو اور سودا ے ختم المرسلیں
در ہواے قرب یا روح الامیں

کلک سازم از پر بازوے تو

تیجاں آشفتہ دل مغموم وار
خستہ و آوارہ و سرگشتہ، خوار

بیکس و محزون و پریشاں روزگار
زار و نالاں بر درت امیدوار

یوسف بیچارہ آمد سوئے تو

مسدس

یا نبی ہند سے اب مجھہ کو نکلجانے دو
غم فرقت کی مصیبت مری ٹلجانے دو

دل وحشی کو کسی طرح سنبھل جانے دو
اپنی چوکھٹ سے جبیں کو مجھے ملجانے دو

میری قسمت کے نوشتہ کو بدلجانے دو

مغموم بے نصیب رہے اشقیا ہو آہ !
دیکھے نہ نورِ حق کو بصر کے فتور سے ۔

مطلب نہیں ہے باغ جناں کے حصول سے
ارماں یہ ہے ملوں میں خدا کے رسول سے

ہیں اور شغل گریہ ہے اور ذکر مصطفےٰ
حاصل ہوا یہ فیض دل پُر ملول سے

یارب! ترے حبیب کے در پر ہیں مشغول
پائے شرف دعا مری یارب قبول سے

ایمان جسکو کہتے ہیں ہے عشق مصطفےٰ
مطلب نہیں ہے مجھکو فروع و اصول سے

مغموم ہوں میں باغ رسالت کا عندلیب
دیواں سجاؤں نعت پیمبر کے پھول سے

خدا وہ دن دکھائے جب مدینہ کو چلوں سر سے
جو دم نکلے تو نکلے سر اٹھے کیا آپ کے در سے

نہ ہو کامل جو بیگانہ ہوا عشق پیمبر سے
نہ ہوگا آشنا ہرگز وہ عرفاں کے سمندر سے

ملے کیا اسکو جو محروم ہو فیض پیمبر سے
وہ کیا پائیگا حق سے جو نہ پایا حق کے مظہر سے

نہیں میں بوالہوس جو آنکھ ڈالوں حور و غلماں پر
نہ بدلوں ساغر عشق نبی کو جام کوثر سے

مدینہ میں جو مدفن ہو تو جنت جا چکا میں بھی
سفر کی کس لئے زحمت گوارا کیجئے گھر سے

جو شیدائے نبی ہو کیوں نبی سے دور رہ جائے
جھگڑتا ہوں قضا سے اور لڑتا ہوں مقدر سے

اٹھا دو پردۂ دوری دکھا دو جلوۂ اقدس
تمہاری دید کو مغموم کب تک یا نبی ترسے

زباں میری چلے کیا ہو کے غافل ذکر سرور سے
رواں کیوں ہو نکل جائے جو یکسر آب خنجر سے

کوئی پوچھے بلا کیا کچھ مرے قلب شناور سے
رسالت کا گہر پایا ہے عرفاں کے سمندر سے

موثر ہو گیا کیا سوزش عشق پیمبر سے
کہ بیتابی نمایاں ہے مرے ہر تار بستر سے

نبی اس شان کا اللہ اکبر کون ہے ایسا
جو بندہ کو ملا دیتا ہو پل میں بندہ پرور سے

غم ایسا اور سودائے نبی ایسا ہوا جاگیر
نہ وہ نکلے مرے دل سے نہ یہ نکلے مرے سر سے

جنوں پر تازیانہ پڑ گیا صوت مؤذن سے
موثر ہو گئے جذبات دل اللہ اکبر سے

نہ پہونچا منزل مقصود پر بیتابیٔ دل سے
بجز سوز دروں حاصل ہوا کیا مجھکو رہبر سے

ملامت کی مری ہمت نے جوش اضطرابی پر
کہ افشا ہو گیا راز محبت دیدۂ تر سے

شرف پا کر جو کوئی قافلہ آتا ہے طیبہ سے
تڑپ جاتا ہے دل ہو کر موثر ایسے منظر سے

مکاں رہجائیگا خالی تو ویرانی کا خطرہ ہے
نکلجائینگے گر ارمان میرے قلب مضطر سے

جنوں نے عشق احمد میں جو میری دستگیری کی
رہا شام و سحر میں بے نیاز اپنے مقدر سے

کبھی دل ہے کبھی میرا جگر ہے درد کا مسکن
کہ اس گھر کے لئے رستہ نکل آتا ہے اس گھر سے

دو عالم سے وہ بے پروا ہیں محو خواب راحت میں
اٹھیں کیا خفتگان خاک طیبہ شور محشر سے

صلہ پائینگے عشاق پیمبر حشر میں لیکن
یہ مشکل ہے کہ تسکین پائیں حور و خلد و کوثر سے

ہوا و حرص و خود بینی رہے کیا عشق احمد میں
ہوئے سب پارہ پارہ عشق شور افزا کی ٹکر سے

تصور آ گیا جب ظلمت عصیاں ہوئی کافور
سیہ خانہ ہوا روشن مرا روئے منور سے

نہ حسرت دل کی نکلی اور نہ تسکین درد نے پائی
جو برسے اشک میرے دیدۂ تر سے تو کیا برسے

اگر روکش ہوں نور احمدی کی فیضیابی سے
نکلجائے ضیا انجم سے یکسر آب گوہر سے

ادا ہو جائے حق وصف شایاں کیا یہ ممکن ہے
نبی کی نعت ہو اور خامۂ معصوم کمتر سے

شہادت عظمت پیمبر کی ہے شیخ اور برہمن سے
ہوئے ہیں ارض و سما درخشاں یہ فیض پہونچا شہ زمن سے

صدائے توحید کوہ فاراں سے گونجتی آئی جسکو سنکے
ہوئے ہیں اہل قبور مشتاق سر نکالے ہوئے کفن سے

مشیت ایزدی یہ تھی ہو ظہور شاہ ہدیٰ زمیں پر
اسی لئے تو جناب آدمؑ نکل گئے گلشن عدن سے

ثبوت کامل زوال ہستی کا مل گیا آمد خزاں سے،
بسوز دل شاہدان گل کا رواں ہوا قافلہ چمن سے
سرور ریحانۂ حجازی کا لطف لفظوں میں کیا ادا ہو
نشاط مستیٔ ذوق عرفاں عیاں ہوا بادۂ کہن سے
نہیں رہی قابل سکونت سرائے دنیا ہوئی ہے ویراں
کہ اٹھ گئے بے شمار ارباب فضل و دانش اس انجمن سے
جو ہو گئیں دونوں آنکھیں روشن یہ جذبۂ عشق کا اثر تھا
دماغ یعقوبؑ میں وہ خوشبو جو آئی یوسفؑ کے پیرہن سے
نشاط فانی میں ہو گئے گم ملا نتیجہ یہ غفلتوں کا،
عدم کی دلچسپیوں کو چھوڑا سفر تھا بیفائدہ وطن سے
طفیل عشق نبی ملے پھر جو مدعا سے بچھڑ گیا ہو،
نکل کے پہونچیگی بعد مرنے کے بزم احمدؐ میں روح تن سے
ابد میں پڑ گیا جو رخنہ تو سوز غم سے جگر ہے نالاں
رواں جو یثرب کو قافلہ ہے طپاں ہے دل رنج اور محن سے
بہار گلشن حیات فانی پہ اس قدر کیوں ہے شور و غوغا
بس خموشی سے کر جہاں میں کہے کوئی مرغ نعرہ زن سے
کلام ربی ہوا جو نازل ہوا فصیحوں کا ناطقہ بند
جو مدعی فضل کے تھے نادم ہوئے وہ اپنے کمال و فن سے
شجر کو شوق سجود تھا اور حجر کو ذوق نیاز حضرت
ظہور اعجاز دین احمد ہوا ہے ہر ایک دشت و بن سے
ہوا ہے عالم میں جاں نثاران شاہ دیں سے فروغ ملت

مٹی ہے ظلمت ضیائے دیں سے کٹے ہیں سر تیغ صف شکن سے
نبئ برحق کے در کو دیکھوں اور اس کی چوکھٹ پہ سر کو رکھدوں
ہو قبض جاں بھی مری اسی دم ہے التجا رب ذو المنن سے

کریگی مغموم نغمہ سنجی مری اثر بزم اہل دل میں.
کہ نعت احمد میں پھول معنی کے جھڑ رہے ہیں مرے سخن سے

دل عشاق میں نار سقر کا خوف کیا ٹھہرے
بگاڑا ہم نے ہستی کا مرقع عشق حضرت میں
تن خاکی سے اسکو کیا تعلق واسطہ کیا ہے
ہے تجھ سے التجا اتنی مری فریاد پہنچا دے
وہ دل بھی ہو کہ عشق احمدی جسمیں جگہ پائے
اسی صورت سے پہنچوں روضۂ اطہر پہ یا احمد

حمایت کو ہماری جب محمد مصطفےٰ ٹھہرے
سرائے دہر میں ٹھہرے تو مثل نقش پا ٹھہرے
مریض عشق احمد اس قفس میں تا کجا ٹھہرے
صبا طیبہ میں گر تو روضۂ احمد پہ جا ٹھہرے
وگرنہ آشیان زاغ میں کیونکر ہما ٹھہرے
نہ اشکوں کی جھڑی ٹھہرے نہ یہ آہ و بکا ٹھہرے

الٰہی نام پیغمبر پہ جاں مغموم کی نکلے،
زباں فریاد میں مصروف لب وقف دعا ٹھہرے

خاک پا تیری عنایت ہو ہمیں تھوڑی سی
شمع ساں ہجر پیمبر میں جلا کرتا ہوں
سب مٹا ڈالوں گا قسمت کا نوشتہ اپنی
لے صبا لاش اڑا کر مری کہہ پیش نبیؐ

نظر لطف ہو لے سرور دیں تھوڑی سی
کچھ تو تاثیر دکھا آہ حزیں تھوڑی سی
اس در پاک پہ مل مل کے جبیں تھوڑی سی
قبر کو دیجئے یثرب میں زمیں تھوڑی سی

دشت میں نام محمد کا جو نعرہ مارا
آہ سے جل گئی مغموم زمیں تھوڑی سی

میسر ہوں اگر ذرے نبی کی خاک مدفن کے
بچھایا ہے مرے صیاد نے دام مدینہ سے

زہے طالع ہیں سجھوں پھول ہیں طیبہ کے گلشن کے
ہیں صدقے دام دلکش کے میں قربان صید افگن کے

نہیں خالی کوئی شی پرتو نور محمدؐ سے — کہ ہم نے چھان ڈالے ذرے ذرے دشت اور بن کے
رواں دوش صبا پر ہو گئے وہ جانب یثرب — اڑے پرزے جو کچھ دست جنوں سے جیب و دامن کے
کرشمہ حسرت دیدار کا آنکھوں نے دکھلایا — کہ گوشے جابجا سے کھل گئے ہیں میرے مدفن کے
غم عشق پیمبر کی یہی گر چیرہ دستی ہے — اڑینگے پرزے اکدن میرے ارمانوں کے مخزن کے

کلام نعت مشکل اس زمیں میں گرچہ ہے مغموم
جو جوہر ہیں چمک اٹھتے ہیں لیکن طبع روشن کے

ممکن نہیں کبھی کہ بھٹک جاؤں راہ سے — فائز ہوا ہوں قرب حبیب الٰہ سے
فرماؤ مجھکو قرب حضوری سے سرفراز — کب سے ہے ملتجی یہ گدا بادشاہ سے
ارمان جاں نثاری کا ہے در پہ آپ کے — حب دلی سے جوش محبت سے چاہ سے
یاشاہ المدد مرے سرکار المدد — آگاہ آپ ہیں مرے حال تباہ سے
برباد ہو گیا ہے مرا مخزن امید — اشکوں میں دل بھی بہہ گیا آنکھوں کی راہ سے
منجدھار میں پڑی ہے مری کشتی حیات — بیڑے کو میرے پار کرو اک نگاہ سے
دامن جو نیکیوں کا تھا شر سے بچا ہوا — آلودہ ہو گیا مرے فرد گناہ سے
پہونچائیگا کبھی رہ مقصد پہ دل مجھے — امید تھی قوی یہ مرے خیر خواہ سے

مغموم مال و زر سے تو میں بے نیاز ہوں
میرا صلہ ہے آہ سے اور واہ واہ سے

جو طالب قرب حق کا ہو کوئی دیدار سے پہلے — تو وابستہ ہو عشق سید ابرار سے پہلے
خلوص گنج توحید و رسالت رکن ایماں ہے — یقیں اور صدق دل لینا چاہئے اقرار سے پہلے
جو دل آگہ ہے ہو جا مضطرب شوق شہادت میں — سر تسلیم خم کر دے رضا میں دار سے پہلے
مقدم ہے غرض اور غایت اشیا کی تحقیق — کہ حاصل معرفت ہو نفس کی اذکار سے پہلے
کیا محروم عرض مدعا کی مستعدی نے — ہوا کیا مقصد برآری طالع بیدار سے پہلے

یگانہ ہوکے رہ جا یار سے اور خود سے بیگانہ
تعلق قطع کر دے دہر میں اغیار سے پہلے

الٰہی کر عطا عشق شہ کونین کی دولت
متاع داغ دل ہو درہم و دینار سے پہلے

گرہ کھلجاتی ہے دلکی وہ عالم بیخودی کا ہے
کہ منزل قرب کی ہاتھ آتی ہے رفتار سے پہلے

جو عرض مدعا مطلوب ہو سرکار عالی میں
تو نذر شاہ دیں ہو جا کے جاں اظہار سے پہلے

تمنائے جمال احمدی کا ہے جو دیوانہ
ہے شرط اخلاص کی خالی ہو دل پندار سے پہلے

جوار احمد مرسل کے قابل خاک ہو اپنی
جلا دے قلب کو شمع رخ انوار سے پہلے

پہونچکر خدمت شاہ ہدیٰ میں پیشکش کردوں
جو ملجائے مجھے داد سخن حضار سے پہلے

تصور میں مہ میلاد کے مغموم شیدا نے
گل افشانی یہ کی ہے موسم گلزار سے پہلے

ہم اپنا قرب الٰہی میں بار دیکھینگے
مزار سید عالی تبار دیکھینگے

جو آستان شہ نامدار دیکھینگے
جہاں کو دوست مقدر کو یار دیکھینگے

ہم اپنے آرزوؤں کا غبار دیکھینگے
بہار زندگی مستعار دیکھینگے

مدام سوز و طپش میں رہینگے اہل جہاں
کرشمۂ دل پر اضطرار دیکھینگے

لحد میں بھی نہ رہیگی کبھی تہی آغوش
کہ یاس و حسرت دل ہمکنار دیکھینگے

وہ معصیت میں بھی رہتے ہیں کامل الایماں
جو دلکو اپنے کبھی شرمسار دیکھینگے

لکھا ہوا تھا جو تقدیر کا وہ دیکھ چکے
اب اپنی آنکھوں کو ہم اشکبار دیکھینگے

لقائے شاہ رسل کا دلا رہا ہے یقیں
ہم اپنے دلکا بھی اب اعتبار دیکھینگے

نہ دیکھینگے کبھی نار سقر وہ محشر میں
جو لوگ شاہ رسل کا مزار دیکھینگے

کھلیگا رتبۂ عشاق احمدی دم حشر
کہ جو پیادہ ہیں اسکو سوار دیکھینگے

ہے وجہ یہ ہمیں کاوش صحبت مغموم
جب اسکو دیکھینگے سینہ فگار دیکھینگے

کھلیگا جب نگہ اپنی حقیقت آشنا ہوگی
ہے عالم دوسرا جب طاقت عالم فنا ہوگی

نہیں کچھ غم خموشی گر مخل مدعا ہوگی
زبان آرزوئے پیش شہ کونین وا ہوگی

تمنائے لقا اور آرزوئے نعمت عقبیٰ
کلید مدعا وہ اور یہ حسرت فزا ہوگی

نہ دلپر کیفیت طاری ہو کچھ بھی صرف طاعت سے
کھلیگی راہ حق جب سوزش قلبی عطا ہوگی

چھپالیگی مجھے شرم گنہ دامان احمد میں
تو پھر دیکھو مری توقیر کیا روز جزا ہوگی

نہیں مایوس دل ہے زندگی میں گرچہ محرومی
مدینہ مر کے بھی پہونچونگا گر قسمت رسا ہوگی

جو عمر خضر بھی پائی تو کیا اور شان شوکت بھی
مزے دنیا کے لوٹینگے جو دنیا کی بقا ہوگی

تن خاکی بھی میرا رنگ لائیگا پس مردن
محبت میری ہر ہر استخواں سے رونما ہوگی

صفائی دل کی اے معصوم میرے رنگ لائیگی
مرے ہر ہر سخن میں قلب کی میرے ضیا ہوگی

آئینہ سا حیراں ہوں نہیں تاب سخن کی
ہے مد نظر مدح رخ شاہ زمن کی

گویا ہو زباں بزم فدایان نبیؐ میں
نعت شہ کونین میں رونق ہے سخن کی

سالک نے اشاروں میں کہا راز نبوت
آنکھوں کو میسر ہوئی تقدیر دہن کی

مرنا انہیں آسان ہے جینا انہیں دشوار
حاجت نہیں عشاق کو کچھ دار و رسن کی

قرب شہ عالم کے ذریعہ سے میں پہونچا
منظور ہوئی سیر جو گلزار عدن کی

ہو نعت پیمبر کی صدا بزم سخن میں
بلبل کے چہکنے سے ہے توقیر چمن کی

حال شہ عالم کو کوئی دیکھا ہو تو کہدے
کہتے ہیں کہ ہے عمر بڑی چرخ کہن کی

زندہ ہے جو مرجائے غم عشق نبی میں
مدفن سے غرض اسکو نہ حاجت ہے کفن کی

خود صید ہوا دام میں شاہ مدنی کے
الفت دل شیدا کو ہوئی صید فگن کی

دل گلشن ہستی میں طلبگار عدم ہے
غربت میں مسافر کو ہوئی یاد وطن کی

معصوم ہے نعت شہ کونین کے باعث

توقیر بڑھی زمزمہ سنجان دکن کی

قرار دانی جنوں میں ہے جو پیہم جوش مستی کی
جہاں ہے کسب تسلیم و رضا سے بہرہ اندوزی
مٹا جاتا ہے کیا حرف غلط کیطرح دنیا سے
ہوا ہوں راز داں خمخانۂ توحید کا جب سے
جو ہوں دلدادہ میں ذوق ستم کا لذت غم کا
ہوئی جاتی ہے پیہم ذوق روحانی سے محرومی

مرے دل میں بسی ہے آرزو طیبہ کے بستی کی
وہاں ہے ایک ہی صورت بلندی اور پستی کی
نہیں ہے نقش یا تصویر ہے یہ میری ہستی کی
اجازت ساقی بطحا نے دی ہے مے پرستی کی
تو پھر وجہ شکایت کیا جنوں کے چیرہ دستی کی
بھلا عشاق کو کیا قدر ہوگی تندرستی کی

کہاں دربار احمد اور کہاں مغموم آوارہ
مدد درکار ہے اے دل معین الدین چشتی کی

جو مٹی میں تاثیر ہو کیمیا کی
ہے عشق نبی میں رضا کبریا کی
پیمبر کا ہو قرب حاصل تو کیونکر
وہ لاتی ہے باغ مدینہ کی خوشبو
ہلے لب تو باب اجابت ہوا بند
ہوئے سرنگوں جو رضائے خدا پر
ملوں آستان نبی پر جبیں کو
لقائے نبی اور طلب زندگی کی
نہ ہو جو شبنم کی ہے بے ثباتی
ہو کیا امن حاصل کہ پیچھے پڑی ہے
خدا مل گیا اور نبی کو بھی پایا
ہے عشق نبی زینہ قرب باری

تو دلگیر ہے وہ رسول خدا کی
جو حق کی ہو دھن کر طلب حق نما کی
سراپا وہ نوری میں پتلا ہوں خاکی
سحر دم جو ہوتی ہے آمد صبا کی
رسائی ہو کیونکر مری التجا کی
مقدر کے ہونگے نہ ہرگز وہ شاکی
ہے تدبیر کیا پھر رضائے خدا کی
رہ عشق میں فاش ہیں نے خطا کی
وہ تعلیم دیتی ہے درس فنا کی
بلا زندگی کی مصیبت قضا کی
رہی آرزو پھر نہ کچھ ماسوا کی
یہی راہ ہے منزل اتقا کی

یا نبی جی کی جو حسرت ہے نکلجانے دو

چین دیتی نہیں بے چین طبیعت مجھ کو — زندگی کی نظر آتی نہیں صورت مجھ کو
ہاتھ آئی نہ کبھی دید کی دولت مجھ کو — خواب میں بھی نہ میسر ہوئی رویت مجھ کو
نعمت شربت دیدار سے پل جانے دو
یا نبیؐ جی کی جو حسرت ہے نکل جانے دو

جی میں ہے دوش ہوا پر میں چلوں ہو کے سوار — کاش پہونچوں میں مدینہ کو جو بنجاؤں غبار
یہ تمنا ہے جو ہو جائے میسر دیدار — گوہر جاں کو کروں آپ کے روضہ پہ نثار
سر مغموم سے سودائے ازل جانے دو
یا نبی جی کی جو حسرت ہے نکل جانے دو

رخ انور کے مقابل ہو کہاں مہر منیر — زلف ہے سورۂ واللیل کی گویا تفسیر
مرغ دل گو کہ ہوا دام محبت میں اسیر — جاں نثاری کی مگر کچھ نہیں بنتی تدبیر
وار اک خنجر ابرو کا ہی چل جانے دو
یا نبیؐ جی کی جو حسرت ہے نکل جانے دو

گو سیہ رو ہوں غریق یم عصیاں ہوں میں — نظر رحمت سرکار کے شایاں ہوں میں
ہجر سے آپکے اسدرجہ پریشاں ہوں میں — دم لبوں پر ہے کسی آن کا مہماں ہوں میں
کشتۂ عشق و محبت کو سنبھل جانے دو
یا نبیؐ جی کی جو حسرت ہے نکل جانے دو

کوئی تدبیر جو بن جائے سر بحر و بر — اوڑ کے پہونچوں میں مدینہ کو بگولہ بنکر
روضۂ پاک پہ ہو جائے اگر میرا گزر — گوندھکر سوزن مژگاں سے چڑھاؤں چادر
گوہر اشک کو ان آنکھوں سے ڈھلجانے دو
یا نبی جی کی جو حسرت ہے نکل جانے دو

عشق احمد نہیں جس دل میں وہ ہے نا فرجام
دین میرا ہے یہی اور یہی ہے اسلام
زندگی کا مرے جبتک کہ نہو دور تمام
آتش عشق بھڑکتی رہے سینہ میں مدام

خون جلجائے مرا جسم بھی گل جانے دو
یا نبی جی کی جو حسرت ہے نکل جانے دو

ہجر میں آپ کے ہوں وقف الم شام وسحر
ہوتی ہے آہ و فغاں میں مری اوقات بسر
رنگ لائیگا مری سوزش پنہاں کا اثر
شوق ہے شمع نبوت پہ سرا پا جلکر

موم کیطرح دل زار پگھل جانے دو
یا نبی جی کی جو حسرت ہے نکل جانے دو

ہند سے جبکہ چلوں میں سوئے شاہ والا
شوق دیدار میں حالت ہو مری ہوش ربا
دشت یثرب میں میں رو رو کے بہاؤں دریا
قافلہ والوں میں ہو جائے قیامت برپا

چشمۂ چشم مرا خوب ابل جانے دو
یا نبی جی کی جو حسرت ہے نکل جانے دو

یہ غلام آپکی دیدار کو کب تک ترسے
نہ نکل جائے تڑپکر دل مضطر بر سے
میں مدینہ کو پہونچ جاؤں جو چشم ترسے
چھوڑ دوں سر کو وہیں سنگ در اطہر سے

مرض عشق کا اب سر سے خلل جانے دو
یا نبی جی کی جو حسرت ہے نکلجانے دو

صدمۂ ہجر سے بیتاب ہوں اے شاہ انام
یہ تمنا ہے زیارت سے مشرف ہو غلام
روضۂ پاک پہ پڑھ پڑھ کے درود اور سلام
نقد جاں نذر کروں ہو یہی میرا انجام

پیش حق بس یہ مرا حسن عمل جانے دو
یا نبی جی کی جو حسرت ہے نکل جانے دو

آپ سے دفع وہ مشکل ہو جو ہو دور از کار
آپ ہیں مظہر نور خدا بے تکرار

آپ ہی ساری خدائی کے ہیں گویا مختار — کسی مرتد کا کبھی قول نہ مانوں زنہار

راہ حق سے نہ قدم میرا پھسلن جانے دو
یا نبی جی کی جو حسرت ہے نکلجانے دو

معصیت میں جو ہوئی عمر مری آہ تباہ — خواہش نفس سے دائم مجھے ملجائے پناہ
صاف یوں آئینۂ قلب ہو میرا دلخواہ — جلوۂ نور حقیقی نظر آئے یا شاہ

طبع سے شائبۂ مکر و دغل جانے دو
یا نبی جی کی جو حسرت ہے نکل جانے دو

ضعف نے گو کہ کہیں کا نہ مجھے رکھا ہے — اثر جوش جنوں دلمیں امید افزا ہے
کشش شوق ہے اور سر میں مرے سودا ہے — دلکا ارماں نہ رہے دم کا بھروسا کیا ہے

کوئی یثرب میں مجھے پیش اجل جانے دو
یا نبی جی کی جو حسرت ہے نکل جانے دو

نظر آجائے مدینہ کا جو مجھ کو ساحل — جی کو فرحت ہو مرے قلب کو تسکیں حاصل
طرفۃ العین میں آساں ہو یہ ساری مشکل — پا پیادہ ہوں میں عقبیٰ کی کڑی ہے منزل

لغزشوں سے مجھے عصیاں کے سنبھل جانے دو
یا نبی جی کی جو حسرت ہے نکل جانے دو

ہو گیا حد سے فزوں یا شہ دیں شوق لقا — دل مغموم سے دوری کا اٹھا دو پردا
رخ روشن کی تجلی ہو اگر جلوہ نما — شعلۂ نور سے یہ خرمن ہستی ہو فنا

شمع رو کا جو ہوں پروانہ میں جل جانے دو
یا نبی جی کی جو حسرت ہے نکلجانے دو

ایضاً

آج ہے روح رواں رونق گلزار جہاں
پئے نظارہ کھلے آج ہیں ابواب جناں
آج ہر گوشہ سے کیوں جوش مسرت ہے عیاں
ذرے ذرے سے نظر آتی ہے شان یزداں

آج کس شغل میں مصروف ہیں اہل ایماں
شور ہے صل علیٰ صل علیٰ کا ہر آں

آج آراستہ ہے خلد بریں کا گلزار
رحمت حق سے نہ محروم ہے کوئی زنہار
چرخ سے آج طبق نور کے ہوتے ہیں نثار
قابل دید ہے اب گلشن عالم کی بہار

غم و اندوہ کا معدوم ہوا آج نشاں
آج کس واسطے ہیں وقف طرب پیر و جواں

چرخ سے آج جو ہوتا ہے فرشتوں کا نزول
با ادب شوق سے تسبیح میں ہو کر مشغول
آکے اس بزم میں کرتے ہیں سعادت وہ حصول
سر حضار پہ برساتے ہیں رحمت کے پھول

آج ہے قدرت خلاق دو عالم کا ظہور
آج کیا ہے کہ ہر اک دل ہے خوشی سے معمور

بزم میں آج کوئی راحت جاں آتا ہے
مرغ جاں اب قفس جسم میں گھبراتا ہے
غنچۂ دل جو مسرت سے کھلا جاتا ہے
یہ ہیں قدرت کے کرشمے جو وہ دکھلاتا ہے

دلکو پہلو سے تمنا ہے جدا ہونے کی
آرزو شمع رسالت پہ فدا ہونے کی

ہر طرف پھیلی ہے کیا نکہت فردوس بریں
خود فراموشی کے عالم میں ہیں ارباب یقیں
زیب محفل ہے مگر آج کوئی ماہ جبیں
ہوش میں لائیگی لیکن کوئی تدبیر نہیں،

ولولہ یہ ہے کہ بس سینہ پھٹا جاتا ہے
سر میں سودائے محبت جو سما جاتا ہے

اہل ایماں کا ہے آج سر لئے میں وہیں
گہر افشانی میں مصروف ہیں ارباب سخن

ذوق ہے بادۂ عرفاں کا بوجہ احسن
نکتہ رس تا کہ حقیقت میں ہو طبع روشن

نفس مضموں کے طلبگار رہیں اہل بصر
حسن معنے کا قرینہ ہو مگر پیش نظر

جمع کس واسطے ہیں آج یہاں خرد و کلاں
راز کیا ہے سبب اسکا کوئی آخر ہو عیاں
گوش زد مجھکو ہوا ہاتف غیبی کا بیاں
کسلئے فکر میں ہے سر بگریباں حیراں

آج ہے محفل میلادِ رسول اکرم
آج حضار کی قسمت میں ہے گلزار ارم

اسکی محفل ہے جسے مہر عطا کہتے ہیں
اسکی محفل ہے جسے ماہ لقا کہتے ہیں
اسکی محفل ہے جسے شمس ضحیٰ کہتے ہیں
اسکی محفل ہے جسے نور خدا کہتے ہیں

اسکی محفل ہے جو ہے سرور دیں ختم رسل
اسکی محفل ہے جو ہے رہبر دیں شمع سبل

اللہ اللہ ہے کیا رتبۂ شاہ والا
حسن پر جسکے ہے خلاق دو عالم شیدا
یہی نکتہ ہے عیاں جسم کا سایہ جو نہ تھا
سایہ کسطرح ہو جب آپ ہوں ظل خدا

ذات ہے آپ کی جب عقل و خرد سے برتر
مرتبہ آپ کا کیا ہے کوئی سمجھے کیونکر

نعتیہ شعر جو اس بزم میں پڑھتے ہیں آج
دل عشاق کے ارمان نکلتے ہیں آج
مضطرب دل جو ہیں سینے میں اچھلتے ہیں آج
جو ہیں بے چین وہ کس طرح سنبھلتے ہیں آج

محو ہو اپنی خودی سے جو گزر جاتے ہیں
نقد دیدار پیمبر کو وہی پاتے ہیں

حور و غلماں نہیں جنت میں ٹھہرنے والے
ہیں وہ ذکر رشتہ کونین پہ مرنے والے
قدسیاں بھی تو ہیں دم عشق کا بھرنے والے
نیک طالع ہیں فدا جاں کو کرنیوالے

آج ہوتی ہے یقیں دولت جلوہ بنصیب
آج عشاق کی تقدیر میں ہے وصل حبیب

سر ہے بیکار جو سودائے نبی سر میں نہیں
مرے داغوں کی ضیا مہر منور میں نہیں

دل وہ تیرہ ہے جو عشق آپکا اس گھر میں نہیں
سوزش دل کی علامت کوئی اخگر میں نہیں

دیدۂ تر سے مرے نوح کا طوفاں ہی بپا
آہ سے میری نہ پڑ جائے فلک کو پالا

سوز الفت میں ہو پیدا تو ہو الفت کا اثر
دل سے پیدا ہوں جو آہیں تو ہوں آہوں میں اثر

عشق کی پھانس جو چبھ جائے اٹھے درد جگر
دور ہو جائے خودی غیر سے ہو قطع نظر

پاک ہو روح بشر دور کثافت ہو جائے
دوستو عشق پیمبر جو عنایت ہو جائے

جنس ناقص پہ مسلم ہے شرف افضل کو
نور خورشید سے نسبت نہیں کچھ مشعل کو

لگ گیا داغ ندامت کا مہ اکمل کو
کس طرح شان نبی آئے نظر احول کو

جسکو اقرار نہیں آپ کی یکتائی کا
اسکی آنکھوں میں قصور آگیا بینائی کا

یا نبی درگہ عالی میں ہے میری فریاد
دل مغموم ہو اب قید الم سے آزاد

کیجئے بہر خدا خاطر ناشاد کو شاد
اپنے دیوانے کو اب بہر خدا کیجئے یاد

دشت طیبہ میں اسے تھوڑی سی جا ملجائے
یا نبی مدح سرائی کا صلہ ملجائے

ایضاً

عشق رسول سینہ میں جلوہ نما ہوا
سر میں ہے نعت پاک کا سودا بھرا ہوا

لطف بیاں کا رنگ ہے لب پر چڑھا ہوا
اور چشم دل کو نور بصیرت عطا ہوا

قصر جہاں ہے میری نظر سے گرا ہوا
مداح مصطفےٰ جو ہوا میں بجا ہوا

مجھ سے ادا ہو مدح بھلا میری کیا مجال
نعت نبی بشر سے ادا ہو یہ ہے محال
مداح جسکا آپ خدا وند ذوالجلال
لیکن ہے زندگی بھی بجز اسکے اک وبال

جاں وقف عشق شاہ ہو کہ جبتک کہ جاں رہے
گویا زباں ہو نعت میں جبتک زباں رہے

فکر سخن میں بحر طبیعت رواں کروں
نعت نبی میں وا لب گوہر فشاں کروں
یعنی زمین شعر کو میں آسماں کروں
ارباب ذوق وجد کریں وہ بیاں کروں

بنکر گدا حضور کا پایا ہوں برتری
مور ضعیف کو ہے سلیماں سے ہمسری

بلبل نہیں تو طوطیٔ شکر فشاں تو ہوں
جادو بیاں نہیں تو فصیح اللساں تو ہوں
معجز رقم اگر نہیں شیریں زباں تو ہوں
گر کچھ نہیں غلام شہ دو جہاں تو ہوں

رخ سے نقاب شاہد معنے اٹھاؤنگا
تیغ زباں کے آج میں جوہر دکھاؤنگا

کس کا وجود باعث کل کائنات ہے
مظہر احد کا کون ہے احمد کی ذات ہے
گنجینۂ علوم و رموز و نکات ہے
پردہ پڑا ہے میم کا پردے کی بات ہے

توحید کے چمن میں جو نقش و نگار ہے
اظہار شان سید عالی تبار ہے

پرتو فگن ہے برج رسالت کا آفتاب
نور نبی کا جلوہ ہے ہر شی میں بے حجاب
لوح و قلم زمین و زماں جس سے فیضیاب
خورشید میں ضیا ہے تو گوہر میں آب و تاب

روح الامیں سے نہ کسی حور سے ہوا
کونین کا ظہور اسی نور سے ہوا

باطل پرست جھک گئے عجز و نیاز سے
پردہ اٹھا دیا جو حقیقت کے راز سے
حق کی صدا بلند ہوئی جب حجاز سے
لو لگ گئی ہر ایک کی بندہ نواز سے

کرنے لگے سجود حجر اور شجر رکوع
ظلمت گئی جو مہر رسالت ہوا طلوع

توحید کا علم تھا صداقت کا نور تھا
دشت و جبل میں گونج اٹھی جبکہ یہ صدا
جن و بشر کو جس نے مسخر بنا لیا
اصنام کی زباں سے ہو اللہ کا غل اٹھا

اک آن میں زمین کا تختہ الٹ گیا
کایا پلٹ یہ تھی کہ زمانہ پلٹ گیا

تبلیغ دیں ہوئی ہے تو طبع سلیم سے
شیدا ہوئی جو خلق تو خُلق عظیم سے
راہ ہدیٰ دکھائی تو لطف عمیم سے
بندے ہوئے تو قرب خدائے کریم سے

رحمت کا جب ظہور ہوا عز و شاں سے
ابلیس کو بھی حصہ ملا اسکے خوان سے

اعجاز مصطفےٰ کا ہے یہ مختصر بیاں،
از خود رگوں میں خون حمیت ہوا رواں
جو رہزنان دین تھے بنے دیں کے پاسباں
وہ جاں نثار بنگئے جو تھے عدوئے جاں

دل میں نگاہ لطف پیمبر جو گڑ گئی،
گویا کہ روح قالب بے جاں میں پڑ گئی

جو سر تھے پُر غرور جھکے سب سجود میں،
شہرت کی آرزو میں نہ نام و نمود میں
مصروف تھے عبادت رب ودود میں
وقف رضائے حق تھے قیام و قعود میں

اکبار رہ گئی نہ تمیز سفید و سیاہ کی

بس ایک ہی جگہ تھی گدا اور شاہ کی،

اعدائے دیں جو فسق پہ لیل و نہار تھے
اک ایک پہلواں کے مقابل ہزار تھے
سرگرم وقف معرکۂ کارزار تھے
لیکن ملے وہ خاک میں جو تاجدار تھے

شیرازے کفر و شرک کے سارے بکھر گئے
سرکش جہاں کے جتنے تھے کٹ کٹ کے مر گئے

ہر معرکہ میں فتح ہوئی عز و شان کی
توحید کی تھی تیغ نہ محتاج میاں کی
تھی فوج اشقیا میں صدا الاماں کی
خورد و کلاں منانے لگے خیر جان کی

چھلنی ہوا ہے سینہ عدو کے سیاہ کا
نیزہ لگا جو اشہد ان لا الٰہ کا

سر دوش پر گراں تو جدا تن سے جاں ہوئی
نابود دم میں ہستی پیر و جواں ہوئی
جس دم کہ ذوالفقار علی خوں فشاں ہوئی
تکبیر کی صدا پہ اجل جاں ستاں ہوئی

فی النار اشقیا کو کیا چیر پھاڑ کر
اور رکھ دیا الگ درِ خیبر اکھاڑ کر

جو جو ہوئے تھے نور ہدایت سے فیضیاب
کھاتے تھے عشق شافع محشر میں پیچ و تاب
وہ بن گئے سپہر فضیلت کے آفتاب
جاں میں خلش جگر میں طپش دل میں اضطراب

روشن وہ نام صفحۂ ہستی پہ کر گئے
عشق رسول پاک میں جی سے گزر گئے

یارب عبث نہ زندگی مستعار ہو
عشق نبی سے گلشن دل پُر بہار ہو
یہ جان زار سرور دیں پر نثار ہو
سینہ ہو داغدار جگر بے قرار ہو

حق کی طلب میں ہستی باطل فنا کروں
معدوم ہو کے عشق میں حاصل بقا کروں

مغموم دلفگار کی دایم ہے التجا
دل ہے فراق احمد مرسل میں مبتلا
یارب ترے حبیب کا روضہ مجھے دکھا
سرسبز ہو الٰہی مرا نخل مدعا
جان میری آستان نبی پر نثار ہو
یارب جوار شاہ میں میرا مزار ہو

ایضا

فیض ازل سے ہے چمن دہر بہرہ ور
پیش نظر ہے یار جو ہو وسعت نظر
ہر سمت آج حسن حقیقی ہے جلوہ گر
قدرت کا ہے ظہور تو رحمت کا ہے اثر
وقف ترانہ خلد میں غلمان و حور ہیں
اور شکر حق میں زمزمہ سنج اب طیور ہیں

اک غلغلہ ہے آمد ماہ ربیع کا
پیہم ظہور رحمت باری ہے جا بجا
فضل خدا سے گلشن عالم ہے پر ضیا
مژدہ ملا کہ باب اجابت ہے اب کھلا
میں گل کھلاؤں نعت شہ ذی وقار میں
بلبل ترانہ سنج ہو فصل بہار میں

جبتک سراق ہوں در آسماں کھلے
جبتک خدا رسیدوں پہ سر نہاں کھلے
جبتک رہیں یہ دیدۂ گوہر فشاں کھلے
نعت رسول پاک میں میری زباں کھلے
ہر دم ہو ورد نام حبیب الٰہ کا
اور وقت نزع اشہد ان لا الٰہ کا

دلمیں کسیکے اب نہ رہے کوئی مدعا
لازم ہے ہوں خلوص سے مصروف التجا
ہے عاصیوں پہ باب اجابت کھلا ہوا
بزم ادب ہے محفل میلاد مصطفیٰ
جو ہر دن میں ذکر ہے شہ عالی مقام کا

اکثر دیوں میں غل ہے درود و سلام کا

ارض و سما رضائے نبی سے ہیں برقرار
خُلق محمدی سے عیاں شانِ کردگار
رحمت کو حق کی جنبش لب کا ہے انتظار
عظمت خدا کی ذات پیمبر سے آشکار

جو شاہ انبیا کا طلبگار ہو گیا
جامِ مئے الست سے سرشار ہو گیا

محوِ جمال ختم رسالت رہا کروں
اپنا وجود ذات نبی میں فنا کروں
نور خدا سے خانۂ دل پُرضیا کروں
قربان دلکو جان کو اپنے فدا کروں

میں اور نقابی کا ہوا اور یہ جہاں نہو
پہونچوں وہاں کہ خلق میں میرا نشاں نہو

ہر جا ہے جلوہ ریزئ نور شہ ہدٰی
روح الامیں نہ آپ کے رتبہ کو پا سکا
شمس و قمر میں انجم و گوہر میں ہے ضیا
فہم بشر میں آئیگی کیا شانِ مصطفٰےؐ

قدرت کے کارخانہ میں مختار جزو کل
مقبول رب حبیب خدا خاتم الرسل

محروم مدعا سے ہوں مقصد سے دور ہوں
قسمت جو ہو رسا تو مدینہ میں جا بسوں
کبتک فراق میں غم و رنج و الم سہوں
اس ارض پاک میں مری خواہش ہے مر مٹوں

تسکین ہو حصول دل شرمسار کو
دیکھا کروں رسول خدا کے مزار کو

ہجر شہ انام میں کب کار گر ہوئی
اک آگ ہے کہ سینہ کے اندر لگی ہوئی
دلکی طپش جگر کی خلش اور بیکلی
جز اسکے اور تو کوئی صورت نہیں رہی

بیمار غم ہوں مجھکو در مصطفٰےؐ ملے
یارب ترے حبیب کا دار الشفا ملے

دل میں ہو درد درد کا درماں نہ ہو کبھی
وقفِ نشاط یہ دلِ سوزاں نہ ہو کبھی
پیدا سکون قلب کا ساماں نہ ہو کبھی
صحت کا اس مریض کو ارماں نہ ہو کبھی

مقصد یہ ہے جو سلسلہ جاری ہے آہ کا
رشتہ نہ ٹوٹے عشقِ حبیب اللہ کا

مشکل ہے ہیچ اور مصیبت ہے دل لگی
عشقِ نبی کی آگ ہے اندر لگی ہوئی
مرنے کی آرزو میں گزرتی ہے زندگی
دکھلائیگی کرشمۂ دل میری بیکسی

جدم بلند آہ سے اپنی دھواں کروں
پیدا اک آسمان تہ آسماں کروں

ملتی نہیں مصائب و آلام کی نظیر
کیا انقلابِ گردشِ آفاق و چرخ پیر
دائم غم فراق کی رہتی ہے دار و گیر
میں شاہ دیں کی دام محبت کا ہوں اسیر

طاقت کسی طرح دلِ بیمار میں نہیں
جنبش کی تاب مرغ گرفتار میں نہیں

یہ خوف ہے زمیں نہ و بالا نہ ہو کہیں
برپا کرے نہ حشر کا عالم دلِ حزیں
فریاد اور نالہ میں تاثیر کب نہیں
لیتا ہوں کام ضبط سے میں ورنہ بالیقیں

عشقِ رسول میں یہ کرشمہ ہے آہ کا
جل جائے ایک آن میں دفتر گناہ کا

عاجز ذلیل و خوار ہوں اور خاکسار ہوں
یہ سچ مگر غلام شہ ذوالفقار ہوں
عاصی ہوں روسیاہ ہوں اور شرمسار ہوں
امیدوار رحمت پروردگار ہوں

زاہد کو اپنے زہد و ریاضت پہ ہے گھمنڈ
مجھکو شہِ ہدیٰ کی شفاعت پہ ہے گھمنڈ

اس وقت جبکہ لے نہ کوئی [illegible] کی خبر
یا شاہ دیں ہو مجھ پہ عنایت کی اک نظر

سہو و خطا و جرم سے ہو میرے درگزر
کیجے یہ روسیہ کو شفاعت سے بہرہ ور
رسوائے خلق ہو نہ قیامت میں یہ گدا
مداح آپ ہی کا ہے **مغموم** بینوا

ایضاً

کیوں آج دماغ اہل جہاں کا ہے معطر
کیوں آج نظر آتا ہے فردوس کا منظر
کیوں آج نکلتی ہے تمنا مری بڑھ کر
کیوں آج ہوا وقف مسرت دل مضطر
مژدہ یہ لئے رحمت حق آج کھڑی ہے
بخشش کا ہے سامان اجابت کی گھڑی ہے

ہے حسن تجلی کا ظہور ارض و سما سے
پرنور ہیں الماس و گہر جس کی ضیا سے
پھولوں کی مہک آتی ہے دامان صبا سے
غنچوں کے دہن کھلنے لگے صل علیٰ سے
ہر ذرے سے ہوتا ہے عیاں رتبۂ شاہی
ہر برگ و شجر سے ہے عیاں شان الٰہی

سرسبز ہے شاداب ہے ہر کوہ و بیاباں
رشک چمن خلد بنا دشت کا داماں
خورشید کی صورت در و دیوار ہیں تاباں
کس جوش پہ ہے نغمۂ مرغان خوش الحاں
کچھ رنگ نرالا ہے شجر اور حجر کا
جو دیدۂ بینا ہے وہ ہے محو تماشا

افلاک پہ بخشش کے کھلے آج خزانے
رحمت کے فرشتے لئے پھرتے ہیں لٹانے
رضواں جو کمر بستہ ہے جنت کو سجانے
حوریں بھی سناتی ہیں مسرت کے ترانے
مدہوشی کا عالم ہے ادا کیا ہو زباں سے
خوشبو جو چلی آتی ہے گلزار جناں سے

ہے صبح طرب چاک ہوا پردۂ ظلمت
ہے چشم بصیرت کے لئے دید کی دولت
بخشش پہ کرم جوش پہ ہے قلزم رحمت
مشتاق لقا کو ہے یہ ہر آن بشارت
دل نے کہا آفاق میں کیا دھوم مچی ہے
دانش نے کہا محفل میلاد نبی ہے

اس بزم مقدس کا یہ سب کچھ ہے کرشمہ
جو آیا یہاں قرب الٰہی کو وہ پایا
اس محفل ذیشاں پہ ہیں سب والہ و شیدا
سیراب ہے خمخانۂ توحید کا پیاسا
یہ قلب کی تسکین ہے یہ ہے درد کا درماں
یہ مدرسۂ عشق، یہ ہے منزل عرفاں

دارین کی دولت جسے کہتے ہیں یہی ہے
کونین کی نعمت جسے کہتے ہیں یہی ہے
نظارۂ جنت جسے کہتے ہیں یہی ہے
اللہ کی رحمت جسے کہتے ہیں یہی ہے
محبوب خدا شاہ امم کی ہے یہ محفل
خورشید کرم ابر ہدیٰ کی ہے یہ محفل

اس بزم میں انوار ہیں اخلاص سے آؤ
جز عشق پیمبر کوئی شی ساتھ نہ لاؤ
حب شہ کونین کا کچھ جوش دکھاؤ
قربان کرو جان کو آنکھوں کو بچھاؤ
غیروں کی محبت بھی یہاں بے ادبی ہے
یہ محفل میلاد رسول عربی ہے

کیا ذکر شہ کون و مکاں میں ہے زباں تر
کیا زمزمہ سنجی میں ہیں مصروف سخنور
کیا نام مبارک میں حلاوت ہے میسر
کیا بحر طبیعت سے نکل آتے ہیں گوہر
یا رب پئے عشاق مرا کام بھی ہو جائے
مداح پیمبر میں مرا نام بھی ہو جائے

کیا نعت نبی مجھ سے [illegible]
[illegible] کہنے کے آمادہ ہوا ہوں

کیا حوصلہ اور کیا مری ہستی ہے میں کیا ہوں
ہاں سرورِ کونین کا خاکِ کفِ پا ہوں

مسکن ہے سرِ عرش مری فکرِ رسا کا
ہے مدِ نظر وصف شہِ ہر دو سرا کا

سلطانِ رسل بحرِ کرم سیدِ ابرار
امی لقب و فخرِ جہاں سرور و سالار
مقبولِ خدا ابرِ عطا مہرِ ضیا بار
سرتاج نبوت بخدا احمدِ مختار

شاہنشہ اربابِ صفا چترِ شریعت
ذی عظمت و سر دفترِ ایوانِ شفاعت

طٰہٰ تیری توصیف ہے لولاک تری شاں
لوح و قلم و شمس و قمر تابعِ فرماں
قرآں تری تفسیر ہے تو معنیٔ قرآں
تو مظہرِ حق، سرِ خدا، صورتِ انساں

آئینۂ قدرت میں کسے دیکھ رہے ہیں
جو دیکھنے والے ہیں تجھے دیکھ رہے ہیں

قائم تری عظمت کا نشاں بحر میں بر میں
پرتو ترے انوار کا ہے لعل و گہر میں
ہے شانِ رسالت کی ضیا برگ و ثمر میں
شعلہ ہے ترے عشق کا پتھر کے جگر میں

ہر شئی سے نمودار ترے فیض کی صورت
ہر ایک کے دل میں ہے ترا داغِ محبت

ہر اک کو طلب ہے تری ای سرورِ ذیجاہ
وہ کون جو رتبہ سے نہیں ہے ترے آگاہ
ہے قبلۂ اربابِ بصیرت تری درگاہ
حوروں میں ترا ذکر فرشتوں میں تری چاہ

ہر ذرے میں موجود تری جلوہ نمائی
میں کیا ہوں مسخر ہے تری ساری خدائی

ہے احمدِ مختار کا سودا مرے سر میں
ہے درد و طپش دل میں تو سوزش ہے جگر میں
ہے خمکدۂ کون و مکاں میری نظر میں
موجود گر شاہدِ مقصود ہے بر میں

مینوش محبت نہ گیا کوئی بھی پیاسا
خالی نہ رہا میکدۂ یثرب و بطحا

بریاں ہے جگر عشق میں اور چشم بھی نم ہے
تعزیر مرے جرم کی جو کچھ ہو وہ کم ہے
حسرت سے طپاں دل ہے تو جان وقف الم ہے
حکم شہ دیں پر سر تسلیم یہ خم ہے

منصب بھی ہے کوئی نہ کوئی دہر میں سب کا
آقا کو حکومت کا غلاموں کو ادب کا

یا شافع محشر میں گرفتار بلا ہوں
جو کچھ ہوں ہر اک حال میں راضی برضا ہوں
آشفتہ ہوں مغموم ہوں پامال جفا ہوں
اتنی ہے مری عرض کہ مشتاق لقا ہوں

سیراب مجھے چشمۂ دیدار سے کردے
ہاں گوہر مقصود سے دامن مرا بھر دے

رباعیات وقطعات

رتبہ سے ترے کون ہوا ہے آگاہ
درماندہ ہیں فہم و خرد و ہوش یہاں
یا صاحب لولاک تو ہے ظل الٰہ
کیا کنہ حقیقت کو ترے پائے نگاہ

ولہ

طالع کی رسائی پہ قلم نازاں ہے
غل صل علیٰ کا ہو بروح اکرم
وصف شہ ذیشاں میں گہر افشاں ہے
آرایش محفل کا یہی ساماں ہے

ولہ

گلدستے یہ محفل میں سجے جاتے ہیں
مشتاق پہ ہے وجد کا عالم طاری
گل نعت نبی کے جو کھلے جاتے ہیں
کیا نام محمد پہ مٹے جاتے ہیں

ولہ

پُر نور ہے میلادِ نبی کی محفل، ہر دم ہے یہاں رحمتِ باری کا نزول		ہے قربِ خدا قربِ پیمبر حاصل، فردوس بریں کی ہے یہ پہلی محفل
	ولہ	
میلادِ نبی کا جو بیاں ہوتا ہے خوشبو جو پہونچتی ہے تو کہتے ہیں مَلک		فردوس کی محفل کا گماں ہوتا ہے ذکرِ شہ لولاک کہاں ہوتا ہے
	ولہ	
ہر لب پہ یہاں ذکرِ نبی جاری ہے اللہ اللہ بزمِ میلادِ نبی ؐ		ہر آن ظہورِ رحمتِ باری ہے کیا نعتِ رسول کی گہرباری ہے
	ولہ	
اس بزم میں رحمتِ خدا شامل ہے تعظیم و ادب سے ذکرِ محبوب سنو		فردوس کو جانیکی یہی منزل ہے میلادِ رسولِ پاک کی محفل ہے
	ولہ	
چاہے جو کوئی شعر میں پیدا ہو اثر سمجھو کہ یہ ہے نعتِ نبی کا صدقہ		آغاز میں ہو حمدِ خدائے اکبر، کھلجائیں اگر تیغِ زباں کے جوہر
	ولہ	
ہے شوقِ اسیری تو گرفتار بھی ہو عشقِ شہ مرسل میں فنا کر خود کو		مجرم ہے تو رحمت کا سزاوار بھی ہو بخشش کے لئے کوئی مددگار بھی ہو
	ولہ	
مداحِ جنابِ شاہ ذیشاں ہوں میں یہ دولتِ دارین ہے دامن بھر لو		اس در کا گدا جہاں کا سلطان ہیں ہیں وصفِ احمد میں گوہر افشاں ہوں میں
	ولہ	

اس بزم میں قرب مصطفےٰ ہے حاصل
ہے وردِ زباں صلّ علیٰ صلّ علیٰ
اور رحمتِ کردگار بھی ہے شامل
میلادِ شہ ہدیٰ کی ہے یہ محفل،

مدح خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بہار باغ خلافت ہے حضرت صدیق
ضیائے شمع رسالت ہے حضرت صدیق

فروغ بزم شرافت ہے حضرت صدیق
گل ریاض صداقت ہے حضرت صدیق

ہمائے اوج سعادت ہے حضرت صدیق
سراج چرخ ولایت ہے حضرت صدیق

کنوز مخزن قدرت ہے حضرت صدیق
انیس مظہر رحمت ہے حضرت صدیق

سپہر فضل و کرامت ہے حضرت صدیق
کہ خضر راہ ہدایت ہے حضرت صدیق

وہ برگزیدۂ حق اور جانشین رسولؐ
کہ صدر مسند عزت ہے حضرت صدیق

اسیکے سر پہ ہے سہرا اشاعت دیں کا
بجا ستون شریعت ہے حضرت صدیق

نبی کے بعد جو ہے سب سے افضل و اکمل
لوائے شوکت و عظمت ہے حضرت صدیق

مدام محرم اسرار حضرت داور
کہ شرح دفتر فطرت ہے حضرت صدیق

شمیم رحمت حق، نکہت ولائے رسولؐ
نشان لطف و عنایت ہے حضرت صدیق

گلیم فقر ہے مرغوب بادشاہی میں
کہ زیب قصر حکومت ہے حضرت صدیق

محب حضرت حق جاں نثار سرور دیں
ازل سے وقف عنایت ہے حضرت صدیق

وقار دیں ہے شناور ہے بحر عرفاں کا
کہ نور گوہر عظمت ہے حضرت صدیق

وہ سینہ صاف تھا آئینہ کمال رسولؐ
رفیق ختم نبوّت ہے حضرت صدیق

فلک پہ کی ہے فرشتوں نے پیروی جسکی،
وہی نہال سخاوت ہے حضرت صدیق

اسکی ذات سے تاباں ہے اختر اسلام،
عزیز دین کی دولت ہے حضرت صدیق

ادا کیا ہے دل و جاں سے حق نیابت کا
متاع قلزم وحدت ہے حضرت صدیق

ہے دشمنوں کا مقولہ کہ عدل پرور ہے | کہ آفتاب ریاست ہے حضرت صدیق
وہ کس طرح سے نظر آئے کور باطن کو | کہ قرب چشم بصیرت ہے حضرت صدیق
وہ کلمہ گو ہوئے جو تھے شریک گمراہی | کہ رہنمائے طریقت ہے حضرت صدیق
ہوا ہے وہ شہ دیں کا خلیفۂ اول | ضیائے کوکب قسمت ہے حضرت صدیق
بنایا دین کا باطل پرست کو شیدا | کہ سدِ راہ ضلالت ہے حضرت صدیق
محبت نبوی جس کا عین ایماں تھا | دلیل شانِ امامت ہے حضرت صدیق
جہاں میں پھیل گیا نور شوکت اسلام | مدام دافع ظلمت ہے حضرت صدیق
خدا رسیدوں کا ملجا ہے دیں کا حامی | نبی کی جا ہو جو قربت ہے حضرت صدیق
وہ باب علم ہے گنج خفی کا ماہر ہے | کہ سرِ حق کی حکایت ہے حضرت صدیق
مدام پیش نظر تھا کلام ربانی | کہ دین حق کی حفاظت ہے حضرت صدیق
ہوئی حقیقت اسلام آشکار اس سے | یہ سچ ہے دین کی حجت ہے حضرت صدیق
جہاں کے سارے سلاطیں ہیں جسکے ذلہ ربا | کہ تاجدار خلافت ہے حضرت صدیق

مدام شغل ہو معموم مدح خوانی کا
کہ غمزدوں کی بشارت ہے حضرت صدیق

مدح سبط رسولؐ

وہ کون تھا جو ہوا جلوہ گاہ نور خدا | وہ کون تھا جو ہوا پیشوائے اہل ہدیٰ
وہ کون تھا جو ہوا مقتدائے اہل صفا | وہ کون تھا جو کیا سر کو راہ حق میں فدا

وہ بوسہ گاہ نبی راحت دل زہراؓ
وہ شانِ مصطفوی نور چشم شیر خدا

وہ کون مخزن ایمان و معدن عرفاں | وہ کون قبلۂ ارباب صدق شاہ جہاں

وہ کون تاج رسالت کا گوہر تاباں — وہ کون پاک فرشتہ تھا صورت انساں
لوائے شوکت دیں رسول رب علا
امام حلقۂ ابرار و سید الشہدا

وہ کون محرم اسرار حضرت داور — وہ کون مظہر انوار شاہ جن و بشر
وہ کون معرفت حق کا بے بہا دفتر — وہ کون شان الٰہی کا خوشنما پیکر
ضیائے مہر شریعت گل ریاض رسولؐ
وہ دلبر اسد اللہ نور عین بتولؓ

وہ کون مایۂ رحمت وہ کون حق آگاہ — وہ کون ملک ولایت کا تھا جو شاہنشاہ
وہ کون زینت باغ بہشت و عالیجاہ — وہ کون سرور عالیوقار و ظل اللہ
امین سر خدا واقف خفی و جلی
ظہور شان پیمبر حسین ابن علیؓ

قدم ہٹا نہ رہ مستقیم سے مطلق — وجود جسکا ہے دین رسول کی رونق
عدو کی فوج میں کرتے تھے نعرۂ الحق — نہ سر کے جانیکا غم تھا نہ جان کا رنج و قلق
ہوا ہے عمر کا لبریز جب کہ پیمانہ
عدم کی راہ میں نکلا جلوس شاہانہ

تھی سجدہ میں دم آخر جبین پر انوار — زبان پہ شکر خدائے جلیل کی تکرار
ہوئی رضائے الٰہی میں جان پاک نثار — وہ کیا جگر تھا نہ تیغ بھی تھا جسکو وار
شہید راہ خدا یوں امام ہوتا ہے
یہی تو صبر و رضا کا مقام ہوتا ہے

عجب تھی شان گل گلشن رسالت کی — نہ انتہا تھی مصیبت کی اور نہ آفت کی
مگر تھی دل میں محبت خدا کے عظمت کی — شریعت شہ والا کی کیا حفاظت کی

صدا یہ غیب سے آئی کہ اے نفیس گہر
کہو تو ٹوٹ پڑے آسماں اعدا پر

کہا کہ میں ہوں جگر گوشۂ رسول کریم
نہیں مری یہ تمنا کہ ہو عذاب الیم
کہ وجہ رحمت عالم ہے جن کا خلق عظیم
مشیت احدی پہ ہے خم سر تسلیم

جو کلمہ گویوں کی شدت ہے عین راحت ہے
کہوں میں کیا مرے نانا کی یہ بھی امت ہے

یہ کیا کلیجہ یہ کیا صبر نور عین بتول
بہاؤ خوں کے آنسو کہ ہو عمل مقبول
مقام غور ہے اے عاشقان آل رسول
غم امام سے دایم کرو ثواب حصول

یہ غم وہ غم ہے کہ جس غم میں لطف داور ہے
یہ غم وہ غم ہے کہ جس سے نجات محشر ہے

سلام تجھ پہ ہو اے جانشین پیغمبر
سلام تجھ پہ ہو اے نور دیدۂ حیدر
سلام تجھ پہ ہو اے جان ساقیٔ کوثر
سلام تجھ پہ ہو اے شاہ تا دم محشر

خلوص دل سے عزیزو پڑھو بصد تکریم
سر امام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

غلام ہے ترا معصوم اے شہ عالم
ہے آرزوے لقا دور کر یہ رنج و الم
طفیل سرور کونین کر نگاہ کرم
رہوں میں دید کی دولت سے شاد و خرم

زبان عجز سے کیا وصف ہو ترا اظہار
ادب سے سر بگریباں ہے کلک گوہر بار

سلام برروح پرفتوح جناب سید الشہدا امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ

السلام اے مظہر انوار سبحان السلام
السلام اے قبلۂ ارباب ایمان السلام

السلام اے راز دار گنج عرفاں السلام
السلام اے پیشوائے اصفیا سبط رسول
السلام اے عظمت دین پیمبر ستر حق
السلام اے گوہر دریائے رحمت باصفا
السلام اے گنج معنی سایہ فضل الٰہ
السلام اے بندہ پرور صاحب خلق عظیم
السلام اے واقف ستر جلی ستر خفی،
السلام اے حسن افزائے مہ و مہر فلک
السلام اے والیٔ ملک ولایت بالیقیں
السلام اے قطب دین شاہ شہیداں السلام
السلام اے سید عالی نسب والا حسب،
السلام اے دفتر توحید حق مشکل کشا
السلام اے گوہر تاج نبوت پرضیا،
السلام اے نور رب محبوب محبوب خدا
السلام اے نور چشم فاطمہ بنت رسولؐ
السلام اے مقبل داور حسین ابن علیؓ
السلام اے قدوۂ عالم امام المسلمیں
اے گل باغ رسالت وارث ختم الرسل
اہل بیت مصطفےٰ چشم و چراغ مرتضیٰ
جاں رضائے حق پہ دی اللہ اکبر شاد شاد
طاعت حق سے نہ پھیرا منہ تو تیغ عدو

السلام اے مخزن الطاف و احساں السلام
السلام اے تاجدار لطف رحماں السلام
السلام اے دافع آزار عصیاں السلام
السلام اے چارۂ قلب پریشاں السلام
السلام اے صاحب لطف فراواں السلام
السلام اے رہنمائے خلق و ذیشاں السلام
السلام اے چارہ ساز دردمنداں السلام
السلام اے رشک حسن ماہ کنعاں السلام
السلام اے شان محبوبی نمایاں السلام
السلام اے ابن حیدر شیر یزداں السلام
السلام اے دستگیر بے نوایاں السلام
السلام اے رونق اوراق قرآں السلام
السلام اے نور خورشید درخشاں السلام
السلام اے شمع عرفاں مہر تاباں السلام
السلام اے ہادی یکتای دوراں السلام
السلام اے دین احمد کے نگہباں السلام
السلام اے امت عاصی کے سلطاں السلام
السلام اے جانشین شاہ شاہاں السلام
السلام اے نائب سلطان دوراں السلام
السلام اے فخر شاہ جن و انساں السلام
السلام اے آفتاب دیں کے مہماں السلام

دین برحق کے لئے کیا کیا سہے ظلم و ستم
سروری و برتری ہے تجھکو شایاں السلام
حور و غلماں و ملایک منتظر تیرے لئے،
اے شہید کربلا اے حق کے جہاں السلام
رحمت حق جا و داں نازل ہو اے مظلوم قوم
السلام اے قدرت حق تجھ پہ نازاں السلام
دین پر ثابت قدم ایسے کہ قرباں ہو گئے،
السلام اے یادگار شاہ مرداں السلام

از پئے خاتون جنت بخشوا روز جزا
ہاتھ ہے معموم کا اور پیر زاداں السلام

طغیانی سرشک کا اک اژدحام ہے
صبر و سکون دل کسی عنقا کا نام ہے
جنبش میں آج ہر در و دیوار و بام ہے
یہ ماتم حسین علیہ السلام ہے
ہے چرخ پہ ہلال محرم جو آشکار
دور نشاط و عیش کا اب اختتام ہے
آغاز سال رنج و الم کی ہے ابتدا
کہتے ہیں جسکو صبح مصیبت کی شام ہے
کیسی خوشی کہاں کے ترانے کہاں کی عید
ایام غم جو آئے مسرت تمام ہے
گل ہے شجر سے شاخ سے ہے جلوہ گردہ نور
ہر دم بطرز تازہ ظہور امام ہے
کیونکر خوشی ہے راہ خدا میں فدا نہ ہو
وہ بسر رضائے حق سے جو راضی مدام ہے
افسوس اشقیانے کیا اسکا سر جدا
جسکے طفیل ارض و سما کا قیام ہے
مجروح تیغ غم سے دل خاص و عام ہے
ہے ہے شہادت شہ عالی مقام ہے
ختم الرسل جہاں میں رسول انام ہے
اور آفتاب چرخ ولایت امام ہے

کیونکر فروغ پائے نہ معموم کا کلام
وہ عاشق رسول محب امام ہے،

غم شبیر میں آنسو بہائے جسکا جی چاہے
جوار رحمت خالق میں آئے جسکا جی چاہے
قدم میدان کربل میں اٹھائے جسکا جی چاہے
غم شبیر میں سر کو کٹائے جس کا جی چاہے
عدو کا نام ہستی سے مٹائے جسکا جی چاہے
دم شمشیر کا جوہر دکھائے جس کا جی چاہے

در شہ پر سلامی سر جھکائے جسکا جی چاہے
سعادت دو جہاں کی آج پائے جسکا جی چاہے

کہا شہ نے اجل کا سامنا منظور ہو جسکو
خوشی سے وہ تہ شمشیر آئے جسکا جی چاہے

کہا فوج عدو میں حر نے لیکر خنجر تسلیم
سپر سینے کے تئیں اپنے بنائے جسکا جی چاہے

مجھو یہ صدا آتی ہے ہر دم خاک شہدا سے
مکاں فردوس میں اپنا بنائے جسکا جی چاہے

صدا دیتے چلے فوج عدو میں حضرت شبیر
ہمارے تیغ کا پھل آج کھائے جسکا جی چاہے

در و دیوار سے مغموم رونے کی صدا نکلے
مرے اشعار غم افزا سنائے جسکا جی چاہے

مدح سلطان الاولیا۔

ہے مدح غوث کا سودا بھرا ہوا سر میں
مرے سخن کی ضیا کب ہے مہر خاور میں

کہاں کا لطف کدہر کی بہار جنت میں
سرور جاں ہے تو بغداد کے ہی منظر میں

مقام غوث کو دکھلائے جستجو کر کے
کہاں یہ تاب ہے روح الامیں کے شہپر میں

جو دیکھ سکتے ہیں آنکھیں وہ دیکھ لیں چلکر
بہشت کا ہے نمونہ مزار سرور میں

جناب غوث جو کرنے لگے مسیحائی
رہی نہ نام کو تیزی قضا کے خنجر میں

قدم رکھے شب معراج دوش پر کسکے
وقار غوث ہے کیا دیدۂ پیمبر میں

زباں کو آپ کی حصہ ملا وراثت میں
کرشمہ تھا جو عیاں ذوالفقار حیدر میں

خدا دکھائے جو روضہ تو ہے یہ حسرت دید
نکل کے آنکھ ہی لگجائے روزن در میں

شقی سعید بنے مردے ہو گئے زندہ
فنا کا نقش مٹایا قضا کے دفتر میں

مجال کیا ہے فرشتے عذاب کے کھینچیں
ہیں اور دامن غوث الورای ہے محشر میں

صنم پرست جو دیکھا وہ حق پرست بنا
تھی ایسی طاقت تسخیر روئے انور میں

میں شرح حال دل زار میں لکھوں مطلع

کہ جسکے سننے سے پیدا اثر ہو پتھر میں

یہ جوش گریہ کی صورت ہے دیدۂ تر میں
کہ اضطراب ہویدا دل سمندر میں

شب فراق مرا لوٹنا کوئی دیکھے
لگا ہے کانٹوں کا گویا کہ ڈھیر بستر میں

جو درد کی کوئی تصویر دیکھنی چاہے
تو وہ تلاش کرے میرے حال ابتر میں

مثال حباب کے مانند آلۂ فصاد
جو خون گرم مرا رہ گیا تھا نشتر میں

ملی ہے آہ سے تائید سوزش دل کو
ہوا جو تیز چلی آگ لگ گئی گھر میں

کروں جو نعرۂ یا غوث آگ لگجائے
جبل میں دشت میں صحرا میں بحر میں بر میں

میں عرض حال میں لکھوں وہ مطلع روشن
کہ جسکا حسن چمک جائے ماہ و اختر میں

خوشی کا دخل ہو یا غوث قلب مضطر میں
بلند شور ہزیمت ہو غم کے لشکر میں

ہے غلغلہ تری صولت کا کاخ اخضر میں
تصرف اپنا دکھا دے مرے مقدر میں

مری ہر ایک مصیبت کا خاتمہ ہو جائے
رہا ہے اک نگہ لطف و فیض گستر میں

حیات خضر ہے وابستہ آبحیواں سے
بقا ہے میری شہا تیری ایک ٹھوکر میں

حضور کے لب شیریں کا مبتلا ہوں میں
بجھیگی پیاس کہاں میری آب کوثر میں

لگی ہے آگ تپ عشق کی مرے آقا
جگر میں سینہ میں دلمیں دماغ میں سر میں

علاج خاطر محزوں ہے اے شہ والا
نسیم گلشن بغداد روح پرور میں

بلاؤ روضۂ اقدس پہ یا محی الدین
وہاں جو پہونچوں تو پہنچا میں لطف داور میں

مدد ہو یا شہ جیلاں کہ وقت مشکل ہے
رہے یہ غمزدہ کبتک فلک کے چکر میں

در حضور پہ مستغرقم میرا دم نکلے
دعا ہے یہ مری درگاہ رب اکبر میں

تقدیر کی جفا پہ نہ ہرگز ملال کر
اے دل حضور قطب زماں عرض حال کر

فریاد پہونچے گنبد بغداد میں مری — اے نالہ ہجر شاہ میں اتنا کمال کر
خوشبوئے خاک روضۂ غوث الوریٰ سنگھا — دامن میں اے نسیم سحر اپنے ڈال کر
ہو جائے تا خوشی سے ترے روضہ پر نثار — رکھا ہوں اس قفس میں مری جاں سنبھال کر
بیگانہ ہو کے سب سے چلا ہوں سوئے حضور — آیا ہوں سر سے اپنی مصیبت کو ٹال کر
دکھلائیگا کبھی در والا حضور کا — رکھا ہوں دلکو عشق کے پھندے میں ڈال کر
اے چرخ میں غلام شہ دستگیر ہوں — کرنا جفا کا قصد ذرا دیکھ بھال کر
کیا قبض جاں کرے وہ مری ہجر شاہ میں — رکھدوں قضا کو گیند کی صورت اچھال کر
سرکش کی جانبری نہیں ممکن حضور غوث — اے آسماں خمیدہ سر انفعال کر
محشر ہے کیا دکھادے جنون عشق شاہ میں — ہنگامہ اک بپا دل آشفتہ حال کر
اے آہ شعلہ بار جلا عشق غوث میں — تن کا خیال کر نہ تو جاں کا خیال کر
یہ اشتیاق اور یہ حسرت ہے دید کی — رکھدوں تیرے مزار پہ آنکھیں نکال کر
ٹھہرے دلا کہاں تہ گردوں کوئی بلا — لے نام غوث جور فلک پایمال کر
ضائع نہ جائے لخت جگر عشق شاہ میں — پہلو میں رنج غم کو رکھا ہوں پال کر

معصوم کی جبیں ہو سر آستان غوث
پوری یہ آرزو مری اے ذوالجلال کر

کیا جن و انس کیا ملک و حور اور پری — کون و مکاں میں ہے شہ جیلاں کی افسری
کیا باصفا وہ ذات کہ تھا جلوہ گر مدام — آئینۂ وجود میں خلق پیمبری
کیا ذکر روم و شام ہے زیر لوائے غوث — تاتاری و دمشقی و چینی و بربری
ٹھہرے جہاں میں کیا کوئی مشکل کہ ٹوٹ جائے — نام جناب غوث ہے سد سکندری
سرکش اگر کوئی شہ والا سے ہو گیا — ممکن حضور غوث نہیں اسکی جانبری
گردن فراز جو تھے ہیں جسکا آستاں — اس در پہ سرکشوں کی ہے پامال خودسری

میں نغمہ سنج مدحت سبط رسول ہوں — کیا میرے ہمصفیر ہوں عرفی و انوری
مظلوم کی صدا ہو جو یا پیر دستگیر — باغ جہاں سے محو ہو رسم ستمگری
کافی ہے نور چشم بصیرت کے واسطے — جو روضۂ حضور کی ہے خاک عنبری
وقعت نہ پائی اس نے در غوث پاک سے — جبتک کہ سرنگوں نہ ہوا چرخ چنبری
ٹوٹے طلسم گوشۂ چشم حضور سے — غارت ہوئی ہے ساری جہاں کی فسونگری
برگشتہ بخت بھی نہیں محروم فیض سے — ہے اس گلیم فقر میں شان تونگری
زیر و زبر ہو جنبش ابرو سے کائنات — پاسنگ کب ہو سطوت دارا و قیصری
منکر کا ادعا نہ ہوا باعث فروغ — روپوش و منتشر ہوئے کذاب مفتری
جو ہے مرید غوث وہ کب غرق ہو سکے — دریائے معرفت کی ہے حاصل شناوری
رحمت بھی ہے کرم بھی ہے جوش غضب بھی ہے — طور پیمبری ہے تو زور غضنفری

مطلع لکھوں وہ نور کا مطلع کہیں جسے
ہو جائیں جس پہ شیفتہ زہرہ و مشتری

تو مظہر نبی تجھے شایاں ہے مہتری — تو مقبل خدا تجھے زیبا ہے سروری
سمجھاؤں کیا تو کون ترا مرتبہ ہے کیا — لطف خدا، وقار نبی، شان حیدری
احرار و اصفیا نے قدم دوش پر لئے — ثابت ریاض دہر میں ہے تیری برتری
کرتا ہے جذب نور کو اپنے وجود میں — دایم مزار سے ترے خورشید خاوری
مشعل ہیں دو یہ روضۂ والا کے جاوداں — کرتے ہیں مہر و مہ ترے تربت کی چاکری
تو دودمان مرتضوی کا ہے نونہال — ہے ختم جسکی ذات پہ حقا دلاوری
ادنیٰ غلام بھی ہے ترا پیشوائے خلق — تاباں ہے جسکے رخ سے ضیائے قلندری
ہیں دوش پہ ترے جو قدوم رسول پاک — عالم میں کون ہے جو کرے تیری ہمسری

مطلع لکھوں وہ جس سے ہو روشن چراغ بزم

گمگشتگان عشق کو حاصل ہو رہبری

در یوزہ گر بنا ہوں تو کر فیض گستری	بندہ ہوں بارگاہ کا کر بندہ پروری
بغداد سے ہوں دور مقدر سے تنگ ہوں	کیا کیا الم فزا ہے شہا میری ابتری
گر روضۂ حضور پہ ہو جائے جاں نثار	میں خوش نصیب ہوں کہ یہ ہے میری بہتری
پابند غم اسیر الم ہوں بحال زار	دل میں طپش جگر میں خلش آنکھ میں تری
یاور ہو بخت گردش چشم حضور سے	تیری نگاہ لطف میں ہے لطف داوری
دست دعا اٹھا کہ ہو غم سے مری نجات	رب جہاں کو ہے تری منظور دلبری

صدقہ جناب غوث کا لطف رسول ہے
مغموم اوج پر ہے جو میری سخنوری،

مسرور ہے دل جوش پہ ہے رنگ گلستاں	کس شان سے آئی ہے بہار چمنستاں
قدرت کا یہ ہے فیض کہ ہر گوشۂ گلزار	انوار کے پرتو سے ہے رشک مہ تاباں
ہر پھول سے مستی کے ہیں آثار ہویدا	ہر شاخ سے ہے ولولۂ عشق نمایاں
شبنم کا ہے یاں فیض تو واں لطف صبا ہے	ہر سبزہ گہر ریز ہے ہر گل ہے زرافشاں
آئی ہے صبا آج جو مستانہ ادا سے	ہر غنچہ کا ہوتا ہے کہیں چاک گریباں
آتی ہے صدا ہر در و دیوار سے یا غوث	مصروف ترانہ ہیں جو مرغان خوش الحاں
ہر رنگ میں ہے شان الٰہی کا ظہور آج	ہر شان میں ہے جلوۂ حسن شہ جیلاں
آئی جو صدا چرخ سے یا قطب زماں کی	بلبل کی صفت طائر قدسی ہے غزلخواں
جسکو ہو میسر شہ جیلاں کی غلامی	کیوں اسکی مدد پر نہ ہو شاہ عربستاں
عظمت جو مرے پیر کی ہے رب علا سے	کیا جانے وہ گو خضر کی ہے عمر فراواں
ہوتی ہے یہاں سرور اقطاب کی توصیف	ہر شئی سے نمودار ہوئی رحمت یزداں
اللہ رے یہ دبدبہ روضۂ والا	جھکتا ہے جہاں بہر ادب مہر درخشاں

ہو مرقد غوث الثقلین پہ گزر اس کا — قابو میں ہوا کے نہ رہے تخت سلیماں
ہوتا ہوں ہراساں طلب داد رسی میں — میں بندہ وہ مولا میں گدا اور وہ سلطاں
حاشا نہ مریدوں کو ہے کچھ حشر کا کھٹکا — یہ ہے مرا اسلام یہی ہے مرا ایماں
غوث الثقلین کی مجھے حاصل ہے غلامی — نازاں ہے مرا بخت تو میں بخت پہ نازاں
عقبیٰ میں ہو کیا خوف مجھے نار سقر کا — محشر میں ہوں میں اور مرے غوث کا داماں
جاں بخشی کا فرمان دیا غوث نے جس کو — حسرت سے قضا دیکھ کے ہوتی ہے ہراساں

اب وصف حضوری میں لکھوں مطلع پر نور
بن جائے نہ کیوں چرخ سخن پر مہ تاباں

اے کاشف اسرار خدا معنیٔ قرآں — اے مظہر محبوب خدا مخزن عرفاں
عاجز ہے بشر کیا وہ تری کنہ کو پائے — رفعت تری کیا دیکھ سکے دیدۂ حیراں
شمس و قمر و چرخ ترے حکم کے مشتاق — لوح و قلم و عرش ترے تابع فرماں
سرسبز ترے فیض سے گلزار شریعت — محکم ترے بازو سے طریقت کا ہے ایواں
اقطاب ترے فیض کے سب ذلہ ربا ہیں — ابدال ہیں سب خوان کرم کے ترے مہماں
تو مہر ولایت ہے ولایت تری خواہاں — تو غوث ہے یہ خلعت زیبا تجھے شایاں
کس کس کو جھکاتا ہے ادب ہے ترا خادم — شاہوں کو ہٹاتا ہے یہ ہے سطوت درباں
رکتی ہے یہاں آکے صبا طرز ادب سے — ہوتی ہے ترے کوچہ سے آہستہ خراماں
اس خاک کی خوشبو چمن خلد سے افزوں — روضہ ہے ترا رشک وہ روضۂ رضواں
ہیں متفق اسپر دل و دیں دانش و ادراک — تو سر الٰہی ہے تو ہے قدرت سبحاں

ہے وقت مناجات لکھوں مطلع روشن
پروانہ صفت جس پہ سخنداں ہوں قرباں

اے مرہم دل خستہ و ملجائے غریباں — اے ابر عطا داروئے دردِ دل نالاں

بیتابی و بیخوابی و آشفتگی و غم، — ہے سخت مصائب میں گرفتار مری جاں
قسمت سے بھی مجبور رہوں اور ضعف سے ناچار — ہیہات غم ہجر میں ہوں بے سر و ساماں
سر پہ ہے اجل اور میں محروم لقا ہوں — برباد نہ ہو جائیں مرے حسرت و ارماں
روضہ کی تمنا میں تڑپتا ہوں شب و روز — اے محرم اسرار ہو مشکل مری آساں
وہ دن بھی خدا لائے کہ روضہ یہ دکھاؤں — داغ دل و زخم جگر و سوزش پنہاں
آنکھوں میں وہ روضہ ہے طپاں ہے دل صد چاک — میں مضطرب الحال مرا خواب پریشاں
خاک در اقدس پہ ملوں اپنی جبیں کو، — تسکین کا ساماں ہو اور درد کا درماں
کچھ نکہت خاک در والا ہو میسر — پھرتا ہوں اسی شوق میں اب دشت و بیاباں
کیا زیست کی امید کہ ہے ضعف کا عالم — رہتا ہوں شب و روز اسی فکر میں غلطاں
للہ مجھے روضۂ اقدس پہ بلالے — تھم جائے کسیطرح مرے اشک کا طوفاں
خوں آنکھ سے نکلے تو کچھ ارماں بھی نکلے — ہاں کچھ تو اثر اپنا دکھا دیدۂ گریاں
اے شمع دل افروز مدد وقت مدد ہے — شرح غم دل کی مرے کچھ حد ہے نہ پایاں

آنکھیں ہوں مری اور مزار شہ والا
روضہ ہو ترا اور رہو معصوم سخنداں

وہ کون ہے محبوب خدا کا جو ہے مظہر — وہ کون ہے جو دین پیمبر کا ہے رہبر
وہ کون ہے جو بحر محبت کا ہے گوہر — وہ کون ہے جو باغ رسالت کا گل تر
وہ کون ہے جو جلوہ گہ حضرت داور — وہ کون ہے جو محرم اسرار پیمبر
وہ کون ہے جو مخزن عرفاں کا ہے دفتر — وہ کون ہے نور نظر شافع محشر
وہ کون ہے جو شیفتۂ خالق اکبر — وہ کون ہے جو قلزم وحدت کا شناور
وہ کون ہے مخلوق خدا کا جو ہے یاور — سلطان جہاں قطب زماں ظل پیمبر
وہ کون ہے جو سرور کونین کا دلبر — دلبند حسن لخت دل ساقی کوثر

وہ کون ہے آئینۂ تقدیر کا جوہر — اور چرخ ولایت کا ہے خورشید منور
وہ کون ہے جسکے رخ زیبا سے ہے اظہر — خوئے حسن و بوئے علی خلق پیمبر
وہ کون ہے جو معرفت حق کا سمندر — وہ کون ہے جو قدرت باری کا ہے پیکر
وہ کون ہے سردار دو عالم کا نواسہ — جس در کے گدا قطب و ولی غوث و قلندر
وہ حضرت سبحاں کا پیارا شہ جیلاں — وہ صاحب توقیر وہ بغداد کا افسر
وہ رشک مسیحا ہے وہ ہے خضر طریقت — وہ گلشن انوار الٰہی کا صنوبر
وہ قوت حیدر صف مردان خدا میں — وہ بیشۂ ابرار میں ہے شیر دلاور
ایمان کے ایوان میں وہ نور کی قندیل — عرفاں کے چمن میں وہ تجلی ہے سراسر
خاتون قیامت کا جگر بند وہ پیارا — ہے جس سے عیاں شان نبی سطوت حیدر
غمخوار جو ہے امت سالار امم کا — بیکس کا مددگار غریبوں کا ہے یاور
ابدال ہو یا قطب ہیں سرور جیلاں — بتلائے کوئی کون ہوا آپ کا ہمسر
کیا رتبۂ والا کا بیاں قید قلم ہو — ہر بار یہاں فکر رسا کھاتی ہے ٹھوکر
معمور ہے گلزار جہاں فیض سے جسکے — جس خوان کے مہماں ہیں درویش و تونگر
جس شاہ کے دربار میں جھکتا ہے سر چرخ — کیا ہستی دارا و فریدوں و سکندر
جس در پہ ہوا چلتی ہے رک رک کے ادب سے — جس در سے قضا جاتی ہے دامن کو سمٹکر
کیا رتبہ ملک کا ترے خدام کے آگے — کیا گلشن فردوس ہو روضہ کے برابر
خاک قدم اس شاہ کی اکسیر ہے اکسیر — جس شہ کے عرق سے گل ریحاں ہے معطر
منت سے ملا طوق غلامی کا قمر کو — خورشید ہے جاروب کش روضۂ اطہر
اٹھ جائے اگر ہاتھ تو ہو عرش کو لرزہ — لب وا ہوں دعا میں تو بدلجائے مقدر
جنت کی بشارت نظر لطف ہے گویا — اور جنبش ابرو ہے عدو کے لئے خنجر
وہ دل بھی ہو جو جلوۂ اقدس کا ہو مسکن — وہ آنکھ بھی حاصل ہو جو دکھلائے وہ منظر

وہ سر بھی ہو جس سر میں ہو اس شاہ کا سودا — وہ سینہ ہو جس سینہ میں ہو الفت سرور
اے کاش میں تقدیر سے بغداد کو پہونچوں — بخشش کا نہ ساماں ہے اس سے کوئی بہتر
وہ دن بھی دکھا پھر نبی بار خدایا — اس شاہ کی چوکھٹ پہ خمیدہ ہو مرا سر
ملجائے اماں گردش افلاک سے دایم — ہو جائے در غوث ورای پر مرا بستر
امداد ہو امداد مری یا شہ جیلاں — عاجز ہوں غم ہجر سے اور دل ہے مکدر
حسرت ہے یہی اور یہی دل کی تمنا — حاضر ہو کسی وقت یہ خادم ترے در پر
ناکام مقدر سے ہوں اور سخت پریشاں — بیچارہ و بیکس ہوں زمانہ ہے ستمگر
ہوتی ہے بسر عمر مری آہ و فغاں میں — اور اشک سے ہے دیدۂ خونبار مرا تر
میں درد کی تصویر ہوں میں غم ہوں سراپا — سیماب کی مانند طپاں ہے دل مضطر
اللہ سے ہو جائے عطا طاقت پرواز — روضہ پہ چلا آؤں ترے بن کے کبوتر
مطلب ہے یہی اور یہی حاصل مطلب — اس روضۂ اطہر کا ہو دیدار میسر
گر کچھ نہ ہو اتنی تو مری عرض ہو مقبول — رویت سے شرفیاب بنا خواہیں اگر

یارائے تحمل نہیں نئے طاقت دوری
مغموم کو اب پاس بلالے مرے سرور

ہے جلوۂ قدرت کی ضیا شاخ و ثمر میں — فردوس کے خوشبو کی مہک ہے گل تر میں
مرغان چمن ہیں مئے عشق سے سرشار — کس گل کی یہ تصویر سمائی ہے نظر میں
شاخ گل رعنائے چمن جھوم رہی ہے — بل کھاتی ہے ہر آں نزاکت سے کمر میں
ہر ذرے سے ہے شان محبت کی نمایاں — اور نور حقیقی کا اثر بحر میں بر میں
واچشم بصیرت ہو اگر شوق لقا ہے — تا حسن تجلی کی ضیا آئے نظر میں
ہر شے سے عیاں ہے شہ بغداد کا جلوہ — نظارۂ جاناں کی کہاں تاب بشر میں
دنداں رخ شاہ کے پرتو سے چھپا ہیں — تاروں میں ضیا آئی تو خوشبو گل تر میں

جو غوث کا مردود ہے کون اسکا ہو رہبر — طاقت نہیں قدرت نہیں الیاس خضر میں
ابرو کے اشارے پہ قضا تابع فرماں — کستی ہے کمر معرکۂ فتح و ظفر میں
جنبش میں اگر تیغ زباں غوث کی آجائے — جوہر قدر ہے گرز و سناں تیغ و تبر میں
ڈھونڈھ ہے جو حقائق ہیں مقام شہ جیلاں — کب طاقت پرواز ہے جبریل کے پر میں
شوریدگی عشق شہ غوث زماں میں، — محفوظ ہو تا حشر یہ سودا مرے سر میں
روضہ کی زیارت کا ہو تب لطف میسر — آنکھیں مری لگ جائیں اگر روزن در میں
مشکل ہو ہر اک دفع تو آساں ہو مصیبت — طاقت ہے یہ نام شہ جیلاں کے سپر میں
ہر برگ سے ہوتی ہے تری شان نمودار — جلوہ ہے ترے حسن کا ہر شاخ شجر میں
طواف جو کرتے ہیں ترے روضہ کا دائم — ہوتی ہے فزوں شان ضیا شمس و قمر میں
ہر شئی میں ترے حسن کی ہے شان نرالی — انجم میں چمک گل میں مہک، آب گہر میں
بحجرہ شہ جیلاں میں صبا جا کے تو پہونچا — فریاد مری گوش شہ جن و بشر میں
در سے ترے منصب جو غلامی کا عطا ہو، — یا شاہ اضافہ ہو مرے عز و قدر میں
کبتک میں رہوں مضطرب الحال و دل افگار — تاخیر ہوئی جاتی ہے نالوں کے اثر میں
کرتی ہے ترے روضۂ اطہر کی زیارت — کیا لطف ہے کیا رنگ ہے دامان سحر میں
ابتک ترے دریائے فیوضات کی نہریں — جاری ہیں عراق و عرب شام و مصر میں
وہ عشق کی دولت سے غنی اور یہ محتاج — کشتہ کی تری شان کہاں کشتۂ زر میں
للہ ہو امداد مری یا شہ جیلاں — باقی نہ رہی تاب و تواں قلب و جگر میں
قسمت سے جو روضہ پہ ہو میری رسائی — میں جی سے گزر جاؤں تری راہگزر میں
مجبور ہوں خدمت میں مجھے اپنے بلا لو — گزرے نہ مری زیست یہاں رنج و ضرر میں
ہے سوزش فرقت مری فریاد و فغاں میں، — دل کی ہے صدا آگ لگی ہے مرے گھر میں
باقی نہ رکھیگا یہ مرا نام و نشاں بھی، — یوں درد کا اٹھ اٹھ کے تڑپنا مرے بر میں

دلکی یہ طپش تھی جو ہوئی اشک فشانی … آنکھوں کی لگاوٹ سے لگی ٹھیس جگر میں
چھڑ کاؤ کروں روضہ پہ اور ختم کروں سب … باقی ہیں جو کچھ اشک مرے دیدۂ تر میں
اللہ کرے سیل حوادث سے نکل جاؤں … اب عمر کی کشتی ہے مری خوف و خطر میں
سیماب صفت ہے دل مضطر کی جو حالت … عالم ہے طپش کا مرے آہوں کے شرر میں
حالت ہے مری نوح دگر ہجر میں یا غوث … سوزش یہ کہاں آتش فرقت کی سقر میں
گستاخ ہوں لیکن صفت بلبل نالاں … اک خیر کا پہلو ہے نیا مرے شر میں
دکھلائے مرا شوق مجھے گلشن بغداد … کافی ہے مرا صدق و یقین زاد سفر میں

ہے جوش محبت نہ سخن سازی معصوم
ہوں عرض رساں خدمت ارباب ہنر میں

تابندہ ہوا حسن ازل آج جہانگیر … کیا فصل بہار آئی ہے پڑھتی ہوئی تکبیر
ہر سو نظر آتے ہیں جو قدرت کے کرشمے … کیونکر نہ کریں گلشن آفاق کو تسخیر
مرغان چمن کرتے ہیں سب نغمہ سرائی … چھن چھن کے درختوں سے نکلتی ہے جو تنویر
ہے حسن تجلی در و دیوار سے ظاہر … ہر شاخ و شجر سے ہے عیاں نور کی تصویر
ہوتا ہے فرشتوں کا نزول امر خدا سے … تعمیل ہیں جسکی نہیں تقدیم و تاخیر
ہر گل سے ہے فیض شہ جیلاں کا ظہور آج … یوں غیب سے ہوتی ہے نوید آج یہ تشہیر
ہر صبح و مسا رحمت حق اپنے ہو نازل … فردوس سے کرتے ہیں جو اس بزم کو تعبیر
مدح شہ جیلاں میں جو ہیں زمزمہ پیرا … کرتے ہیں مکاں گلشن جنت میں وہ تعمیر
محبوب ہے محبوب الہٰی کا وہ برحق … کیا حوصلہ اوصاف میں اک شمہ ہو تحریر
ہاں جوش محبت نے کیا ہے مجھے مجبور … تا دفع ہو غم ملے تشفی کوئی دلگیر
یارا ہو زباں کو وہم توصیف الہٰی … مداحوں میں ہو جائے گل افشاں مری تقریر
پرواز ہو تا عرش مرے فکر رسا کی … مرغان فضا میں ہوں مرے دام میں نخچیر

مداح ہوں میں غوث وری قطب زماں کا
افلاک پہ کرتے ہیں ملائک مری توقیر

جھکتے ہیں مرے پیر کے در پر پئے تعظیم
افلاک و زمیں شمس و قمر بادشہ و میر

مقبول الٰہی ہیں تو منظور پیمبر
لخت دل و نور نظر شبّر و شبیر

اعجاز سے کیا کیا نہ ہوئے انکے مسخر
ایران و عرب ہند و دکن کابل و کشمیر

فردوس کا منظر رخ پُرنور کا جلوہ
تابندہ جبیں قدرت خلاق کی تفسیر

لب وا ہوں کسیوقت اگر بہر مناجات
کیا شک ہے کہ ملجائے وہیں عرش کی زنجیر

جی اٹھتے ہیں مردے تو شفا پاتے ہیں بیمار
اعجاز تکلم میں تبسم میں ہے تاثیر

نکلا جو زباں سے وہ مقدر کا نوشتہ
اعدا کے لئے کلک قضا کی ہے یہ تحریر

تاثیر تو دیکھو نظر فیض اثر کی
اک آن میں بنجاتی ہے بگڑی ہوئی تقدیر

ہے رحمت داور کی مریدوں کو بشارت
لعنت کا مگر طوق ہو منکر کو گلوگیر

جو راندۂ درگاہ ہے غوث الثقلین کا
کونین میں اسکی بخدا ہوتی ہے تحقیر

دربار مقدس کا یہ تھا فیض عدالت
پروانہ جو جلجائے ملے شمع کو تعزیر

گستاخی سے پیش آئے اگر کوئی بداقبال
اسکی نہ کبھی پیش خدا عفو ہو تقصیر

اٹھتی تھی نگہ جب تو یہ ہوتا تھا کرشمہ
اکسیر محبوں کو تو اعدا کے لئے تیر

تھا فیض کہ اندھے بھی ہوئے اہل بصیرت
خاک قدم غوث بھی ہے نسخۂ اکسیر

وہ کونسی مشکل ہے جو آساں نہیں ہوتی
نام شہ بغداد سے ہر امر ہو تسخیر

کٹتے تھے عدو شام و سحر تیغ زباں سے
کاٹے ہے سر شمع کو جسطرح سے گلگیر

بغداد میں گر تیرا گزر باد صبا ہو
کہنا یہ زبانی مری روضہ پہ کہ یا پیر

امداد ہو امداد مری یا شہ جیلاں
بیکار نہ جائے یہ مرا نالۂ شبگیر

یا شاہ غلام آپ کا مشکل میں پڑا ہے
سینہ ہے طپاں ہجر میں اور دل ہے گرہ گیر

حاصل ہو مجھے کیں درِ اقدس کی غلامی
مطلوب نہ غلماں ہیں نہ فردوس کی جاگیر

آمادہ ہے **مغموم** پئے جان نثاری
یا غوث زیارت کی جو نکلے کوئی تدبیر

رحمت حق کی ضیا طالع بیدار میں ہے
لطف صحرا میں ہے اس شہ کے جو گلزار میں ہے
عظمت غوث وری ہر دل دیندار میں ہے
مجھپہ روشن ہے جو کچھ پردۂ اسرار میں ہے
سرنگوں [illegible] والا پہ مدام
نکہت مشک [illegible] جسم مطہر میں ہے
معرفت کا جو خزینہ ہے لٹا دیتے ہیں،
لطف آغوش الٰہی میں وجود اقدس
نظر لطف و کرم سے شہ والا ہو ادھر
طپش و حزن و ملال و غم و رنج دوری

غوث اعظم کی محبت دل بیمار میں ہے
گل کی خوشبو رہ بغداد کے ہر خار میں ہے
آپ کے نام کی ہیبت دل کفار میں ہے
غوث کا جلوہ مری چشم ضیا بار میں ہے
جور و بیداد کہاں چرخ کی رفتار میں ہے
شان باری کی ضیا روئے پر انوار میں ہے
ایسی دولت نہیں دنیا میں جو سرکار میں ہے
الفت غوث دل احمد مختار میں ہے
حسرت و درد، دل تشنۂ دیدار میں ہے
مجھپہ روشن ہے جو کچھ قلب گنہگار میں ہے

دامن مقصد **مغموم** حزیں کو بھر دے
کیا کمی اے مرے آقا ترے دربار میں ہے

در عرفاں کا زینہ محی الدین جیلانی،
جہاں میں مظہر ذات پیمبر ذات والا ہے
ہوں تیغ عشق کا گھائل نگاہ لطف سے اپنے
عبادت لاکھ ہو لیکن جہنم اسکا مسکن ہے
شراب عشق سے مینائے دل لبریز ہو میرا
مدد اے دستگیر بیکساں فرقت کا مارا ہوں
مجازی سے نکالو طالب عشق حقیقی ہوں

صفات حق کا آئینہ محی الدین جیلانی،
اگر ہو دیدۂ بینا محی الدین جیلانی،
مرا زخم جگر سینا محی الدین جیلانی،
رکھے جو آپ سے کینہ محی الدین جیلانی،
دوئی سے صاف ہو سینہ محی الدین جیلانی،
مجھے دشوار ہے جینا محی الدین جیلانی،
یہ ہے تقویم پارینہ محی الدین جیلانی،

توسل سے تمہارے ہو دل مغموم یا حضرت،
ضیائے حق کا گنجینہ محی الدین جیلانی،

مسدس

السلام اے جلوۂ انوار سبحاں السلام
السلام اے نور چشم شیر یزداں السلام
السلام اے چرخ دیں کے مہر تاباں السلام
السلام اے قبلۂ ارباب ایماں السلام
السلام اے رونق قلب مسلماں السلام
السلام اے چارہ ساز دردمنداں السلام

السلام اے پیشوائے رہنمایاں السلام
السلام اے شمع بزم جاں فروشاں السلام
السلام اے راز قدرت کے نگہباں السلام
السلام اے سرگروہ دلق پوشاں السلام
السلام اے سالک راہ طریقت محی دیں،
السلام اے چشمۂ فیض ہدایت جاوداں

السلام اے پیر کامل مقتدائے اہل دل
السلام اے گوہر بحر رسالت پر ضیا،
السلام اے ظل حق سرتاج بزم اولیا،
زینت بستان دیں سردفتر کل اصفیا،
نام میرے پیر کا ہے دافع رنج و بلا،

السلام اے مظہر شاہ رسولاں السلام
السلام اے عزت شاہ شہیداں السلام
السلام اے گنج عرفاں شاہ جیلاں السلام
السلام اے حاصل اوراق قرآں السلام
السلام اے مرشد من قطب دوراں السلام
السلام اے دستگیر بینوایاں السلام

السلام اے قدوۂ عشاق ذیشاں السلام
السلام اے عارفان حق کے سلطاں السلام
السلام اے واقف اسرار رحماں السلام
السلام اے مخزن لطف فراواں السلام
السلام اے نوربخش قالب و جاں السلام
السلام اے رہبر انواع انساں السلام

السلام اے صدر بزم ہمنشیناں السلام
السلام اے فیض بار جود و احساں السلام
السلام اے آفتاب صدق ایقاں السلام
السلام اے رحمت باری کے شایاں السلام
بالیقیں درد دل محزوں کے درماں السلام

دائی ملک ولایت قطب دیں غوث الزماں
عبد قادر نام اقدس باعث راہ نجات
رنج فرقت سے طپاں ہوں زار و نالاں ہوں مدام
جلد قسمت سے پہنچ جاؤں مزار پاک پر
روضۂ اقدس پہ ہو جب رحمت حق کا نزول
سطوت حق شوکت اسلام جسکی ذات ہو
اے شہ بغداد اب پہنچو مری فریاد کو

السلام اے شان حق تجھ سے نمایاں السلام
سر تصدق جان و دل اپنا ہو قرباں السلام
ہو نگاہ لطف ہر حال پریشاں السلام
آپکی تائید سے ہو جائے ساماں السلام
دور کیوں رحمت سے ہو یہ زار و نالاں السلام
کیوں نہ حامی ہو مریدوں کا وہ پیراں السلام
المدد اے قطب دیں اے شاہ شاہاں السلام

کیجئے منظور لطف خاص سے مدح و سلام
ہدیۂ ناچیز مغموم سخنداں السلام

مسدس

باغ عالم میں مسرت کی گھٹا چھائی ہے
وقف نظارۂ قدرت دل شیدائی ہے
شام ظلمت جو گئی صبح بہار آئی ہے
ابر رحمت میں عیاں جلوۂ یکتائی ہے
دل طلبگار جو ہو محو تجلی ہو کر
داغ چمکیگا چراغ ید بیضا ہو کر

رتبۂ عجز بھی حاصل ہے مجھے ناز بھی ہے
بیخودی جلوہ نما دیدۂ دل باز بھی ہے
ذوق فریاد بھی ہے سوز بھی ہے ساز بھی ہے
عشق دمساز ہے ہمدم بھی ہے ہمراز بھی ہے
رشتۂ شوق میں بجلی کا نمایاں ہے اثر
پاؤنگا شاہد مقصود کو بینا ہو کر

قبلۂ حمد میں ہر آن ہیں مصروف طیور
در و دیوار سے ہے شان الٰہی کا ظہور
اور شکرانۂ معبود میں ہیں حور و قصور
سر سے آجائے یہاں چل کے جو ہو طالب حور

گل مہکتے ہیں تو غنچے بھی کھلے جاتے ہیں
شاہدان چمن آپس میں ملے جاتے ہیں

ہے مرے پیش نظر نور حقیقت آثار
طبع موزوں سے شگفتہ ہو سخن کا گلزار

دلکو حاصل ہے تسلی تو طبیعت کو قرار
نظر آجائے کہیں شاہد معنی کی بہار

اثر درد محبت دل دلگیر میں ہے
حسن مضموں کی حلاوت مری تحریر میں ہے

جلوۂ حسن دلاویز جو بے پایاں ہے
ذرہ ذرہ بھی ضیا بخش مہ تاباں ہے

چمن دہر میں جوش ہے وہ نور افشاں ہے
مظہر پرتو انوار شہ جیلاں ہے

گر نہیں چشم بصیرت تو تماشا کیا ہے
ورنہ یاں طالب دیدار سے پردہ کیا ہے

للہ الحمد ہوں دلدادۂ قطب دوراں
ناز دربار الٰہی میں ہے جسکو شایاں

وہ جو محبوب ہے محبوب خدا کا ذیشاں
اور رضا جوئی میں ہے جسکے خداوند جہاں

پیشوا جسکو کہ ارباب صفا کہتے ہیں
گوہر مخزن اسرار خدا کہتے ہیں

کونسی شے ہے جو سرکار کی دولت میں نہیں
کونسی بات ہے جو کشف و کرامت میں نہیں

کونسا راز ہے وہ جو ید قدرت میں نہیں
مدعا حق سے وہ بر لائے جو قسمت میں نہیں

کوئی ہو راندۂ درگاہ کوئی ہو مسرور
ہے یہی شان جلالی و جمالی کا ظہور

نظر فیض سے ہوتی ہے مصیبت برباد
جو ہو ناشاد بھرے دامن گلہا سے مراد

جسکا دلسوز ہے وہ ہو الم سے آزاد
کون ہے جسکی موثر نہ ہوئی ہو فریاد

وار جب سوئے فلک تیر دعا کا چل جائے

کیوں بلا آئے کوئی حکم قضا بھی ٹل جائے

رتبۂ ارض مقدس ہے فلک سے برتر
سرنگوں ہوتے ہیں جس جا ملک و جن و بشر

شہر بغداد ہے فردوس بریں کا منظر
ہوتی ہے روضۂ اطہر کی زیارت پہ بسر

زندگی بخش جہاں ہے نظر غوث وری
دست قدرت میں ہے اعجاز مسیحائی کا

وہی عاقل ہے جو اس شاہ کا دیوانہ بنے
در محبوب پہ اغیار سے بیگانہ بنے

اے خوشا بخت جو اس شمع کا پروانہ بنے
جاں نہ کیوں عشق کی سرکار میں بیعانہ بنے

خود فراموشی کے دامن میں بقا حاصل ہے
واہ رے گم شدگی تجھ کو بقا حاصل ہے

للہ الحمد کہ ہوں انکے دل افگاروں میں
ذوق الفت سے ہوں پابند گرفتاروں میں

میں بھی ہوں اس شہ ذیجاہ کے بیماروں میں
بادۂ عشق حقیقی کے ہوں سرشاروں میں

جاں تصدق ہو مری دل مرا قرباں ہو جائے
اک نئی زیست کا یارب مرے ساماں ہو جائے

شرح غم دفتر اخلاص کے ابواب میں ہے
طپش درد جو کچھ اس دل بیتاب میں ہے

میری شوریدہ سری عالم اسباب میں ہے
نہ کسی طائر بسمل میں نہ سیماب میں ہے

بار ہجراں سے زمیں دوز ہوا جاتا ہوں
آتش عشق سے یا شاہ گھلا جاتا ہوں

انقلابات زمانہ سے نہ مضطر ہوں میں،
اور جنوں کا ہے یہ دعوی کہ مظفر ہوں میں

اثر اندازی فریاد میں برتر ہوں میں
وجہ تاخیر یہ ہے ضبط کا خوگر ہوں میں

ورنہ عاجز کسی صورت سے بھی مجبور نہیں
دامن چرخ مرے ہاتھ سے کچھ دور نہیں

شمع ہستی ہے مری جاں نثاری کے لئے
درد سینے کو ہے دل آنکھ ہے زاری کے لئے

ہیں ہوا وقف خزاں باد بہاری کے لئے
اٹھ گئے دست دعا رحمت باری کے لئے

خاتمہ جلد ہو اب میری پریشانی کا
قرب حاصل ہو الٰہی شہ جیلانی کا

چارہ سازی ہو مرے درد کی اے بار خدا
ہو ترا لطف مرے زخم جگر کا پھاہا

سخت مجبور ہوں دوری کا اٹھا دے پردہ
دل مغموم کو کر طاقت پرواز عطا

مجھ کو حاصل شہ بغداد کی رویت ہو جائے
اور اس روضۂ اطہر کی زیارت ہو جائے

ایضاً

رونق پہ آج کیا چمن روزگار ہے
کیا فیض بخش گلشن دیں کی بہار ہے

ہر دم ضیائے قدرت حق آشکار ہے
عالم میں آج حسن ازل نور بار ہے

حاصل ہر ایک شئی کو سکون و قرار ہے
موقوف آج گردش لیل و نہار ہے

پردہ جو ہے خودی کا نظر سے اٹھا ہوا
محفل کا رنگ آج مسرت فزا ہوا

ہر اک کا دل ہے صدق و یقیں سے بھرا ہوا
نقشہ ہے آج خلد بریں کا جما ہوا

کرّوبیوں کو آج تمنائے دید ہے
ارباب دیں کو رحمت حق کی نوید ہے

کیونکر نہ ہو تجلی حق جا بجا عیاں
عشاق آج اپنی سناتے ہیں داستاں

نکلیگی آج یوں طپش سوزش نہاں
جس طرح بوئے گل ہو کہیں باغ سے رواں

منظور مدح سید عالی تبار ہے

گلزار مدح آل نبیؐ کی بہار ہے

وہ مدح میں سناؤں کہ دل باغ باغ ہو
وہ گل کھلاؤں جس سے معطر دماغ ہو
پاؤ اثر جو دل میں محبت کا داغ ہو
معمور عشق غوث سے دل کا ایاغ ہو

شبدیز کلک کی ہے جو رفتار جوش پر
غواص فکر لائے یم طبع سے گہر

غوث الوریٰ کی مدح کا ہر چند ہے خیال
لیکن ہو حق وصف ادا میری کیا مجال
عاجز ہوئے ہیں جتنے کہ ہیں صاحب کمال
مقصد یہی ہے دل سے نکل جائے کچھ ملال

مدح جناب حضرت پیران پیر ہے
سرسبز باغ منقبت دستگیر ہے

روشن ہے آپ بحر نبوت کے ہیں گہر
پیارے نبی کے اور اسد اللہ کے پسر
دلبند فاطمہؓ کے زمانے میں مفتخر
شبّر کے لخت دل ہیں تو شبیر کے جگر

حلقہ میں انبیا کے نبی بے نظیر ہیں
ایسا ہی اصفیا میں یہ روشن ضمیر ہیں

وہ شاہ انبیا تو یہ سراج اولیا
وہ آفتاب چرخ ہدیٰ ہیں تو یہ ضیا
وہ پیشوائے خلق یہ امت کے رہنما
محبوب حق وہ اور یہ منظور مصطفیٰ

دونوں ہوئے ہیں لطف الٰہی سے سرفراز
حق سے حصول دونوں کو ہے راز اور نیاز

گر عرش پر قدم تھے شہ دلپذیر کے
تھے دوش اولیا پہ قدم دستگیر کے
اعجاز بے شمار شہ بے نظیر کے
بیحد کرامتیں ہیں یہاں میرے پیر کے

ختم النبی جو چرخ رسالت کے ماہ ہیں
غوث الزماں بھی ملک ولایت کے شاہ ہیں

قرب خدا نصیب جو انکو ہے برملا
حاصل ہے انکو قرب خدا قرب مصطفےٰ
بیحد ہیں انکی امتیوں کا شمار کیا
لیکن نہیں ہے انکے مریدوں کی انتہا

وہ مظہر خدا ہیں تو یہ مظہر رسولؐ
جس باغ کے شجر وہ اسی باغ کے یہ پھول

اسرار ان پہ علم لدنی کے آشکار
سینہ میں انکے گوہر عرفاں ہیں بے شمار
وہ ہو گئے ہیں ساری خدائی کے رازدار
گنج خفی کے ایک یہ ہیں دُرِّ آبدار

یکتائے دہر شافع روز شمار ہیں
اور غوث پاک منتخب روزگار ہیں

ہیں روز و شب وہ کشتیٔ اُمت کے ناخدا
گم گشتگانِ دہر کے لیکن یہ ہیں رہنما
مرہم وہ زخم دل کے تو یہ درد کی دوا
ظل خدا وہ ظل پیمبر یہ برملا

آئینہ حق نمائی کا ذات رسولؐ ہے
عکس آئینہ کا راحتِ جان بتولؓ ہے

وہ نور معرفت کے درخشندہ آفتاب
یہ بزم سالکان طریقت میں لاجواب
مشکلکشائے امت عاصی ہیں آنجناب
برلائیں حاجتوں کو مریدوں کی یہ شتاب

غمخوار ہیں وہ امتیوں کے یہ غمگسار
دریائے فیض وہ ہیں تو یہ دُرِّ شاہوار

آفاق میں ہے ذات نبی مرجع انام
لیکن مقربانِ الٰہی کے یہ امام
جو نعمتیں تھیں حق کی وہ انپر ہوئیں تمام
ہے انکے بعد ان پہ مدارج کا اختتام

دنیا میں تاکہ شرع پیمبر ہو برقرار
غوث الوریٰ نے خوب کیا اسکو استوار

خامہ کی کیا مجال جو شمہ کرے بیاں
اور مدح دستگیر میں وہ بھی ہو گلفشاں

مقصد یہ تھا کہ حسنِ عقیدت کروں عیاں | اب آگے چل کے گنگ ہوئی ہے مری زباں

بہتر یہ ہے اٹھاؤں میں اب دستِ التجا
دارین میں حصول ہو تا میرا مدعا

ہوں بیقرار یا شہ بغداد الغیاث | مغموم اب ہے ہند میں ناشاد الغیاث
ہوتی ہے زندگی مری برباد الغیاث | حق سے دلاؤ مجھکو مری داد الغیاث

طیبہ میں مجھ کو قرب شہ ذی وقار ہو
روضہ پہ تیرے پھر یہ مری جان نثار ہو

کلام فارسی

آنچہ زیبا بمن ولشت بجا میزیبد | کہ مرا جرم ترا لطف و عطا میزیبد
چوں ضیا یافت دلم تیرگیٔ قلب کجاست | جلوۂ چشم بصیرت بہ لقا میزیبد
آنکہ بیداغ محبت بگذشت از آفاق | روح او در صف عشاق کجا میزیبد
گریۂ نیم شبی چیست موثر بہ نجات | از تضرع بسحر جوش دعا میزیبد
چوں نہ نالیم نخواہیم بصد آہ و بکا | بر در اہل کرم شور گدا میزیبد
ہر کہ از جلوۂ عشقش نکند کسب ضیا | بسرش جلوۂ شمشیر قضا میزیبد
از رہ ضعف بیفتادم و رفتم بسجود | چوں نہ نازم کہ مرا ایں لغزش پا میزیبد
سر نوشتم چہ نوشت است قلم نیست خبر | ورنہ ایں خط جبیں ہم بخطا میزیبد
وا شود عقدۂ دل باعث تسلیم و رضا | نازہر چند بہ ارباب صفا میزیبد
گشت از دین پیمبر چمن دل شاداب | کہ بہ گلشن گل ایماں بخدا میزیبد

گل توحید چہ حید است ز باغ عرفاں
بہر مغموم چنیں فضل رسا میزیبد

تمنّا ہیں گلستان شعر را رشک جناں سازم — کہ شاخ کلک را در نعت احمد گلفشاں سازم

زفیض آبیاری دانش را بوستاں سازم — بصحرائے مدینہ جوئے اشکم را رواں سازم

کند صید مضامیں بلند از قوت پرواز — کہ در نعت نبی فکر رسا را امتحاں سازم

جز ایں درماں نباشد از پئے بیماری عصیاں — کہ نام رحمۃ للعالمیں وردِ زباں سازم

ندارم ہیچ شئی را قابل نذر شہ والا — فدا بر آستانش بہ کہ جان ناتواں سازم

چوں بیگانہ شدم از خلق خود را صورت ارماں — بدرگاہش عیاں پوشیدہ از چشم جہاں سازم

بچشم خونفشانم ذوق گریہ تا شود حاصل — کہ از پیمانۂ دل قطرہ قطرہ خوں چکاں سازم

تعلق نیست با حوران جنت چشم حق بیں را — چرا ایں دولت عشق پیمبر را زیاں سازم

چہ غم تنہا منازل طی کنم تا روضۂ اقدس — کہ فریاد و فغان و آہ خود را کارواں سازم

زباں در گفتگو قاصر قلم از شرح او عاجز — چگونہ ماجرائے سوز پنہاں را عیاں سازم

چساں تقسیم سازم آہ مشت استخوانم را — کہ در عشق می نالد چوں غم پنہاں سازم

زنیزاہ گیرم انتقام از چرخ کیں پرور — بہجر شہ قد خم گشتۂ خود را کماں سازم

کجا در سربلندی ہمسر او قامت طوبی — بشاخ نخل طیبہ مرغ جاں را آشیاں سازم

زاظہار غم عشق نبی طوفاں شود برپا — جنوں پیدا شود چوں راز درد دل بیاں سازم

چرا از گرمئ خورشید ترسم یا رسول اللہ — کہ در میدان محشر دامنت را سائباں سازم

مبادا گرمئ عشق پیمبر را کنم زائل — ہمیں بہ از تپ سوز درون خود را طپاں سازم

چوں ہستم وقف نعت سید لولاک میخواہم
زمین شعر را مغموم اکنوں آسماں سازم

شد گرفتار کہ اندیشۂ صیاد نداشت — بخت بازوئے دلم قابل امداد نداشت

دام عشق نبوی بود کہ کرد است اسیر — دلم از فرط طرب شکوۂ بیداد نداشت

سوزش عشق فزوں گشت و نشد چارہ گر — بیعت پیر خرد کردم و ارشاد نداشت

چوں نیابد اثر از بام فلک حسب مراد
چہ تواں کرد دلم طاقت فریاد نداشت

مشکل افتاد ازاں وردِ تشد نام نبی
کہ بدل خواب گراں بود و سبق یاد نداشت

منہدم گشتہ مکاں دید و مکیں راہ گرفت
مسکن صبر ہماں بود کہ بنیاد نداشت

سر نوشتم چوں ہمیں بود نشد قرب نبی
چرخ از راہِ خصومت سر بیداد نداشت

آنکہ غافل شد ازو فردِ عمل کرد سیاہ
خانۂ دل بہ غمِ عشق چو آباد نداشت

دارم امید کہ گویند سخنداں پس من
شعر معصوم چہ خوش بود کہ استاد نداشت

دل فدائے مصطفیٰ جانم فدائے مصطفیٰ
جان و دل را کن عطا یارب لقائے مصطفیٰ

زاہد خلوت گزیں را چیست وقعت پیش من
از نثار باغ رضواں من گدائے مصطفیٰ

خاک راہش تو تیائے چشم سازم دمبدم
اے صبا ہمّا کجا افتاد پائے مصطفیٰ

زخم ناسور دلم را فکر مرہم زحمت است
پے بہ پے زیں راہ می آید ضیائے مصطفیٰ

سر بصحرائے مدینہ می زند مرغ جنوں
از برائے جستجوئے نقش پائے مصطفیٰ

رحمت حق می ستاند بوسہ لبہائے من
بر زبانم چوں ہمی آید ثنائے مصطفیٰ

میتوانی یافت زاہد نقد قیمت کن ادا
میفروشم باغ رضواں با لقائے مصطفیٰ

چارہ جوئیہائے عالم بر رضائے خالق است
خالق بیچوں ہمی جوید رضائے مصطفیٰ

عقدہ حل شد ز سِرّ قاب قوسین اینچنیں
رحمتِ حق منتظر بود از برائے مصطفیٰ

زاری معصوم بیکس کن بدرگاہت قبول
یا الٰہی ساز جانم را فدائے مصطفیٰ

از اضطراب قلب مؤثر دعا نشد
حیرت نماند باب اجابت چو وا نشد

دانم ہمیں کہ محو و لائے پیمبرم
از راز ہست و نیست دلم آشنا نشد

شرم درست عصیت چوں بخت است نارسا
ما را حصول قرب حبیب خدا نشد

رحمت بهانه جو و طبیعت بهانه ساز ۔ دل در رجا ز ذوق معاصی رها نشد
نازم بر آن که بود چنین سرنوشت من ۔ غم شد مرا عزیز و طرب جانفزا نشد
هر چند تلخکامی ایام شد فزون ۔ یک لحظه دل ز عشق پیمبر جدا نشد
الیاس بهر کیست خضر از برائے چیست ۔ ما را براهِ عشق کسے رہنما نشد
سودے نداشت حاصل ایام زندگی ۔ تا آنکه درد عشق نبی جانفزا نشد
گویند صبح عیش بود جلوه گاهِ عشق ۔ جستم بسے به دهر مگر رو نما نشد
سوز و گداز عشق برون از هوا نبود ۔ فریاد بے اثر شد و آهم رسا نشد
دایم ز سوز عشق بعقبیٰ بسر کنم ۔ از بهر حور و خلد دلم مبتلا نشد
تا آنکه خاک راه مدینه نشد تنم ۔ دانم همین که حق محبت ادا نشد
اک گونه ماند و رفت برون اضطراب خلق ۔ از شورش جنون اثر دیرپا نشد
این است شکوهٔ غم و ارمان رنج و یاس ۔ ای وا بدل که قافله سالار ما نشد
ناکامیم ز ناخن تدبیر شد فزون ۔ درمانده ام که وا گرهٔ مدعا نشد
افشائے حال در طپش دل شد از فغان ۔ محرم ز راز عشق صبا شد بجا نشد

مغموم در فراق تو تا چند یا نبی
او را حصول طاقت صبر آزما نشد

بدیار عشق چو برملا بجمال خویش برآمدی ۔ سر حرف وادی عشق زن که زراهِ پرخطر آمدی
گہے خاک راه صفا شدی گہے مرغ شاخ ولا شدی ۔ ز حدیث عشق بگو چرا به لباس نو نظر آمدی
تو عنان اشهب نفس را بدهی بدست خودی چرا ۔ سر عزم بود کجا بگو کدام رهگذر آمدی
بوجود خویش نساختی بجمال یار نسوختی ۔ تو به اوج عشق چسان رسی که ز خویش بیخبر آمدی
تو غریق لجه کیستی بکشید پردهٔ بیخودی ۔ تو خراب نشهٔ کیستی که ز خویش بیخبر آمدی
نه بدل یگانه او شدی نه یگانه اش بشناختی ۔ تو پئے حقائق او شدی ز ره صفا بدر آمدی

بسر اٹے قرب چوں تاختی بحریم خاص نواختی
بکجا مراحله ساختی زکدام راه بر آمدی

به منزلے نه رساند که نقش پا خفت است
چگونه ره بنماید که رہنما خفت است

بر آمدند انیساں ز کوئے ناکامی
ہنوز خواب گراں است و بخت ما خفت است

کجا ہجوم تمنا چون دل بنبردم نیست
دعا اثر چه پذیرد که مدعا خفت است

منه بکوچهٔ زلفش قدم بدشواری
دلا بهر سر مویش یکے بلا خفت است

چوں خاک کرد دلم آں نگار می پرسد
که آرزوئے تو پنہاں بگو کجا خفت است

نگاه ناز نباشد حجاب آلوده،
نگر بدامن شوخی نگر حیا خفت است

چه سود زانکه کشد ناله از قفس بلبل
بگوش گل که گزارد مگر صبا خفت است

چوں محو دید شدم گفت فتنهٔ چشمش،
نگه بکن که به پہلوئے من قضا خفت است

سفر دراز و شکست بادبان نفس،
جہاز عمر بگرداب و ناخدا خفت است

چرا به مرقد ما حشر می کنی برپا
پس از درازیٔ ایام بینوا خفت است

بنازم از پئے فکر رسائے من معموم
به جستجوئے مضامیں نه سالہا خفت است

بار فراق دل نتواند گزیدم
نے دسترس به آه و فغاں بر کشیدم

گر رشتهٔ حیات شود قطع باک نیست
باز آورد ز رشتهٔ الفت بریدم

دست جنوں چگونه نه شب ہجر شد دراز
داماں صبح بود گریباں دریدم

در عشق پخته کار شوم تا که ہر بلا
بیوجه نیست تلخیٔ دوراں چشیدم

شد بعد مرگ ہم اثر سوز دل پدید
بنگر ز خاک مرقد ما خوں چکیدم

در حیرت است پیک اجل از حکایتم،
چوں گوش کرد جاں بجاناں رسیدم

مایوسیم ز منزل مقصود باز داشت
سودے نداشت با دل شیدا دویدم

تنگ آمدم ز سرزنش و پند دوستاں
دل را خوش است گوشۂ عزلت گزیدنم

معموم نیست شرط وفا جنبشی کنی
آزردہ می کند دل قاتل طپیدنم

برباد خاک مرقد ما جا بجا نرفت
دامن تہی ز گور غریباں صبا نرفت

تاثیر اگرچوں خاطر ما از دعا نرفت
پیوستہ تا بہ باب اجابت چرا نرفت

تنہا چوں جاں ز وادی راہ فنا نرفت
بنگر وفائے او کہ ز حسرت جدا نرفت

شوخی شب وصال نرفت و ادا نرفت
با ایں ہمہ ز گوشۂ چشمش حیا نرفت

باشد دلا بہ شغل کفن دست تو دراز
صد شکر بعد مرگ مرا ایں مدعا نرفت

فتح و ظفر بمعرکۂ حسن و عشق چیست
از تو جفا نرفت ز دستم وفا نرفت

بلبل چناں بکنج قفس مرد در بہار
دا حسرتا بگوش گل از وے صدا نرفت

پوشیدہ شو بسایۂ دامان رحمتش
فرد گنہ کجاست کہ پیش خدا نرفت

زینگونہ شمع سوخت مگر بر زبان او
سربستہ راز عشق گہے بر ملا نرفت

گاہے ز رنج و غصہ بہ بربادی عدو
حاشا کہ تا زباں ز دلم التجا نرفت

معموم شاد باش بدل بر رضائے او
شاید بمدعائے تو کلک قضا نرفت،

جان و دل را وقف احسانت کنم،
آرزو دارم کہ مہمانت کنم

لذت آزار یابد مرغ دل
آشیانش زیر مژگانت کنم

نغمہ سنجم استخوانم را بخور
اے سگ جاناں خوش الحانت کنم

از تنم جاں رفت او شد جا نگیر،
چوں جدا از سینہ پیکانت کنم

سفتہ باید بکر جاں را چوں گہر،
بعد از ان او صاف دندانت کنم

در دولت گنجم بشکل آرزو
خویشتن را جائے ارمانت کنم

عشقبازم جان بازی کار ماست ، / خویشتن را گوئی چوگانت کنم
خون من شنجرف سازی بعد قتل / تا که دستاویز پیمانت کنم
مثل گل بشگفته باشد جاودان / زخم را ممنون احسانت کنم
تا به مقتل کئے بماند رنج و غم / شاد باش اے دل که درمانت کنم
دست از وصلت ندارم اے صنم ، / کافرے گشته مسلمانت کنم
این تن بے جان بکویت دفن کن ، / روح را تا حشر دربانت کنم
چون دل ویران ماشد عکس تو / این بیابان را گلستانت کنم
داد خواہی پیش ارباب سخن / بلبل فکرم غزلخوانت کنم

سر بده مغموم یابی سرّ دستت
بر سر شمشیر کسامانت کنم

زاں پیش که تسلیم کنی حکم اجل را / نادم شده از اشک بشو فرد عمل را
در عشق یکے بیں و یکے داں و یکے باش / بگزاشته پابندی ادیان و ملل را
گم کرد مرا از دو جہاں جلوۂ خودبیں / مدہوش تماشا چه کند حسن ازل را
آئین محبت ز پئے خسته دلان است / زیں ہیچ تعلق نبود اہل دول را
با صدق و صفا لذت و شیرینئ جان است / از رنگ و نمایش اثرے نیست عسل را
شوریده و افسرده شدی از عمل خویش / انگشت نمائی چه کنی برج زحل را
محفوظ ز آفات بود زندگی عشق / از شر حوادث چه زیان امق ونل را
زاہد به ریا ہم متوقع به بہشت است / برآب ز نادانیِ خود ساخت محل را

مغموم برآورد گہرہائے مضامین
در رشتۂ توحید چه خوش سفت غزل را

بند بند عضو جدا از گداز عشق / این است رسم بندگی و ہم نماز عشق

بیگانہ شد زخویش وگم شد بذات دوست
آنرا کہ اک زماں خبرے شد زراز عشق

بر عرش دل رسید و سرم شد بروئے خاک
چوں ناز عشق دیدی و بنگر نیاز عشق

خود را ندید آنکہ بروں آمد از خودی
آنکس کہ سرنگوں شدہ شد سرفراز عشق

ہمائی جنوں شدہ از سنگ کودکاں
شد عرصۂ دلم زپئے ترکتاز عشق

بیروں شدہ چوں مرغ دلم ز آشیان خود
آمد بصید جست کناں شاہباز عشق

دل مضطرب چوں گشت زچشمم چکید اشک
بنگر حبیباں پدید شدہ سوز و ساز عشق

بر جور چرخ مطمئن و بر جفائے دہر
ہمراز رضائے او نگشد پاکباز عشق

مغموم باریاب شود در سرائے قرب
از قید غم رہا شود اے کارساز عشق

نالاں شدہ ام از غم ایشاں چہ تواں کرد
دانستہ شود قوم چو ناداں چہ تواں کرد

ملت بفروشند پئے درہم و دینار
دل از رہ حق گشت پریشاں چہ تواں کرد

دارند بہ پہلو دل و دل منبع الحاد،
شرک است ز اعمال نمایاں چہ تواں کرد

از تیغ شود مشق ستم بر سر اخواں
گرگ آمدہ در جامۂ انساں چہ تواں کرد

اقرار بتوحید و مانوس بہ تثلیث،
مخلوط چوں شد کفر بہ ایماں چہ تواں کرد

ہرگاہ دریں طائفہ چوں بوے وفا نیست
زیں مردہ دلاں عہد و پیماں چہ تواں کرد

اخلاص زگفتار ز کردار عداوت
با ایں ہمہ گویند مسلماں چہ تواں کرد

پیوستہ بہ اغیار و آویختہ با قوم
خنجر بکمر داشتہ پنہاں چہ تواں کرد

آنکس کہ شود جرعہ کش منت اغیار
با قوم شود دست و گریباں چہ تواں کرد

مجروح شدم از ستم غیر و ایں قوم،
بر زخم جگر شد نمک افشاں چہ تواں کرد

ہر چند کہ **مغموم** حزیں خوگر ضبط است
بر آمدہ از چشم چوں طوفاں چہ تواں کرد،

نیست چوں پروائے سوال کسے — چوں شود اپوائے تال کسے
پیش نظر داشتہ تصویر وہم — دل شدہ رسوائے خیال کسے
جامۂ خورشید چرا چاک شد — ایں ہمہ سودائے وصال کسے
کرد عطا زندگی جاوداں — جنبش لبہائے مقال کسے
بند شود باب اجابت چرا، — وا شدہ لبہائے مقال کسے
دشت قضا غاشیہ بر دوش کرد — چوں شدہ ایمائے جلال کسے
بوقلموں رنگ زمانہ بہ بیں، — ایں ہمہ گلہائے نہال کسے
از دل و جانم مزہ و ذوق مرگ — در سر صہبائے وصال کسے

حالت مغموم جنوں خیز شد
در پئے سودائے وصال کسے،

مسدس مشتمل بر خیر مقدم عالیجناب سیادتلوٹی ڈی جعفر افندی جنرل قنصل دولت علیہ عثمانیہ ساکن بمبئی وارد حال

نوید خرمی و لطف روزگار آمد — زبان بشکر خداوند کردگار آمد
ز خاک سلطنت ترک شہسوار آمد — چوں درد قوم بدل بود اشکبار آمد

دریں چمن کہ بفضل خدا بہار آمد
سفیر حضرت سلطان ذیوقار آمد

ضیائے مہر شرافت سپہر فضل و کمال — بزرگ سیرت و روشن خیال و فرخ فال
لوائے عظمت و عالی ہمم خجستہ خصال — لئیق و کامل دوراں گل شگفتہ مقال

شعاع نور خرد از جبین او پیدا
نگاہ مہرہ پائے بود سرور افزا

تجلی و لطف و عنایت ابو کرم گستر — بجاہ و شوکت و اجلال بہتر و برتر

نظام سلطنت ترک کرد زیر اثر
افندی نائب سلطان اسمہٗ جعفر

شود بہ گلشن آفاق جاوداں خوشحال
دوام زیدہ اللہ عمر و الاقبال

چرا ز بند رہائی کشاں کشاں آمد
ز اتفاق حکایت چو بر زباں آمد
بہ بیں ز الفت اخوان دیں چساں آمد
لبش ز گرمی اسلام دُر فشاں آمد

کہ اہل دیں بنمایند شوکت و شاں را
کنند جمع چو شیرازۂ پریشاں را

ز راہ جہل تو کارے مکن چنیں زنہار
ز خواب عیش تو اے قوم کے شوی بیدار
کہ از تغافل ما بہرہ ور شوند اغیار
بیا و کثرت اعدا بہ بیں بہیں و بیار

بترس چوں متزلزل عمارت دین است
نگر کہ فوج عدو آہ بر سر کین است

ہمہ اک اند چہ ہندی چہ رومی و زنگی
بفضل حق بنمایند اگر ہم آہنگی
قریں شوند مگر اہل دیں بہ یکرنگی
چرا عدو نہ کند سرد طاقت جنگی

جہاں بہ ہمت عالی شود بزیر نگیں
بہ بند عزم وارادت مگر بصدق و یقیں

بگیر غیرت اسلام ہیچ باک مدار
چہ فکر زیں کہ بود فوج اشقیا بسیار
کہ از حمیت دیں خار ہم شود گلزار
چہ رنج زیں کہ نماید تفنگ آتش بار

چہ غم بہ کشتئ ما باد تند اگر آید
عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

الٰہی جاں بلب آمد ز فرط رنج والم
بہ التفات نگاہے کنی ز لطف و کرم
کنی چہ پئے دل مجروح ما عطا مرہم
ز مشکلات و بلا بخش مخلصی پیہم

به اتفاق شوند اہل دین بیدار قیام
شگفته ماند و سرسبز گلشن اسلام

بدر گہت زجفائے عدو شدہ حیران
الٰہی لطف بفرما کہ نیست تاب و توان

الٰہی بندۂ **مغموم** آمدہ نالان
دلم چو وقف دعا شد معاً زغیب عیان

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند
چنان نماند و چنین نیز ہم نخواہد ماند

ظہور لطف و عنایات زود شتاب شود
دعائے بندۂ مسکین مستجاب شود

الٰہی خادم حرمین کامیاب شود
کہ فتح و نصرت و امداد ہمرکاب شود

الٰہی سلطنتش را بہ بخش استحکام
مدام باد الٰہی خلیفۃ الاسلام

قطعۂ تاریخ تعمیر مسجد کوچۂ گڈنگ مدراس

کرد چون این مسجد عالی بنا
گفت سروشم سن اتمام او

زمرۂ تجار سعادت قرین
بیت خدا سجدہ گہ مومنین

قطعۂ تاریخ ولادت علی محمد خلف جناب عبد اللہ بن اسحٰق سیٹھ ساکن مدراس

تولد شد چو پسر نیک انجام
چو دامنگیر گشتہ فکر تاریخ

علی را فضل ایزد باد شامل
رقم کردم کہ برخوردار و کامل

قطعۂ تاریخ ولادت عبد الکریم فرزند جناب یوسف بن حاجی اللہ رکھا سیٹھ ساکن مدراس

نور چشم پدر تولد شد
خاطرش از غبار دنیا پاک

کلکِ مغموم شادماں سالش	گفت . عبدالکریم ذی ادراک

قطعۂ تاریخ وفات بی بی حنیفہ زوجۂ جناب یوسف بن حاجی اللہ رکھا سیٹھ ساکن مدراس

ہیہات چراغ خانہ گم شد	پنہاں شدہ اختر حنیفہ،
مغموم بگفت سال رحلت	خلد آمدہ کشور حنیفہ،

قطعۂ تاریخ وفات جناب محمد قاسم سیٹھ صاحب بن حاجی گل محمد سیٹھ ساکن بنگلور

خرد مند قاسم حقیقت شناس	دریغا ازیں دار فانی گزشت
ندا کرد مغموم ہاتف چنیں	سوئے باب فردوس قاسم برفت

قطعۂ تاریخ تعمیر مسجد محلہ گوشہ پورہ وانمباڑی

شکر خدا ایں زماں بیت خدا شد بنا	یافت ز انوار حق رونق و تزئیں کمال
ہاتف غیبم چنیں از سر اخلاص گفت	سجدہ گہ موماناں بارگہ ذوالجلال

قطعۂ تاریخ ولادت محمد ہاشم خلف جناب عبداللہ بن اسحٰق سیٹھ ساکن مدراس

بہ عبداللہ مبارک باد ہاشم	خدا فرزند با اقبال سازد
دوشنبہ پنجم ذیقعدہ مغموم	خجستہ زیرکے ۔ سالش برآمد

قطعۂ تاریخ وفات جناب ابراہیم بن صالح محمد سیٹھ ساکن مدراس ۔

با خوشی جاں آفریں را جاں سپرد	جرم او را عفو گرداند خدا
گفت مغموم از لب اندوہ سال	رفت ابراہیم از دار الفنا

قطعۂ تاریخ ولادت دختر جناب محمد اسحٰق بن احمد سیٹھ ساکن میسو،

باد فرخندہ صاحب اقبال
بہرہ اندوز و شہرۂ آفاق
گشت مغموم از سروش ندا
فاطمہ حفظ دیدۂ اسحٰق

قطعۂ تاریخ وفات جناب عبد الکریم بن حاجی فاضل محمد سیٹھ اخی مصنف

در رضائے حق سپردہ جان خود
فضل حق را مستحق شد اخویم
ز دل مغموم آمد این ندا
واصل الطاف حق شد اخویم

قطعۂ تاریخ وفات سخنور عدیم المثال جناب مولوی منشی مفتی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی

چونکہ نالد دل مضطر کہ شہ ملک سخن
آہ زین دار فنا رفت سوئے خلد برین
کلک مغموم چنین کرد رقم سال وفات
گفت امام شعرا مرد امیر حق بین

ایضاً

فغاں کہ رفت شہ کشور سخن ز جہاں
امیر شاعر شیوا بیاں و خوش تقریر
سن وفات برآمد ز خامۂ مغموم
کمال گم شدہ ایوا ز انتقال امیر

قطعۂ تاریخ ولادت فرزند جناب عبد الرحمٰن صاحب ساکن وانمباڑی

خوبرو خندہ جبیں آمد و فرخندہ قدم
اختر طالع میموں بہ جبینش تاباں
شاد گشتہ سن تولید نوشتم مغموم
زاد فرزند جگر گوشۂ عبد الرحمٰن

قطعۂ تاریخ ولادت فقیر محمد فرزند جناب اسحٰق بن احمد سیٹھ ساکن میسو

زہے طفل فرخندہ نیکو خصائل	بفضل الٰہی شود شہرہ آفاق
چنیں گفت مغموم سال ولادت	فقیر محمد ہمہ خوبے پا اسحٰق

قطعۂ تاریخ تعمیر مسجد کوچۂ آنڈرسن مدراس

ازعنایات خدائے ذوالجلال	قوم میمن کرد ایں مسجد بنا
ایں چنیں گفتم سن اتمام او	قبلۂ اصحاب دیں بیت خدا

قطعۂ تاریخ کتاب سفر حجاز مصنفۂ جناب الحاج حبیب قادر بادشاہ صاحب متخلص بہ بادشاہ

بنگر بیا اے اہل دیں ایں منظر اسلام را	دایم بدل فرحت رساں از سیر گلشن بےنظیر
مغموم فکر بلیغ شد تصنیف گشت چوں ایں کتاب	تاریخ او گفتم۔ بود سفر حجاز چہ دلپذیر

قطعۂ تاریخ وفات حسرت آیات والدۂ محترمہ مصنف طاب اللہ ثراہا

مادرم آہ بہ اندوہ گذاشت	گشت از دہر نشانش معدوم
رحمت حق بروانش نازل	مسکنش قرب خدائے قیوم

گفت رضواں چوں سر آہ برید
برجناں آمدہ ام مغموم

قطعۂ تاریخ ولادت محمد اسمعیل خلف جناب محمد موسیٰ سیٹھ ساکن بنگلور

تولد گشت چوں فرزند موسیٰ	بافضال خداوند معظم
سنش مغموم از فرط مسرت	خجستہ کوکب اسمٰعیل۔ گفتم

قطعۂ تاریخ تعمیر مسجد تیوکون معسکر بنگلور

یافت تعمیر چوں ایں قصر عبادت پر نور
سال اتمام چو جستم زدلم گفت سروش

ہر کہ دیدش بہ لبش آمدہ سبحان اللہ
کہ بہ پیش اہل ہدیٰ گشت بنا بیت اللہ

قطعہ تاریخ وفات جناب مولوی شاہ حسن صاحب صاحب خلف جناب مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری

ہیہات کہ آں مطلع انوار نہاں شد
صد حیف کہ نور نظر شاہ سلیماں

عالی نسب و شمع ہدیٰ فخر زمن رفت
برد از دل ما صبر بفردوس عدن رفت

مغموم سن او ز لب آہ رقم کرد
حسن چمن قوم نماندہ کہ حسن رفت

ایضاً

دا حسرتا کہ حادثہ جانگزا گزشت
تاریک شد جہاں بنظر از غم پسر

ہوش از دلم خرد ز سرم بر ملا برفت
گویا ز چشم شاہ سلیماں ضیا برفت

مغموم کرد سال وفاتش چنیں رقم
ایوا ئیک رواں حسن باصفا برفت

قطعہ تاریخ تعمیر مکان جناب حکیم محمد عبد الرشید صاحب واقع تر ملکھیڑی

تعمیر گشت رشک گلستاں چو ایں مکاں
تاریخ او ز طبع فکرم چوں خواستم

گفتم کہ خوب از فلک آمد ندا درست
ہاتف بمن۔ عمارت عبد الرشید گفت

قطعہ تاریخ عطائے خطاب امین جنگ بعالی جناب مولوی احمد حسین صاحب ایم اے بی ایل صدر المہام پیشی از حضور نظام دکن۔

احمد حسین از مدد طالع رسا | در خدمت نظام دکن بہرہ یاب شد
افزود از ضیائے فراست وقار خویش | بر آسمان فضل و ہنر آفتاب شد
از دانش و ذکا بہ اراکین سلطنت | بر مسند کمال بجا انتخاب شد
بخشید حسن عہدۂ "صدر المہام" را | از فضل حق بمنصب خود کامیاب شد
حاصل سند نمود ز فرمانروائے خویش | در دفتر زمن لقبش لاجواب شد
"نواب امین جنگ بہادر" خطاب داد | زینگونہ لطف خسرو عالیجناب شد

مغموم شاد گشتم و از بہر سال او
گفتم کہ۔ دلپسند و مبارک خطاب شد

قطعۂ تاریخ وفات جناب صالح محمد سیٹھ فرزند جناب جان محمد خلف یونس صالح محمد ساکن بنگلور

رواں از گلشن آفاق شد آں نوجوان افسوس | الٰہی عفو کن جرمش شود از مغفرت دلشاد
سر اندوہ راز خامۂ مغموم سالش گفت | کہ۔ نازل رحمت قدوس بر صالح محمد باد

قطعۂ تاریخ کتاب "انتخاب کلام امانی" مصنفۂ جناب مولوی ضیاء الدین احمد صاحب ساکن پلیکنڈہ

گشت چوں کلک امانی درفشاں | بر کلامش شد فدا ہر شیخ و شاب
خامۂ مغموم سال انطباع | زد رقم۔ زیبا مبارک انتخاب

قطعۂ تاریخ وفات جناب خان بہادر غلام محمود صاحب مہاجر مدار المہام حضور پرنس آف ارکاٹ

رفت افسوس ازیں باغ جہاں مرد بزرگ | کہ ز ماتم بدل اہل وطن رنج فزود
ایں دعاے دل مغموم ہمیں سال وفات | دمبدم خلد بود جائے غلام محمود

قطعۂ تاریخ کتاب مطلع البدر مصنفۂ جناب الحاج مولوی محمد عبد الہادی صاحب

حضرت عبد ہادی ذی شان	کہ دلش از ضیائے دین معمور
کرد تصنیف دفتر اسرار	طرز مقبول شد بیان منظور

گفت مغموم از لب اخلاص
مطلع البدر تحفۂ پُر نور

قطعۂ تاریخ وفات مولانا عبد السبحان صاحب ساکن مدراس

وادریغا زیں جہانِ بے ثبات	صاحب فضل و ہنر رحلت نمود
سال او مغموم زد در التجا	عبد سبحاں باد در فضل ودود

قطعۂ تاریخ وفات جناب عبد الکریم صاحب پدر بزرگوار جناب الحاج مولوی محمد عبد الہادی صاحب ساکن وانمباڑی

مردِ مقدس کنوں حیف کہ از ما گذشت	بود بہمانسرا رفت بدار النعیم
سال وفاتش چنیں خامہ مغموم زد	رحمتِ ربّ جہاں باد بہ عبد الکریم

قطعۂ تاریخ کتخدائی دختر عالیجناب نواب امین جنگ بہادر صدر المہام پیشی حیدرآباد دکن عبد اللہ صاحب باشا صاحب

دلچسپ کد خدائی دخت امین جنگ،	شکر خدا کہ یافت دلم جشن دلنواز
مغموم شاد گشتہ زروے اثر گفت	بزم نکاح دخت امین جنگ پاکباز

قطعۂ تاریخ وفات جناب مولوی حاجی شیدہ عبد الغفار صاحب قاضی بنگلور

آں محرم اسرار خدا فاضل دوراں	بر چرخ فضیلت شدہ تابندہ چوں خورشید
ناچار ز دنیا چوں پسرش بار گراں شد	ناچار در آغوش اجل آمدہ خوابید
مغموم کنوں بے سر و بندہ ز ہاتف	ایں دست ندا۔ قاضی بنگلور جناں دید

قطعۂ تاریخ وفات جناب پیر عبداللہ شاہ صاحب عرف پیر دادا باوا ساکن کچھ بھوج

از غم رنج و فراقش خلق بے تاب و تواں	رفت از باغ جہاں مرد حقائق دستگاہ
از لب اخلاص دل مغموم زد سال وفات	قرب سلطاں باد و ہر روح پیر عبداللہ شاہ

قطعۂ تاریخ کتاب تحقیقات بیضہ مصنفہ جناب حکیم محمد سعید صاحب چودھری میلاپور مدراس

ایں کتابے کہ معدن ہنر است	کرد تصنیف چوں بصد زحمت
گفت مغموم عیسوی سالش	مخزن ہو سود دفتر حکمت

قطعۂ تاریخ خبر مقدم اعلیحضرت شاہ امان اللہ خاں غازی والی افغانستان خلد اللہ ملکہ

بحمد اللہ حاصل مدعا از بخت یاور شد	کہ دیدارش بدل میخواستم از حق بصد ارماں
رقم زد خامۂ مغموم سالش شادماں گشتند	امید دل شہ کابل برآمد سوئے ہندوستاں

کلام حسن و عشق

گل معنی سے ہے آراستہ گلشن اپنا	حسن مضموں نے دکھایا رخ روشن اپنا
وصف اس رشک قمر کا جو لکھا کرتا ہوں	نام رہتا ہے سخنداں میں روشن اپنا
دل چرا جاتا ہے اور محو تماشا ہوں میں	دوست اپنا ہی ہوا دیکھئے رہزن اپنا
دین و ایماں دل و جاں ہیں نے کئے سب قرباں	پر نہ سمجھا مجھے ہرگز بت بدظن اپنا

سچ تو یہ ہے دل ناداں کے سوا زیر فلک
نہ کوئی دوست ہے مغموم نہ دشمن اپنا

قتل کرنیکا وہ انداز مجھے یاد آیا	آگے آگے تھی قضا پیچھے وہ جلاد آیا

درد و غم رنج و الم حسرت و یاس ارماں — یہی سامان معاش دل برباد آیا
آج ہے وصف کمر طبع رسا کو منظور — بحر ہستی سے گزر کر عدم آباد آیا
پئے تعظیم ہے ہر شاخ شجر سر بسجود — باغ میں آج کوئی غیرت شمشاد آیا

نکتہ سنجان دکن کہتے ہیں مغموم مجھے
آج اقلیم سخن کا کوئی استاد آیا

صبر کہتا ہے کہ اے حضرت والا تھمنا — بیقراری مری کہتی ہے کہ کیسا تھمنا
نہوا ایک گھڑی بھی لب دریا تھمنا — کشتی عمر کا ملاح نہ سیکھا تھمنا
آہ کو حکم نہیں راہ میں بیجا تھمنا — دل سے نکلی تو سر عرش معلی تھمنا
اشکباری بھی مری باعث ایذا ٹھہری — در و دیوار کا ہے شور کہ تھمنا تھمنا
لئے جاتا ہے مجھے جوش جنوں صورت کاہ — ناتوانی مری کہتی ہے خدارا تھمنا
آج اس ترک کے ناوک کا نشانہ ہوگا — مرے پہلو میں ذرا اے دل شیدا تھمنا

سر میں چکر ہے مرے پاؤں میں گردش مغموم
یہ اشارہ ہے کہ دنیا میں ہے بیجا تھمنا

عارض جاناں پہ دیکھا ہم نے جوڑا سانپ کا — شربت دیدار میں ہے زہر تھوڑا سانپ کا
کیا سگ جاناں کی ہمسائی کرے شبدیز زلف — استخواں میں ہے ہمارے زہر تھوڑا سانپ کا
سر کو سودا زلف کا ہے زلف کو سودائے سر — سر کو ٹکراؤں تو نکلے مرے جوڑا سانپ کا
زلف کہتی ہے کہ میں ہوں اور اجل کہتی ہے میں — موت میرے سر پہ ہے اور سر پہ کوڑا سانپ کا

بس طرح مغموم مجھ تک ہو رہائی نیند کی
بس خیال زلف کھنچتا ہے کوڑا سانپ کا

پیش از وجود دل مرا وقف بہار تھا — ہستی کی فکر اور نہ غم روزگار تھا
ہر دم خیال یار تھا اور انتظار تھا — وہ جان نثار تھا مرا یہ غمگسار تھا

صبر و قرار عشق کے ہاتھوں نہ رہ سکے
دیکھا جو ملک دل کو تو اجڑا دیار تھا

محشر میں جرم عشق کا ہم دینگے یوں جواب
واللہ اپنے دل پہ نہ کچھ اختیار تھا

مغموم دل شکستہ پہ لازم نہ تھا عتاب
بیکس تھا، بینوا تھا، غریب الدیار تھا

ملتا نہیں پتہ دل خانہ خراب کا
کھلتا نہیں ہے کچھ سبب اضطراب کا

رکھدوں جگر کو چیر کے پہلوئے یار میں
یہ ہے جواب انکی نگاہ عتاب کا

واعظ! ہے ذکر جنت و دوزخ سے کیا غرض
خواہش ثواب کی ہے نہ کھٹکا عذاب کا

ہے مغتنم جو جان سلامت وہ لیکے آئے
قاصد کو انتظار عبث ہے جواب کا

وابستہ مغفرت ہے مری التجا کے ساتھ
شیدا ہوں حبیب صاحب ام الکتاب کا

فقط نہ میں ہوں فدا تیری خوش ادائی کا
جہاں میں تذکرہ ہے تیری دلربائی کا

بتوں کے عشق میں دعویٰ ہے پارسائی کا
ہے ابتو رنگ ہی بدلا ہوا خدائی کا

کبھی نہ لطف مسرت ہمیں نصیب ہوا
شب وصال بھی کھٹکا رہا جدائی کا

کشاں کشاں میں چلا ہوں جو سوئے مقتل آج
ہوا ہے شوق مجھے بخت آزمائی کا

پھنسا ہے دام محبت میں مرغ دل بیڈھب
علاج کیجئے مغموم کچھ رہائی کا

عشق کی دولت سے تابندہ مقدر ہو گیا
عشق ہی اندوہ و غم میں میرا رہبر ہو گیا

خوف کیا ہے گر گرا چاہ زنخداں میں تری
دل بھی میرا بحر الفت کا شناور ہو گیا

خون دل پیتے رہیں اور درد و غم کھاتے رہیں
آب و دانہ بس یہی اپنا مقرر ہو گیا

گرم بیتابی سے میری ہو گیا ہر عضو تن
آتش سوزاں مرا ہر تار بستر ہو گیا

گر محمد کی غلامی میں رہا ثابت قدم

خاتمہ اپنا یقیں **مغموم** بہتر ہو گیا ۔

شعلۂ برق ہے حسن اس بت لاثانی کا
کھینچے تصویر تو جلجائے قلم مانی کا

ہند میں تیغ سخن کے یہ کھلے ہیں جوہر
کوئی خواہاں نہ رہا تیغ صفاہانی کا

قدردانی سے زمانے کے فزوں ہے رتبہ
نام روشن ہے جو فردوسی خاقانی کا

لکھوں مضمون تو مضموں بھی پریشاں نکلے
حال تحریر ہو کیا میری پریشانی کا

رائگاں عمر ہوئی عشق بتاں میں **مغموم**
حیف دعویٰ ہے انھیں پھر بھی مسلمانی کا ۔

پسند حق نہیں ہرگز یہ حرف ما و من بگڑا
کہ اس دعوے سے ہے اکثر طریق اہل فن بگڑا

حقیقت شمع کی کھلجاتی ہے خورشید کے آگے
مرا گلرو چمن میں آتے ہی رنگ چمن بگڑا

جو پہونچا باغ میں وہ مہر خوبی سیر گلشن کو
تو بگڑا رنگ گل اور نالۂ مرغ چمن بگڑا

تڑپ دل کی جگر کی بیقراری کا ہیکو ہوتی
مقدر کا بگڑنا تھا جو وہ ناوک فگن بگڑا

سمجھکر کوچۂ جاناں میں رکھ اپنا قدم اے دل
قضا کا سامنا ہے گر وہ ترک تیغ زن بگڑا

اجازت پاکے اک بوسہ لیا پھر بھی غضب دیکھو
حیا شوخی سے بگڑی اور ادا سے بانکپن بگڑا

چمن میں آج کس شمشاد قد گلرو کی آمد ہے
کہ قمری سرو سے اور گل سے مرغ نعرہ زن بگڑا

تمہارے عارض و گیسو و دنداں کی رنگت سے
حلب کا آئینہ مشک ختن در عدن بگڑا

نہیں اہل ہنر کا قدرداں باقی رہا کوئی
نظر آتا ہے اکثر آجکل ملک دکن بگڑا

خطا کیا التجا ایفاے وعدہ کی جو کی میں نے
سر بازار ہم سے تو جو اے پیماں شکن بگڑا

ہے پاس عشق اپنی جاں نثاری ورنہ اے **مغموم**
بن آئیگی بتوں سے کیا بھلا گر بت شکن بگڑا

میں کشتہ ہوں کسی تیغ ادا کا
رہا احساں نہ کچھ مجھ پر قضا کا

اڑا لائی ترے گیسو کی خوشبو
بہت ممنوں ہوں میں باد صبا کا

ہے کیا عالم عدم کے رفتگاں کا
نشاں ملتا نہیں کچھ نقشِ پا کا
صفائی دل کی زاہد ہے مقدم
مصلا کیا بچھایا ہے ریا کا

غلام شافع محشر ہوں معموم
مجھے کھٹکا ہے کیا روز جزا کا

یوں جو پیوست ہوئے تیر نظر کے ٹکڑے
خونفشاں چشم ہے اور خوں ہیں جگر کے ٹکڑے
تیغ ابرو کے مقابل جو ہوا سینہ سپر
راہ میں گر گئے کٹ کٹ کے سپر کے ٹکڑے
جسم کی بھی کوئی ہستی ہے جنوں کے آگے
ہاتھ سے اپنے دکھاؤں ابھی کر کے ٹکڑے
جھانکنا روزن دیوار سے ہے وجہ خطر
کہ نہ ہوجائیں کہیں مرغ نظر کے ٹکڑے

داد دینگے جو سخن فہم ہیں اس محفل میں
مرے اشعار ہیں معموم گہر کے ٹکڑے

پیش حق محشر میں کیا لیجائینگے
شرم عصیاں و خطا لیجائینگے
جان کا خطرہ ہے گو اظہار میں
سربکف ہم مدعا لیجائینگے
دام بہر عندلیب شیفتہ
ہم رگ گل کا بنا لیجائینگے
دل کے بدلے میں ملا داغ جگر
کیا دئیے ہم اور کیا لیجائینگے

رونق بزم سخن معموم ہیں
ساتھ گر طبع رسا لیجائینگے

گو رہائی نہوئی مجھ کو کبھی مشکل سے
نہ گئی بوئے تمنا مرے آب و گل سے
جستجوئے کمر یار میں پہنچا میں عدم
کشتی منزل مقصود لگی ساحل سے
رخنے ڈالے ہیں تری چشم فسوں ساز نے کیا
یہ وہ منتر ہے کہ اترا نہ کسی عامل سے
رند دیوانے ہیں اے شیخ نہ چھیڑو انکو
گفتگو آپ کریں جا کے کسی عاقل سے
جاں بازی کا مری اس سے ہو کیا اثر کے ثبوت
ایک فریاد بھی نکلی نہ لب بسمل سے

زاہد خشک ہو آگاہ یہ ممکن ہی نہیں،
رنج و غم حسرت و ارماں سے نہیں ملتی راہ
یاس، امید و تمنا سے ہوئی یوں گویا
لذت درد کوئی پوچھے ہمارے دل سے
میرے نالے بھی نکلتے ہیں بڑی مشکل سے
راہ پائی ہے یہاں میں نے بڑی مشکل سے

کیا نکل آئے ہیں طبع سے پاکیزہ گہر
کیوں نہ مغموم ملے داد سخن محفل سے،

فریاد و آہ و نالہ و شور و فغاں نہ ہو
کھنچی ہے آہ خرمن جاں سوز بار بار
سوئے عدم جو لاتی ہے ہر دم کشاں کشاں
زاہد کو تب عیاں ہو حقیقت شراب کی
اس درد و غم میں کاش جو میری زباں نہ ہو
یا بیں نہیں ہوں یا اثر آسماں نہ ہو
یہ آہ تازیانۂ عمر رواں نہ ہو
پردہ دوئی کا یار اگر درمیاں نہ ہو

مغموم آپ اپنے کو پاتا نہیں ہوں میں،
اس بے نشاں کی ذات میں میرا نشاں نہ ہو

جو صلہ نارسا ہو جب بخت رسا کو کیا غرض
دیکھ کے تشنۂ لقا ہو گئے نقش بوریا
طائر روح کب ہوا دام میں زلف کے اسیر
قتل کے دن ہیں جائیں گے شوق سے سر کٹائیں گے
تیغ قضا گزیدہ سے تیغ ادا کو کیا غرض
کوچہ سے تیرے لے اڑے باد صبا کو کیا غرض
پیچ ہے یہ نصیب کا زلف رسا کو کیا غرض
موت کی انتظار سے اہل وفا کو کیا غرض

مغموم کیا غزل کہی جل کے مر گئے مدعی
داد نہ لیجئے طلب مرد خدا کو کیا غرض

الفت دل وحشی کو ہوئی زلف دوتا سے
انصاف کا طالب نہیں محشر میں خدا سے
قاتل کے قدم چوم لئے مکر و دغا سے
لوٹی قاتل کو دم فاتحہ خوانی
یہ مرغ گرفتار رہا دام قضا سے
بیعت ہے وفا کو مرے کس دست جفا سے
پوشیدہ ہو خوں جو مرا برگ حنا سے
حسرت نکل آتی ہے مزار شہدا سے

بیباک چلے آئیں نہ اس درجہ بھی غافل
دامن کو بچا رکھیں مزار شہدا سے

بن بن کے بگڑ جاتے ہیں تقدیر کے ساماں
انداز سے عشوے سے نزاکت سے ادا سے

مغموم کے اشعار ہوں تب قابل تسلیم
تحسیں کی صدا نکلے زبان اعدا سے

فرقت میں دعا میری جو محروم اثر ہے
الطاف الٰہی پہ فقط میری نظر ہے

کب کاخ محبت پہ ہو ہر اک کی رسائی
اس بام حقیقت کو نہ دیوار نہ در ہے

دائم ہوں مئے بیخودیٔ عشق سے سرشار
ہستی کی حقیقت کی بھلا کسکو خبر ہے

اسرار الٰہی نظر آئیں تو عجب کیا
خاک قدم یار عجب کحل بصر ہے

مغموم کبھی یاد خدا بھی ہو خدارا
کیوں لہو و لعب میں تیری اوقات بسر ہے

فرماتے ہیں وہ آپ کہ یہ وصف کمر ہے
ہرگز نہ نظر آئیگی جب تک کہ نظر ہے

کیا حضرت انساں کی طبیعت میں بھی شر ہے
رتبہ ہے ملائک سے فزوں نام بشر ہے

آفت نگہ گرم غضب آہ جہاں سوز
وہ آپ کا اعجاز ہے یہ میرا ہنر ہے

مدفن جو شہیدوں کے ہوے جاتے ہیں برباد
اس خاک میں پوشیدہ کوئی فتنہ مگر ہے

سب کہتے ہیں مغموم تری فکر رسا پر
انداز ہے اعجاز ہے افسوں ہے سحر ہے

جبیں پر خال ہے اور ابروئے خمدار پہلو میں
سپاہی نے رکھی ہے باندھکر تلوار پہلو میں

میسر کیوں نہو ہر دم وصال یار پہلو میں
مرا دیوانہ دل ہو جائے گر ہشیار پہلو میں

تصور بیدلی میں آگیا جس دم کہ مژگاں کا
کھٹکتا رہگیا دل کی جگہ بس خار پہلو میں

ہوئے جاتے ہیں طے راہ عدم کی منزلیں کیا کیا
نہیں معلوم ہوتی عمر کی رفتار پہلو میں

کلام داغ کو مغموم اکثر سلجھاتے ہیں

رکھا ہے جب سے ہم نے داغ کا گزار پہلو میں

جب سے پہنچا اثر چشم نگار آنکھوں میں
رنگیا بادۂ الفت کا خمار آنکھوں میں

اے خوشا بخت تصور میں ترے دم نکلے
دلکو تسکین ہو آجائے قرار آنکھوں میں

حوصلے دید کے مقتل میں نکالینگے ہم
آکے رہجائے جو جان تن زار آنکھوں میں

ظلمت قبر کی صورت نہ نظر آئیگی
کیونکہ ہے پیش نگہ جلوۂ یار آنکھوں میں

کس طرح قتل ہوں قاتل کی دورنگی سے ولا
ہے غضب دلمیں بھرا اور ہے پیار آنکھوں میں

بیقراری دل مضطر کی دکھاؤں کسکو
دیکھنے والے کو آجائے بخار آنکھوں میں

روتے روتے نہ کہیں جان گرہو مغموم
نگہ شوق کا کٹ جائیگا نار آنکھوں میں

زباں سخن کیلئے ہے سخن زباں کے لئے
خموشی قدر گھٹاتی ہے خوش بیاں کے لئے

چلا ہے وہ سوئے مسجد غضب ہوا یارب
کہ بام پر ہے موذن کھڑا اذاں کے لئے

ردائے حسرت وارماں قبائے مایوسی
ملی ہے عشق سے خلعت یہ ناتواں کے لئے

ثبات عیش و مسرت نہیں ہے دنیا میں
بہار عمر ہے ناداں فقط خزاں کے لئے

خبر نہیں رہ دنیا نہ منزل عقبےٰ
خدا ہی جانے کہ آیا ہوں میں کہاں کے لئے

دل ہے بتوں کیساتھ تو جاں ہے خدا کیساتھ
مرجائیں کافروں میں انھیں اتقیا کیساتھ

ہے آہ دل سے دل ہے غم دلربا کیساتھ
غم میری جاں کیساتھ تو جاں ہے وفا کیساتھ

امید قتل حوصلۂ نارسا کے ساتھ
ہم نے کیا سلوک یہ بخت رسا کیساتھ

اس طرح دلکو انس رہا دلربا کیساتھ
جسطرح ربط کاہ کو ہے کہربا کیساتھ

نالوں کا کسطرح ہو گزر بارگاہ میں
ہاں یاس پھر بھی ہے مرے مدعا کیساتھ

اس شرط پر ہے وصل کا وعدہ کہ باندھ لوں
پائے ہوس کو رشتۂ شرم و حیا کیساتھ

مغموم زور طبع دکھایا ہے تم نے واہ
کیا خوب یہ غزل ہوئی فکر رسا کے ساتھ

ہر گھڑی تیغ کے چمکانے سے کیا ہوتا ہے
موت سر پر ہے تو گھبرانے سے کیا ہوتا ہے

لطف تب ہے کہ بنوں کشتۂ تیغ قاتل
خود گلا کاٹ کے مر جانے سے کیا ہوتا ہے

جس جگہ یاد خدا ہو تو وہی بہتر ہے
زاہد و کعبہ و بتخانے سے کیا ہوتا ہے

سر مرا نذر کروں نذر مری گر ہو قبول
ورنہ دہلیز پہ ٹکرانے سے کیا ہوتا ہے

کیسے بیدرد ہو کہتے ہو کہ یہ کیا شئی ہے
لخت دل آپکو بتلانے سے کیا ہوتا ہے

ضعف اٹھنے کی اجازت نہیں دیتا اے آہ
آتش عشق کے بھڑکانے سے کیا ہوتا ہے

دیکھ مغموم کا انداز سخن اے دلبر
یہ شباب اپنا اور بدلجانے سے کیا ہوتا ہے

کس جوش پر ہے نغمہ سرا گلستاں میں مرغ
ہے داد خواہ شاہد گل سے بیاں میں مرغ

رنگ حنا کیطرح اڑے رنگ عاشقاں
تاثیر یہ دکھاتا ہے اپنی فغاں میں مرغ

اسواسطے ہے مرغ کا پاس ادب مجھے
پیدا ہوئے ہیں صورت کروبیاں میں مرغ

رنگینئ سخن پہ سخنور کو ناز ہے
کہنے کو یوں تو ہوتے ہیں اکثر جہاں میں مرغ

مغموم زور طبع سے لکھ اور یک غزل
نغمہ سرا ہو گوش سخن پروراں میں مرغ

ٹھہرے اگر ترے کف جادو بیاں میں مرغ
توڑے در طلسم کو ہر داستاں میں مرغ

ہے نغمہ سنج آج ہر اک داستاں میں مرغ
میرا بیاں سناتا ہے اپنی زباں میں مرغ

مرغ سحر بھی فتنۂ محشر کا ہے نقیب
مصروف بے سبب نہیں شور و فغاں میں مرغ

سرخی نہیں ہے چشم میں ہے مرغ جاں کا خوں
بسمل ہوا ہے جام مژۂ خونفشاں میں مرغ

تیر نگہ کماں میں ہے اور مضطرب ہے دل
کیا بے محل تڑپنے لگا آشیاں میں مرغ

پایا نہ نقش پا کا ترے مرغ جاں سراغ
اپنا نشاں مٹائیگا ترے نشاں میں مرغ

مغموم شاعری کا ہے اس دور میں یہ حال
گویا کہ نغمہ سنج ہے فصل خزاں میں مرغ

طریق عشق کوئی سیر کا مقام نہیں،
یہ باغ وہ ہے کہ جسمیں فضا کا نام نہیں

عبودیت میں تو کچھ سرکشی کا کام نہیں
مری نماز میں اس واسطے قیام نہیں

شکار طائر جاں ہو تو کچھ کلام نہیں
تمہاری زلف سے بڑھکر قضا کا دام نہیں

تمہاری تیغ سے وابستہ رشتۂ جاں ہے
قضا کے صفحۂ دفتر میں میرا نام نہیں

ہو خاکساروں کو کیا بیم انقلاب زماں
سرائے گور غریباں میں صبح و شام نہیں

رسائی کیجئے تا دشت لامکاں لے آہ
سوائے عرش معلی ترا مقام نہیں

میں جرعہ کش اسی خمخانۂ ازل کا ہوں
کسیکے مذہب ملت میں جو حرام نہیں

تمہارے عارض خط کو کہوں جو لوح و قلم
پسند خاطر شعرا ہو فکر خام نہیں

کرو نہ حشر میں مغموم شکوۂ قاتل
سزائے جرم محبت کا انتقام نہیں

جوش کو وحشت میں جب لاتے ہیں ہم
حشر برپا کرکے رہ جاتے ہیں، ہم

نشتر مژگاں سے ہو کر دو بدو
فصد اپنی آج کھلواتے ہیں، ہم

کوئے جاناں میں قدم دھرتے ہیں تب
جی سے اپنے جب گزر جاتے ہیں ہم

قبر میں ہوگا نہ تنہائی کا غم
ساتھ حسرت کے چلے جاتے ہیں، ہم

طبع افسردہ کو اے مغموم پھر
برق کی مانند چمکاتے ہیں ہم

عمر اپنی کٹ گئی پیہم تمہارے سامنے
غم ہمارے سامنے تھا ہم تمہارے سامنے

جنبش ابرو کا ہے جان حزیں کو انتظار
ہم اجل کے سامنے ہیں دم تمہارے سامنے

یہ نماز عشق ہے شوق شہادت میں مدام — گردن تسلیم رکھیں خم تمہارے سامنے
کیا قیامت آپ کے کوچہ میں رہتی ہے مدام — حشر ہوتا ہے بپا ہر دم تمہارے سامنے
خاک اڑتی ہے سر تربت جو رہ کر مدام — میری حسرت کا ہے یہ ماتم تمہارے سامنے
حسرت و ارماں تو اپنے ساتھ لیجاتا ہوں میں — بیکسی میری رہے ہر دم تمہارے سامنے

سچ کہو مغموم غیر از درد و غم رنج و الم
کون ہے اب مونس و ہمدم تمہارے سامنے

دیکھے جو ناز سے وہ گل اندام سوئے گل — زاہد درود پڑھنے لگے روبروئے گل
پہونچی دماغ تک نہ اگر اسکو بوئے گل — بلبل قفس میں کرتی ہے کیوں جستجوئے گل
برباد جان نہ کیجئے سودائے خام پر — ہوتی ہے عندلیب سے یوں گفتگوئے گل
آغوش میں ہے بلبل شیدا کے شرمگیں — گلچیں نہ لے بر آئے خدا آبروئے گل
فصل بہار آئی ہے مستو نکا دور ہے — خالی نہیں ہے باغ میں کوئی سبوئے گل
رہبر سے کیا غرض ہے دلا راہ عشق میں — کس نے دکھائی بلبل نالاں کو کوئے گل

مغموم جی میں ہے رگ گل کو قلم بنا
لکھوں میں برگ گل پہ سراپائے خوئے گل

جو شہید تیغ ادا ہوئے یہ شکستہ انکا مزار ہے — کہ لحد سے آتی ہے یوں صدا یہی بیکسونکا دیار ہے
یہ قیاس وہم کا ہی غلط شب تار کا ہے گمان عبث — کہ فلک پہ آج چڑھا ہوا میری حسرتوں کا غبار ہے
نہ نشان قبر کا ہو عیاں مری بیکسی کا ہے یہ نشاں — کہ کسی کے فیض قلم سے یوں مرا پائمال مزار ہے
کسی دلربا کی ہے جستجو کہ تڑپتی ہے مری آرزو — نہ نکلنے کی ہے کوئی سبیل نہ دلمیں اسکو قرار ہے
ہوئے ہم بھی ایک ہزار میں چلے عشق گیسوئے یار میں — بنا راہوار جو دل مرا مری شامت اسپہ سوار ہے
مری خاک ہے تری منتظر کہ کبھی تو ہوگا ترا گزر — بنوں گرد دامن یار میں کہ اسی میں میرا وقار ہے

ہے سخنوروں سے صلہ مرا ملے داد نظم کی جابجا

جو ہے قدر دانِ سخن کوئی وہ سخن پہ میرے نثار ہے

طرز جفا پر دل مبتلا ہے
جو چاہے کرلے وقت رضا ہے
نالہ نہیں ہے طوق غلامی،
مہ کے گلے میں ڈالا ہوا ہے
کیا کعبۂ دل کی قدر ہو اب
اجڑا ہوا ہے بگڑا ہوا ہے
ہے حسرت دل پامالیٔ دل
ناداں بنا ہے رسوا ہوا ہے
وحشی بنونگا قیدی بنونگا
زلف صنم کا سودا ہوا ہے
گریہ نہیں یہ حسرت کا خوں ہے
آنکھوں سے میری نکلا ہوا ہے
آئینہ رو کے ہو کے مقابل
آئینہ سولی لٹکا ہوا ہے
دہو کا شفق کا کیوں ہے فلک پر
شعلہ یہ دل کا بھڑکا ہوا ہے

مغموم کو اب کیا جستجو ہے
نقد دل اپنا کھویا ہوا ہے

سر سبز باغ کیا سخن دلفزا کے ہیں
یہ گلفشانیاں مری فکر رسا کے ہیں
چرچے جو چرخ پر تری تیغ ادا کے ہیں
وحشت زدہ حواس پریشاں قضا کے ہیں
شوخی ٹپک رہی ہے ترے بال بال سے
آنکھوں پہ گو پڑے ہوئے پردے حیا کے ہیں
دیر و حرم کی راہ میں غلطاں ہوں اسقدر
بگڑے ہوئے حواس مرے مدعا کے ہیں
صد شکر وقت نزع وہ تشریف لائے ہیں
بیکار آج ہوگئے ساماں قضا کے ہیں
تاثیر لیکے آئے یہ باور ہو کس طرح
لوٹے ہوئے جو ہاتھ مری التجا کے ہیں

مغموم خوب فکر کے سانچے میں ڈھل گئے
اشعار آبدار مضامیں بلا کے ہیں

تیغ رہ جاتی ہے گلے مل کے
یہ تماشے ہیں رقص بسمل کے
اٹھے پا بوسیاں مرے دل کے
ہوتے ہیں سد راہ منزل کے

خونِ عاشق ہے کیا حنا کو غرض
نقد قیمت کا کیا تقاضا ہے
مرہم وصل جب ہوا تیار
قلزم فکر کے بہ ہیں گوہر

پانوؤں پڑتی جو میرے قاتل کے
پہلے ٹکڑے بھی گن تو لو دل کے
زخم پہلو کے اڑ گئے چھل کے
سنگریزے نہیں ہیں ساحل کے

شعر گوئی کے فن میں اے مغموم
ہم بھی رونق فزا ہیں محفل کے

بٹے مقصد چلے جاتے ہیں کیا کیا قافلے سرپٹ
قدم رکھے کوئی کب بوالہوس دشت محبت میں
نکلکر غیر سے پیر مغاں کی کیجئے بیعت
صدائے صور سے بیدار کب ہوتے ہیں متوالے
ترے گیسوئے مشکیں کی صبا خوشبو جو لاتی ہے
جنوں میں پیشقدمی کر رہے ہیں دونوں آستیں

کھلی کار رندوں کو ہوئی میخانہ کی چوکھٹ
مگر جو توسن ہمت کے تیئں دوڑائیگا سرپٹ
ریا کا چاک کر جامہ خودی کا توڑنے گھونگٹ
مگر شاید کہ سن پائیں وہ تیرے پانوؤں کی آہٹ
مری حسرت نکل آتی ہے میری قبر سے جھٹ پٹ
ترے در پر فدا ہونیکو جان و کیں ہے کھٹ پٹ

نہ مسجد سے علاقہ اور نہ بتخانہ سے اے مغموم
ہمارا سر ہے اور اس رہزن ایماں کی چوکھٹ

خمار عشق عیاں واں نہیں تو یاں بھی نہیں،
کسیکی کسلئے پروا جو دل ہو قابو میں
اگر وہ پانوؤں سے آئیں تو سر سے ہم جائیں
اُدھر سے چشم کرم اور ادھر سے عجز و نیاز

خلوص دل کا نشاں واں نہیں تو یاں بھی نہیں
بدست غیر عناں واں نہیں تو یاں بھی نہیں
بدی کا دلمیں گماں واں نہیں تو یاں بھی نہیں
جو تخم کینہ نہاں واں نہیں تو یاں بھی نہیں

وہ مہرباں ہو تو ہم جان نثار ہیں مغموم
سر نفاق عیاں واں نہیں تو یاں بھی نہیں،

کب ہے شراب انجمن بادہ خوار میں
جام الست ہے نظر ہوشیار میں

دل کو کدورتوں کا نہ مخزن بنائیے
آلودہ دل نہ کیجئے گرد و غبار میں

اے دل نہ رکھ امید کسی گلعذار میں
بوئے وفا نہیں چمن روزگار میں

دیکھوں تو کرتے ہیں وہ بپا حشر کس طرح
بیٹھا ہوا ہوں میں بھی گزر گاہ یار میں

مغموم شکر کیجئے پروردگار کا
داخل ہو تم بھی اہل سخن کے شمار میں

نہ سمجھا میں کہ ہوگا بیوفا دل
کہ بنکر خضر بہکانے لگا دل

کہاں ڈھونڈوں کہ کس جانب گیا دل
کسی آفت میں شاید پھنس گیا دل

گزک کی بو نہیں ہے میکدہ میں
کسی میخوار کا شاید جلا دل

نتیجہ دیکھئے قالوا بلیٰ کا
ازل سے ہے گرفتار بلا دل

حقیقی نور تجھ میں جلوہ گر ہے
مٹا کر زنگ آئینہ بنا دل

بجائے آرزو ہے یاس و حسرت
کیا حق نے مرا سب سے جدا دل

یہاں تک سوز الفت کا اثر ہے
لہو کا ایک قطرہ بن گیا دل

نہیں گر قدر اس نایاب شئی کی
تو واپس دے مجھے اے بیوفا دل

کر اے مغموم فکر زاد عقبیٰ
بتوں کی آشنائی سے اٹھا دل

سب سرنگوں ہوئے ہیں ادب کا مقام ہے
مقتل میں جانبازوں کا اک اژدحام ہے

قابو میں آرہے ہیں مضامیں نو مرے
صیاد میں ہوں اور مری فکر دام ہے

دیکھو تو انقلاب زمانہ کا ہے ثبوت
عبرت کے واسطے ہی بنی صبح و شام ہے

دل سرد ہوگیا ہے گلستان دہر سے
بلبل کو یاں بقا ہے نہ گل کو قیام ہے

مغموم یہ ہے بفضل خدا میرے حال پر
مقبول خاطروں میں جو میرا کلام ہے

اٹھایا ہاتھ جب دونوں جہاں سے	نشاں پایا ہوں میں اُس بے نشاں سے
مثال نقش پا مٹکر جہاں سے	سفر ہم کر کے آئے لامکاں سے
نشاں اس بے نشاں کا اس سے پوچھو	جو آیا ہو گزر کر لامکاں سے
اگر منظور ہے کچھ سیر افلاک	خم مے کو لگا دیجے دہاں سے
رہ الفت سے کب ہیں خضر آگاہ	ذرا پوچھو عدم کے کارواں سے
رہائی کب ہوئی رنج والم سے	بہار آئی تو پھر ڈر ہے خزاں سے

نہیں مغموم کو پہچانتے گر
کرو پرسش دکن کے شاعراں سے

رہیگا جسم میں جب تک مرے لہو باقی	طلب رہیگی تری تیری جستجو باقی
وہ نغمہ سنجی دکھاؤں دم بہار چمن،	نہ بلبلوں کو رہے تاب گفتگو باقی
عبث ہے چارہ گرو فصد کا خیال مرے	وہ ناتواں ہوں نہیں جسم میں لہو باقی
کمال کا نہ کوئی قدرداں ہے دنیا میں	مگر ہیں عیب کے جویا ہر ایک سو باقی

رہا نہ عشق میں کچھ بھی مگر غنیمت ہے
رکھی خدا نے جو مغموم آبرو باقی

نوید وصل شکل ابروے خمدار سمجھے تھے	تھا ایما قتل کا جو وعدۂ دیدار سمجھے تھے
نہ مطلق ہم نے سمجھا یوں قیامت سر پہ ٹوٹیگی	لڑکپن کا تماشا ہم تری رفتار سمجھے تھے
پھنسا ہے مرغ دل کسطرح دام لف میں تیرے	بڑا نادان نکلا جسکو ہم ہوشیار سمجھے تھے
فنا ہستی کو کر اپنے بقا کو کیجیے حاصل	یہ اک نکتہ تھا جسکو عشق کا طومار سمجھے تھے

صدائے مرحبا نکلی انہیں سے بزم شعرا میں
کہ جو مغموم کے اشعار گوہر بار سمجھے تھے،

رونق فزا جو داغ دل غمجہاں کے ہیں	انداز کیا بہار میں اس بوستاں کے ہیں

پہنچاتے ہیں عدم کو وہ یوں تیغ ناز سے — ہرگز نہ نقش پائے نشاں رفتگاں کے ہیں
ہنسنے میں انکے برق کا عالم ہے آشکار — آثار سارے رعد کے اپنی فغاں کے ہیں
اثبات نیستی ہے تماشا حباب کا — آثار سارے باغ جہاں میں خزاں کے ہیں

مغموم راہ عشق مجازی سے کیا غرض
بردے ازل سے ہم شہ کون و مکاں کے ہیں

یا کوئی درد محبت کی دوا دو مجھکو — یا رہ منزل مقصد ہی دکھا دو مجھکو
میں نہ مجرم ہوں فقط بلکہ زمانہ ہیں کوئی — جرم الفت سے بری ہو تو بتا دو مجھکو
غم فرقت میں مری جان بہت رویا ہوں — برق کی طرح کسی وقت ہنسا دو مجھکو
پی چکا خون جگر بادۂ احمر کے عوض — شربت وصل کا اب جام پلا دو مجھکو

مر گئے حضرت مغموم یہ کہتے کہتے
جلوۂ حسن خدا داد دکھا دو مجھکو

روز و شب ہے جو تیرے در کی تلاش — کام کرتی نہیں نظر کی تلاش
دل کو ہے نالۂ جگر کی تلاش — آہ سوزاں کو ہے شرر کی تلاش
نہیں پایا کہیں تو کرنے لگا — خانۂ دل میں سیمبر کی تلاش
کشتۂ یاس کر رہے ہیں مدام — اس مسیحا کی اک نظر کی تلاش
قطرۂ اشک ہیں کہ مروارید — ہے ولا کس کو یاں گہر کی تلاش
قتل کرنے یہ ہیں جو آمادہ — ہے کسی خستہ جگر کی تلاش

ڈر مضموں ہیں سفتۂ مغموم
لے جسے ہو در و گہر کی تلاش

فرق بیحد آگیا اطوار میں — ہے غضب کا جوش ان کے پیار میں
خاک ہو کر عشق کے آباد ہیں — مل گئے ہم نقش پائے یار میں

حق کو پانا ہو تو زاہد نوش کر
جام وحدت محفل میخوار ہیں
چونک اٹھتے ہیں لحد کے خفتگاں
یہ اثر ہے یار کی گفتار میں
گردش قسمت سے کیوں ہوں کامیاب
آئے ہم مقتل میں وہ گلزار میں
کیا رہائی میں ہے لطف زندگی
پھنس رہو تم گاز لف عنبر بار میں
لن ترانی لن ترانی کی صدا
سنتے ہیں ہم کوچۂ دلدار میں
وصل کی شب منھ چھپانا روٹھنا
لطف ہے انکار کا اقرار میں

اک جہاں کو رشک ہے مغموم پر
کیا اثر ہے کلک گوہر بار میں

کیا کرینگے نظارے سنبل کے
وہ جو مفتوں ہیں جلوۂ گل کے
عرش کیا لامکاں دکھاتا ہے
یہ تماشے ہیں ساغر مل کے
کون گل ہے کہ بہر استقبال
ہوش یاں اڑ چلے ہیں بلبل کے
جوش وحشت نے یوں کیا پامال
ہوش بر جا نہیں تحمل کے

خاکپائے علی ہوں اے مغموم
جو کہ ہیں شہسوار دلدل کے

دست سائل اٹھے دعا کے لئے
بخشش میری خطا خدا کے لئے
کہہ رہا ہے حباب دریا میں
زندگی ہے فقط فنا کے لئے
کتنی زاری ہو کتنی بیداری
کچھ اثر بھی تو ہو خدا کے لئے
جاں بلب ہوں فراق میں آخر
لب جاں بخش ہیں شفا کے لئے

بت کافر سے جاں بچا مغموم
طائر عشق مصطفیٰ کے لئے

منت قضا کی اجل شیدا اٹھائے
کب تک فراق یار کا صدمہ اٹھائے

زاہد بتوں میں نور حقیقی ہے جلوہ گر
دل پر جو ہے حجاب دوئی کا اٹھائیے
کیونکر مریض عشق کو صحت ہو اے طبیب
ہاتھ اب معالجہ سے خدارا اٹھائیے
تا کے بسر ہو ہجر میں اے مرغ روح اب
اس گلشن جہاں سے بسیرا اٹھائیے

الفت بتوں کی چھوڑ کے یاد خدا کرو
مغموم کچھ سفر کا بھی توشہ اٹھائیے۔

نظم قومی۔

زباں پہ نوحہ تو دلمیں مرے ملال بھی ہے
کہ قوم بے سروساماں ہے خستہ حال بھی ہے
وہ قوم جسکی نمایاں تھی شوکت و حشمت
تبہ ہے گردش دوراں سے پائمال بھی ہے
سبق یہ ملتا ہے انساں کو بدر کامل سے
کوئی کمال کو پہنچا تو پھر زوال بھی ہے
ہنسی اڑاتے ہیں دشمن ہماری پستی کی،
اگرچہ کہنے کو قومی نشاں ہلال بھی ہے
جہالت اور تعصب میں مبتلا ہیں ہم
پھر اسپہ اپنی ترقی کا کچھ خیال بھی ہے
ہماری قوم کا کیا حشر ہو خدا و ندا
یہاں ذلیل ہیں اور پُر خطر مآل بھی ہے
نفاق و بغض ہمارا ہے شہرۂ آفاق
پھر اسپہ طرہ کہ علم و ہنر کا کال بھی ہے
ہم آپ دست و گریباں ہیں بکد گر باہم
ہمارے جنگ و جدل کی کہیں مثال بھی ہے
سیاہ کاری کا ہے شوق ذوق تو یہ بھی
کہ معصیت کی بھی جرأت ہے انفعال بھی ہے
بچھا ہوا ہے مصلا ادہر برائے نماز
ادہر وساوس شیطاں کا ایک جال بھی ہے
جو کور مغز ہیں بن بیٹھے بایزید و جنید
کہ جنکو علم تصوف میں قیل و قال بھی ہے
مدد ہو بخت کی بے سعی و کوشش و تدبیر
خیال اپنا یہ باطل ہے اور محال بھی ہے
جو اتفاق ہمارا شعار ہو جائے
عنایت و کرم و لطف ذوالجلال بھی ہے
ملی جوش میں لائیے بحر رحمت کو
اٹھے ہیں دست دعا والسوال بھی ہے

نکال قوم کی کشتی کو اب تلاطم سے
تری مدد ہو تو پھر چرخ کی مجال بھی ہے

طفیل ختم رسل رحم کر خداوندا
امید فضل و عنایت ہے عرض حال بھی ہے

پسند خلق ہو مغموم کیوں نہ شعر مرا
خلوص میرے سخن میں ہے اور کمال بھی ہے

عاقل ہے اگر عمر قناعت میں بسر کر
کچھ ہستئ موہوم پہ اپنی بھی نظر کر

گو تو نہ رہے نام نکو ہو تیرا باقی
اسطرح یہ دنیا سے تو عقبیٰ کا سفر کر

کیا حشمت و شوکت پہ مٹا جاتا ہے اپنے
عبرت کے لئے گور غریباں پہ گزر کر

باطل کے جو شیدا ہیں حیات انکی ہے باطل
جو صدق پہ مائل ہیں بقا پاتے ہیں مر کر

مومن سے ہو اخلاص برہمن سے مدارات
اسطرح دل کافر و دیندار میں گھر کر

ناموس سے اور نام سے ہوجا تو سبکدوش
دل خیر پہ مائل ہو تو اللہ سے ڈر کر

بیکس پہ ترحم ہو غریبوں پہ نوازش
اور آہ ستمدیدہ سے ہر دم تو حذر کر

محبوب سے ملنے کی ہو خواہش تو نکل جا
دو چار قدم منزل ہستی سے گزر کر

زائل ہو نشہ قوم سے اب خواب گراں کا
اے نالۂ مغموم بھلا کچھ تو اثر کر

اے قوم! تو چڑھ بام ترقی پہ سنبھل کر
تاریکی و ادبار کے خندق سے نکل کر

پستی پہ جو مائل ہے تو غیروں کی نظر میں
آنسو کیطرح خاک پہ گر جائیگا ڈھل کر

اغیار کی رفتار پہ گر رشک نہ آئے
رہجائیگا افسوس عبث ہاتھ کو مل کر

گر خوں میں حمیت ہے تو کچھ کرکے دکھا دے
ہوجائے عیاں وقعت اسلام بدل کر

کیوں ذلت و خواری میں تری عمر بسر ہو
غیرت نہو اتنی تو تمنائے اجل کر

محنت کا جو خواہاں ہو تو راحت بھی ہے حاصل
خورسند رہے گلشن آفاق میں پھل کر

ہمت جو ہوئی پست تو لغزش میں قدم ہے
گر جانہ کہیں بام ترقی سے پھسل کر

سینہ سے لگالوں تجھے اے سوزش قومی
غم قوم کا کھا سوز محبت سے پگھل کر
غفلت سے جہالت سے حماقت سے اچھل کر
تیری ہے اعانت طپش دل میں اچھل کر
اور بخش ضیا شمع کی مانند تو جل کر
اسلاف کو محشر میں نہ تو اپنے خجل کر

غم قوم کا پیارا ہے دلا اسکو جگہ دے
اترا نہ کبھی آہ سے بیکس کے حذر کر
انساں ہو تو کام آ تو مصیبت میں کسی کی
اور شوق سے کھا خوں جگر میں سے اتل کر
رہ جائے ترا خرمن امید نہ جل کر
پہلو نہ تہی کیجئے تیور کو بدل کر

یہ داغ نہ محشر میں بھی دامن سے چھٹیگا
ہر ہر رگ اعضا میں ہے پیوستہ غم قوم
پوشیدہ ہے درماندوں کی فریاد میں تاثیر
بیکس کا کوئی اشک جو گر جائیگا ڈھل کر
آنکھوں سے نکلتا ہے کلیجہ سے اچھل کر
آفت کوئی لائیگی یہ پہلو سے نکل کر

اے شکل جواں مد نظر ہو جو سعادت
مغموم کہن سال کی باتوں پہ عمل کر

رونق دل ظلمت اعمال میں فانی ہوئی
خود فروشی زر پرستی کی جو ارزانی ہوئی
اتفاق و یکدلی سے بیقراری بڑھ گئی
بزم سے رخصت ضیائے شمع روحانی ہوئی
گرمئ خون حمیت آگ تھی پانی ہوئی
قوم کو جمعیت دل سے پریشانی ہوئی

مذہبی ایواں میں کیا کیا رخنہ اندازی ہوئی
ہم بھی انکے نام لیوا ہیں جو تھے قدسی نفوس
معصیت سے ہوگئے مردہ مگر جذبات دل
جس مکاں کے ہم مکیں تھے اسکی ویرانی ہوئی
جنکے سر پہ بارش الطاف ربانی ہوئی
منقلب ادبار سے اپنی جہانبانی ہوئی

حس نہیں غیرت نہیں اور روح میں طاقت نہیں
وہم سے کیا کیا خیالی صورتیں پیدا ہوئیں
تھا سفر اپنا کہ یہ پہنچیں جہن کے دربار تک
لگئے وہ رہنمائے عشق جو نارا[illegible] تھے
خواہش حرص و ہوا میں دل کی قربانی ہوئی
کشت دل سے بدگمانی کی فراوانی ہوئی
منزل اول میں دامنگیر حیرانی ہوئی
شاہد مقصود دل کی آہ عریانی ہوئی

وقت جو تھا ٹل گیا اب وقت پر قابو کہاں | وقت پیری شیخ صاحب کو پشیمانی ہوئی
حظ نفسانی میں طاقت ہو گئی زائل تمام | ایک قطرہ خوں تھا جس سے غم کی مہمانی ہوئی

غم کے آنسو ہیں جو نکلے دیدۂ دل سے مرے
خامۂ مغموم سے کیا گوہر افشانی ہوئی

ہر سمت نفاق اور تعصب کی گھٹا ہے | اسلام کے گلشن میں چلی کیسی ہوا ہے
تاریکیٔ اعمال میں پوشیدہ ہے صد حیف | جس دین کی عالم میں درخشندہ ضیا ہے
احکام الٰہی سے ہوئے جاتے ہیں روپوش | خود غرضی و ناچاقی کا طوفاں بپا ہے
شیرازۂ اسلام کے اجزا ہیں پریشاں | ہر شخص پہ دروازہ مصیبت کا کھلا ہے
نازل ہو اگر قہر الٰہی تو عجب کیا | ہر شخص کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا ہے
کیا ذکر یہاں تفرقہ انداز فلک کا | قوم اپنی فسونسازی میں اس سے بھی سوا ہے
ادبار و تنزل کی ہوئی قوم جو خوگر | کہتی ہے وہی ہوتا ہے جو حق کی رضا ہے
تدبیر سے محنت سے جو جی اپنا چرائے | کہتا ہے کہ قسمت میں مری یوں ہی لکھا ہے
سرگرمی سے کوشش ہو اگر میرے عزیزو | روشن ہو اسی وقت کہ تقدیر میں کیا ہے
تدبیر جو ہم سے ہو تو تقدیر سے تائید | کچھ سعی نہ ہو ہم سے تو کیا کس سے گلا ہے
نیت ہے اگر خیر مقدر ہے معاون | افسوس تو یہ ہے کہ فتور اس میں پڑا ہے
ہم اپنے ہی بدخواہ ہیں اصلاح کے دشمن | جو قوم کا عاشق ہے مصیبت میں پڑا ہے
کیا وجہ جو ہو قوم گرفتار مصیبت | سچ پوچھو تو اعمال کی اپنے ہی سزا ہے
افسوس کہ پژمردہ ہوا یوں گلشن اسلام | اور دین سے بیزار ہوں ہم شان خدا ہے
سر دیجئے خوشنودیٔ خالق میں محبو | ہستی کی بقا کچھ نہیں اک نقش فنا ہے
رحمت کی نظر کیجئے اے خالق اکبر | سر امت احمد کا ترے در پہ جھکا ہے
اے ختم نبی شاہ رسل صاحب لولاک | امداد ہو امداد کہ اب حال برا ہے

جز تیرے نہیں آج ہمیں کوئی سہارا
تیری نظر لطف ہی اب عقدہ کشا ہے

جب سے سر مغموم میں ہے قوم کا سودا
دل درد سے معمور، زباں وقف دعا ہے

نہ جس دل میں ہو قومی درد ایسا دل نہ ہو بر میں
لگی ہو آگ دلمیں قوم کے عشق و محبت کی
بچھونا خاک پر ہو بیکسوں کا ولے بیدردی
سبب کیا سنگدل کو بھی لپسر سے ہو جو دلسوزی
مدد کیجے بدی کا نامۂ اعمال تا دہو دیں
نہ پائے چین جسکو درد ہو کچھ دردمندوں کا
تمہارے مال سے کیا فیض ہو بچا مستحقوں کو
عوض میں مرغ بریاں کے نہ دیستوں کا غم کھاؤ

وہاں دوش ہے گر قوم کا سودا نہ ہو سر میں
زہے طالع جو روشن شمع دلسوزی ہو اس گھر میں
ہمیں حاصل ہو لطف زندگی پھولوں کے بستر میں
سبق سیکھے وہ ہمدردی کا تا آغوش مادر میں
عجب تاثیر ہے گردش زدوں کے دیدۂ تر میں
نگر سیماب کا عالم ہو اسکے قلب مضطر میں
بہ پیش ہوگی اے اہل دول کل روز محشر میں
رہو تا روز محشر سائباں لطف داور میں

دل مغموم سے وہ شعر درد انگیز نکلے ہیں
جگر میں ڈالدیں روزن اثر پیدا ہو پتھر میں

مناجات

اے خدا گر تجھے بندوں کی مصیبت پہ نظر
مالکا! قوم کو دکھلا تری رحمت کا اثر

پستئ قوم کی کچھ حد نہ رہی اے داور
خالقا! لے ترے محبوب کی امت کی خبر

نہ کوئی مونس و ہمدم نہ کوئی یاور ہے
ہاں اگر ہے تو ترا لطف ہی جاں پرور ہے

نہ تو ہمت نہ تو جرأت نہ فراغت دلخواہ
نہ تجارت کو ہے وسعت نہ ہنر ہے نہ نگاہ

خون رلاتی ہے ہمیں قوم کی بربادی آہ
غفلت و کاہلی و جہل سے ہے قوم تباہ

رنج و افلاس کی ظلمت کو مٹا دے یارب!
قوم کو راہ ترقی پہ لگا دے یارب!

وہ بھی دن تھے کہ درخشاں تھی ہماری قسمت
وہ بھی دن تھے کہ مسلم تھی ہماری طاقت
وہ بھی دن تھے کہ جہاں میں تھی ہماری عظمت
وہ بھی دن تھے کہ فزوں تر تھی ہماری دولت

پھر تماشا وہی یارب تری قدرت کا دکھا
پھر تری شان کریمی کی نظر آئے ضیا

نہیں بے وجہ یہ ذلت نہ عبث ہے یہ زیاں
آہ! ہم دین پیمبر سے ہوئے رو گرداں
اپنے ہاتھوں سے کیا ہم نے مہیا ساماں
اور پھر چھوٹ گیا ہاتھ سے اپنے قرآں

خانہ جنگی میں جو طاقت تھی گنوائی ہم نے
ورنہ کیا شے ہے جو فطرت سے نہ پائی ہم نے

نہ مدارات نہ اخلاص نہ ایثار و کرم
حسد و بغض و عداوت سے ہیں پابند الم
نہ اخوت نہ حمیت نہ محبت باہم
معصیت میں ہیں گرفتار شب و روز جو ہم

پیروی دین نبی کی ہو حصومت کیا ہے
مخلصی کی غم دارین سے صورت کیا ہے

اپنے کرتوتوں سے ہم آہ ہوئے خوار و ذلیل
کوئی صورت نہ رہائی کی ہے اے رب جلیل
پیش کرنے کے لئے عذر نہ حجت نہ دلیل
ہاں ترے فضل کی باقی ہے فقط ایک سبیل

تیری رحمت کی وہ وسعت ہے کہ اک دریا ہے
ترے بندوں کے گناہوں کی حقیقت کیا ہے

رحم کر رحم کہ اب صبر کا یارا نہ رہا
التجا کس سے کریں جا کے ترے در کے سوا
پا چکے اپنے بد اعمال کی معقول سزا
عرض مغموم دل افگار ہے ہو عفو خطا

دل مسلم کو ہدایت سے منور کر دے

چشم دل نور بصیرت سے الٰہی بھر دے

مناجات بدرگاہ علام برائے فتح و فیروزی لشکر اسلام در معرکہ سلطنت عثمانیہ با حکام بلقان

الٰہی غازیانِ دیں پہ اب الطاف گستر ہو
قضا بنکر عدو کے سر پہ شمشیر دو پیکر ہو
عیاں آفاق میں اب تیغ عثمانی کا جوہر ہو
صدائے جاں ستاں اب نعرۂ اللہ اکبر ہو
الٰہی لشکر اسلام منصور و مظفر ہو
عطا بازو میں انکے قوت بازوے حیدر ہو

ہے غلبہ دشمنوں کا اہل دیں پر کیا قیامت ہے
اگر اعمال بد کی اہل ایماں کے یہ شامت ہے
ترے محبوب کی امت پہ یا رب کیا مصیبت ہے
تو کیا ہم عاصیوں پر تنگ تیرا باب رحمت ہے
الٰہی کلمہ گویوں کا تو حامی اور یاور ہو
ترا لطف و کرم اب جلوہ گر اے بندہ پرور ہو

فنا اسلام ہو اعدائے دیں کا ہے یہی منشا
ضعیفوں کو مٹایا شیر خواروں کا گلا گھونٹا
تہیہ ہے تری توحید کو نابود کر دیگا
نہیں ممکن کہ ہو یوں بے اثر خون بیگناہوں کا
الٰہی حامیان دین کا تابندہ اختر ہو
الٰہی خادم الحرمین پہ ظل ہمیشہ ہو

الٰہی رحم فرما بیکسوں کی رنج و خواری پر
قتیلانِ جفا پر اور انکی جاں نثاری پر
یتیموں کی فغاں پر بیوگاں کی آہ و زاری پر
وطن کی بیقراری پر ہماری اشکباری پر
دکھا قدرت کو اپنی تا کہ دنیا ساری ششدر ہو
کہ فوج ترک کو اب فتح و فیروزی میسر ہو

پھٹا جاتا ہے سینہ درد سے اب دردمندوں کا
جفاکاروں کا کر دے خاتمہ اور انکے [illegible] کا
الٰہی تو نگہباں دین کا اور نیک بندوں کا
نشاں دے لشکر اسلام کو اب فتحمندوں کا

گنہگاران امت کی دعا مقبول داور ہو
پسندیدہ الٰہی نظم **مغموم** سخنور ہو

مسدس در فساد مقدونیہ و دعا برائے خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید خان خلد اللہ ملکہ

قلم سجود میں مصروف حمد باری ہے ۔ زباں پہ شکر خدائے کریم جاری ہے
طفیل احمد مرسل یہ خواستگاری ہے ۔ بحضرت احدیت دعا ہماری ہے
ہو شر دہر سے ایمن خلیفۃ الاسلام
جلو میں نصرت و یاری ہو ہمرکاب مدام

قضا نے کھیل بنایا بگاڑ کر چھوڑا ۔ درخت فتنہ و شر کو اکھاڑ کر چھوڑا
فریب ساز گریباں کو پھاڑ کر چھوڑا ۔ طلسم ہوشربا کو اجاڑ کر چھوڑا
سب اپنے کام سے مایوس ہو گئے اشرار
عدوئے دین وہ مقدونیان ناہنجار

مچایا شور جو مقدونیہ کے تھے ارذل ۔ برائے دادرسی ایسی ڈالدی ہلچل
فریب کھا گئے یورپ کے تھے جو اہل دول ۔ مگر عنایت حق سے ہوئی یہ مشکل حل
ہوا جو نور صداقت کا جلوہ گر پیہم
کئے سے اپنے ہیں نادم وہ نامراد بہم

دول نے چاہا ہو تحویل انتظام مال ۔ ہمارے ہاتھوں سے ہو اسکا اہتمام بحال
دکھایا خوب ہی سلطاں کو خوف جنگ جدال ۔ کیا وہ شیر دلاور نے رد جو انکا سوال
روانہ بیڑۂ جنگی ہوا وہاں فی الفور
ظہور قدرت حق کے ہوئے کچھ اور ہی طور

مطالبات پہ اپنے تلے ہوئے وہ ادھر ۔ جواب صاف پہ آمادہ ہو گئے وہ ادھر

جو اہل دیں تھے پریشانیوں میں وہ گھبر کر
اٹھائے دست دعا پیش خالق اکبر

الٰہی خادم حرمین کو فتح و نصرت ہو
ترے ہی فضل سے اب دور یہ مصیبت ہو

اثر دعا کا ہوا یہ بفضل عز و جل
کہ با خبر غلطی سے ہوئے ہیں اہل دول
ہوا مسودہ ترمیم تار ہے نہ خلل،
بحسب مصلحت شاہ روم تا ہو عمل

برائے نام ہو اہل دول کی نگرانی
مگر ہو قابل تسلیم حکم سلطانی

ادہر دول کو روانہ ہوئی جو کچہ ترمیم
کہ تار سے شہ انگلنڈ کی کرو تفہیم
ادہر یہ قوم کو ارباب دیں نے دی تعلیم
بصد ادب ہو گزارش یہ قابل تسلیم

کہ اہل دیں پہ مسلط ہے حب سلطانی
ہے بے گماں وہ خلیفہ ہمار ا روحانی

رعایا ہم ہیں وفادار آپ کے باہم
مدد ہو حضرت سلطاں کی اے شہ اعظم
روا جو دل شکنی ہو ہماری ہے یہ ستم
جدید سلسلۂ اتحاد ہو محکم

جو خونریزی خلق خدا کا تھا کھٹکا
تو خیر خواہی طرفین کا ہوا سودا

اسی بنا پہ مرتب ہوا جو جلسۂ عام
روانہ تار ہوا از جماعت اسلام
ادر اہل دیں نے کیا اس سے اتفاق تمام
خدا کے فضل سے جسکا ہوا ہے نیک انجام

قبول کیگئی ترمیم حضرت سلطاں
پلٹ کے بیڑۂ جنگی ہوا وہاں سے رواں

دعا یہ حضرت سلطاں کے حق میں ہے پیہم
ہمیشہ اسکی ہو بنیاد ایسی مستحکم
الٰہی سلطنت اسلام کی رہے ہر دم
رہے نہ گردش افلاک کا اسے کچھ غم

طفیل سرورِ عالم یہ مدعا ہو حصول
الٰہی بندۂ معصوم کی دعا ہو قبول

محاسن ہمدردی

الٰہی قوم کا غم ہو فزوں دل کے خزینے میں
کہ ہمدردی کی لہریں جوش زن ہوں میرے سینے میں
وہ ہمدردی کہ خوشبو جسکی پیدا ہو پسینے میں
وہ ہمدردی جو کی انصار نے ظاہر مدینے میں

یہ ہو جلوہ فگن اسلام کے ہر اک قرینے میں
جو ہمدردی نہ ہو تو لطف کیا انساں کے جینے میں

یہ وہ شے ہے کہ جس سے ہو نزول رحمتِ داور
یہ وہ تابندہ شی ہے جو ہے عکس خلق پیغمبر
یہ وہ شی ہے کہ جس سے جھک گئے اعدائے دیں کے سر
یہ وہ شی ہے کہ جس سے کھلتے ہیں انساں کے جوہر

یہ وہ شے ہے کیا جسنے مسخر سارے عالم کو
یہ وہ شے ہے کیا جسنے مفتخر ابن آدم کو

صحابہ کا جو سینہ تھا تو ہمدردی کا مخزن تھا
ائمہ کا جو دل تھا نور ہمدردی کا مسکن تھا
چراغ قلب اہل اللہ ہمدردی سے روشن تھا
کہ جن کے سر پہ دائم ابر رحمت سایہ افگن تھا

اذیت پاتے ہیں اعدا سے اور انعام دیتے ہیں
دعا دیتے ہیں انکو جو انھیں دشنام دیتے ہیں

جو ہمدردی نہو اٹھ جائے فوراً امن کی صورت
ستم پیشہ کے ہاتھوں بیکسوں کی ہو بری حالت
خبر گیری کرے کون انکی جو ہیں مورد آفت
یہی شی سد رہ ہوتی ہے بنکر آیۂ رحمت

جو ہمدردی نہ ہو نوع بشر وقت مصیبت ہو
کسی کو کیا پڑی جو مرہم سوز جراحت ہو

جو ہمدردی نہو ماں باپ میں اولاد ہو برباد
ہو کیا شاگرد کی حالت نہو ہمدرد گر استاد

مریدوں پر نہو گر لطف پیروں سے ہو کیا ارشاد
مجوں ہیں جو ہمدردی نہو ہیں سب کے سب ناشاد

چراغ دل اندھیرے گھر کا گویا یہ اجالا ہے
خدا شاہد ہے ہمدردی کا دائم بول بالا ہے

یہ ہمدردی وہ ہے حیواں بھی جس سے نہیں محروم
پہنچتے ہیں صدا پر سارے گر اک زاغ ہو مظلوم
جو ہمدردی نہو تو پرورش اطفال کی معدوم
کہ ہمدردی سے بن جاتا ہے انساں قوم کا مخدوم

جو ہمدردی نہو تو خونریزی اک نظارا ہے
جو ہمدردی نہو تو ڈوبتے کو کیا سہارا ہے

وہ دیکھیں غور سے حاصل ہو جنکو نور بینائی
رسول محترم نے کیسی ہمدردی ہے جتلائی
کہ جس سے جلوہ گر ہوتی ہے ہر دم شان یکتائی
عدو بھی آستاں پر جنکے کرتے تھے جبیں سائی

نوازش سے پیمبر کے جو مالا مال ہوتے تھے
کوئی اقطاب ہوتے تھے کوئی ابدال ہوتے تھے

ذرا دیکھے کوئی جنگ احد کا خونفشاں منظر
ستم کیا کیا ہوئے کفار سے ذات مقدس پر
رواں ہوتا ہے خوں زخمی ہوا جب چہرۂ انور
یہ شان رحمۃ للعلمین تھی جو ہوئی اظہر

عوض لیتے ہیں کیا اور کیا شہ ابرار کرتے ہیں
ہدایت کی دعا انکے لئے ہر بار کرتے ہیں

بنو ہمدرد ایسے تاکہ ہو کچھ قوم کی خدمت
نبی کے اسوۂ حسنہ پہ قائم کیوں نہو امت
دکھاؤ برملا ہمدردئ اسلام کی شوکت
شکستہ حال اپنی قوم کو پہونچاؤ کچھ راحت

پھر اسکے بعد حق ہے ساری خلق اللہ کا یکساں
کہ ہمدردی کا جو ہو مستحق اسپر کرو احساں

ہزار افسوس کیسا انقلاب آیا ہے دوراں میں
ترقی ہو رہی ہے آہ ہر دم سوز پنہاں میں
کہ ہمدردی نہ کچھ باقی رہی ارباب ایماں میں
فزوں ہوتی ہے ہر دم بے نیازی طرز اخواں میں

کسی کے درد کا پیدا نہ کچھ درماں کرتے ہیں
جو کرتے ہیں تو بس اپنی نمایاں شاں کرتے ہیں

خداوندا! ترے فضل و کرم کا اب دکھا جلوا
عطا کر درد دل اور درد میں بھی ہو طپش پیدا
الٰہی! نور ہمدردی سے کر معمور دل سب کا
طپش میں بھی اثر ہولے مرے مولا حلاوت کا

فراواں جوش رحمت ہو فزوں تیری عنایت ہو
دعائے بندۂ مغموم مقرون اجابت ہو

مسدس برائے انجمن معونتہ المعذورین مدراس

کس جوش پر چمن میں ہے نغمہ ہزار کا
باقی نہیں ہے وقت کوئی انتظار کا
مژدہ بلا ہے آمد فصل بہار کا
اب ہے ظہور رحمت پروردگار کا

آراستہ ہے گلشن اسلام آجکل
دیتے ہیں عندلیب یہ پیغام آجکل

دلدادگان قوم ہیں آگے بڑھے ہوئے
کسکر کمر کو شوق سے وہ اٹھ کھڑے ہوئے
اور حامیان دین کے قدم ہیں گڑے ہوئے
غفلت کی میٹھی نیند میں جو تھے پڑے ہوئے

دیکھا جو میں نے آئینۂ دل میں اک نظر
بیشک ہے حسن شاہد امید جلوہ گر

بینا ہوئی جو چشم در معرفت ہے باز
کس طرح ہم ہوں قوم کی حالت سے بے نیاز
شنوا ہوئے جو گوش تو ٹوٹا طلسم راز
سنتے ہیں دردمندوں کی فریاد دلگداز

اٹھے ہو گر یہاں بت پندار توڑ کر
آرام پھر نہ کیجئے بستر کو چھوڑ کر

معذور و بیکسوں کا جو محسوس درد ہو
فوراً انبساط دہر سے دل اپنا سرد ہو

رخ جن کا آہ و نالہ و افغاں سے زرد ہو   حامی وہی ہوا انکا جو ہمت میں فرد ہو

بیٹھے ہیں ہاتھ سر پہ وہ اپنا دھرے ہوئے
آنکھوں میں اشک درد سے دل ہیں بھرے ہوئے

کھانے کو نان انکو نہ رہنے کو ہے مکاں   جو ہے بہار اپنی وہی انکی ہے خزاں
محشر بپا ہو آنکھ سے آنسو جو ہوں رواں   چنگاریاں ہیں آہ شرر بار میں نہاں

مرہم رکھو جو زخم جگر کچھ بھرا نہو
درماں کرو جو درد سے ناآشنا نہو

بھوکوں میں مجھ کو پاؤگے فرمودۂ خدا   جو کچھ ملیگا انکو وہ گویا مجھے ملا
ان بیکسوں کا دوستو بر لاؤ مدعا   پرسان حال کوئی نہیں جنکا جز خدا

وہ دل ہی کیا ہے درد کا جسمیں گزر نہو
وہ سینہ کیا ہے سوز کا جسمیں اثر نہو

غیرت ہی کیا ہے وہ جو شرافت سے ہو جدا   دولت ہی کیا ہے وہ جو سخاوت سے ہو جدا
ہمت ہی کیا ہے وہ جو مصیبت سے ہو جدا   ہمدرد قوم وہ ہے جو راحت سے ہو جدا

دلکو جلائیے ایسا کہ پیدا دھواں نہو
وہ کام کر دکھائیے کہ جس کا گماں نہو

جو سر فدائے قوم ہو کیا ایسا سر نہیں   سینہ سپر ہو کیا کوئی ایسا جگر نہیں
اصلاح قوم کا کوئی ایسا ہنر نہیں   کیا اس دل و دماغ کا کوئی اثر نہیں

ایسے محب قوم کا ملنا ہے کیا محال
جسکا وجود پاک ہو سرمایۂ کمال

ایسے بہت ہیں قوم کو اب جن پہ ناز ہے   لیکن نہیں خلوص یہ پوشیدہ راز ہے
جو صاحب خلوص ہے وہ بے نیاز ہے   جسکو ہو درد قوم وہی سرفراز ہے

درہم کی احتیاج ہے ہر جانباز کو
ہیں نے دکھادیا ہے ترقی کے راز کو

یہ سچ ہے تھے زمانے میں ہم بھی فلک رکاب — دولت میں اور شجاعت و ہمت میں لاجواب
شہرہ ہمارے سطوت و فر کا تھا بیحساب — فرمانروائے ملک تھے لاکھوں میں انتخاب

دکھ درد سے بھری ہے ولیکن یہ داستاں
یاد اسکی ہمکو خون رلاتی ہے بےگماں

پستی کا ذکر حرف ہے ناموس ننگ پر — ابتک ہیں ہم تلے ہوئے اپنی جنگ پر
مفتوں ہیں اب بھی بازی مرغ و پتنگ پر — لیکن نہیں زمانہ کبھی ایک ڈھنگ پر

نسبت نہیں ہے ہمکو بزرگوں کے رنگ سے
کیونکر مقابلہ ہو جواہر کا سنگ سے

نفریں پھر بھی قوم کے اوپر ہے ناروا — خفت ہو جس سے قوم کو اس سے حصول کیا
جو کچھ یہ کر رہی ہے کہو اسپہ مرحبا — بیدار قوم ہو گئی اب وقت آچکا

رکھتی ہے شاہراہ ترقی پہ اب قدم
محسوس کر رہی ہے ضرورت کو دمبدم

دکھڑا جو روئیں قوم کا حاصل نہ ہو سرور — ہمت ہو پست جس سے وہ باتیں ہیں کیا ضرور
الزام دیں نہ اسکو نہ ظاہر کریں قصور — گو درد سے ہے شیشۂ دل اپنا چور چور

اصلاح جس سے ہو تو وہ باتیں بتائیے
اور ہو عروج ایسا ہنر کچھ سکھائیے

بس بس اب انقلاب زمانہ دکھا چکے — پڑھ پڑھ کے مرثیوں کو بہت کچھ رلا چکے
صدمہ جو بخت بد نے دیا وہ اٹھا چکے — سرزد ہوئیں خطائیں سزا اسکی پا چکے

اے مصلحان قوم اب آنکھوں کو پونچھ لو

اور حوصلہ بڑھانے کی تجویز سوچلو

سب مل کے اتفاق کی برکت کو پائیں ہم
ہمت سے غیر قوموں کو کچھ کر دکھائیں ہم
آؤ بساط علم و ہنر کو بچھائیں ہم
غم ایک دوسرے کا باہم مل کے کھائیں ہم
جو اٹھ کھڑے ہیں چلنے کی انکے سبیل ہو
جو گر پڑے ہیں اٹھتے ہیں انکے نہ ڈھیل ہو

دل جب قوم و ملک پہ ہر دم نثار ہو
پیہم شکستہ حالوں کے اب غمگسار ہو
عظمت ہماری کھوئی ہوئی برقرار ہو
ناچار غمزدوں کے معاون ہو یار ہو
طاقت جو خانہ جنگیوں میں ہے گھٹی ہوئی
اب اسکو لاؤ کام میں باقی رہی سہی

اے صاحبان مال توجہ کرو کچھ آج
دلسوزی اور بندہ نوازی کو دو رواج
آپ ہی کی دستگیری کی ہے سخت احتیاج
موجود دیکھ لوگے وہی تخت اور تاج
محتاج ہیں سب آپکے آگے کھڑے ہوئے
دیکھو تو بے بسی میں ہیں کیسے پڑے ہوئے

جانباز و جاں نثار ہیں تیار بیشتر
بیڑا ہو پار تم جو کرو کچھ ادھر نظر
اک بات کی کمی ہے وہ ہے نقد سیم و زر
ہے قوم منتظر کہ توجہ ہو کچھ ادھر
مقصود جو ہے دل کا وہ فوراً حصول ہو
درگاہ ایزدی میں دعا یہ قبول ہو

دنیا کی چند روزہ ہے آخر یہ زندگی
قبضہ میں آپکے جو ہے دولت خدا کی ہے
فرصت ہے اور وقت غنیمت ہے اے اخی
کچھ اپنی عاقبت کی بھی ہو اس سے بہتری
غم ہے یہ بعد مرگ نہ حسرت نصیب ہو
اور حق کے روبرو نہ خجالت نصیب ہو

مغموم دلحزیں کی ہے یا رب یہ التجا
برلا تو اپنے فضل سے اب دل کا مدعا
ہم سب کو جب قوم سے سرشار اب بنا
بہبودی اتفاق کی حاصل ہو بر ملا

شہرہ ہو روم و شام میں چین و فرنگ میں
ڈوبی ہوئی ہو قوم مگر ایک رنگ میں

ایضاً

الٰہی دل وہ دے جس دل میں درد اہل نکبت ہو
وہ سینہ دے کہ جس میں جوش زن قومی محبت ہو
جگر وہ دے کہ جس میں گرمی خون حمیت ہو
وہ بازو دے کہ جو حاجت روائے اہل حاجت ہو

وہ ہمت دے جو غربا کیلئے وقف اعانت ہو
وہ طاقت کر عطا جس سے ضعیفوں کی حمایت ہو

وہ سر کیا ہے نہ ہو جس سر میں سودا بیقراروں کا
وہ دل کیا ہے نہ ہو جس دل میں جو چاہ دلفگاروں کا
وہ کیسی آنکھ جو دیکھے نہ حال ان اشکباروں کا
عبث ہے گوش جو سن لے نہ شیون غم کے ماروں کا

کلیجہ چیر دے فریاد بیکس ایسی حالت ہو
خداوندا ترے دربار سے ایسی اعانت ہو

شرر نکلے نہ انکے شعلہ ہائے آتش غم سے
دھواں اٹھے نہ انکے سینۂ سوزاں کے عالم سے
گرے آنسو نہ ہرگز بیکسوں کے دیدۂ نم سے
ملا دیوے نہ انکی برہمی ہم کو جہنم سے

جو دلدادہ ہو ان کا اسکو کب پروائے حشمت ہو
خودی کی بیخ و بن سے منہدم ساری عمارت ہو

کرو اے دوستو دلسوزی دل خستگاں پیدا
قدم جنبش میں لاؤ عاقبت کا خوب ہے سودا
بجاؤ اپنی عالی ہمتی کا قوم میں ڈنکا
تباہی سے نکل جائے یہ کشتی پار ہو بیڑا

وفور جوش ہمدردی سے وا باب سخاوت ہو

طبیعت خود بخود درد آشنا ہو دلمیں رقت ہو

زمانہ نے کیا بیدست و پا اور چرخ نے پامال
گزر جاتے ہیں فاقے ان پہ ہر دم تم رہو خوشحال
کہیں کس سے سنائیں کسکو اپنے درد کا احوال
یہ کیا اندھیر ہے کیسا ستم اے صاحب اقبال

کریں کیا اور کہاں جائیں جو حاصل انکو راحت ہو
تمہارے ہاتھ میں ہی ان غریبوں کی جو قسمت ہو

گزر جاتا ہے دن سب ہات آنکا رنج و خواری میں
رہے مصروف گر تم روز و شب عشرت گزاری میں
بسر ہوتی ہے سب ان غمزدوں کی آہ و زاری میں
خبر کیا تم کو ہو دکھ درد ہے کسکی پٹاری میں

خدارا رحم فرماؤ خدا کی تم پہ رحمت ہو
تمہارے واسطے آراستہ عقبیٰ میں جنت ہو

ہو ظاہر جسم پہ گر آبلہ کوئی نکل آئے
جو دل بیچین اپنا اور طبیعت مضطرب پائے
خبر کیا ہو اگر دلمیں کوئی ناسور پڑ جائے
وہی ان بینواؤں کا ہمیشہ رنج و غم کھائے

جبیں سے آنکی رخشندہ نہ کیوں نور ہدایت ہو
کہ جب الطاف فرما اسپہ خود ختم الرسالت ہو

جو اہل درد ہو وہ درد میں بھی پائے کچھ لذت
خبر کیا باغباں کو عندلیب زار کی حالت
جو دل پر چوٹ کھایا ہو اٹھائے عشق کی زحمت
تڑپ سے دل کے کیا ہے ماہیٔ بے آب کو نسبت

بجھاؤ آگ انکی کارآمد تا بیہ دولت ہو
بہاؤ ان پہ آنسو تا کہ تم پر حق کی رحمت ہو

خدارا خواب غفلت سے ذرا اٹھو چونکو
یہ بیچارہ ہیں اور بیکس ہیں انکی داد کو پہنچو
کبھی افسوس سے ان غمزدوں کے حال کو دیکھو
مدد میں آنکی اپنی عاقبت کی بہتری سمجھو

ضعیف و بیکس و ناچار کی ہر دم حمایت ہو
الٰہی خامۂ مغموم میں جبتک کہ طاقت ہو

مسدس برائے جلسۂ سالانہ مدرسۂ عثمانیہ میلا وِشارم

شکر ہو کیونکر ادا خلاق موجودات کا
کائنات دہر پہ پھر حکمراں اسکو کیا
اشرف المخلوق انساں کو لقب جس نے دیا
اور پھر تاج خلافت بھی کیا اسکو عطا
حور و غلماں اور فرشتے اسکی راحت کیلئے
آسمان و مہر و مہ ہیں اسکی خدمت کے لئے

یوں تو انساں کا شرف ہے بینظیر و بیعدیل
فہم یا ادراک اکل و شرب ہے یا قال و قیل
سوچ لو لیکن شرافت کی ہے کیا اپنی دلیل
یا تنومندی ہے یا ہے طرز حکمت کی سبیل
شکل و صورت میں ہے یا صنعت گری میں ہو کمال
یا ہے جدت آفرینی یا ہیں ہم شیریں مقال

فوقیت کچھ اپنی ایسے ساز و ساماں میں نہیں
ان مقاصد کی حلاوت سوز پنہاں میں نہیں
درد دل کی کچھ تشفی ایسے ارماں میں نہیں،
فرق ان باتوں سے انساں اور حیواں میں نہیں
جوہر دانش ضیائے علم ہے اسکا شرف
جو رہا محروم اس سے پھر وہ کیا پایا شرف

علم ہے نور فراست علم گنج شائگاں
علم ہی سے کھلتے ہیں سربستہ اسرار نہاں
علم کے انوار سے روشن ہوا سارا جہاں
علم کی دولت نہو تو عقل بھی ہے رائگاں
علم کی ہو جلوہ ریزی عقل کی ہو برتری
علم کی جب یاوری ہو عقل کی ہو رہبری

علم جس دل میں نہ ہو پہلو میں اسکے دل نہو
شاہراہ علم میں مشکل کوئی حائل نہو
عقل ہے جہل مرکب علم گر حاصل نہو
جو بشر بے علم ہو ایمان میں کامل نہو
علم کے مفہوم سے لیکن ہے علم دیں مراد

علم دیں کی شمع سے نور بصیرت ہو زیاد

علم سے ہے انبساط روح با سوز و گداز
عبد و رب کا علم سے ہو منکشف راز و نیاز

علم سے ہی ہو نمایاں ہستیٔ انساں کا راز
سرِ حق کو پا گیا جو علم سے ہے سرفراز

علم سے انساں پہنچتا ہے سر عرش علا،
علم سے ہوتا ہے حاصل عبد کو قرب خدا

آج سالانہ ہے جلسہ دل ہر اک مسرور ہے
نام اسکا مرحبا عثمانیہ مشہور ہے

علم دیں کے نور سے یہ مدرسہ معمور ہے
طالبانِ علم کا اب امتحاں منظور ہے

داد ملجائیگی اہل علم کے دربار سے
اور فضیلت کی سند لینگے بڑی سرکار سے

مدرسہ کی عمر یکسالہ ہے لیکن ہے رواں
سعی کا جنکی نتیجہ آج ہے سب پر عیاں

جانفشانی اسکے منتظمین کی کیا ہو بیاں
مدح میں جنکی زبان خلق ہے گوہر فشاں

فضل حق ہو جائیگا مبذول انکے حال پر
کہہ رہے ہیں سب یہ طلبہ کی امنگیں دیکھ کر

مدرسے ایسے ہوں اور استاد ایسے خوش مزاج
آہ بچے اپنی لاعلمی سے آوارہ ہیں آج

درد دل کا قوم کے ہو درسگاہوں سے علاج
درسگہ کی قوم کو ہے جابجا اب احتیاج

ہیں جو ذی مقدور ان سے ہے امید امداد کی
تاکہ ہو مطلب براری اس دل ناشاد کی

علم کی آب و ہوا انساں کو ہوتی ہے راس
ہو مدد اس مدرسہ کی دیں گر کچھ ہو پاس

علم دوست اصحاب ہی سے ہے یہ میری التماس
عاقبت کا علم سے ہوتا ہے کچھ خوف و ہراس

ہو نہالِ دستگیری سے اسے نشو و نما
مال فانی ہے مگر ہے علم کو دائم بقا

اے خدا اس مدرسہ کا فیض جاری کر مدام
دے جزائے خیر جو کرتے ہیں اسکا انتظام
بانیاں مدرسہ یارب ہوں اُٹم شادکام
تا قیامت ہو یہ دار العلم قایم والسلام
مدعا اسکا طفیل ختم مرسل ہو حصول
التجائے کمتریں مغموم یارب ہو قبول

مسدس برائے جلسۂ جشن حجازی ریل

شگفتہ آج مسرت سے غنچۂ دل ہے
فروغ کوکب تقدیر آج کامل ہے
بہار گلشن دیں دیکھنے کے قابل ہے
جو مدعائے دلی تھا وہ حق سے حاصل ہے
ہوا ہے سلطنت ترک کا خدا حامی
کہ رہ نہ جائے ریاست میں داغ بدنامی

الٰہی دہر میں جبتک ہو مہر و مہ کا نشاں
کہ جسکے عہد حکومت کا دیکھ کر ساماں
ہو حکمراں عبد الحمید خاں سلطاں
مدبران زمانہ کی عقل ہے حیراں
یہ طے ہوا ہے کہ جمہوری سلطنت ہو جائے
ہر ایک دلیں فزوں قدر و منزلت ہو جائے

فساد پر تھے ہمیشہ تلے ہوئے اعدا
کہا یہ یاس نے وا باب مدعا نہوا
مخالفت ہوئی امید و یاس میں پیدا
امید کہتی تھی تائید پر ہے اسکی خدا
بیان یاس کہ ترکی ہے بیجاں قالب،
امید کہتی تھی تدبیر اسکی ہے غالب

تھا یاس کا یہ بیاں سلطنت میں ہے اندھیر
ظہور صبح ہے شام بلا گئی منہ پھیر
امید کہتی تھی سلطاں قوی ہے اور دلیر
طلوع مہر جہانتاب میں ہے اب کیا دیر
کہا یہ اسنے کہ ظلمت ابھی نمایاں ہے

کہا دہ دیکھ ضیا بخت کی درخشاں ہے

پھر اسکے بعد ترقی کے جو کھلے ابواب
دکھایا اسکو وہیں ایک ایک کرکے حساب
بھرا خزانہ ہے وافر ہے جنگ کا اسباب
ہے شاد صنعت و حرفت تہو جو اسکا جواب

ہیں مملکت میں جو چشمے علوم کے جاری
خدا گواہ فزوں ہے عنایت باری

کسیکے دلمیں نہ باقی رہا گماں تل بھر
کہ تیغ ترک کے بغل میں کھل گئے جوہر
دیا فروغ تجارت کو بہر نفع بشر
تمام خلق ہوئی مستفید کسب و ہنر

جو دیکھے غور سے انکو کوئی تو کھوئے ہوش
وہ استوار ہیں جنگی جہاز آہن پوش

بنا گیا ہے وہ کیا کیا ابھی خدا جانے
یتیم خانے ہیں کالج ہیں اور شفا خانے
حجازی ریل کے حاجی بنے ہیں پروانے
سنو ریاست جمہوریہ کے افسانے

شکست یاس نے کھائی تمام سنکے بیاں
ظفر کا ہاتھ میں امید کے رہا میداں

خوشی کے سارے یہ آثار یوں نمایاں ہیں
سپہر چرخ پہ گویا کہ نجم تاباں ہیں
خدا کا شکر کہ سب محو ذکر سبحاں ہیں
دعا یہ سب کہیں آمین جو مسلماں ہیں

ہے ملتجی دل مغموم از پئے سبطین
مدام شاد و ملی ہو خادم الحرمین

مسدس در فوائد اتفاق

ہزار شکر خدا کہ نجم مقصد دست پا ہوا
حاصل ہوا ہمیں شرف دین مصطفےٰ
وہ دیں کہ کفر و شرک کو جس نے مٹا دیا
وہ دیں کہ جسنے غیر کو اپنا بنا لیا

وہ دین جسکے نور سے روشن جہاں ہوا
وہ دین جو بشر کو خدا سے ملا دیا

وہ دین جس نے تفرقہ سارا اٹھا دیا
وہ دین جو ایک رشتہ میں سب کو ملا دیا
محکم ہوا ہے جس سے اخوت کا سلسلا
وہ دین جس نے درس مساوات کا دیا

نواب و شیخ و میر ہیں یا میرزائی ہیں
مسلم جہاں ہیں جتنے ہیں آپس میں بھائی ہیں

جو پیروان دین شہ نامدار ہیں
یا ایک ہی چمن کے یہ گل بے شمار ہیں
ہے ایک روح جسم اگر گئے ہزار ہیں
یا ایک میکدہ کے یہ سب بادہ خوار ہیں

دانے ہیں اک کڑی میں دُر آبدار کے
گویا یہ سارے امن میں ہیں اک حصار کے

قرآں ہے ایک سب کا نبی اور خدا بھی ایک
کلمہ بھی ایک سب کا ہے اور مدعا بھی ایک
کعبہ بھی ایک راہبر و پیشوا بھی ایک
کشتی بھی ایک دین کی اور ناخدا بھی ایک

کیا فرق شکل و نسل و مسافات و رنگ کا
مسلم ہے بھائی گو کہ ہو چین و فرنگ کا

آقا ہے ایک سب ہیں غلامی سے مفتخر
ہے اک کتاب جسکے ہیں احکام کارگر
درگاہ ایک ہے جو جھکاتی ہے سب کا سر
تسبیح ایک جسکے یہ دانے ہیں بیشتر

ابر کرم ہے ایک گدا اہل روزگار
معدن ہے ایک اور جواہر ہیں بیشمار

اب پیر درشت گوئی تھی اب لام دکاف ہے
آپس میں بھائیوں کا بڑا اختلاف ہے
تھا ورد سر تو پہلے ہی اب ورد ناف ہے
اٹھ جائے اختلاف تو میدان صاف ہے

ہاں اصل مدعا میں زباں درفشاں کروں

جی میں ہے اتفاق کی خوبی بیاں کروں

ہر حال میں ہے خوبیٔ دارین اتفاق
بےچین و بیقرار کو دے چین اتفاق
آفاق میں ہے نعمت کونین اتفاق
یارب ہو اہل دین کے مابین اتفاق

قلب بشر میں پہونچے جھلک اتفاق کی
کٹ جائے مثل نخل کہن جڑ نفاق کی

ہر شہر و ملک فتح ہوا اتفاق سے
دائم سر غرور جھکا اتفاق سے
دیں کا نشاں بلند رہا اتفاق سے
اسلام کامیاب بنا اتفاق سے

حملہ حجاز سے جو ہوا اتفاق کا
اک دم میں تخت قیصر و کسریٰ الٹ دیا

گردوں وقار و کوہ شکن اتفاق ہے
سرسبز اور شگفتہ چمن اتفاق ہے
فولاد پنجہ شیر فگن اتفاق ہے
دائم بہار صبح وطن اتفاق ہے

سارے جہاں کو جس نے مسخر بنالیا
اسپین و اندلس پہ بھی سکہ جمادیا

ہے نفع اتفاق مگس شہد جانفزا
اینٹوں کے اتفاق سے تعمیر ہو سرا
شیریں لب و دہن ہوں بشر کے وہ ہے مزا
خشت ضعیف کی ہے حقیقت ہی ورنہ کیا

ہوا استوار دام و رسن اتفاق سے
رحمت ہو حق کی سایہ فگن اتفاق سے

آپس کے اتفاق میں ہے امن کارواں
ہاتھوں کے اتفاق سے انساں ہے پہلواں
ہے اتفاق چوب جو کشتی ہوئی رواں
دانتوں کے اتفاق سے محفوظ ہے زباں

رہتے ہیں ایک پوست میں دانے انار کے
انجم ہیں دامن فلک زرنگار کے

اک ہاتھ گر نہ ہو تو نہ ہو کام استوار
انگشت ایک کم ہو تو وہ ہے نحیف و زار
بازو نہ ہو تو قوت بازو ہوئی فرار
موتی ہیں اتفاق سے بنکر گلے کے ہار

ہو جسم میں ہی گر نہ عناصر کا اتفاق
دست اجل سے دور از ہو اور زندگی ہو شاق

ایسا نہ اتفاق ہو جس سے بپا ہو شر
اور ایسا اتفاق کہ دیں ہو نہ پُر خطر
جو اتفاق ہو تو وہ ہو کار خیر پر
ایسا نہ اتفاق کہ دشمن ہوں بہرہ ور

فتنہ و سرکشی پہ نہ ہو سب کا اتفاق
حاکم کے حکم پر ہو رعایا کا اتفاق

یارب! اب اتفاق ہمارا اصول ہو
جوش کرم ہو اور تری رحمت نزول ہو
مومن کو اتفاق کی دولت حصول ہو
مغموم کی یہ عرض الٰہی قبول ہو

یارب! ہماری چشم بصیرت کو کھولدے
بہر رسولؐ باب اجابت کو کھولدے

مسدس بہ ہنگام وداع حضرت جمال الدین شاہ صاحب ساکن بغداد

شادمانی کہ بدل بود فرار آخر شد
فرقت مہر بدی ماہ وقار آخر شد
دل ز تیغ الم و یاس فگار آخر شد
رخصت از کثرت غم صبر و قرار آخر شد

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

فیض صحبت سے کئے جاتے ہیں محروم اے آہ
آج ہوتے ہیں جدا ہم سے جمال الدین شاہ
قدوۂ جادۂ دیں شیخ زمن حق آگاہ
وہ جو سجادۂ بغداد کے ہیں نور نگاہ

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

آپ کی ذات سے تھی نعمت دارین حصول
طرب اندوز لقا آپ کا اے آل رسولؐ
ہاتھ سے چھوٹے نہ دامن ہے یہ ارمان معقول
اہل اسلام ہیں سب آپکی فرقت سے ملول

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

سخت مجبور ہیں بے بس ہیں کریں کیا درماں
بس یہ کہتے ہیں خدا حافظ و ناصر ہر آں
التجا ہے بشرفیابی شاہ جیلاں
عرض کرنا کہ مرید آپکے غم میں ہیں طپاں

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

قطب اقطاب کے روضے پہ جو ہو جائے قیام
جد امجد کو ہمارا ابھی پہونچاؤ سلام
بر ملا شوق زیارت کا بھی پہونچاؤ پیام
بس اسی شعر پہ مغموم کرو ختم کلام

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

مسدس برائے جلسہ خلافت بہنگام ترک موالات

زباں پر دعا ہو دعا میں اثر ہو
علاج غم قلب و زخم جگر ہو
کہاں تک مصیبت میں یوں ہی بسر ہو
الٰہی! ترا فضل اب جلوہ گر ہو

کرم پر ترے اپنی دائم نظر ہو
نہ پھر انقلاب جہاں کا خطر ہو

وہ آتے ہیں اب اپنے کرتب دکھانے
وہ بیٹھے ہیں اب نقش ملت مٹانے
ستم کرتے ہیں امن کے ہیں بہانے
لگاتے ہیں وہ اپنی محنت ٹھکانے

دلوں میں لگاتے ہیں وہ زخم کاری
درختوں کی ہے خوں سے آبیاری

ہوا چاہتا ہے بپا روز محشر
ہے پیش نظر اب تباہی کا منظر

اٹھا چاہتا ہے خلافت کا بستر
لگی آنکھ اے ہاشمی تیرے در پر

جو دوری کا پردہ ہو اسکو اٹھادے
تماشائے قدرت بھی انکو دکھادے

کلام خدا کی ہنسی ہو رہی ہے
یہ احرار سے دل لگی ہو رہی ہے

حدیثوں کی بے حرمتی ہو رہی ہے
عوض نیکیوں کے بدی ہو رہی ہے

غم و رنج پر ہے خوشی کا ترانہ
بپا ہے عجب انقلاب زمانہ

مخالف ہوا کے ہیں ہر سمت آثار
وہی کرتے ہیں جو ہے انکے سزاوار

دھرے جاتے ہیں قید خانوں میں احرار
یہ کرتے ہیں لیکن مسرت کا اظہار

جو گلشن میں سن پائے بانگ جرس کو
چلی آشیاں چھوڑ بلبل قفس کو

وہ وحشت زدہ سین خونی نظارا
جو سینہ ہے پُر غم تو دل ہے دو پارا

بنا قتلگہ آہ پنجاب سارا
کہ سب بیگناہوں کو چن چن کے مارا

کہاں پاس مذہب وہ غیرت کہاں ہے
مسلمان تو ہیں ہم حمیت کہاں ہے

ہے اغیار کو اس قدر کیوں عداوت
نہ پابس شریعت نہ حق کی اطاعت

ہمارے ہی اعمال کی ہے یہ شامت
وہ کم ہے جو نازل ہو ہم پر مصیبت

ہے ہر رہنمائے طریقت کا رونا

کہ مذہب کو سمجھا ہے ہم نے کھلونا

یہی اب تو یاروں کے دل میں ٹھنی ہے
کہ ترک موالات سے دشمنی ہے
دوروزہ یہ دنیا ہے اور رفتنی ہے
بھکاری ہیں ہم اور اللہ غنی ہے
جو ہو ناز اللہ کے نام پر ہو
جو غیرت ہو توہین اسلام پر ہو

مخالف ہیں بربادیٔ دیں پہ ہر دم
اگر دل تمہارا کہ ہے شاد و خرم
نہ مذہب کی پروا نہ اسلام کا غم
نہیں سوز پنہاں کے تم ہائے محرم
ہے انجام عقبیٰ کا شرمندگی پر
یہی زندگی ہے تو تف زندگی پر

یہ ہیں مخمصے ضعف ایماں کے سارے
خدا ہی تمہارے دلوں کو سنوارے
نہ سمجھو ہو تم چرخ کے بن کے تارے
تماشائے قدرت کے ہونگے نظارے
ہماری مدد پر ہے اللہ کی رحمت
نہ کیوں سرنگوں ہو غرور حکومت

دعا میں ہو مصروف اب دل کی طاقت
نہیں دور مغموم وقت اجابت
کہ اخوان دیں کو ہو حاصل ہدایت
نہ عقبیٰ میں انکو کبھی ہو ندامت
الٰہی ضیا نور ایماں کی کردے
خلوص اور ایثار سے دلکو بھردے

مسدس بخدمت جناب سیٹھ یعقوب حسین صاحب بعد رہائی قید فرنگ

…ئے حق کے طلبگار حق آموز و حق بیں
ہے بزم صداقت کو تری ذات سے تزئیں
دلسوزیٔ ملت غم اخوان ترا آئیں
زنداں میں ہوئی قرب خدا سے تجھے تسکیں

تجھ پر کرم حق، ترے اعدا پہ ہو نفریں
اے دوست! تری ہمت مردانہ پہ تحسیں

اسلام ہے کیا تیری محبت کا چمن ہے
حسن رخ ارباب صفا جلوہ فگن ہے
الحاد ترے صبر کا پیمانہ شکن ہے
آفاق میں مشہور تو یعقوب حسن ہے

حق ساتھ مصیبت میں ہے ہرگز نہ ہو غمگیں
اے دوست! تری ہمت مردانہ پہ تحسیں

ملت کی حمایت ترا آئین کہن ہے
تسلیم و رضا میں بھی مگر کامل فن ہے
تو قوم کا ہمدرد ہے دلسوز وطن ہے
پھر تجھے کیا آگی گردار و رسن ہے

ہو جائیگا برباد ترا دشمن خود بیں
اے دوست! تری ہمت مردانہ پہ تحسیں

اطوار مبارک ترے آثار مبارک
مقصد ہے مبارک اثر کار مبارک
باطل پہ صداقت کا ہوا اظہار مبارک
دائم تجھے رحمت کے ہوں انوار مبارک

ہے قلب ترا گلشن اسلام کا گلچیں
اے دوست! تری ہمت مردانہ پہ تحسیں

اغیار کی جانبازوں سے کب تک ہو عداوت
احرار کے ہر نقطہ میں ہے نور صداقت
کب تک رہیں مردان خدا وقف مصیبت
پھیلے جو ضیا حق کی تو کب تک رہے ظلمت

نابود ہو دم میں رخ کذب و حسد و کیں
اے دوست! تری ہمت مردانہ پہ تحسیں

ہاتھوں سے ترے چاک ہوا شرک کا دفتر
کیا تجھ سے بچیں ہیں رہ باطل کے جو خوگر
اعمال سے روشن ترے اسلام کا منظر
کیونکر ترے قابو میں رہیگا دل مضطر

کرتے ہیں نظارہ ترے رخ کا مہ و پرویں

اے دوست! تری ہمت مردانہ پہ تحسیں

تو راہبر قوم ہے عالم میں نمایاں
مخدوم ہے تو کام ترا خدمت اخواں
ہر طرح سے اس منصب ممتاز کے شایاں
اسلام ہے شیدا ترا تو اسکا نگہباں

اسلام کا شیدا اب تجھے کہنا تری توہیں،
اے دوست! تری ہمت مردانہ پہ تحسیں

کیا خوف ہو مشکل ہیں مصیبت ہیں بلائیں
لذت ہو عقوبت ہیں تجھے ذوق جفائیں
ظاہر ہے کہ تو وقف ہوا راہ خدا میں
ممکن ہے ہو باطل کا ستم حق کی سزائیں

کیا جبر کریگا ترے دل پہ کوئی بیدیں،
اے دوست! تری ہمت مردانہ پہ تحسیں

مٹ جائیں ترے صدق سے اجزائے ضلالت
مغموم ہے پر روشن تری غمخواری ملت
یہ نور ہو دائم ترے سینہ میں امانت
اب تجھ سے ہم آغوش ہو اللہ کی رحمت

فرمائیں دعا پر مری حضار بھی آمیں
اے دوست! تری ہمت مردانہ پہ تحسیں،

نظم برائے اجلاس دہم ندوۃ العلماء بمقام مدراس

ہے شوق فزوں اور شگفتہ ہے طبیعت
کیا چرخ سے اتری ہے کوئی فوج ملائک
ہر ایک کا دل آج ہے کیوں وقف مسرت
کیا آئی ہے اب جوش پہ اللہ کی رحمت

قدرت کا تماشا جو ہو منظور تو دیکھو
یہ رونق اسلام ہیں یہ دین کے رہبر
ہے مخزن برکات یہ ندوہ کی جماعت
یہ قوم کے ہمدرد ہیں یہ مظہر رحمت

آئے ہیں یہاں چھوڑ کے کیوں اپنے وطن کو
سرمایہ بزرگوں نے جو کچھ جمع کیا تھا
بیتاب ہوئے دیکھ کے جب قوم کی ذلت
افسوس نکلجاتی ہے اب ہم سے یہ دولت

میدان ترقی میں ہے ہر اک کی تگا پو
ہم ہیں کہ ہوئے جاتے ہیں بدنام جہاں میں
کاہل ہوئے ہم اور نحوست نے دبایا
ہم میں بھی یہ جوہر ہے کہ کچھ کر کے دکھائیں
کچھ کہنے کے قابل نہیں میں آپ کو لیکن
کچھ کہنے کی جرأت ہوئی مجھ کو سر مجلس
یوں سمجھو کہ میں بھی تو اک انسان ہوں آخر
اے قوم! ترقی کی تو معراج ہے محنت
غیروں کا بھلا چاہیں تو اپنا بھی بھلا ہو
دل پاک بدی سے ہو نکلجائے نفاق اب
گر قوم ہے بیمار تو ندوہ ہے طبیب اب
غیروں نے جو محنت سے ہمیں کر کے دکھایا
سرخاب کا پر کیا ہے وہ جو ہم میں نہیں ہے
کچھ کام نہیں لیتے ہیں ہم دست و زباں سے
کہتی ہے طبیعت مرے جوہر تو دکھا دو
کہتا ہے دماغ اب مجھے بیکار نہ چھوڑو
کہتی ہے زباں کام میں لا کر مجھے دیکھو
کیونکر ہمیں معلوم ہو تقدیر بری ہے
ہم کام پہ آمادہ ہوں اور بخت ہو یاور
کیا بخت ہی آکر ہمیں روٹی بھی کھلا دے
نوکر نہیں اقبال ہمارا کہ وہ فوراً

افسوس مگر ہم پہ ہے چھائی ہوئی غفلت
ہم ہیں کہ زمانے میں ہیں اب قابل نفرت
افسوس ہیں مدت سے گرفتار جہالت
تدبیر ہے کیا اسکی کہ ہوتی نہیں محنت
آٹھ آنسو رلاتی ہے مجھے قوم کی حالت
جب درد سے بے چین ہوئی میری طبیعت
مجھ پر بھی تو کچھ فرض ہوئی قوم کی خدمت
کاہل جو بنینگے تو کہاں پائینگے عزت
ہو خود غرضی دور تو کافور ہو ظلمت
اللہ کرے ندوہ سے ہی حاصل ہو یہ نعمت
یوں سمجھو کہ اللہ کی ہے ہم پہ عنایت
کیا ہم میں ہی موجود نہیں ہے وہ لیاقت
ہر کام ہے آسان مگر شرط ہے ہمت
لیکن ہے یہی ورد زباں ہائے رے قسمت
ہم کہتے ہیں اب اسکی کہیں قدر نہ قیمت
ہم کہتے ہیں اب کس سے گوارا ہو یہ زحمت
ہم کہتے ہیں گویائی کی ہم میں نہیں طاقت
جبتک کہ تجسس نہو اور فکر معیشت
کوشش ہو جو ہم سے تو مقدر سے حمایت
ہم گھر میں رہیں بخت کرے جا کے تجارت
کام آئیگا بڑھ کر وہ ہمیں وقت ضرورت

آقا ہے وہ مخدوم ہے ہم اسکے ملازم — تنخواہ وہ دیتا ہے جو ہم کرتے ہیں محنت
ہم سعی کریں اور نہو بخت سے یاری — البتہ ہے اسوقت بجا اپنی شکایت
پھر بھی نہیں لازم کہ وہیں شکوہ سے وا ہو — ہاں صرف کریں اور بھی کچھہ کوشش وہمت
اس کوشش وہمت کا صلا پائیں عجب کیا — آجائے اگر جوش پہ اللہ کی رحمت
بیدار ہو بیدار ہو اب خواب گراں سے — اے قوم سنبھل جا کہ یہ ہے وقت غنیمت
پھیلی ہے ضیا علم کی اور اسکی شعاعیں — تم غور سے دیکھو ہو اگر چشم بصیرت
میدان ترقی میں قدم اپنے بڑہاؤ — امید خدا سے ہے کہ لیجاؤگے سبقت
ہم انکی ہیں اولاد جو محسود جہاں تھے — ہم انکی ہیں اولاد جو تھے باعث شہرت
ندوہ کی مقدس ہے جماعت اسے دیکھو — گر فیض نہ پاؤگے تو رہ جائیگی حسرت
وہ بیش بہا اپنا خزانہ ہیں لٹاتے — جو بات ہے ندوہ کی وہ ہے گوہر حکمت
اس نظم کو اب ختم میں کرتا ہوں دعا پر — اللہ سے ہوجائے عطا ہم کو ہدایت
دارین کی خوبی ہمیں حاصل ہو خدایا! — دنیا بھی سنبھل جائے ہو عقبیٰ میں بھی راحت
جو قوم کی ذلت ہے وہ عزت سے بدلجائے — اللہ کی عنایت ہو پیمبر کی حمایت

مغموم دل افگار رہے اور قوم کا خادم
انعام کا خواہاں ہے نہ وہ طالب شہرت

ایضاً برائے اجلاس پانزدہم ندوۃ العلماء بمقام مدراس

فکر عقبے نہیں کوئی خوش وخرم بھی نہیں، — عمر برباد ہوئی جاتی ہے اور غم بھی نہیں
دل تہی صدق سے اور وقف ہے سر بہر سجود — وہ جو بیگانہ نہیں دین سے محرم بھی نہیں
کیا مصیبت ہے زمانہ کی ہوا بگڑی ہے، — جو ہیں دلسوز انہیں چین کوئی دم بھی نہیں
روش اغیار کی ہے ملت اغیا تو نہیں — اور قدم جادۂ توحید پہ محکم بھی نہیں

غفلت وجہل میں ہوتی ہے بسر عمر مگر | منفعل قلب نہیں دیدۂ پرنم بھی نہیں
سعی وہمت ہو ترقی کی ہے تدبیر یہی | چند روزہ غم دنیا ہے جو پیہم بھی نہیں
ہو کسی طرح سے زائل مرض روحانی | یہ نہ کہئے کہ کوئی اسکا معلم بھی نہیں
بات بن بن کے بگڑ جاتی ہے حکمت کیا ہے | صدق و اخلاص نہیں عزم مصمم بھی نہیں
دل عبث تیغ جہالت سے جو مجروح ہوئے | کیا جہاں میں کوئی اس زخم کا مرہم بھی نہیں
رنگ تقلید کا مغرب کے چڑھا اور نہ مٹا | محفل علم مگر درہم و برہم بھی نہیں
دین سے بےخبری نوک زباں علم فرنگ | شان اسلام نمایاں ہو وہ عالم بھی نہیں
قول ملٹن کا ہے اور شکسپیر کی تعلیم | آہ کیا حرمت قرآن معظم بھی نہیں
پھیلتے جاتے ہیں مذہب میں بھی کچھ جرائم | اور اگر غور سے دیکھو تو مجسم بھی نہیں
نہ جھکا غیر کے آگے سر سرکش نہ سہی | طاعت حق میں سر عجز مگر خم بھی نہیں
مجلس وعظ یہاں اور وہاں رقص و سرود | کیا ستمگر ہے یہ دل اس میں رحم بھی نہیں
روکشی ہوگی جو ملت سے تو مٹ جاؤ گے | جنگ قدرت سے ہو ایسا کوئی رستم بھی نہیں
جو ہیں مصروف عمل راہ عمل نا معلوم | خلد خواہاں نہیں اُنکی تو جہنم بھی نہیں
بزم آرائی حکمت نہ ہو جز شرع رسول | وہ مؤخر جو نہیں ہے تو مقدم بھی نہیں
اوڑھنا اور بچھونا ہے ہمارا مذہب | اور پابندئ مذہب جو نہیں ہم بھی نہیں
ہے ہر اک شی کو فنا علم کو حاصل ہے بقا | قصر کسریٰ نہیں خسرو نہیں اور جم بھی نہیں
نور سے علم کے معمور ہو دل اے منعم | ورنہ کس کام کی دولت ہے جو پیہم بھی نہیں
چشمۂ علم تو ہے تشنگیٔ علم کہاں | یہ وہ ہے آب مصفا کہ جو مبہم بھی نہیں
سنئے کہتے ہیں جو ندوہ کے مقدس علما | انکے اقوال میں تلخی نہیں اور سم بھی نہیں
ہم کہاں اور کہاں پھر یہ معزز مہماں | ساتھ قائم رہے ایسا کوئی موسم بھی نہیں
اٹھتے جاتے ہیں مقدس علما دنیا سے | جسکا احساس اگر بیش نہیں کم بھی نہیں

انکی کچھہ قدر کرو قوم کے غمخوار ہیں یہ
عمر دائم نہیں جاوید یہ عالم بھی نہیں

بدنصیبی ہے جو ہوں فیض سے انکے محروم
زندگانی کا بھروسہ تو کوئی دم بھی نہیں

رو چکے قوم کو اور کھو بھی چکے اپنا شباب
طاقت گریہ نہیں حسرت ماتم بھی نہیں

طلب علم ہی مقسوم رہے شام و سحر
کوئی مونس نہیں ایسا کوئی ہمدم بھی نہیں

دیگر

غم الفت کے سوا کچھہ دل سوزاں میں نہیں
اور کوئی تازہ حکایت مرے عنواں میں نہیں

رو چکے قوم پہ اور پھر بھی وہی رونا ہے
کوئی مضمون نیا طبع پریشاں میں نہیں

ہے یہ ممکن کہ نہ ہو نالہ و فریاد بلند
طاقت ضبط مگر دیدۂ گریاں میں نہیں

جوش ملت میں غم دل کی فراوانی ہے
بے سبب جوش مرے اشک کے طوفاں میں نہیں

ہستی ملت عالم نہیں جز شرع رسولؐ
قول باطل کی ہوا گلشن ایماں میں نہیں

وقف تبلیغ ہوئے مدعیان تثلیث
نور ایماں بھی کیا قلب مسلماں میں نہیں

فیلسوفان جہاں سے ہمیں مطلب کیا ہے
دین و دنیا کی ہے کیا بات جو قرآں میں نہیں

دونوں عالم کے مقاصد کا یہی ضامن ہے
گل رحمت کے سوا شرع کے داماں میں نہیں

فکر عقبیٰ ہو کہ دنیا نہیں کچھہ جائے قیام
لطف جو اپنے مکاں میں ہے وہ زنداں میں نہیں

آہ وہ قوم زمانے میں ہوئی ہے رسوا
جسکے گلشن کی ہوا خلد کے ایواں میں نہیں

خود شناسی ہے فقط معرفت حق کی سبیل
اور کچھہ اسکے سوا قالب عرفاں میں نہیں

طرز اغیار پہ افسوس مٹے جاتے ہیں
دین احمد کی ضیا محفل یاراں میں نہیں

دور ہے علم کا اور جہل و تعصب برباد
بات کچھہ اسکے سوا سوزش پنہاں میں نہیں

ہے عجب روح فزا علم کے گلشن کی بہار
بیخزاں گل کوئی ایسا چمنستاں میں نہیں

سعی و ہمت سے ہوا کرتی ہے مشکل آساں
کونسی بات ہے جو طاقت انساں میں نہیں

شرف علم سے انساں نے خلافت پائی،
ورنہ کس شئی کا اضافہ ہے جو حیواں میں نہیں

کیوں نہ ہو جلوۂ فردوس بریں پیش نظر
چمن علم کا حظ سیر گلستاں میں نہیں

علم کے نور سے ہو آئینۂ دل روشن،
جسکی تمثیل کہیں مہر درخشاں میں نہیں

یہی مقصد ہے جو فرماتے ہیں ندوہ کے بزرگ
اور ایسا نہیں یہ کام جو امکاں میں نہیں

درد سے قوم کے بے چین ہوا دل ان کا
کیا ہوا قدر جو انکی دل ناداں میں نہیں

مرض دلکے معالج ہیں طبیب حاذق
جنکی تشخیص غلط درد کے درماں میں نہیں

دین و دنیا کی ترقی کا وسیلہ ہے علم،
سخت بدنام ہے جو علم کے میداں میں نہیں،

یہی مقصد ہے کہ ہو علم کی تابندہ ضیا
اور کچھ انکے غم و حسرت ارماں میں نہیں،

انکے اقوال گہربار سے دامن بھر لو،
غیر ہمدردی اخوان دل نالاں میں نہیں،

جسم میں روح نہیں علم میں گر ہو نہ عمل
کہ کوئی وجہ فضیلت تن بیجاں میں نہیں،

وقت رفتہ پہ ہے حسرت تو تلافی کرلو
یاس حرماں کا گزر قلب پشیماں میں نہیں،

اپنی غفلت کا ہو احساس تو ہے شرط عمل
چارۂ کار فقط اشک کے طوفاں میں نہیں

پھر وہی لطف وہی رحمت حق کی ہے نوید
ناامیدی کی جھلک دامن عصیاں میں نہیں،

چیخ اٹھا جو غم قوم سے بے چین ہوا،
بے نیازی دل مغموم سخنداں میں نہیں،

نظم برائے اجلاس اوّل تعلیمی کانفرنس جنوبی ہند در شہر ویلور

شگفتہ علم کا گلزار ہے اب تک دادو رہے
خدا کا فضل ہے احساں ہے امداد پیہم ہے

خدا کی شان یاں پیش نظر جنت کا منظر ہے
دل اپنا فرحت افزا ہے دماغ اپنا معطر ہے

زمین علم میں ہے تخم ریزی سعی و ہمت کی
چمن سرسبز ہے نخل تمنا بارآور ہے

علامت اپنی سرسبزی کی ہے یہ قوم کی ہلچل
مبارک آفتاب علم سے عالم منور ہے

ہوئے ہیں جمع یاں علمائے دیں روشن ضمیر ایسے
کہ سینہ جن کا اسرار خداوندی کا دفتر ہے

ترقی کے وسائل سوچنے کا شوق ہے انکو
مبارک انجمن ہے یہ مقدر اپنا یاور ہے

ہمارے درد کے درماں کو آئے ہیں کمربستہ
یہ دیکھو پیشواؤں کا جو یاں موجود لشکر ہے

ہمیشہ قوم کی حالت پہ ہیں آنسو رواں انکے
غم و رنج و تعب سے قوم کے دل انکا مضطر ہے

گھٹا ادبار کی اب سر سے اپنے ہٹتی جاتی ہے
ترقی کا جو اب پیش نظر تابندہ اختر ہے

در افشانی سے انکی دامن دل کو کرو معمور
کہ ہر اک پیشوائے قوم ہے ہادی رہبر ہے

جو خوانِ علم کے ہیں میہماں بڑھکر ادھر آئیں
کریں حاصل غذائے روح وہ جو سب سے بہتر ہے

سبق حاصل کرو اب اتفاق اور حب قومی کا
جو ہے ہمدرد خادم قوم کا وہ سب کا افسر ہے

اگر دل ہو تو پیدا کیجئے کچھ درد بہر قوم
خدارا جاگزیں ہو قوم کا سودا اگر سر ہے

طبیعت میں ہو قومی رنگ اور تیغ زباں میں آب
نتیجہ اسکا ظاہر ہو جو اک پوشیدہ جوہر ہے

ہے آب و رنگ سے ہی قدر و قیمت سنگریزوں کی
وگرنہ لعل اور یاقوت اک ناچیز پتھر ہے

شرر سے آتش غیرت کے خاکستر جہالت ہو
لگا دو آگ اس خرمن کو جو تاریک منظر ہے

جو ہو مد نظر بہبودئ دارین عالم میں
طریقہ حب قومی کا کرو حاصل جو خوشتر ہے

تعصب سے بری ہو جاؤ دلسوزی کرو پیدا
اسی سے رتبۂ دلدادگان قوم برتر ہے

نمایاں کسب و کوشش پر ترقی منحصر سمجھو
بھلا دو اس شکایت کو کہ برگشتہ مقدر ہے

مصیبت دور ہو جائیگی اپنی فضل خالق سے
کہ ہم بندے ہیں عاجز اسکے اور وہ بندہ پرور ہے

کرم سے تیرے ہو سرسبز یارب مزرع امید
ترا دامانِ رحمت عاصیوں پر سایہ گستر ہے

ترے محبوب کی خدمت کی دولت سے مشرف کر
رسول اللہ کا ہے سنگ در مغموم کا سر ہے

نظم برائے جلسۂ دستار بندی طلبائے مدرسۂ باقیات الصالحات ویلور

قدم امید نے رکھا بہار بوستاں ہوکر
شگفتہ غنچۂ دل ہو رہا ہے شاد ماں ہوکر

سناتی ہے نوید جانفزا ارباب ایماں کو
نسیم گلشن ویلور اب آرام جاں ہوکر

دکن کا مرجع علم و ہنر کہئے تو شایاں ہے
زمیں اسکی عروج اپنا دکھائے آسماں ہوکر

نحوست قوم کی جاتی رہیگی اب وہ دن آئے
یہ حسرت کہتی جاتی ہے مرے دل سے رواں ہوکر

یہی وہ مدرسہ ہے باقیات الصالحات ایدل
کہ نکہت جاتی ہے جسکی جناں میں ارمغاں ہوکر

ہر اک طفل دبستاں کا ہے سینہ دفتر حکمت
زباں پر بات جو آئی تو نکلی داستاں ہوکر

ہے درس صرف و نحو و فقہ و تفسیر و حدیث ایسا
کہ جسکی داد دیتے ہیں ملائک ہمزباں ہوکر

شعاعیں آفتاب علم کی پیہم ہیں نور افشاں
جہالت اڑ گئی سوز نہانی سے دھواں ہوکر

جو دیکھو مدرسہ بام حقیقت کا یہ زینہ ہے
ہے معراج ترقی کے لئے یہ نردباں ہوکر

گھٹا ادبار کی جاتی رہی اب قوم سے شاہد
کھڑی ہے رحمت حق سر پہ اپنے سائباں ہوکر

کیا ہے معرکہ سر شہسواران علوم ایسا
عدم کو چل بسی غفلت غبار کارواں ہوکر

گئے وہ دن کہ فرط رنج و غم سے حسرت دل
نظر آتی تھی صورت یاس کی شکل فغاں ہوکر

مگر افلاس کی شامت ابھی کچھ کچھ ہے دامنگیر
وہی دم خم دکھاتی ہے وہ اب بھی نیم جاں ہوکر

پس اے طلبا دیں اب اسکی بربادی کے درپے ہو
شرر ہوں آتش غیرت کے جسپر بجلیاں ہوکر

کمر ہمت کی باندھو جیسے اب فکر معیشت پر
مٹاؤ طرز پیری کو دکھاؤ کچھ جواں ہوکر

نتیجہ آشکارا ہو یہی دستاربندی کا
سنبھالو قوم کی عزت کو تم اب پہلواں ہوکر

تمھیں سے قوم کی امید وابستہ ہے آئندہ
کرو درماندگوں کی دستگیری مہرباں ہوکر

نظر سب کی ہے تمپر اور تمہارے کارنامے پر
مسافر آئے ہیں جتنے وطن سے میہماں ہوکر

تمھیں ہو نونہالان چمن اور رونق گلشن
تمہاری زندگی نکلے بہار جاوداں ہوکر

تمھیں اب آفتاب علم کے تابندہ اختر ہو
تجلی فیض کی اپنے دکھاؤ کہکشاں ہوکر

شفقت اور رحمت سے کرو خوگر طبیعت کو
کرو اب قوم کی تم بہتری کچھ جانفشاں ہوکر

اگر بد بست دو پا رہ بچاؤ یوں ہی مولوی بنکر
تمہاری زندگی گزریگی عالم پر گراں ہو کر

تم اپنی سعی و ہمت سے گرو ششدر زمانیکو
نہ بنجاؤ کبھی روبہ صفت تیشہ زباں ہو کر

ادھر جھکو ادھر نکلو ادھر گرجو ادھر برسو
نہ تھک جاؤ نہ ہٹجاؤ نہ بیٹھو ناتواں ہو کر

دعا پر اے محب و نظم اپنی ختم کرتا ہوں
کرم تیرا ہو یا رب شامل پیر و جواں ہو کر

عطا کر سرخروئی قوم کو دارین میں یا رب
دکھائے حسن کا جلوہ تری رحمت عیاں ہو کر

عطا توفیق کر اب اتفاق و خیر کی باہم
تعصب قوم کا اڑ جائے یا رب دھجیاں ہو کر

یہ دلسوزی یہ غمخواری جو تھی مغموم کے دلمیں
کیا وارفتہ اہل بزم کو گوہر فشاں ہو کر

نظم تقریب افتتاح مدرسۂ طبیہ مدراس

بیاں کیونکر ہو مجھ ناچیز سے خالق کی منت کا
کسی صورت سے لازم ہے ادا ہو شکر نعمت کا

بحمد اللہ ہوا تاباں ستارہ اپنی قسمت کا
کھلا الحمد للہ مدرسہ اب علم و حکمت کا

ملی وہ چیز جسکی ہمکو عرصہ سے ضرورت تھی
حصول طب یونانی ذریعہ ہے فضیلت کا

یہی وہ علم ہے جو آگیا مسلم کے حصہ میں
بجا دعوی مسلمانوں کو ہے جسپر وراثت کا

کیا حق نے عطا یہ علم اپنے برگزیدوں کو
طفیل انکے مہیا ہو گیا سامان راحت کا

اسی سے معرفت ہوتی ہے اپنے نفس کی حاصل
پتہ چلتا ہے جس سے خالق بیچوں کی عظمت کا

مرض لاحق ہوا کرتا ہے جسمانی و روحانی
تقاضا ہے وہ فطرت کا نتیجہ ہے یہ غفلت کا

مریض جسم کی ہے رہنمائی علم حکمت سے
جہاں پر بس نہیں چلتا ہے ہرگز زور طاقت کا

علاج روح حاصل ہو مگر علم تصوف سے
مرض تر اہل ہوا کرتا ہے جسمیں ایک مدت کا

مقدم علم طب ہے بعد ازاں علم تصوف ہے
جو ہے اہل بصر قائل ہے دونوں کی ضرورت کا

ہمارے علم کے ہی خوشہ چیں اقوام عالم ہیں
علوم مشرقی گویا ہے سرچشمہ ہدایت کا

اسکی خوشہ چینی سے انہیں اعزاز حاصل ہے
بجا کرتا ہے ڈنکا اہل یورپ کی جو شہرت کا

نہ کوئی نقص علم طب یونانی میں باقی ہے
مگر رونا فقط لائق طبیبوں کی ہی قلت کا

کہ بیگانہ ہوئے جاتے ہیں اس سے جو یگانہ تھے
ہے اندیشہ نہ کر لے یہ تہیہ اپنی رخصت کا

مگر امید پژمردہ میں اپنی جان آئی ہے
نظر آتا ہے ہمکو جابجا سامان قدرت کا

دل وجان سے ہیں ساعی مصلحان قوم اس فن کے
کیا کرتے ہیں قائم مدرسہ ہر جا طبابت کا

کمی مدراس میں تھی اسکی وہ بھی ہوگئی پوری
بحمد اللہ نہ دامن پر رہا دھبہ ندامت کا

ہمارے درد کا درماں ہو کیا حکمائے یورپ سے
رہا ہر ہر دوا میں شائبہ باقی نجاست کا

مسلماں ہو کے ہم اسلام سے کیوں منحرف ہو جائیں
ہمیشہ اہل دیں کو پاس ہے حکم شریعت کا

الٰہی دے ہدایت قوم کے اب نونہالوں کو
نتیجہ پائیں تا اس مدرسہ کی فیض صحبت کا

توکر سرسبز اور شاداب اس نوخیز پودے کو
دکھادے یا الٰہی اب کرشمہ اپنی قدرت کا

یہاں ہر فرد اسکا بنکے نکلے بو علی سینا
بھروسہ ہے دل مغموم کو تیری عنایت کا

نظم در مدح عالیجناب مولوی شاہ سلیمان صاحب قادری پھلواری وانشائے عاشق ہند آجنگ بلقان

ہے نغمہ سنج بلبل ہندوستاں جو آج
معجز بیاں ہے اور بیاں میں اثر بھی ہے

مسکیں صفت ہے شاہ سلیمان نام ہے
درویش بھی فقیر بھی اور تاجور بھی ہے

علامۂ زماں ہے تقدس مآب ہے
باطن میں یہ ملک ہے بظاہر بشر بھی ہے

واقف ہے گرم و سرد زمانہ سے بیشتر
حق گو ہے حق شناس ہے اور باخبر بھی ہے

طرز بیاں ہے دلکش و دلچسپ و دلپسند
جدت بھی ہے کمال بھی فضل و ہنر بھی ہے

دونوں بہم ہیں بہر مریضان معصیت
داروئے تلخ درج دہن میں شکر بھی ہے

گوشہ نشیں یہ اور زمانے میں اسکی دھوم
منظور خاص و عام ہے اور معتقد بھی ہے

ماتم فزا ترانہ بطرز جدید ہے
یہ نوحہ خوان قوم ہے اور نوحہ گر بھی ہے

کھلتا ہے دوستوں کا نفاق اور عدو کا دل
ہے نفع اسکی تیغ زباں سے ضرر بھی ہے

عرفاں کا گنج سینہ ہے سینہ میں درد بھی
اور درد میں طپش ہے طپش میں اثر بھی ہے

احباب میں سکون ہے اغیار میں ہے شور
یاں فتنہ سوز خلق ہے واں فتنہ گر بھی ہے

دلمیں ہے جوش اور یم طبع ہے رواں
اوج فلک پہ فکر رسا کا گزر بھی ہے

دیتا ہے یہ نوید طرب اور صدائے غم
لب پر ہنسی بھی آتی ہے اور چشم تر بھی ہے

پایا جو مرتبہ ہے فنا فی الوجود کا
گمنام و گم نشان ہے مگر نامور بھی ہے

اسرار معرفت ہیں فزوں پھر بھی ناتمام
افسانہ طول اور بیاں مختصر بھی ہے

بیخود ہوں اہل دل جو کہے داستان غم
پہلو میں درد دل بھی ہے سوز جگر بھی ہے

مقصد اہم جو اسکے علاوہ ہے جہانگیر
اے دوستو! کچھ آپ کو اسکی خبر بھی ہے

شہدائے راہ حق کی اعانت کی ہے طلب
دولت پہ اغنیا کی سراپا نظر بھی ہے

ہمت نہ ہارو وقت ہے یہ امتحان کا
درپیش عاقبت کا مہیب سفر بھی ہے

خالق کو منہ دکھاؤگے کیا روز بازپرس
کیا فائدہ حصول جو یاں کروفر بھی ہے

مظلوم و بیکسوں کی اعانت ضرور ہے
فرمان حق شہادت خیر البشر بھی ہے

اعدا سے آج برسر پیکار ترک ہیں
مانا کہ اسکے ساتھ ہی فتح و ظفر بھی ہے

لیکن ہے کوئی جاں بحق کوئی نیم جاں
مجروح گرز و خنجر و تیغ و تبر بھی ہے

اسلام سے ہیں برسرکیں دشمنان دیں
آمادۂ جدال بھی ہیں شور و شر بھی ہے

مقصد یہ ہے کہ دیں ہو دنیا سے ناپدید
دشوار ہے یہ عزم مگر پر خطر بھی ہے

کیا حال بیوگوں کا یتیموں کا کیا علاج
ہو جائے پاش پاش جو بر میں جگر بھی ہے

گر جائے آسماں نہ فغان یتیم سے
زخمی ہے سینہ خون جگر چشم تر بھی ہے

شبگیر نالہ اور ہے نالہ میں درد بھی
کرتے ہیں آہ، آہ میں انکی اثر بھی ہے

اے دوستو! نثار کرو جان و مال کو
شرم و حیا کا دل میں اگر کچھ گزر بھی ہے

غم کھاؤ ان کا اور بنو غمگسار بھی
امید لطف ہے طلب سیم و زر بھی ہے

ایمان کی ہے بات حمیت کا اقتضا
کیا چیز نقد مال ہے حاضر یہ سر بھی ہے

محفل میں آج وجد کرینگے سخن شناس
مغموم کے بیاں میں اگر کچھ اثر بھی ہے

نظم متعلق جنگ بلقان

طپش سوز دروں سے مری ہمت نہ رہی
درد نے آگے دبایا تو فراغت نہ رہی

بھبس غم کی جو لگی قلب کو راحت نہ رہی
چین پانے کی جہاں میں کوئی صورت نہ رہی

چیرہ دستی سے جنوں کے نہ افاقہ پایا
دل وحشی میں سنبھلنے کی بھی طاقت نہ رہی

میری راحت طلبی مجھکو گراں بار ہوئی
خواب غفلت سے جو چونکا تو وہ حالت نہ رہی

کان میں آنے لگی میرے جگر سوز صدا
جسکو سنکر میرے قابو میں طبیعت نہ رہی

کہیں فریاد کہیں شور کہیں واویلا
ایسا منظر نظر آیا کہ مسرت نہ رہی

منکشف جب دل مضطر پہ ہوا راز نہاں
خود فراموشی میں پوشیدہ حقیقت نہ رہی

جنگ بلقاں کا یہ منظر تھا جو دیکھا میں نے
چھا گیا خوف تو گویائی کی طاقت نہ رہی

شہدا کی یہ صدا ہے زن و فرزند کہاں
ہائے افسوس وطن میں بھی اقامت نہ رہی

ہے یتیموں کا یہ شیون کوئی والی نہ رہا
بیوگاں کی ہے یہ فریاد کہ حرمت نہ رہی

ظلم مسلم پہ جو توڑا ہے جفا کاروں نے
کوئی باقی نہیں ایسی جو مصیبت نہ رہی

چل بسے شوق شہادت میں جو مرنے والے
تاب گویائی کی باقی دم رخصت نہ رہی

کوئی باقی نہ رہا بار خدا تیرے سوا
پرورش پانیکی باقی کوئی صورت نہ رہی

کون پوچھیگا یتیموں کو خدا حافظ ہے
اہل دیں کی دم مشکل جو حمایت نہ رہی

ساتھ عزت کے تو دنیا سے اٹھا لے یارب
زندگی پانے کی اب ہمکو ضرورت نہ رہی

کہیں مجروحوں کی پر درد یہ آتی ہے صدا
ظلم کی حد نہ رہی جان سلامت نہ رہی

وہ سسکتے ہیں پڑے کوچہ بازار میں آہ
جن پہ اغیار سے باقی کوئی ذلت نہ رہی

ہائے افسوس کہ کھانے کی نہیں کوئی سبیل
غم نہیں اسکا جو پروائے جراحت نہ رہی

درد سے دل جو بھرا ہوگئے آنسو جاری
حال مظلوم سے اغماض کی عادت نہ رہی

خود بخود دل سے یہ ہیں کرنے لگا اپنے سوال
اہل اسلام میں کیا دیں کی حرارت نہ رہی

کیا کسی دلمیں بھی اب درد کا احساس نہیں
کیا کسی قلب میں اب طاقت رقت نہ رہی

نور ایماں سے ہوا کیا دل مومن خالی
کیا مسلمانوں میں اسلام کی عزت نہ رہی

رات دن عیش و طرب میں ہے گزرتی جنکے
خود غرض بنگئے ایسے کہ مروت نہ رہی

رنج و خواری میں بسر ہوتی ہے بیچاروں کی
انکی یاری نہ سہی یاری ملت نہ رہی

کیا کسی دلمیں بھی اب نور صداقت نہ رہا
کیا کسی سر میں بھی اب چشم بصیرت نہ رہی

دل نالاں بھی نہیں چشم عنایت بھی نہیں
رحم گر کچھ بھی نہیں کیا فہم و فراست نہ رہی

بینواؤں کا بھی کیا کوئی خبر گیر نہیں
دین حق کی بھی زمانے میں محبت نہ رہی

مختصر چندہ سے کیا ہوگی ضرورت پوری
جوش ٹھنڈا جو ہوا راہ اعانت نہ رہی

جان مسلم سے گرانمایہ نہیں دام و درم
حب دنیا میں کہیں دین کی وقعت نہ رہی

کیا گئی گزری ہے حالت کہ گئی عزت و شان
کیا مسلمانوں کے امکاں میں دولت نہ رہی

کیوں نہیں دیتے ہیں کیوں خرچ نہیں کرتے ہیں
یہ کہو قوم میں امداد کی قدرت نہ رہی

ان خیالوں سے پراگندہ جو تھا میرا دماغ
غیب سے آئی ندا تجھ میں جمیعت نہ رہی

دینے والوں کا بتا انمیں بھلا کیا ہے قصور
مانگنے والوں کو منظور زحمت نہ رہی

بچہ روتا ہے تو ماں دودھ پلاتی ہے اسے
اس سے بچہ کو کوئی وجہ شکایت نہ رہی

اسکے معنے یہ نہیں ہے کہ اسے بچہ عزیز
ماں کو کیا لخت جگر سے بھی محبت نہ رہی

تجھ کو شکوہ ہے کہ دیتے نہیں دینے والے
تجھ میں دریوزہ گری کی بھی عادت نہ رہی

یوں جو تنبیہ ہوئی غیب سے مسرور رہوا
باعث رنج و تعب میری ندامت نہ رہی

سر میں سودا ہے کہ پھیلاؤں میں اب دست سوال
شکوۂ قوم کی اب لب پہ حکایت نہ رہی

ہاں یہی ساعت امداد ہے اے اہل کرم
زر نہ کام آئیگا جب دین کی شوکت نہ رہی

سانس ہم لیتے ہیں اور وقت گزر جاتا ہے
وقت اب وہ ہے کہ تجویز کی مہلت نہ رہی

ہائے اب سلطنت ترک پہ ٹوٹا ہے پہاڑ
گو جفاکاروں کے رفتار میں سرعت نہ رہی

صلح کی اہل دول نے جو نکالی ہے راہ
دوست بنتے ہیں مگر خیر کی نیت نہ رہی

جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ ہے اور جنگ قریب
حق نگہباں ہے اگر قوم میں ہمت نہ رہی

اے خداوند خطا پوش و خلاق جہاں
رحم کر رحم کہ دینداروں کی عزت نہ رہی

تری توحید کی پھر ہوگی منادی کیونکر
جب مسلمانوں کی دنیا میں حکومت نہ رہی

اب تو یورپ سے نکلجانے کی دھمکی ہے فقط
پیش کیا آئے جو کعبہ میں سکونت نہ رہی

کیا مصیبت کا وہ دن ہوگا مسلمانوں پر
تیرے محبوب کے در پر جو اقامت نہ رہی

کلمہ گویوں سے جو دنیا تری خالی ہو جائے
تری توحید، پیمبر کی رسالت نہ رہی

ہم ہیں نااہل تو کیا تجھ میں نہیں اہلیت
ہم ہیں کمزور تو کیا تجھ میں بھی طاقت نہ رہی

ہم خطا کار ہیں مجرم ہیں یہ سچ ہے لیکن
کیا ترے پاس فراوانی رحمت نہ رہی

نام لیوا ترا ہو کون جہاں میں باقی
لطف کیا جب ترے محبوب کی امت نہ رہی

دشمن دیں کو فی النار تو کردے یارب
اپنی عظمت کو دکھا دین کی حرمت نہ رہی

مشکل آساں ہو ترے لطف و کرم سے یارب
دل مغموم میں اب ضبط کی طاقت نہ رہی

نظم برائے جلسۂ سالانہ انجمن خیرخواہ غربا و اہل اسلام میرٹھ

ترانہ ہے غم افزا حرف ہے لب پر شکایت کا — یہ قومی ماجرا ہے ذکر کیا یاں عیش و عشرت کا
یہ خواہش ہے کہ حاصل فخر ہو قومی اعانت کا — تمنا ہے نتیجہ کچھ تو نکلے اپنی خدمت کا
جو دل روٹھے ہوئے ہیں کیا ذریعہ انکی قربت کا — تمنا لطف کی ہے اور بیاں ہے سوز فرقت کا
ترقی انجمن کی منحصر امداد قومی پر — تنزل میں خدا حافظ ہے اس قومی عمارت کا
ہے اندیشہ کہ ابنائے زماں کی سرد مہری سے — نہ شیرازہ بکھر جائے کہیں قومی حمیت کا
جو ہمدردی کی وسعت دلمیں ہو چندہ میں وسعت ہو — نکلجائے گراں خوابی سے سررشتہ نہ ہمت کا
فزوں ہے نقش ارباب کرم کی دستگیری کا — ہے لازم انجمن پر شکریہ انکی عنایت کا
سہارا فضل خالق کا ہے دائم ورنہ کیا ممکن — بھروسہ عقل و دانش پر نہ غرہ زور و طاقت کا
سیہ مستی یہ کبتک اے مئے عشرت کے متوالو — کچھ اندازہ بھی کرلو بیکسوں کی دلکی حسرت کا
بہت کچھ سو چکے اب وقت ہے کچھ کام بھی کرلو — کہ آسانی سے نکلے مدعا ارباب حاجت کا
ہندستان قسمت کی تو دیکھو ذلت و خواری — ہوا اب مستعد پردہ اٹھا دو خواب غفلت کا
وہ بد قسمت جو مرکر بھی کفن کے ہوتے ہیں محتاج — اگر دل ہے کچھ اندازہ کرو ان کی مصیبت کا
ہنوز دلسوزا ور دارین میں اسکا صلہ پاؤ — رکھو تم سر پہ اپنے تاج دائم ظل رحمت کا
خبر گیری غریبوں کی بھی ہو ثروت کی حالت میں — جو ہو مدنظر اظہار اپنی شان و شوکت کا
ہمال انجمن سرسبز ہو اور بار آور رہو — خداوندا دکھا دے کچھ تماشا اپنی قدرت کا
خدا ترسی ہو غمخواری ہو اور بیکس نوازی ہو — دل مومن میں سکہ بیٹھ جائے تیری عظمت کا
ترے فضل و کرم سے رفع کر ادبار قومی کو — دکھا دے غمزدان دہر کو جلوہ مسرت کا
مرادیں دلکی بر لا شرم رکھ لے دونوں عالم میں — پٹے احمد ستارہ اوج پر ہو اپنی قسمت کا
رگوں میں جوش خوں ہو خون میں پیدا ہو ہمدردی — جو الفت قوم کی ہو پاس بھی ہو ملک و ملت کا
ہو حقگوئی کا شیوہ اور اخلاص عمل یا رب — نہ لب پر حرف باطل ہو نہ دل خواہاں ہو شہرت کا
الٰہی تیرے الطاف و عطا کی شان ایسی ہو — کہ معراج کمالی ہو ... اپنی رفعت کا

نہ پہنیں طوق ذلت اور نہ ہوں اغیار میں رسوا	الٰہی تو نگہباں ننگ اور ناموس عزت کا

تو فتح کیا اثر ہو شعر میں مغموم کے پیدا
ہے شکر حق چمک جائے اگر جوہر طبیعت کا

ایضاً

عزیزو! قوم کی حالت کو دیکھو دیدۂ تر سے — جہاں افلاس کی صورت نظر آتی ہے گھر گھر سے
ذرا دیکھو تمہاری راحت اور انکی مصیبت کو — کرو تائید بیکس بیوہ کی مال اور زر سے
بہت کچھ سو چکے غفلت میں کب تک عمر گزریگی — کہیں رخصت کرو آرام کو اب اپنے بستر سے
جو ہیں محتاج انکی دستگیری پہ کمر باندھو — ملیگا اجر اسکا دو جہاں میں رب اکبر سے
یہ ہیں آفت کے مارے رحم انکے حال پہ فرماؤ — بسر ہوتی ہے جیسے اپنی دل انکا کس لئے ترسے
غریبوں کی ہو ہمدردی تہیدستوں کی دلسوزی — خدا خوشنود ہو اور ابر رحمت آپ پر برسے
سسکتے ہیں تڑپتے ہیں پڑے فریاد کرتے ہیں — مسیحائی ہو انکی جاں بلب ہیں غم کے خنجر سے
ہوا فاقہ سے ایسا جسم انکا سوکھ کر کانٹا — نہ نکلے خون کا قطرہ جو چیرو نوک نشتر سے
مصیبت ہے کہ ہیں مارے انقلاب دہر سے نالاں — لبوں پر جان ہے تنگ آگئے ہیں اپنے مقدر سے
جہاں میں دستگیری جب تہیدستوں کی لازم ہے — تو رو گرداں ہوں کیوں ہم دوستو قول پیمبر سے
کرو امداد اور بجھا دو دلسوزی کی آتش کو — دگر نہ اشتہائے دل کا ساماں کیا ہو انگر سے
کرو تسخیر دلکو اور پاؤ فتح و فیروزی — مبارک اور میموں ہے یہ اہم فتح کشور سے
ضیا باری کرو ظلمتکدوں میں فیض سے اپنے — تمہارا نام ہو روشن زیادہ مہر انور سے
جلا دیگی تمہارے نخل عیش و شادمانی کو — نکل جائیگی گر اک آہ انکے قلب مضطر سے
انہیں کی چارہ سازی کو ہوئی یہ انجمن قائم — جو زیر آسماں مجبور ہیں اپنے مقدر سے
ہو اموات لاوارث کی ہو تجہیز و تکفین سے — برستی جن پہ حسرت روز و شب لوار در در سے

ہو بیکس لڑکیوں کا عقد اور ختنہ ہو لڑکوں کی | مقاصد انجمن کرتی ہے یہ اظہار ہر ہر سے
یہ کیا اغراض ہیں کیسا مبارک کام ہے دیکھو | غدار ادستگیری کیجئے دینار اور زر سے
وہ آجائے کسیکو گر نہ اطمینان حاصل ہو | کرے گی انجمن اسکی تشفی اپنے دفتر سے
عطا خالق کی ہے جو تم سے انکو فیض پہونچیگا | ہوئی حاجت ادا گویا کہ اونکی بندہ پرور سے
وجود اپنا بناؤ صدق دل سے فیض کا چشمہ | حلاوت تا کہ ہو اسکی زیادہ شیر مادر سے
نکلتے ہیں مسلمانوں کے لڑکے بن کے عیسائی | ہو کیا تدبیر پھر پانی گزر جائے اگر سر سے
ٹٹولو دلکو اپنے اور ان کا ماجرا پوچھو | مدد ملتی ہے گمراہوں کو دائم اپنے رہبر سے
مسلمانوں کے دلمیں جوش ہمدردی زیادہ ہو | دعا ہے پہنچیگا نہ یہ میری خلاق اکبر سے
طفیل اپنے نحوست قوم کی اب دور ہو جائے | یہی ہے التجا میری شفیع روز محشر سے

خوشی اس سے زیادہ اور کیا، گر فضل باری سے
ادا ہو جائے خدمت قوم کی معصوم کمتر سے

ایضاً

نظر میں ہے مرے جوش بہار کا منظر | شگفتگی چمن قوم کی ہے مد نظر
ہوئے جو زمزمہ سنجان گلشن اسلام | وہی ترانے وہی چہچہے ہوں شام و سحر
وہی ہو سطوت و شوکت وہی ہو حسن عمل | وہی ہو پیروئی دین و خلق پیغمبر
وہی ہو عزم وہی دل وہی ہو استقلال | کہ پھر لگیں شجر مدعا میں برگ و ثمر
وہی ہو راہ ترقی وہی ہو اپنا قدم | کہ جسکو دیکھ کے رہجائے ہر بشر ششدر
وہی ہو لطف و اخوت وہی ہو ہمدردی | وہی ہو دہر میں تابندہ بخت کا اختر
وہی ہو شان کرم اور وہی ہو غمخواری | وہی مروت و الفت کا ہو عیاں جوہر
لڑے ہے فتح یہی ملک دلکو فتح کریں | جو سلطنت کی [illegible]

نہیں جو کوئی بھی غم، غم ہو خستہ حالوں کا
کہ مرگ سے بھی ہوئی جن کی زندگی ابتر

ہے شرط غور عزیزو بوقت آسائش
کہ ان غریبوں کی کس طرح ہو رہی ہے بسر

کبھی خیال بھی دل پہ ہو ان غریبوں کا
بسر جو کرتے ہیں حسرت سے پی کے خون جگر

نہ زندگی کا سہارا نہ نقد دام و درم
نہ نان اور نہ اذوقہ نہ فرش اور بستر

یہ بحر غم یہ مصیبت یہ موج طوفاں خیز
پڑی بھنور میں ہے کشتی شکستہ ہے لنگر

یہ لطف ہو کہ مسخر ہو بیکسوں کا دل
یہی ہے اپنی حکومت یہی ہے فتح و ظفر

ہے انجمن کا یہ مقصد بوقت شادی و غم
شکستہ حالوں کی امداد میں رہے مضطر

کہاں شگفتہ و سرسبز ہو نہال اسکا
جو مستعد نہ رہے قوم آبیاری پر

ہوئے جو مضطرب الحال قوم کے فیاض
ہے انکے لطف و عنایت کی انجمن پہ نظر

پڑا جو باغ تمنا میں تخم ہمدردی
نظر امید کا سرسبز آرہا ہے شجر

بسر ہو کیوں جو ذریعہ نہو حمایت کا
نہو جو زیست کا ساماں ہو زندگی کیونکر

لگا جو قوم کا سرمایہ نیک مصرف میں
ملا ہے لطف الہی سے اسکا نیک ثمر

ابھی بہت سی ضرورت ہے قوم کو اسکی
کہ کامیابی کا اسکی پڑے جہاں پہ اثر

نہیں ہے جنکی توجہ وہ ملتفت ہوں ادہر
ہمیشہ قوم کی یہ انجمن ہے دست نگر

نصیب اسکو ہو دائم اعانت قومی
ہو شاہ راہ ترقی پہ انجمن کا گزر

الہی تو ہی نگہبان ہے اسکے مقصد کا
ہے منحصر ترے فضل و کرم پہ اے داور

بجز نگاہ کرم تیرے اے مرے مولا!
ضعیف و عاجز و محتاج جاوداں ہے بشر

عروج اسکو ہو حاصل تری عنایت سے
الہی قوم کی حالت ہو ہر زماں بہتر

کلام صدق سے معمور ہے مرا معمور
عجب نہیں جو نمایاں ہو اسکا دل پہ اثر

ایضاً

دلکو طپش سے سوز الم کے بچائیں کیا　　آتش ہے عشق قوم کی اسکو بجھائیں کیا
آوارگی ہیں دشت محبت کے پائیں کیا　　غم قوم کا بھی آہ نہ کھائیں تو کھائیں کیا
جو بینوا ہیں انکی معاون ہے انجمن　　آفت زدوں کی یاد کو دلسے بھلائیں کیا
مسکن ہے درد و رنج کا غربت زدوں کا دل　　جز اسکے آشیانہ وہ اپنا بنائیں کیا
حال تباہ انکا ہے اظہار رنج و غم　　زخموں کو اپنے جگر کے پہلو دکھائیں کیا
ہر ہر قدم پہ حسرت دل آشکار ہے　　تصویر بیکسوں کی عزیزو دکھائیں کیا
یہ ضعف ہے کہ وا نہیں ہوتے لب سوال　　افسانہ اپنے درد کا آکر سنائیں کیا
دور آسماں ہے تنگ زمیں انکے واسطے　　بگڑے ہوئے نصیب کو اپنی بنائیں کیا
سینہ ہے پاش، چاک جگر، مضطرب نگاہ　　ٹوٹے ہوئے دلوں کو وہ اپنے جمائیں کیا
باز آؤ انکی دل شکنی سے کہ جرم ہے　　تقدیر کے ستائے ہوؤں کو ستائیں کیا
بار گراں ہے اور تہیدست انجمن　　دولت جو روشناس نہیں پھر لٹائیں کیا
فریاد ہے یہ انکی ہماری مدد کرو　　بس ہے یہ عرض شور قیامت مچائیں کیا
دلسوزیوں کی داد تو ملجائے قوم سے　　جلنے میں حظ نپائیں تو جی کو جلائیں کیا
جو ہنسنے والے ہیں انہیں رونا نصیب ہو　　جو رو چکے ہیں قوم پہ انکو رلائیں کیا
بیدرد کس طریق سے ہوں درد آشنا　　روٹھے ہوؤں کو قوم کے جاکر منائیں کیا
یوں تو ہیں انجمن کے معاون مگر قلیل　　تھوڑی سی نذر مرقد دل پر چڑہائیں کیا
سرمایہ ہے قلیل مصارف کثیر ہیں　　دکھڑا پھر انجمن کا مفصل سنائیں کیا
کہتے تو ہیں حکایت غم اور کیا کریں　　آنکھوں سے اپنی خوں کا دریا بہائیں کیا
مسکین کا لقب ہے پسند شہ انام　　نقش نگیں نام پیمبر مٹائیں کیا
اغراض کچھ زیادہ ہیں دست کرم ہے تنگ　　جو راز آشکار ہے اسکو چھپائیں کیا
ارماں بھرے ہیں سینے میں اب ہے یہ التجا　　جوان نصیب حسرت دلکو دبائیں کیا

فضل خدا ہوا ان پہ جو ہیں اسکے دستگیر
محسن جو انجمن کے ہیں ان کو بھلائیں کیا

مغموم تا کجا ہو بیان داستان غم
سب دکھ سے بھر گئے ہیں پھر انکو دکھائیں کیا

متفرقات.

ف

سو د ا سر گد ا کو ہو ا مر محال کا
آ گا ہ گر ہو ا ر ہ و ر سم سوال کا

سالک کو ر ا ہ ملک عدم ساحل مراد
گر مد عا ہو وصل ہو سودا وصال کا

گمر ہ ہوا، طمع کا اگر و اسطہ ہوا
مر کر الم رہا دل ممسک کو مال کا

د ر د ا کہ د و ر غم ہو محدو د ہر طرح
ہم کو رہا سر و ر سوا ماہ و سال کا

کس طرح طمع حرص کا ہو و ہ د لا اگر
حاصل گدا کو مال ہو اکل حلال کا

کس کام کا سر و ر سد اگر حصول ہو
صدمہ دل حسود کو ہوگا ملال کا

ما د ام مر د ہ حال کا اللہ دادرس،
اہل د ول کو آہ سہارا ہو مال کا

عالم گواہ اس کا کہ محسوس درد دل
سالک کو ہو مآل کا ممسک کو مال کا

اللہ کا کرم کہ ہو اسعد مآل کار
دہو کا ہوا عدو کو سراسر کمال کا

طپش وہ زخم دل کی ہے کہ گویا نیش عقرب کا
ابھر کر ماند پڑ جاتا مسلمانوں کے کوکب کا

مے نخوت سے کیا سرشار ہیں توحید کے منکر،
یہ عالم ہے فلک پر ہے دماغ اب انکے مرکب کا

خدا حافظ ہے اسکا تا قیامت ورنہ کیا شک تھا
کہ ہو جاتا تھا دین اسلام کا بھی خاتمہ کب کا

خلافت کا نہیں رنج و الم جن کلمہ گویوں کو
دعا یہ ہے سمائے انکے دل میں خوف کچھ رب کا

مسلمانوں سے نفرت اور ہے اغیار سے الفت
خدارا دل میں سوچو پاس ہے کچھ تم کو مذہب کا

ہے برہم آجکل شیرازہ اجزائے خلافت کا
ہوا ہے روز روشن تم کو دھوکا ہے ابھی شب کا

الٰہی تفرقہ پردازیوں سے باز رکھ انکو
ملیں آپس میں اور ہو خاتمہ بالخیر ہم سب کا

نشاں رہنے نہ پائے ہستئ باطل کا دنیا میں
ہے عالم منتظر ختم الرسل کی جنبش لب کا

صحابہ کی حمیت اور وہ غیرت اب کہاں ہم میں
نہ چھیڑ اے خامۂ مغموم یہ تو قصہ تھا تب کا

کہاں یاد اجل کو ہے جاں ستانی کا
غرور دہر میں بیکار ہے جوانی کا

کریں گے شرک کو خارج مقام اقدس سے
کہ ہم پہ حق ہے یہ مذہب کی پاسبانی کا

تفنگ و تیغ پہ کبتک گھمنڈ اے ظالم
مقابلہ ہے بلا ہائے آسمانی کا

وہاں ہر ایک کو حاصل ہے دارو گیر کا فن
یہاں کمال مگر سوزش نہانی کا

خدا کے رزق پہ غیروں کا مت ہو دست نگر
اگر ہوس ہے یہی گر ہے کامرانی کا

بھلائے بیٹھے ہو عقبیٰ کو دین و مذہب کو
ہوا ہے عشق جو پیدا جہاں فانی کا

لکھا ہوں حق کی حمایت میں شعر اے مغموم
اثر ہو کیوں نہ مری طبع کی روانی کا

دل تو آتا ہو گیا اپنا دل آزاری کے بعد
یہ مسلم ہے شفا ہوتی ہے بیماری کے بعد

خواب غفلت تھا کہ کار آمد ہوا سحر فرنگ
اب فسوں کی سازی نہ کام آئیگی بیداری کے بعد

پھینکدو جرأت سے اب طوق غلامی کو نکال
کچھ سبکساری تو حاصل ہو گرانباری کے بعد

سر بسجدہ ہو رہا ہے اب خلافت کا ستوں
سرفروشی چاہئے مسلم کو دلداری کے بعد

دہر میں خود اختیاری ہو حکومت آشکار
کیوں غلامی سے نہ نکلیں ذلت و خواری کے بعد

بے خبر تھے ہو گئے یوں پا بہ زنجیر آہ ہم
توڑ ڈالیں بیڑیاں اب کیوں نہ ہشیاری کے بعد

دلفزا ہیں رہبران قوم کی قربانیاں
منزل اب آساں ہوئی ہے اپنی دشواری کے بعد

انکا دم خم دیکھ لو جو ہیں رئیس احرار کے
شیر غراں بنکے نکلے وہ گرفتاری کے بعد

اہل دیں کی فتح ہو مغموم تا یوم القیام

یہ دعا حق سے ہے آہ و نالہ و زاری کے بعد

سامانِ تعیش ہو تو بڑھتا ہے الم اور
سرگرمیٔ بیداد پہ بڑھتا ہے قدم اور
گر جان پہ بنجائے تو اندیشہ ہو کم اور
کس وعدے سے دلچسپی ہو کس بات سے تسکیں
اسلام پہ مرجائینگے اور اُف نہ کرینگے
تحریر میں تقریر میں نیت میں تفاوت
تلواروں کے نرغہ میں ہے کیا برش تقریر
چستی ہو عیاں عزم میں اور روح میں طاقت
احرار کے قدموں پہ فدا ہوتا ہے عالم
احرار کی ہے ہر دلِ مسلم پہ حکومت

دیکھے جو تماشائے طرب چشم ہو نم اور
لطف و کرم و خلق سے سر ہوتا ہے خم اور
اسلام کی توہین پہ بڑھجاتا ہے غم اور
انداز ستم اور ہیں کچھ شان کرم اور
عظمت ہے کلیسا کی جدا شانِ حرم اور
دل اور، زباں اور، دماغ اور، قلم اور
یہ تیغ زباں اور ہے وہ تیغ دو دم اور
ایجاد وہ کرتے ہیں اگر کوئی ستم اور
ہیں وقف مصیبت تو بڑھا جاہ و حشم اور
یہ شان ہے کچھ اور وقار شہ جم اور

منظور طوالت نہیں مغموم وگرنہ
تحریر سے کچھ تنگ نہیں کھل جائے بھرم اور

جو اہل دیں ہیں وہ مجبور کیوں ہوں بنکے اسیر
خدا پرستوں نے پائی سزا جزا کے عوض
مقابلہ ہے تہ چرخ حق و باطل کا
نہ چھیڑو انکو جو زندانیوں میں ہیں احرار
نہیں رہا ہے کوئی راز اسمیں پوشیدہ
مٹانے سے نہ مٹیگا یہ دینِ حق ہرگز
خدا نے انکو ابھی دے رکھی ہے کچھ مہلت
ٹلیگا مہد چھپانے سے نہ خط جبیں تک

کیا کرے علم حریت بلند ضمیر
جو عشق مذہب و ملت کی ہو گئی تقصیر
زباں دہن سے ہے نکلی نیام سے شمشیر
دلوں کو چیر کے رکھدیگی برش تقریر
کہ دینِ حق کو مٹانے کی ہے یہ سب تدبیر
کہ اسکا حافظ و ناصر ہے خود خدائے قدیر
اگرچہ وقف مناجات ہیں صغیر و کبیر
ہے وہ نوشتۂ خود، یہ نوشتۂ تقدیر

ہجوم خلق ہے احرار کی زیارت کو
قدم سے انکے ہی زنداں کی بڑھ گئی توقیر

کلام پاک کی آیات ضبط ہوتے ہیں،
دکھائی عدل کے پردے سے ظلم کی تصویر

بتائے دیتا ہوں سرخیل قوم کی پہچان
ہو ہاتھ ہتھکڑیوں میں تو پانوں میں زنجیر

فنا پذیر ہے عالم نہ دوں کی نے کوئی
رہیگا کون رہیگا کہاں یہ تاج و سریر

یہ خستہ حالی و درماندگی رہے کبتک
یہی ہے وقت مدد لے شہ بشیر و نذیر

الٰہی سطوت فاروقؓ و زور حیدرؓ دے
ہوں بدحواس عدو سن کے نعرۂ تکبیر

ہو اب منادی توحید گوشہ گوشہ سے
یہی ہے خواہش مغموم خاکسار و حقیر

طاقت ہو جو سننے کی تو حاضر ہے دل افگار
پُر درد فسانہ ہے غم دلکا ہے اظہار

اغیار کے نرغہ میں ہے اب تخت خلافت
حاوی ہیں مقامات مقدس پہ ستمگار

کیا یاد نہیں وقف تشدد ہیں جو احرار
جو کلمۂ حق کہتے ہیں ہوتے ہیں گرفتار

دل آپ کا کیا درد سے بے چین نہیں ہے
کیا تم بھی نہیں ہیں طپش دل کے طلبگار

زنداں میں جو احرار کا ہوتا ہے بسیرا
ہر روز سوئے جیل ہے اک قافلہ تیار

اسلام کی توہین پہ غیرت نہیں تم کو
گر ہے تو رہو فضل الٰہی کے خریدار

ہمدردی کا اظہار کرو طرز عمل سے
اور راہ الٰہی میں لٹا دیجئے گھر بار

ہمت سے جو لیں کام تو آسان ہے مشکل
ہم سعی کئے جائیں ہے اللہ مددگار

گر عزم مصمم ہے تو مقصد بھی ہے حاصل
اس جنگ میں کام آتے ہیں بس درہم و دینار

نکلی دلمیں طپش وقف ہوئے راہ خدا میں
اور خدمت اسلام کو ہم ہوگئے تیار

امداد کی اب آپکی ہے ہمکو ضرورت
سائل ہے مسلمانوں سے جمعیت احرار

لیے کام اہم ہاتھ میں سرمایہ سے خالی،
تم ہاتھ بٹا دوگے تو بیڑا بھی یہ ہے پار

آمادہ ہیں جانبازی ملت کیلئے ہم
مبلغ جو نہیں ہاتھ میں سب سعی ہے بیکار

حسرت ہے بہت کام کی مجبور ہیں لیکن — ہے اپنی نظر آپ کی امداد پہ ہر بار
اسلام کو ایمان کو اب اپنے بچاؤ — برباد نہ غفلت میں کرو عمر کو زنہار
للہ کرو کچھہ نظر لطف ادھر بھی — منزل پہ پہونچنا ہے تو کیوں سستی رفتار

جمعیت احرار کی خدمت میں ہے مصروف
پُر جوش ہے **مغموم** مرا کلک گہر بار

اعدا کو جلا دینگے ہم سوز نہاں ہو کر — اڑ جائینگے باطل کے آثار دھواں ہو کر
کر دینگے صداقت سے نابود ضلالت کو — گردوں کو ہلا دینگے ہم وقف فغاں ہو کر
ملت کے مٹانے پر دیندار رہیں آمادہ — کر ماتم دیں اے دل اب مرثیہ خواں ہو کر
اس منصب فانی میں مستور ہے بربادی — یہ بہجت دل اکدن آئیگی خزاں ہو کر
اخلاص سے سر رکھدے سجدے میں جو آمادہ — فرق آئے نظر حق اور باطل کا عیاں ہو کر
آمادہ کوئی ہوگا گر قعر مذلت پر — آگاہ ضمیر اسکا کر دیگا زباں ہو کر
ہے حرمتِ دیں کافی حشمت سے بری ہو جا — رہ جائیگا اس رہ میں بیتاب و تواں ہو کر
اغیار پہ ہے نازاں دینداروں سے روگرداں — منھ حق کو دکھاتا ہے دنیا سے رواں ہو کر

پا جائیں ہدایت سب کر حق سے مناجات اب
سوز غم ملت سے **مغموم** طپاں ہو کر

کون کہتا ہے کہ وہ جور و جفا کرتے ہیں — چھانٹ کر کانٹے وہ پھولوں کو جدا کرتے ہیں
دین اسلام کھٹکتا ہے انھیں مثل خار — ہے یہی وجہ کہ آفت میں رہا کرتے ہیں
سعی بیجا ہے کہ وہ حق کو دبانے کے لئے — حق پرستوں کو گرفتار کیا کرتے ہیں
دینداروں کی دبی آگ بھڑک اٹھتی ہے — جسقدر انپہ وہ بیداد کیا کرتے ہیں
جو ہیں پابندی اسلام پہ مرنے والے — سر کو وقف رہ تسلیم و رضا کرتے ہیں
یہ نظر بندی و زنداں کی حقیقت کیا ہے — اہل حق جو ہیں وہ سولی پہ چڑھا کرتے ہیں

رکھ کے زنداں میں ہیں مسرور انہیں کیا معلوم
کسقدر ذوق اسیری وہ لیا کرتے ہیں،

وہ بدی پر ہیں یہ آمادۂ بیہودی ہیں
وہ دغا کرتے ہیں لیکن یہ وفا کرتے ہیں،

اہل حق کب طلب جاہ و حشم رکھتے ہیں
نفس امارہ کو وہ اپنے فنا کرتے ہیں،

جو ہیں آمادہ رہ حق میں فدا ہونے کو
عوض جان، طلب آب بقا کرتے ہیں

شوکت دیں ہو فزوں ہستی باطل ہو فنا
روز و شب ہم طلب لطف خدا کرتے ہیں

اہل زنداں کو بھی دیتے ہیں مبارکبادی
جو ہیں دیندار وہ کب آہ و بکا کرتے ہیں

ہے جو معصوم ہمیں فضل الٰہی کا یقیں،
دلکو رنج و الم و غم سے رہا کرتے ہیں

صرف مذہب یہ ہے ملاقت اسے کیا کہتے ہیں
اور مقید ہے خلافت اسے کیا کہتے ہیں

نام انصاف کا اور کام ہے بیدادی کا
دوستی میں ہے عداوت اسے کیا کہتے ہیں

آجتک فکر و تدبر میں جو لاثانی تھے
گم ہوئی فہم و فراست اسے کیا کہتے ہیں

قول میں صدق نہیں فعل میں اخلاص نہیں
نہ خیالات میں وسعت اسے کیا کہتے ہیں

طلب جاہ میں خود بینی میں بیدادی میں،
گم ہیں ارباب سیاست اسے کیا کہتے ہیں

کچھ بھی احساس ہے مخلوق کی بےچینی کا
کیا ہوئی عقل بھی غارت اسے کیا کہتے ہیں

سنکے مظلوموں کی فریاد کو انجان بنے
نہ گئی دلکی کدورت اسے کیا کہتے ہیں

کون ہے جو ستم و شر سے بچا ہے مجھکو،
ہے یہ فریاد صداقت اسے کیا کہتے ہیں

جو بلا آتی ہے وہ سر پہ ہے دینداروں کے
شاد ہیں اہل ضلالت اسے کیا کہتے ہیں

جن کو دلسوزئی ملت میں ہو سبقت حاصل
ہوں وہی وقف مصیبت اسے کیا کہتے ہیں

اہل اسلام بہم دست و گریباں کیوں ہیں
ہے جو آپس میں خصومت اسے کیا کہتے ہیں

حرکت ہے سر خدا کو نہ ہوئی کیا باعث
کیا یہ اعمال کی شامت اسے کیا کہتے ہیں

وقت وہ ہے کہ الٹ جائے زمیں کا طبقہ
اور خاموش ہے قدرت اسے کیا کہتے ہیں

دینداروں کی زباں وقف مناجات ہوئی
نہ کھلا باب اجابت اسے کیا کہتے ہیں

طپش درد میں ہوتی ہے بسر کیوں اوقات
ہے یہ **مغموم** کی حالت اسے کیا کہتے ہیں

بہا اشک اسکا اثر آزمائیں
تجھے ہم بھی اے چشم تر آزمائیں
سپر کر کے سینہ جگر آزمائیں
حوادث جو ہیں پر خطر آزمائیں
وہاں تیغ و خنجر، یہاں طاقت روح
چلو اپنا اپنا ہنر آزمائیں
صدا حق کی دیوار زنداں سے نکلے
کلام خدا کا اثر آزمائیں
نہ معلوم کیا ہوگا اور کیا نہ ہوگا
مشیت کو بار دگر آزمائیں
ادھر جادۂ حق اُدھر راہ باطل
تم اپنا ہم اپنا سفر آزمائیں
زباں کا مری یا تری تیغ کا وار
یہ ہے، یا وہ ہے کارگر آزمائیں
نہ سولی چڑھیں اور نہ زنداں میں جائیں
مقدر کو اپنے کدھر آزمائیں
یہ بازی بھی ہم کھیل کر دیکھ لینگے
تہ تیغ اپنا جگر آزمائیں
سر دار بھی کلمۂ حق ہو جاری
یہ اپنی حقیقت نگر آزمائیں

اگر طاقت روح زندہ نہیں ہے
تو **مغموم** کیا اپنا سر آزمائیں

مصیبت میں ہے گھڑیوں کی شدت دیکھتے جاؤ
ہیں زنداں میں پرستاران وحدت دیکھتے جاؤ
خوشی سے ہوتے ہیں سینہ سپر امر الٰہی پہ
بلا میں خوش ہیں شیدایان ملت دیکھتے جاؤ
یقیں ہے خاک زنداں بھی انہیں پھولوں کا بستر ہو
اُدھر شدت ادھر اللہ کی رحمت دیکھتے جاؤ
کلام اللہ حفظ انکو ہے، تعزیرات ہند ان کو
وہ انکی برتری، انکی شقاوت دیکھتے جاؤ
صدا لبیک کی ہر سمت ہے انکے اشارے پہ
تمہاری بیکسی اور انکی قسمت دیکھتے جاؤ
تفنگ و تیغ کی تیزی کو تم نے خوب ہی پرکھا
ذرا احرار کے بھی دل کی طاقت دیکھتے جاؤ

کوئی دم کب گزرتا ہے بجز یاد الٰہی کے
خلائق سے ہے دوری حق سے قربت دیکھتے جاؤ

جو ہوگا انقلاب آخر تو دنیا کیا سے کیا ہوگی
جو حاصل ہے تمہیں چشم بصیرت دیکھتے جاؤ

وہ کیا تھی بارش تقریر تلواروں کے نرغہ میں
ابھی دیکھے ہو کیا اب انکی جرأت دیکھتے جاؤ

یقیں ہے ہونگے عالم میں نتائج آشکار اسکے
تمہارا ظلم دیکھو حق کی قدرت دیکھتے جاؤ

گزر کر عالم ناسوت سے ملکوت کو پہونچے
کہ ان زندانیوں کی کیا ہے رفعت دیکھتے جاؤ

ہوئے احرار قانع مال و زر کو مار کر ٹھوکر
جگر انکا بھی دیکھو ان کی ہمت دیکھتے جاؤ

بہت کچھ لکھ چکا ہے درد دل باقی بہت کچھ ہے
گہر افشانی **معصوم** ملت دیکھتے جاؤ

حق کی طاقت ہے عیاں احرار کی تقریر سے
کیا ڈریں تیر و تفنگ و نیزہ و شمشیر سے

عظمت باری کا نقشہ کھنچ گیا دربار میں
شرک کو باندھا انہوں نے صدق کی زنجیر سے

جب سزا دینے کی ٹھہری جرم کا کیا پوچھنا
واسطہ کچھ بھی نہیں تعزیر کو تقصیر سے

وہ حکومت پر ہیں نازاں یہ ہیں اپنی قوم پہ
وہ مسلط تیغ سے یہ صدق عالمگیر سے

حب دنیا کی نہیں وقعت دل احرار میں
بے نیازی کی نمایاں شان ہے تصویر سے

ہے سر تسلیم خم حق کی رضا پر ورنہ ہم
پیر گردوں کو ہلا دیں نالۂ شبگیر سے

بیڑیاں پابوسی احرار کو آگے بڑھیں
کلمۂ ہو حق کی نکلیگی صدا زنجیر سے

تھا اثر روحانیت کا وہ جو پہونچے جیل میں
قیدیوں کے ہل گئے دل نعرۂ تکبیر سے

ہے سبق آموز شیدایان ملت کے لئے
ہے ضیائے حق عیاں **معصوم** کی تحریر سے

گم نالہ ہوا چرخ پہ آہوں کا اثر بھی
کچھ ہم سے پھری اب تو مشیت کی نظر بھی

منزل ہے بڑی اور ہے دشوار سفر بھی
بستر سے اٹھو باندھ لو اب اپنی کمر بھی

[illegible] اغیار ہیں نالاں تو ہیں لیکن
اعمال پہ اپنے کبھی پڑتی ہے نظر بھی

مجروح خلافت جو ہوئی تیغ ستم سے
پیہم ہیں رواں اہل حقیقت سوئے زنداں
احرار پہ کیا ظلم و تشدد کا اثر ہو
ایمان کی طاقت ہے جہاں اور صداقت
اب نالۂ شبگیر سے گردوں کو ہلا دے
سوز دل احرار سے دامن کو بچانا
ہو جائے نمایاں اثر طاقت روحی

نیت میں فتور اور طبیعت میں ہے شر بھی
ہوتی ہے کچھ ان قافلے والوں کی خبر بھی
رکھتے ہیں وہ فولاد کا دل اور جگر بھی
بیکار ہوئے جاتے ہیں واں تیغ و تبر بھی
اے دل تری امداد پہ ہے دیدۂ تر بھی
شعلہ جو بلندی پہ ہو جھڑتے ہیں شرر بھی
شب وقف مناجات ہو اور وقت سحر بھی

ہے محو پریشانی اجزائے خلافت
معصوم کا دل اور سر شوریدہ اثر بھی

خمخانۂ قرآن وہ کیا اور یہ کیا ہے
ہے تزکیہ روح بھی اور پیروی نفس
کیوں علم کی زنبیل میں ہے شکل جہالت
تسبیح و مصلا بھی ہے اور مکر کا اک دام
راحت میں ہے مسرور مصیبت میں ہے نالاں
اصلاح کا دعوی بھی ہے اور جوش غضب بھی
ہے عجز کا اظہار مگر نخوت فرعون
انداز اشارت سے بپا ہوتا ہے فتنہ
ہے جود و کرم مد نظر ناموری بھی
ہے رشک سجدوں کا یہ کاری کی رغبت
کھوئے گئے دارین سے دولت کی ہوس میں
مقصود ضمیر اور ہے انداز بیاں اور

بدمستی و عرفان وہ کیا اور یہ کیا ہے
اے مظہر حیواں وہ کیا اور یہ کیا ہے
دانائی میں نادان وہ کیا اور یہ کیا ہے
اے سیرت شیطان وہ کیا اور یہ کیا ہے
اے پیکر انسان وہ کیا اور یہ کیا ہے
تقریر میں ہذیان وہ کیا اور یہ کیا ہے
اے بے سر و سامان وہ کیا اور یہ کیا ہے
خاموشی میں طوفان وہ کیا اور یہ کیا ہے
وہ نفع یہ نقصان وہ کیا اور یہ کیا ہے
حسرت میں یہ ارمان وہ کیا اور یہ کیا ہے
آفت میں پڑی جان وہ کیا اور یہ کیا ہے
خوش فہمی پہ ایمان وہ کیا اور یہ کیا ہے

ہر روز سیہ کاری ہے شب کو ہے تو یہ
اے زود پشیماں وہ کیا اور یہ کیا ہے

برہم ہو اگر وعدہ خلافی کا ہو شکوہ
بد عہدی ہیں یہ شان وہ کیا اور یہ کیا ہے

غمازی و غمخواری و بدخواہی والفت
اے دشمن ایمان وہ کیا اور یہ کیا ہے

ہے شکر کا اظہار بھی اور شکوۂ تقدیر
خرسند و پریشان وہ کیا اور یہ کیا ہے

کہتے ہیں کہ مغموم ہے ہستی میں فراغت
آزادی و زندان وہ کیا اور یہ کیا ہے

نظم در شکریہ گورنمنٹ برائے رہائی اسیران کانپور

آج آثار تشفی کے کچھ آتے ہیں نظر
دل کا ناسور بھرا اور تھمے دیدۂ تر

ٹھیس دلکو جو لگی تھی وہ نہیں اب باقی
غم سے اٹھ اٹھ کے ستاتا نہیں اب درد جگر

سینہ کوبی سے تھکے ہاتھ تو آرام ملا
اشک تھے دیدۂ تر میں کہ صدف میں گوہر

تھی یہ تسکین کی صورت جو ہوا نالہ بلند
جوش دل سرد ہوا آہ سے نکلے جو شرر

سانس رک رک کے چلا کرتی تھی سینہ میں کبھی
اب ٹھہرتی نہیں انجن کی طرح وہ دم بھر

پھر تر و تازہ خزاں دیدہ ہوا گلشن قوم
نخل امید میں پھر آنے لگے برگ و ثمر

پچھلی بازار کی مسجد کا جو کچھ حشر ہوا
کونسا دل تھا جو اس غم سے نہ تھا زیر و زبر

ہے کوئی شہر جو اس سے متاثر نہ ہوا؟
آفریقہ و عرب یورپ و ایران و مصر

جن سے صادر ہوئی مسجد کی حفاظت کی خطا
اہل پولس نے کیا فیر بحکم ٹیلر

مرنے والے تھے جو اسلام پہ مجرم ٹھہرے
مخلصی کی کوئی صورت نہ تھی پیش نظر

جاں نثاران نبی ہو گئے زنداں میں اسیر
ہو گیا آہ مسلمانوں میں برپا محشر

غیرت دیں سے ہوئی قوم میں ہلچل پیدا
کھٹکھٹانے لگے جا جا کے عدالت کا گھر

تڑپ کے بیٹھے تو وہ نقش کف پا کی مانند
سر کی پروا تھی انہیں اور نہ جان کا تھا خطر

غم نہ فرزند و عزیزوں کا ستایا ان کو / تھی انھیں شام و سحر دین کی حرمت پہ نظر
شور ایسا دل مسلم سے اٹھا تا بفلک / انکی فریاد کا یورپ میں ہوا جا کے گذر
چارہ جوئی کے لئے ہمت مردانہ سے / چلدئیے ہند سے سید حسن و میر ظفر
درد دل سے ہوئے بیتاب تو فوراً پہنچے / ہو گیا مد نظر انکو جو لندن کا سفر
قصر شاہی میں ہوا جس سے تزلزل پیدا / تھی یہ مظلوموں کی فریاد کہ بجلی کا اثر
ہوئی باطل کو ہزیمت جو اٹھا مظہر حق / نور کے آتے ہی ظلمت نے اٹھایا بستر
دب گیا کذب ہوا نور صداقت پیدا / فضل حق نور صداقت ہے صداقت میں اثر
سارے عالم میں ہمیشہ ہے تسلط اس کا / کہ ہے ایوان حکومت پہ صداقت کا اثر
بے اثر بھی کہیں خون شہدا ہوتا ہے / پہونچی ارباب حکومت کی حقیقت پہ نظر
درد دل سے جو ہوا نائب برٹش مجبور / خانہ بربادوں کی حالت پہ ہوا وہ مضطر
رحم فرما کے حراست سے نکالا سبکو / نہ رہا دامن انصاف پہ دھبے کا اثر
بیگناہوں کی رہائی ہوئی صد شکر خدا / ایک مدت جو ہوئی نوحہ و ماتم میں بسر
نظر انداز ہوئی ایک شکایت لیکن / صحن مسجد سے تہ صحن بنا راہگذر
یہ بھی شکوہ ہے کہ اب حرم میں حقگوئی کے / ہوتے ہیں ضبط ضمانت میں پریس اور دفتر
عرض ہے انکی بھی اب داد رسی ہو جائے / تا فراموش ہو اب دل سے وہ خونیں منظر
کہیں قانون میں برٹش کے کوئی ظلم نہیں / کہ وہ مذہب کی حفاظت کا ہے حامی بہتر
خون رولاتی ہے یہ حکام کی بے پروائی / غلطی کرتے ہیں ماتحت سے جو افسر
ورنہ برٹش کے ہم احسان فراموش نہیں / کہ وہ ہے رحم مجسم وہ رعایا پرور
ہارڈنگ لارڈ جو ہیں نائب برٹش ذیجاہ / انکی کوشش کا یہ ثمرہ ہے جو آتا ہے نظر
شکر لازم ہے حکومت کا مسلمانوں پر / شکریہ نائب برٹش کا ہے اس سے بڑھکر
درد باقی ہے ابھی تو ادھی باقی ہے / رک گئے اشک تازہ ہیں ابھی زخم جگر

لیک دلجوئی کے تدبیر کے ممنوں ہیں ہم
نظر لطف جو ہوتی ہے تو ہوتے ہیں فدا
صدقے اس سیدامی لقب و سرور پر
سرکشی سے جو رکھا باز یہ ارشاد ہوا
اور سبق ہم کو سکھایا ہے وفاداری کا
رہن منت بھی ہوئے وقف عنایت بھی ہوئے
غم شہدا نہ گیا روح کا صدمہ نہ گیا
بیوگاں اور یتیموں کا بھی ماتم نہ گیا

اشک شوئی جو ہوئی اسکو بھلائیں کیونکر
ہم مسلمان ہیں وفاداری ہے اپنا جوہر
جو ہوا دیں ہیں دنیا میں ہمارا رہبر
کہ حکومت کی اطاعت میں خمیدہ ہو یہ سر
تاکہ اظہار اطاعت ہو بغاوت سے حذر
شکر یہ سے بھی سبکدوش ہوئے ہم یکسر
داغ دل رہ گئے گو خشک ہوئے دیدۂ تر
رحم ہو رحم ترا بار یتعالیٰ ان پر

ہے یہ امید کہ ہو جائیگا سب فضل خدا
صبر کر اے دل مغموم تو فریاد نہ کر

رباعیات وقطعات

تن تن کے اگر چلا تو کیا شاد ہوا
فوارے کو دیکھ کر ذرا عبرت لے
کبر و نخوت کا اک سبق یاد ہوا
اچھلا تو گرا، گرا تو برباد ہوا

ولہ

ناحق طمع خام میں جان جاتی ہے
مکڑی سے تو لے جاکے قناعت کا سبق
آگاہ کئے عمر رواں جاتی ہے
گھر چھوڑ کے اپنا وہ کہاں جاتی ہے

ولہ

کیوں در پئے آزار و جفا ہوتا ہے
کیوں عمر گرانمایہ کو یوں کھوتا ہے

اے دیو سرشت کبر و کینہ کب تک — کیا پائیگا پھل جو تخم تو بوتا ہے

ولہ

ہے رنج فزا جتنی مسرت ہوگی — راحت کی طلب ایک مصیبت ہوگی
دولت بھی ہے عزت بھی ہے ثروت بھی ہے — مغموم کو کیا اس سے محبت ہوگی

ولہ

سودائے تپ عشق گرانبار نہیں — طالب کو کوئی امر بھی دشوار نہیں
ہے شیوۂ تسلیم و رضا مشعل راہ — منزل آسان ہوئی جو پندار نہیں

ولہ

بدگوئی میں طبع کی رسائی کب تک — کر بند زباں ہرزہ سرائی کب تک
کیوں طرز خوشامد میں ہوا ہے رسوا — آوارہ نہ ہو یہ بے حیائی کب تک

ولہ

کب اسکے مصائب میں کمی ہوتی ہے — حاسد کو نصیب کب خوشی ہوتی ہے
ہوتی ہے نمود ایک مدت کے بعد — جو آگ کہ سینہ میں دبی ہوتی ہے

ولہ

دل خواہش دنیا میں پریشان نہ کر — راحت کی طلب جہان میں نادان نہ کر
گر درد کی لذت سے تو محروم نہیں — عیش و طرب دہر کا ارمان نہ کر

ولہ

افلاس و مصیبت پہ نہ کر رنج و تعب
راحت کی تمنا ہیں قناعت النسب
تسلیم و رضا کی خو جو ڈالے انساں
جز اسکی طلب کے نہ کرے کچھ بھی طلب

ولہ

دولت بھی ہے اور رجب فراوانی بھی
آسودگی ہے اور پریشانی بھی
تسبیح پہ ہے ہاتھ تو دل وقف فریب
سجدہ میں گھسی جاتی ہے پیشانی بھی

ولہ

غم بوالہوسوں کو ہے فراغت کیا ہے
گر شکر کی خو ہو تو شکایت کیا ہے
دولت ایماں ہے تندرستی نعمت
دنیا کے زر و مال کی حسرت کیا ہے

ولہ

دینداری میں بھی ہے طور بے دینی کا
گفتار میں اظہار ہے غمگینی کا
دعوی بھی درست دور بینی کا ہو
آئینہ شکستہ ہو جو خود بینی کا

ولہ

غفلت کے علامات ہیں ہشیاری میں
سب خواب کے آثار ہیں بیداری میں
افسوس کہ افسوس نہیں ہے اسکا
کٹتی ہے جو عمر رنج اور خواری میں

ولہ

مصروف تواضع ہیں پڑا جس سے کام ۔۔۔ ہر روز خوشامد بھی رہی صبح و شام
مطلب نہیں جس سے اسکی حرمت کیسی ۔۔۔ سردار ہیں بیغرض، غرض کے ہیں غلام

ولہ

ہر کوچہ نگاہ میں ہے اور ہر بازار ۔۔۔ مقصد ہے کہ ملجائے کوئی تازہ شکار
انعام بھی کچھ ملے کمیشن بھی کچھ ۔۔۔ تسبیح کے دانوں پہ ہے آمد کا شمار

ولہ

جھگڑے ہیں فریقین کے مختار بنے ۔۔۔ زر مفت ہیں کھا جانے کو سرکار بنے
ہمدرد بنے خود غرضی بھی شامل ۔۔۔ افزائش غم ہوئی جو غمخوار بنے

ولہ

نوکر تو ہوئے مگر تجارت بھی ہے ۔۔۔ کہنے کو ملازمت حکومت بھی ہے
تنخواہ سے افزود ہے آمد کی سبیل ۔۔۔ رشوت بھی کمیشن بھی ہے سرقت بھی ہے

ولہ

روز روشن ہے ظلمت شب ہی نہیں ۔۔۔ تابندہ مگر بخت کا کوکب ہی نہیں،
رہرو کو نہیں ہے رہ مقصود کا علم، ۔۔۔ مطلب ہے مگر حاصل مطلب ہی نہیں،

ولہ

ہے عشق جنوں خیز تو جولاں ہو جا ۔۔۔ ہے جوش یم طبع تو طوفاں ہو جا

نالوں کی گرج ہو اشکباری کے ساتھ
آغوش میں رحمت کے نمایاں ہو جا

ولہ

یا رائے مصیبت جو نہ ہو چاہ نہ کر
جلنے کی تمنا ہے اگر آہ نہ کر
کر عمر بسر شمع کی مانند اپنی
درد دل سے زباں کو آگاہ نہ کر

ولہ

ہے شوق اسیری تو گرفتار بھی ہو
مجرم ہے تو رحمت کا سزاوار بھی ہو
عشق شہ مرسل میں فنا کر خود کو
بخشش کے لئے کوئی مددگار بھی ہو

ولہ

مفقود زمانے میں وفاداری ہے
گر بوئے وفا ہے تو ریاکاری ہے
جز ذات خدا کسی پہ تکیہ نہ کرو
بندوں پہ عام رحمت باری ہے

ولہ

جو زیست کو کہتے ہیں کہ یہ ہے جنجال
آجائے اگر موت تو ہو دفع وبال
کیا جانیں کہ آگے کیا کڑی منزل ہے
نادانوں کو عقبیٰ کا نہیں خوف و خیال

ولہ

دولت کھوئی غرور و نادانی میں
اللہ کی یاد ہے پریشانی میں
اے مشت غبار یہ تلون تیرا
کیا پائیگا خاک عالم فانی میں

ولہ

جینے کو سمجھتے ہیں جو ہمشکل بلا
مرنے کا نہیں خوف ہے انکو اصلا
اعمال کیجانب نہیں جاتی ہے نگاہ
جنت کو چلے جاتے ہیں مر کر گویا

ولہ

احسان عزیزوں کا نہ بیگانوں کا
یارب ہوں میں شیدا ترے احسانوں کا
منت سے ہیں غیروں کے سبکدوش ہوں
یارب تو نگہباں مرے ارمانوں کا

ولہ

نالوں سے نہ ہو حشر جو برپا بہتر
اشکوں کا رواں نہو جو دریا بہتر
دنیا سے اٹھی جو رسم غمخواری کی
بیتابئ دل کا راز اخفا بہتر

ولہ

سرمایۂ زندگی جو ہے فانی ہے
تھوڑی سی خوشی غم کی فراوانی ہے
دنیا کی محبت میں نہ کھو عمر عزیز
آخر کو ندامت و پشیمانی ہے

ولہ

ہر حال میں ہوں خوگر تسلیم اور رضا
اعدا ابدی پہ ہوں تو بگڑتا ہے کیا مرا
کس کو مشیت احدی کا ہوا ہے علم
ہوگا وہی جو کاتب تقدیر نے لکھا

ولہ

جب دل پہ حقیقت کا نمایاں ہو اثر — کب نقش جہاں ہو طرب اندوز بصر
دنیا کی مسرت سے رہیگا وہ نفور — ہو جسکی نظر مآل اندیشی پر

ولہ

کب تک یہ خواب ناز بیدار بھی ہو — آ پہونچا وقت کوچ تیار بھی ہو
تاخیر نہیں ہے رحمت باری میں — شرمندگی جرم کا اظہار بھی ہو

ولہ

کر یاد اجل کہ جان نہ ہو تجھ پر تنگ — اڑ جائیگا عیش اور طرب کا سب رنگ
ناداں ہیں فنا پذیر اجزائے جہاں — باقی نہ رہیگی یہ جوانی کی امنگ

ولہ

برباد نہ کر زیست کو اے محو خواب — بیدار ہو بیدار ہو غفلت سے شتاب
وقت پیری نفس شماری کرلے — لے نفس سے اپنے خیر و شر کا بھی حساب

ولہ

کب لب پہ فغان و نالہ و زاری ہے — یاس و حرماں کی کب گرانباری ہے
ہے خوبیٔ بخت سے مصیبت پامال — جو کچھ ہے یہاں عنایت باری ہے

ولہ

کہیں درد کی صدا ہے رباب و چنگ میں — سیماب میں طپش ہے شرارے ہیں سنگ میں

پروانہ میں ہے سوز تو لالہ کے دل پہ داغ
ڈوبے ہوئے ہیں سب تری الفت کے رنگ میں

ولہ

غیروں کی مدد کا نہ ہو محتاج بشر
مشکل میں مصیبت میں خدا پر ہو نظر
مایوس نہ ہو فضل الٰہی سے کوئی
دل میں جو خلوص ہو دعا میں ہو اثر

ولہ

ساماں یہ ہوا سفر کی تیاری کا
سر پہ ہے لدا بوجھ گنہگاری کا
دل ضعف سے مجبور ہے اور منزل دور
کیونکر متحمل ہو گرانباری کا

ولہ

مسرور کوئی ہے تو کوئی روتا ہے
پاتا ہے کوئی نفع کوئی کھوتا ہے
مغموم ہے بے ثبات سود اور ضرر
خوش اس سے ملول اس سے کیوں ہوتا ہے

ولہ

ہاتھ آئے اگر خوشی تو کھونا بہتر
گزرے جو ہنسی میں وقت رونا بہتر
ہر شب خلوت میں خواب راحت کے عوض
تر اشک ندامت سے بچھونا بہتر

ولہ

مطلب کے لئے اشک سے منہ دھوتے ہیں
کھوئے گئے ہم اور یہ سب روتے ہیں
ساتھی کوئی وقت مرگ کیا ہو مغموم
ہم بیخود و بیہوش رواں ہوتے ہیں

ولہ

روتے ہیں جو قسمت کو وہ پھر ہنستے ہیں ۔ گھر جنکے اجڑتے ہیں وہ پھر بستے ہیں
اپنی شب غم کی صبح امید کہاں ۔ مسدود نشاط و عیش کے رستے ہیں

ولہ

مستی میں طبع کی روانی نہ گئی، ۔ پیری میں بھی شورش جوانی نہ گئی
بھولے سے اجل نہ یاد آئی افسوس ۔ دل سے ہوس جہان فانی نہ گئی

ولہ

گمراہ نہ بن طبع پہ نازاں ہوکر ۔ دانائی کو کر حصول ناداں ہوکر
ہرگز نہ ہو علم و فضل پر اپنے گھمنڈ ۔ رہ جائیگا کورمغز انساں ہوکر

ولہ

الفت سے بنا خمیر خاک انساں ۔ الفت سے ہے قلب میں ضیائے ایماں
چھت ہو تو ستوں کا ہے سہارا لازم ۔ روغن ہو اگر تو شمع ہو گی تاباں

ولہ

مصروف نہ رہ کار جہاں میں دن رات ۔ اشغال ضروری میں بسر کر اوقات
رکھ دین کو دنیا پہ مقدم مغموم ۔ یاں کام بہت ہیں اور تھوڑی ہی حیات

ولہ

ہر سر میں ہو سودائے محبت کا نشاں
ہر قلب ضیائے عشق سے ہو تاباں
ہوگا نہ مکین تو خانہ ویرانی ہے
شیطاں کا تسلط ہو جو خالی ہے مکاں

ولہ

سیر چمن دہر کا سودا کیا ہے
سب دیکھ چکے اور تماشا کیا ہے
پیری نے شکست دی توانائی کو
مر مر کے بھی جینے کی تمنا کیا ہے

ولہ

ہے پیش نظر قافلہ باقی ہے نفس
آتی ہے ابھی کان میں آواز جرس
ہیں تاک میں تیرے راہزن اے غافل
سر پہ ہے اجل اور تو گرفتار ہوس

ولہ

آئے نہ سیاہ کاریوں سے ہم باز
دولت پہ گھمنڈ تھا طبیعت پر ناز
کیا چارہ جب اقبال نے منھ پھیر لیا
آفت میں جو گھر گئے تو یاد آئی نماز

ولہ

کھویا جو زر و مال تو یہ کم کیا ہے
ایماں جو سلامت ہے تو پھر غم کیا ہے
جسکی تھی امانت وہ اسی نے لے لی
اپنی کوئی شئے نہیں تو ماتم کیا ہے

ولہ

دل خون ہوا خون کا پینا مشکل
چاک جگر و سینہ کو سینا مشکل

جاتی شب ہجر اور نہ آتی ہے اجل | مرنا مشکل ہے اور جینا مشکل

ولہ

امید کا وقت جب نکل جاتا ہے | دل حسرت و یاس سے بہل جاتا ہے
فاقہ میں کسیکو آئے کیا صبر و قرار | غم کھانے سے جی اپنا سنبھل جاتا ہے

ولہ

انسان کو کوشش کا صلا ملتا ہے | طالب ہو کوئی تو مدعا ملتا ہے
وہ چیز ہے کیا جسکا ہو پانا مشکل | کہتے ہیں کہ ڈہونڈ ہے سے خدا ملتا ہے

ولہ

طوفاں اٹھا جاتا ہے چشم نم کا | ہے دلکی طپش کہ کیا بھروسہ دم کا
آسانیٔ منزل عدم اے مغموم | ہلکا ہونا ہے دل سے بار غم کا

ولہ

ہر پیشہ میں اک خطرۂ پامالی ہے | زر مفت میں ہاتھ آئے وہ دلالی ہے
کچھ خفیہ ہو کچھ علانیہ مٹھی گرم | اس فن میں یہہ ڈہنگ ہو تو خوشحالی ہے

ولہ

دولت سے رذیل اور بگڑ جاتے ہیں | بھر جائے جو کیسہ تو اکڑ جاتے ہیں
بڑہتا ہے غرور عمر جب بڑہتی ہے | پھل پختہ جو ہو جائیں تو سڑ جاتے ہیں

ولہ

گر خاک ہی میں خاک بسر ہونا ہے
اس عمر عزیز کو عبث کھونا ہے
شکم مادر سے ہائے وقت تولید
ہر طفل کا دنیا میں یہی رونا ہے

ولہ

اولاد پہ کیوں اپنی ہے بیحد نازاں
غفلت میں نہ کر عمر بسر اے ناداں
لے حسن عمل ساتھ کہ تا کام آئے
ہوگا نہ پس مرگ کوئی فاتحہ خواں

ولہ

چھپتا نہیں علم کا خزانہ کچھ بھی
دیکھا نہیں حاصل زمانا کچھ بھی
ابتک نہ ہوئی عیاں حقیقت اپنی
جانا یہی ہم نے کہ نہ جانا کچھ بھی

ولہ

بیرنگ بہار رونق افزا ہوں میں
یا نالۂ عندلیب شیدا ہوں میں
کیا راز عیاں ہو چمن ہستی کا
ابتک نہیں معلوم مجھے کیا ہوں میں

ولہ

جب تک نہ ملے سخن سرائی کا ڈھنگ
موزونی طبع پر چڑھے کیونکر رنگ
اس راہ میں مدت سے ہوں سرگرم رواں
لیکن ہے سخنوری ابھی کئی فرسنگ

ولہ

وہ بات کہے جو کچھ اثر بھی لائے | کیا لطف جو تیغ اور تبر بھی لائے
منھ کھولنا مشکل ہے سخن فہموں میں | یہ حوصلہ اور یہ جگر بھی لائے

ولہ

دل چوٹ اگر کھائے اثر بھی لائے | شیرینیٔ قند اور شکر بھی لائے
ہر شعر میں ہو شاہد معنی کا ظہور | اچھا وہ شجر ہے جو ثمر بھی لائے

ولہ

دریا ہے طبیعت تو ہنر بھی لائے | غواص بنے تو کچھ گہر بھی لائے
کچھ لطف بھی ہو بلند پروازی میں | شعلہ جو بلند ہو شرر بھی لائے

ولہ

سودائے سخن ہو تو ہنر بھی لائے | طوفاں کرنے کو چشم تر بھی لائے
کچھ درد بھی چاہئے دم فکر سخن، | کچھ سوز ہو دل میں تو اثر بھی لائے

ولہ

یہ فخر ہوا علم سے ہم کو حاصل | ہر شخص کو کہنے لگے ناداں جاہل
نخوت سے سمجھنے لگے ہر اک کو حقیر | اس علم پہ کس طرح ہو انساں کامل!

ولہ

کیا کیا ہے سخنوری میں شہرت میری | ارباب سخن کرتے ہیں عزت میری

مغموم یہ سب فضل خدا ہے ورنہ	معلوم ہے سب مجھ کو حقیقت میری

سوال از نفس امارہ

ہو شوق لقائے رب تو وہ کیوں ترسے	آفاق میں ہم پوچھتے ہیں ہر ہر سے
ہے رحمت حق عام تو پھر کیا ہے مزور	بارش کہیں افزوں تو کہیں کم برسے

جواب از ضمیر

دیدار خدا کہاں ہو چشم سر سے	دیکھ اسکو تو دیدۂ دل مضطر سے
ہے رحمت حق عام ندامت ہے شرط	ہو تخم عمل کی کاشت، بارش برسے

بے ثباتیٔ دنیا

دنیا میں کیا کوئی متنفس ہے شادماں	آفت ہے سوز دل غم پنہاں ہے جانستاں
عشرت ہے چار روز تو حسرت ہے جاوداں	وہ کیا بہار جس میں ہو اندیشۂ خزاں
دیکھیں وہ غور سے نہیں جز رنج و فکر جاں	عمر دراز چاہنے والے جو ہیں جواں
نشو و نما یہاں ہے اجل تیشہ زن وہاں	کٹتے ہوئے درخت پہ کیونکر ہو آشیاں
دامن بہار گلشن ہستی کا ہے وسیع	منظر ہے پُر فریب مگر خار و خس نہاں
کھلتے ہیں شان و شوکت دنیا پہ سب فریب	زخم دروں کو دیکھنے والے ہیں اب کہاں
فکر معاش و سیل حوادث، غم نجات	کن کن مصیبتوں میں ہے اک جان ناتواں
دلچسپ کیا عدم کی الٰہی ہے سیر گاہ	ہر روز اک نہ اک ہے وہاں قافلہ رواں
آزار خلق، جور فلک، اضطراب دل	ہر ہر قدم پہ ہیں وہ مصائب کہ الاماں
ہے زندگی وہی جو پس مرگ ہو حصول	سمجھے وہ اسکو جو ہے حقیقت کا رازداں

کیا ذکر فاتحہ نہ صدائے طیور ہے
ہے ایک بیکسی مری تربت پہ نوحہ خواں

خوشنودیٔ خدا میں بسر ہو جو زندگی،
مرنے پہ مرحبا سے کھلے خلق کی زباں

چشم بصر جو وا ہے تو حاصل ہے مدعا
عشق نبی ہے بام حقیقت کا نردباں

یارب اگرچہ غرق معاصی ہوں سربسر
میرے گناہ کم تری رحمت ہے بیکراں

غافل ہو محوِ ذکر خدا فکر آخرت
مغموم کر نہ عمر دوروزہ کو رائگاں

نگاہِ غور سے دنیا کا منظر دیکھتے جاؤ
جہاں جاؤ اجل کو اپنے سر پر دیکھتے جاؤ

فنا کا نقش ہے اے رہنے والو عیش منزل کے
نشان قبر جم، گور سکندر دیکھتے جاؤ

نہ اتراؤ کہ آخر خار ہے ہر گل کے پہلو میں
خوشی کے ساتھ ماتم کا بھی منظر دیکھتے جاؤ

سرائے دہر میں کیوں آئے اور کیا کرتے بیٹھے ہیں
عزیزو چشم عبرت سے برابر دیکھتے جاؤ

ہزاروں خانماں آباد لاکھوں ہوگئے برباد
جہاں کا شعبدہ گردوں کا چکر دیکھتے جاؤ

کہاں ہے کاخ کسریٰ اور کہاں ہے بزم فریدوں
شہنشاہوں کے سب اجڑے ہوئے گھر دیکھتے جاؤ

بہت سرگرم ہو لے رہ نوردانِ عدم آباد
ذرا اعمال نامہ کا بھی دفتر دیکھتے جاؤ

اطاعت کچھ نہیں لیکن کشادہ خوانِ نعمت ہے
ہمارے جرم دیکھو لطف داور دیکھتے جاؤ

جو تھے فرمانروا کس بیکسی میں مبتلا ہیں آج
کبھی اک روز گورستاں میں چلکر دیکھتے جاؤ

تزک پہ مرنے والو غمزدوں کا حال بھی دیکھو
یہ جاں فرسا تماشا گاہ محشر دیکھتے جاؤ

سر گور غریباں خاک کا اک ڈھیر رہنے دو
یہ درماندوں کا مسکن ہے ستمگر دیکھتے جاؤ

نہ پہونچوگے کبھی منزل پہ یاں رہزن کا کھٹکا ہے
سہولت سے رہ شرع پیمبر دیکھتے جاؤ

یہ طبع رواں کا بے بہا گنج معانی ہے
گہر افشانیٔ مغموم گستر دیکھتے جاؤ

کیا لائے تھے کیا لیکے گئے ہم باغ جہاں سے
آئے تھے برہنہ تو کفن لے گئے یاں سے

افضال الٰہی کا نتیجہ اسے سمجھو — دولت جو ہوئی جمع تو آئی یہ کہاں سے
اس دورِ جوانی کو بھی پیری کا خطر ہے — برباد بھی ہوتا ہے چمن بادِ خزاں سے
اب آبِ ندامت سے سیہ کاری کو دھو وے — اور دفترِ عصیاں کو جلا سوزِ نہاں سے

مغموم ہو آزاد علائق سے جہاں کے
ہر امر میں وابستہ ہو دل رب جہاں سے

فغانِ بیوہ

اے خالق ارض و السمٰوات — اے عالم سر و الخفیات
اے صاحب الطف و عنایات — اے دافع حزن و البلیات
اے قادر و ذوالجلال و قیوم — اے دادرس و پناہِ مظلوم
اے شانِ کرم دکھانے والے — بگڑی حالت بنانے والے
آہ بیکس کو سننے والے — ناشاد کو شاد کرنے والے
اے دل کی لگی بجھانے والے — اجڑے گھر کو بسانے والے
ہے کون جو دے ترے سوا داد — جز تیرے سناؤں کسکو فریاد
آفت ہے یہ سوزشِ نہانی — ہے طول بہت مری کہانی
شرح غم بھی ہے یاوہ گوئی — مخفی نہیں تجھ سے راز کوئی
روشن ہے تجھپہ میری حالت — کیا کیا مجھ پہ پڑی مصیبت
دلگیر ہوں دلنواز تو ہے — بیچارہ ہوں چارہ ساز تو ہے
یہ دل یہ جگر ہے پارہ پارہ — ہر حال میں ہے ترا سہارا
ہیں موت کے اشتیاق میں ہوں — آتشکدۂ فراق میں ہوں
باقی نہیں لطفِ زندگانی — برباد ہوئی مری جوانی

یہ عہد شباب اور یہ ارمان
افسوس نہیں ہے کوئی پرساں

کس ارماں سے بنی تھی دلہن
اجڑا ابھی ہات میرا گلشن

قسمت کا لکھا جو پیش آیا
چھٹے ماہ میں آ گیا رنڈاپا

اترا افسوس تاج سر سے
دلبر جو جدا ہوا ہے بر سے

ابتک پیش نظر ہے، رنگیں
ملبوس عروس عطر آگیں

گویا غم کی ہوئی نشانی
جوڑا جو ملا تھا زعفرانی

کس کو دکھلاؤں زیب و زینت
یہ حسن و جمال اور یہ صورت

شامت آئی تو بخت لوٹا
مرتے جیتے کا ساتھ چھوٹا

حنظل کا مزہ نبات میں ہے
پیغام اجل حیات میں ہے

آتش مرے دل کی راہ میں ہے
چنگاری میری آہ میں ہے

فرش راحت پہ تھی جو مفتوں
اب بستر مرگ دیکھتی ہوں

چلتا ہے جو دل پہ غم کا نشتر
رہتی ہوں جگر کو تھام لیکر

اے بیکس و غمزدوں کے والی
درگاہ تری ہے لاابالی

آفت زدہ ہوں بحال مضطر
کچھ رحم کی ہو نگاہ مجھ پر

پھر شان کرم تری دکھادے
اجڑا ہوا گھر مرا بسا دے

سمجھی تھی بزرگ میں نے جن کو
کچھ میری خبر نہیں ہے انکو

شادی کا جو ذکر لب پہ آئے
مرنے کی کریں دعا خدا سے

خاموش ہوں میں مثال تصویر
اور پاؤں میں رسم کی ہے زنجیر

احباب کو پائی میں نے رہزن
ماں باپ ہوئے ہیں میرے دشمن

مسرور ہیں ظلم ناروا سے
میں خون جگر پیوں بلا سے

کس جوش پہ ہے یہ اشکباری
کس درجہ ہے میری بیقراری

احسن ہے یہ میری نوحہ خوانی
ہے جرم مگر نکاح ثانی

گویا ہے وہ راہ و رسم مردود
اللہ و رسول جس سے خوشنود

فرخندہ یہ رہگذر ہے جاوید
ازواج صحابہ کی ہے تقلید

کیا یہ ہیں شریف اور وہ گمراہ
حاشا کلا نعوذ باللہ

ہے رقص و سرود انکو مرغوب
بیوہ کا نکاح لیک معیوب

عزت شوکت تمام گھٹ جائے
کہنے ہیں انکی ناک کٹ جائے

جینے کے یہاں پڑے ہیں لالے
افسوس پڑی ہوں کن کے پالے

رحمت یارب تری دکھادے
پردہ غفلت کا اب اٹھادے

نخوت سے غرور سے چھڑا کر
چشم بینا انھیں عطا کر

کسکو دکھلاؤں درد پنہاں
جلتی ہوں مثال شمع سوزاں

ہے قفل دہن حیا خدایا
نکلے پھر حرف مدعا کیا

کہدے کوئی بات صاف سیدھی
بے شرم جہاں میں کون ایسی

دشنام ایسے کہ دل ہی جلجائے
طعنے ایسے کہ دم نکل جائے

اس سے بہتر کہیں کفن ہو
ملبوس نیا جو زیب تن ہو

بیوہ کی قبول ہے مذلت
لیکن ہے حرام زیب و زینت

نیش گزدم سے ہے یہ بڑھکر
گوٹہ، پلو، کناری، جھالر

دنیا کی جتنی نعمتیں ہیں
اور تیری جو کچھ عنایتیں ہیں

حقدار اسکے ہیں سب سہاگن
بیوہ کی نصیب میں ہے الجھن

بیوہ تب ہی تو کوئی جانے
کپڑے میلے پھٹے پرانے

شادی کا گھر خوشی کی حد ہے
بیوہ کا قدم شگون بد ہے

بچہ کا نہ پکڑے کوئی دامن
گودی میں وہ لے جو ہو سہاگن

الفت کی نظر نہ اسپہ گر جائے — بیوہ کا نہ اسپہ سایہ پڑ جائے
اسپر بھی کسی نے کی جو ہمت — وہ ہوگئی مستحق لعنت
اے بندہ نواز و بندہ پرور — اے نکتہ نواز و داد گستر
راحت کو میری کس نے لوٹا — غم کا مجھ پر پہاڑ ٹوٹا
کیونکر گزرے ہنسی خوشی میں — ہے موت کی شکل زندگی میں
جلوت کا نہیں کوئی قرینہ — خلوت مری قبر کا ہے زینہ
یوں ہی دن زیست کے گزاروں — یا آپ ہی خودکشی میں کرلوں
وہ رنج و عذاب اور یہ باطل — مرنا جینا ہے دونوں مشکل
بگڑی قسمت کو پھر بنا دے — یا نام و نشاں مرا مٹا دے
ثمرہ جو ملا جہاں میں بس ہے — باقی اب ایک ہی ہوس ہے
آفاق سے چل بسے دکھیاری — ہو ختم یہ میری آہ و زاری
توبہ کیا آگیا زباں پر — مایوسی کفر سے ہے بدتر
آنکھوں میں اگر مری نمی ہے — قدرت میں تیری کیا کمی ہے
قادر ہے اور تو توانا — علام غیوب اور دانا
اک پل میں جو چاہے کر دکھائے — بگڑی تقدیر کو بنائے
شیدا نہیں مہر مادری پر — قرباں ہوں تیری داوری پر
شان رحمت ذرا دکھا دے — قدرت کا کرشمہ اب بتا دے
پھر ایک نگاہ لطف فرما — سرسبز ہو گلشن تمنا
اجڑے گھر کو میں پھر بسا لوں — پھر دل کی مراد اپنے پا لوں

معصوم کہو بجن آئیں
بیوہ کی دعا ہیں تم بھی آئیں

مرثیہ بر وفات جناب الحاج خطیب قادر بادشاہ صاحب باد شاہ رئیس وانمباڑی

لب پہ کیا سانحۂ ہوش ربا آتا ہے
دل ہجوم الم و یاس سے گھبراتا ہے
سینہ بیتابی حسرت سے پھٹا جاتا ہے
نالہ بے ساختہ منھ سے جو نکلجاتا ہے

نخل غم آج کہیں نشو و نما پاتا ہے
آہ کیا غم ہے کہ دم بند ہوا جاتا ہے

سوز فرقت سے اگر سینہ طپاں ہوتا ہے
قافلہ اشک کا سرعت سے رواں ہوتا ہے
اشک تھمتے ہیں تو طوفاں فغاں ہوتا ہے
چمن عیش و طرب وقف خزاں ہوتا ہے

نہ رہا ضبط کا یارا نہ شکیبائی کا
طائر غم کو ہے شوق انجمن آرائی کا

ٹھیس لگتی ہے جو پہلو میں تو آفت ہو کر
درد اٹھتا ہے جگر میں تو قیامت ہو کر
آرزو ہے دل بیمار میں حسرت ہو کر
گرمی شوق نے مارا تپ فرقت ہو کر

اے فلک داغ دیا تو نے پھری تیری نگاہ
اے اجل گلشن امید کیا تو نے تباہ

آہ! گلزار محبت کا گل تر نہ رہا
فلک نظم کا وہ مہر منور نہ رہا
حیف اب ملک معانی کا وہ افسر نہ رہا
یم اعزاز و شرافت کا وہ گوہر نہ رہا

خاک اب لطف سخن ہو کہ سخن نالاں ہے
گل ہوئی شمع سخن بزم سخن ویراں ہے

میرا مشفق، میرا ہمراز و انیس غمخوار
آہ! دنیا سے چلا مثل نسیم گلزار
سرد آتا ہے نظر فضل و ہنر کا بازار
ہائے وہ کون تھا جو لوٹ لیا صبر و قرار

صدمۂ ہجر کے آزار سے ہمت نہ رہی

ضعف کہتا ہے کہ فریاد کی طاقت نہ رہی

سر پہ رکھتا تھا جو اخلاص و صداقت کا تاج
بادشہ ہوکے جو رکھتا تھا غریبوں کا مزاج
جسکے دربار میں الفت کا مروت کا رواج
جس نے حاصل کیا ہر ایک سے تحسین کا خراج
تھا جو مداح نبی و آلہ و شیدائے نبی
لیگیا شوق سر روضۂ والائے نبی

درد سے قوم کے دل جسکا ہمیشہ رنجور
دستگیری تھی جسے قوم کی دائم منظور
ہائے کیا پڑ گئی اُس پر نگہ اہل قبور
ہائے باقی نہ رہا قلب میں اب لطف سرور
طبع افسردہ میں ہمت نہ رہی اب مطلق
نہ حلاوت ہے بیاں میں نہ سخن میں رونق

اے خدا اسکی لحد پر تری رحمت ہو نزول
اور ہو شام و سحر قرب ترا اسکو حصول
مغفرت اسکی ہو کر حسن عمل اسکا قبول
بہرہ ور نعمت فردوس سے کر بہر رسولؐ
التجا ہے مری یارب یہی ارماں ہے یہی
تری درگہ میں مرے درد کا درماں ہے یہی

جانشیں ایک جو مرحوم کا ہے عبد رشید
حال پر اسکے الٰہی ہو ترا لطف مزید
نام روشن ہو پدر کا وہ بنے ایسا سعید
اور ملجائے اسے قرب پیمبر کی نوید
ہاں کرشمہ تری قدرت کا دکھادے یارب
دل مغموم کو مسرور بنادے یارب

مرثیہ بر وفات جناب شمس العلماء مولانا مولوی عبد الوہاب صاحب بانی مدرسہ باقیات الصالحات ویلور

آج کیوں بلبل دل نوحہ سرا ہوتا ہے
آج کیوں درد مرا ہوش رُبا ہوتا ہے
در و دیوار سے کیوں شور و بکا ہوتا ہے
حشر سے پہلے یہ کیوں حشر بپا ہوتا ہے

چشم خونبار دلم قصد طپیدن دارد
گوش گئے از تپ غم تاب شنیدن دارد

آہ ! اس درجہ یہ کیوں غم کی فراوانی ہے
سوز فرقت سے ہوا خون جگر پانی ہے
آہ چھائی ہوئی عالم پہ پریشانی ہے
آہ ! پیش آیا وہی جو خط پیشانی ہے

راہ پہلو سے نکالی ہے یہ ناسور نہیں
دل تڑپ کر جو نکلجائے تو کچھ دور نہیں

کس کا ماتم ہے کہ زندان الم میں ہیں اسیر
آہ روپوش ہوئی فضل و ہنر کی تصویر
کس کی رحلت سے پریشاں ہیں صغیر اور کبیر
کیوں نہ پیٹیں کہ برگشتہ ہوئی ہے تقدیر

چارہ از بار الم چیست شکیبائی را
ایں دل زار کجا کوہ غم و یاس کجا

اے فلک درد محبت پہ نظر ہے کہ نہیں،
آہ و فریاد میں بھی کوئی اثر ہے کہ نہیں
دل بیتاب کی کچھ تجھ کو خبر ہے کہ نہیں
کیا کوئی شام مصیبت کی سحر ہے کہ نہیں

بنگر اے چرخ کہ احوال محباں چوں است
چشم پر آب و جگر چاک دل پر خوں است

علم کی شان تھی جس سے وہ رواں ہوتا ہے
طائر روح کا رخ سوئے جناں ہوتا ہے
خاک میں نور مجسم وہ نہاں ہوتا ہے
حق رسیدہ کوئی ایسا بھی کہاں ہوتا ہے

چھپ گیا ابر میں سورج تو اجالا نہ رہا
شمس علما جو گیا صبر کا یارا نہ رہا

واقعہ کوئی حقیقت میں ہے یا عالم خواب
گر یہ سچ ہے تو ہوا ملک دکن آج خراب
گئے ہوئے ہم سے جدا مولوی عبدالوہاب
در سگہ گرتی ہے ماتم کہ چلے آپ شتاب

تیرگی چھا ہی گئی غم کا فزوں جوش ہے آج

در و دیوار بھی ماتم میں سیہ پوش ہے آج

فیض سے جسکے ہوا خطۂ دیلور جناں
جسکی تعلیم سے ہے ملک دکن نور فشاں
معدنِ علم کہاں مخزن عرفاں وہ کہاں
متقی ایسے کہاں صاحب دل اور ذیشاں

نکہتے بود کہ از باغ جہاں شد برباد
یا نسیمے کہ شد از قید تعلق آزاد

زندگی وقف ہوئی جنکی برائے اطفال
ایسے ایثار کی دنیا میں بھی ملتی ہے مثال
نہ طلب جاہ و حشم کی نہ کبھی خواہش مال
مفت تعلیم میں مصروف ہوا جسکا خیال

جبکہ خوشنودی خلاق ہوئی مد نظر
وقت ہمدردی مخلوق میں ہوتا تھا بسر

حاجی و زائر و مفتی تھا وہ علامۂ دیں
سالک راہ حقیقت تھا حقیقت کے قریں
پاک قدسی صفت و راہبر صدق و یقیں
ملک تسلیم و رضا کو جو کیا زیر نگیں

رونق گلشن ہستی تھا جو گل زیب لقا،
آہ! اس پھول کو چن چن کے اجل نے توڑا

شنبہ کا روز تھا بائیس ربیع الثانی
چھوڑا بلبل نے گلستان جہان فانی
خلد میں آپکی حوروں نے جو کی مہمانی
شامل حال تھا لطف و کرم ربانی

طلبش کرد مشیت و بفردوس بخواند
بلبل روح بقید قفس جسم نماند

کیا یہ ممکن ہے کہ ٹھہرے طپش دل کوئی دم
کیا یہ ممکن ہے کہ ہو خاتمۂ رنج و الم
کیا یہ ممکن ہے کہ نعم البدل اسکا ہو بہم
کیا یہ ممکن دل مغموم ہو شاد و خرم

شد دعا از لب اخلاص و سالش دریاب
فضل وہاب ہو بس اور رہو عبد الوہاب
۱۳۴۳ھ

قطعات تاریخ

قطعۂ تاریخ جشن جوبلی حضرت خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید خاں فرمانروائے دولت عثمانیہ

پچیس سال عہد حکومت کے طے کئے
تاریخ جشن حضرت والا میں اے قلم
ہر جا ہے جشن اور مسرت ہے دہوم کی
لکھ. جوبلی ہے حضرت سلطان روم کی

قطعۂ تاریخ تعمیر مکان جناب حاجی عیسیٰ بابسیٹھہ واقع گدٹنگ گلی مدراس

بحمد اللہ ہوا تعمیر یہ ایوان عالیشان
خدا کے فضل سے ہو دیندار و نکی فزوں شوکت
ہوئی تائید غیبی مستعد تو میں لئے اے مغموم
کہی تاریخ اسکی . ہے یہ قصر آسماں رفعت

قطعۂ تاریخ بنائے حجازی ریل در عہد حضرت خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید خاں فرمانروائے دولت عثمانیہ

زباں پہ شکر الٰہی ہے دل ہے وقف سرور
کہ خوشنما ہے عجب منظر حجازی ریل
عیاں ہے اہل بصیرت پہ نور ایماں سے
کہ جلوہ گر ہے رخ انور حجازی ریل
ضیائے دیں در و دیوار سے ہویدا ہے
ہوا ہے نور فشاں اختر حجازی ریل
وہ اپنا بخت رسا ساتھ اپنے لائی ہے
کہ کلمہ گویوں سے پُر ہے بر حجازی ریل
حصول قرب پیمبر کا یہ ذریعہ ہے
مشاہدہ تو کرو جو ہر حجازی ریل
ہیں زائران نبی حاجیاں نیک نہاد
یہی ہے صبح و مسا لشکر حجازی ریل
شہ زمن ہے جو عبد الحمید خاں سلطاں
وہی ہے حامی دیں ہر در حجازی ریل
تو یہ قرب الٰہی کا ایک زینہ ہے
کہ ہے دیار نبی کشور حجازی ریل
کشاں کشاں در احمد پہ آکے پہونچی ہے
ہوئی نسیم غرب مجمر حجازی ریل

جو ختم کرتی ہے اپنا سفر تو بہجت سے — در رسول ہے اور بستر حجازی ریل

رقم یہ خامۂ مغموم سے ہوئی تاریخ
ہے آستان نبی اور سر حجازی ریل

قطعۂ تاریخ انتخاب جناب خانبہادر محمد عبدالقدوس بادشاہ صاحب ممبر لیجسلیٹو کونسل

مل گیا ممبر کونسل کا مبارک اعزاز — کیوں نہو قوم کی نیابت کا یہ زیبا ملبوس
کہا مغموم نے بے ساختہ دیکھا جو عروج — آج کیا خسرو اقبال ہے عبدالقدوس

قطعۂ تاریخ طبع رسالہ النسب مصنفہ جناب مولینا الحاج مولوی سید شاہ فخر الدین صاحب نقوی فخری مدراسی سیلاپوری

کیا خوب رسالہ ہے مزین بہ دلائل — روشن ہو اگر غور سے دیکھے دل اسود
ہے قدر کے قابل گہر افشانی "فخری" — معمور لیاقت ہے مضامین کی آمد
پاکیزہ ہے بے عیب نسب نامہ نبی کا — تابندہ ہے خورشید کی مانند ممجد
جرأت نہیں اعدا کو کریں چون و چرا اب — حجت ہے قوی اور ہیں اقوال مؤکد
گمرہ پہ کھلے دین محمد کی حقیقت — گر طالب حق ہے تو بنائے اسے مرشد
کس طرح میں سمجھاؤں کہ کیا ہے یہ رسالہ — اسلام کی شمشیر ہے بر گردن مرتد
کیوں ناطقہ اب بند نہو جائے عدو کا — جو وعدہ باطل تھا دلائل سے ہوا رد
حق کی متلاشی ہے اگر قوم نصاریٰ — باطل نظر آئیگا اسے دین اب وجد
ہوجائیں عدو نور ہدایت سے مشرف — بس اسکے سوا اور ہمارا نہیں مقصد
آئینہ ہے یہ جس میں خط و خال نظر آئیں — تصویر یہی کہدیگی کہ میں ٹھیک ہوں یا بد

اے خامۂ مغموم مسرت سے پئے سال
لکھ کان شرافت ہے نسب نامۂ احمد

قطعۂ تاریخ تعمیر مسجد نیو ٹون معکر بنگلور۔

ہوئی تعمیر مسجد اہل ایماں کو مبارک ہو	کہ بیت اللہ ہے اور سجدہ گاہ مومنیں ہے یہ
سن اتمام یوں بیساختہ تائید غیبی سے	کہا ہیں نے۔ عبادت خانۂ اصحاب دیں ہے یہ

قطعۂ تاریخ طبع رسالۂ البشارات مصنفہ جناب مولانا الحاج مولوی سید شاہ محمد فخرالدین صاحب نقوی فخر

کیا نور ہدایت کا ہے مخزن یہ رسالہ	جس نور سے کافور ہوئی شرک کی ظلمت
کیا طرز تکلم ہے یہ کیا حسن بیاں ہے	ساماں تشفی کا ہے سرمایہ راحت

توریت میں جس ہادی برحق کا ہے مذکور
یہ پاک نبی عربی کی ہے بشارت

قطعۂ تاریخ عطاے خطاب خان بہادر بجناب الحاج ڈاکٹر خواجہ محمد حسین صاحب بیگن پلی از گورنمنٹ برطانیہ

سرکار سے خواجہ کو ملا منصب عالی	اشک غم مخلوق سے جب چشم ہوئی پُر
مغموم نے تاریخ کہی اور دعا دی	یارب ہو ہما یوں لقب خان بہادر

قطعۂ تاریخ انتخاب جناب یعقوب حسن سیٹھ بہ ممبری لیجسلیٹو کونسل مدراس۔

مبارک ہو تجھے یہ فخر یہ اعزاز یہ خدمت	درخشاں اے محب قوم دائم تیری عظمت ہے
کہی مغموم نے تاریخ اسکی شادماں ہو کر	معطر بے گماں یعقوب سے قومی نیابت ہے

قطعۂ تاریخ طبع کتاب گلزار بادشاہ مصنفہ جناب الحاج خطیب قادر بادشاہ صاحب متخلص بہ بادشاہ ساکن ونمباڑی

سر سبز و پُر بہار ہے کیا گلشن سخن	پہونچے یہاں خزاں یہ کہاں اسکو دستگاہ
مغموم بلبلان سخن کو یہ دے نوید	راحت فزا پیام ہے گلزار بادشاہ

ایضاً

کیا دلربا ہے نکہت گلہاے معنوی	لطف سخن اٹھائیں جو ہیں غم کے مبتلا
مغموم سال طبع کہو از لب امید	گلزار بادشاہ ہے نقش طرب فزا

قطعہ تاریخ طبع کتاب "احسن البیان" مصنفہ جناب مولانا الحاج محمد فضل اللہ صاحب ساکن [illegible]

حسن سخن کی شان نمایاں ہے اے عزیز	کیا دلربا کلام ہے کیا دلفزا بیاں
تاریخ کی یہہ خامۂ مغموم نے رقم	ہے بوستان شرع ہدیٰ احسن البیاں

قطعہ تاریخ مکرر انتخاب جناب یعقوب حسن سیٹھ صاحب لیجسلیٹو کونسل مدراس

پھر بھی دوبارہ ممبری کونسل ملی	محسن جو قوم کا تھا وہی کامیاب ہے
تاریخ اسکی خامۂ مغموم نے لکھی	یعقوب کامیاب بجا انتخاب ہے

قطعہ تاریخ بیعت جناب محمد موسیٰ بن حاجی ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس بر دست جناب مولانا مولوی قاری شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواری

جہاں دیدہ سلیمان شاہ سے موسیٰ نے بیعت کی

قطعہ تاریخ فتح "سمرنا" از احرار ترک

لله الحمد سمرنا یہ ہوا ہے قبضہ	نصرت حق سے جو سرشار ہیں مستان الست

لب اخلاص سے مغموم نے تاریخ کہی
فتح احرار ہوئی ہوگئی یوناں کی شکست،
۱۹ ۶ ۲ ۲

ایضًا

سمرنا میں ارباب ایماں پر
کیا ظلم برپا جو اشرار نے
تو یورش ہوئی غازیوں کی وہاں
کیا سرنگوں چرخ دوّار نے

لب آرزو سے ہے مغموم سال
سمرنا کیا فتح احرار نے
۱۳ ھ

قطعۂ تاریخ طبع کلیات رعب تصنیف جناب ابوالصواب محمد حنیف صاحب رعب قریشی رضی الضیا ساکن کلکتہ

شائع ہوا ہے نسخۂ دلچسپ و دل فزا
تصنیف رعب اہل ہنر صاحب کمال
مغموم سال طبع یہ کہہ ہوکے شادماں
ہے کلیات رعب بجا آج بے مثال،
۱۳ ھ

قطعۂ تاریخ کتاب میخانۂ خلد مصنفہ جناب منشی محمد ناصر الدین صاحب نجود ساکن مدراس

للہ الحمد چھپا نسخۂ دلکش ایسا
لطف ہے جسکے طرب ریز ہیں مستانۂ خلد
حالت وجد میں مغموم نے سال اسکا کہا
جب ایزد ہے یہ کیفیت میخانۂ خلد

قطعۂ تاریخ جشن بست و پنجسالہ (سلور جوبلی) تجارت جناب خطیب حاجی قادر بادشاہ صاحب کمپنی

شکر خدا کہ عہد مسرت کا جشن ہے
گزرے جو خیریت سے صد سال اور زماں
پچیس سالہ جشن تجارت نشاط دل
مغموم نے یہ سال کہا ہو کے شادماں
۱۹۲۳ء

قطعۂ تاریخ تعمیر مکان جناب فضل الرحمن صاحب ساکن وانمباڑی

ہے کیا تعمیر دلکش قصر زیبا — کہ نظارے سے جسکے دل ہوا شاد
کہو مغموم خوش ہو کر یہ تاریخ — مکان فضل رحمٰن جائے آباد

قطعۂ تاریخ طبع کتاب "مدح پیغمبرؐ" تصنیف جناب الحاج خطیب قادر بادشاہ صاحب متخلص بہ بادشاہ ساکن انباڑی

خوب ہے مجموعۂ نعت نبیؐ — عشق کے جذبات ہیں جلوہ نما
سال یہ مغموم کہو ہو کے شاد — کنز حسن نعت حبیب خدا

قطعۂ تاریخ طبع کتاب "ریاض محمدی" مصنفہ جناب مولوی قاضی محمد کریم الدین صاحب رحیم ساکن نندیال

گنجینۂ حلاوت ارباب ذوق ہے — نعت رسول پاک کی ہے جلوہ گستری
مغموم نے رقم یہ کیا بہر سال طبع — کنز ہدی ہے لطف ریاض محمدی

قطعۂ تاریخ طبع کتاب "تفریح دل" تالیف جناب الحاج خطیب قادر بادشاہ صاحب متخلص بہ بادشاہ ساکن وانمباڑی

نسخہ چھپا ہے راحت دل قوت نشاط — جس میں نہاں شگفتگی طبع کا ہے راز
مغموم سال طبع کہو ہو کے شادماں — "تفریح دل" ہے روح طرب گنج دلنواز

قطعۂ تاریخ طبع کتاب "نعت خیر البشر" تصنیف جناب الحاج خطیب قادر بادشاہ صاحب متخلص بہ بادشاہ ساکن انباڑی

خیر البشر کی نعت کی گوہر فشانیاں — نور یقیں کا نقش ہے اور گنج عاقبت
مغموم نکتہ داں لب بہجت سے بہر سال — کہہ دیجئے۔ ہے مدح نبی زاد آخرت

قطعۂ تاریخ طبع دیوان الست مسمی بہ "گلزار جنت"

سبق تازہ ہو جس سے جادۂ عشق و محبت کا — یہ ہے نعت پیمبر اور یہ دیوان الست ہے

سناد و اسکو سال طبع اے مغموم جو پوچھے	پسندیدہ بجا اب نکہت گلزار جنت ہے

قطعۂ تاریخ طبع ثانی کتاب "سفر حجاز" تصنیف جناب الحاج خطیب قادر بادشاہ صاحب متخلص بہ بادشاہ ساکن وانمباڑی

شکر خدا دوبارہ ہوئی طبع یہ کتاب	جسکا بیان قابل تحسین و داد ہے
مغموم دلحزیں نے کہا سال طبع یوں	سفر حجاز عشق و محبت کی یاد ہے

قطعۂ تاریخ تعمیر عیدگاہ بمقام بنگلور سٹی۔

ہے سنٹرل محمڈن اسوسیشن نے اپنا نام	مہسور صدر مسلمیں انجمن دیا قرار
تعمیر عیدگاہ کی ہوتی ہے اسکی سعی سے	کہ پانچہزار نقد اسکے خرچ کا ہوا اشمار
بنگلور میونسپالٹی نے کی سفارش اسکی جب	مہسور گورنمنٹ نے زمیں عطا کی پائدار
تیئیس ماہ جنوری کو یہ زمیں عطا ہوئی	مدام فیض اس سے پائیں اہل دیں نکو شعار
اب اہل دیں سے عیدگہ کے بانیوں کیواسطے	دعائے خیر کی طلب ہے کر رہی یہ یادگار
ز روئے انبساط سال عیسوی کروں رقم	کہ۔ روح تازہ بخش کیا دوام اسکی ہے بہار

ہے دار طاعت خدا مغموم اسکا سال بھی
کہو۔ ہے نور باصرہ یہ وجہ قرب کردگار

قطعۂ تاریخ خیر مقدم اعلیحضرت شاہ امان اللہ خان غازی والی افغانستان خلد اللہ ملکہ

شہ کابل کی تشریف آوری ہے باعث رحمت	جسے دیدار حاصل ہو وہ دل کا مدعا پائے

ہوئی مغموم بہر سال جب دم جستجو مجھ کو
کہا دل نے امان اللہ غازی ہند میں آئے

قطعات تاریخ ولادت

قطعۂ تاریخ ولادت محمد حسن فرزند جناب عبدالستار بن ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

ہمایوں نور چشم عبد ستار ‏ ‏ حسن احسن ہوا فرزند پیدا
کہا مغموم نے سال ولادت ‏ ‏ حسین فرخندہ طفل حسن زیبا
۱۳۰۴ھ

قطعۂ تاریخ ولادت غلام محمود فرزند جناب شیخ حیدر صاحب

فرزند خجستہ جو کیا حق نے عطا ‏ ‏ ابواب غم و رنج ہوئے سب مسدود
خرسند ہو مغموم سنادو تاریخ ‏ ‏ دیباچہ ہمایوں ہے غلام محمود
۱۳۰۲ھ

قطعۂ تاریخ ولادت خلیل اللہ فرزند جناب محمد ابراہیم صاحب ساکن ویلور

زہے طالع ہوا فرزند فرخندہ شیم پیدا ‏ ‏ خدا کی نعمتیں بندوں پہ کیا کیا ہوتی ہیں تقسیم
پئے سال ولادت یوں کہا مغموم نے فوراً ‏ ‏ خلیل اللہ ہمایوں فال ہے فرزند ابراہیم
۱۳۰۲ھ

قطعۂ تاریخ ولادت عبدالرحمن فرزند جناب فی عبدالسلام صاحب ساکن انبازی

مرحبا یاوری طالع فی عبد سلام ‏ ‏ پایا فرزند خوش اقبال عطائے سبحاں
کلک مغموم دُرافشاں پئے تاریخ ہے یوں ‏ ‏ گوہر بحر ولایت ہے یہ عبد الرحمٰن
۱۳۰۲ھ

قطعۂ تاریخ ولادت عبداللہ فرزند جناب عبدالرحمن بن حاجی عبدالمولیٰ ساکن مدراس

پایا ہے عروج بخت عبد الرحمٰن ‏ ‏ پیدا ہوا نور چشم حسب دلخواہ

معصوم نے تاریخ تولد یہ کہی	فرخندہ قدم جمیل ہے عبداللہ

قطعۂ تاریخ ولادت صفیہ بی دختر عبدالشکور بن احمد سیٹھ ساکن بنگلور

ہوئی ولادت دختر بفضل ربّ کریم	ہے زیب گلشن امید وہ گل خوبی
رقم یہ خامۂ معصوم سے ہوئی تاریخ	کہ جان دولت عبدالشکور صفیہ بی

قطعۂ تاریخ ولادت محمد قاسم فرزند جناب ٹی بھنے میاں صاحب ساکن انباڑی

شکر للہ کہ فرزند کیا حق نے عطا	نیک اقبال، نکو نام، محمد قاسم
لب اخلاص سے معصوم نے سال تولید	کہدیا۔ ہے یہ خوش انجام محمد قاسم

قطعۂ تاریخ ولادت ظہور النسا دختر جناب عبداللطیف صاحب ساکن انباڑی

شکر خدا دختر عبداللطیف	باغ جہاں میں ہوئی رونق فزا
سال تولد ہے یہ معصوم سے	کوکب جاوید ظہور النسا

قطعۂ تاریخ ولادت محمد الیاس فرزند جناب علی محمد سیٹھ ساکن بنگلور

شکر للہ علی کو ہو مبارک فرزند	خوش لقا نیک قدم اور مبارک انفاس
التجا سے ہوئی معصوم کے تاریخ عیاں	جاوداں ہو یہ خوش اقبال محمد الیاس

قطعۂ تاریخ ولادت محمد اسمعیل فرزند جناب محمد الیاس بن حاجی ابراہیم الیاس سیٹھ ساکن بنگلور

کیا حق نے عطا فرزند فرخندہ شیم خوشخو	خجستہ پے نکو اقبال خورشید سعادت ہے
اگر پوچھے کوئی معصوم کہدو شادماں ہو کر	ہمایوں بخت اسمعیل تاریخ ولادت ہے

قطعۂ تاریخ ولادت عبد الوحید فرزند جناب خطیب عبد الرشید صاحب ساکن وانمباڑی

خدا نے فضل سے اپنے عطا کیا فرزند	کہ جسکی وجہ سے عبد الرشید ہے خوشحال
لکھا یہ خامۂ مغموم نے سن تولید	نکو نہاد ہے عبد الوحید خوش اقبال
	۱۳ھ

قطعۂ تاریخ ولادت غلام دستگیر فرزند جناب شیخ حید صاحب

فرخندہ شیم طفل ہوا آج تولد	گردون شرافت کا یہ ہے مہر منور
خرسند ہو مغموم پئے سال ولادت	لکھ یاد سعادت بنے جگر گوشۂ حیدر

قطعۂ تاریخ ولادت ابو بکر فرزند جناب قاسم صاحب ساکن مدراس

بحمد اللہ ہوا فرخندہ طفل خوش سیر پیدا	الٰہی تا ابد فضل و کرم تیرا ہے قائم
کہی مغموم نے تاریخ اسکی شادماں ہوکر	ہے روشن طبع صبح زندگی ابو بکر بن قاسم

قطعۂ تاریخ ولادت نور محمد فرزند جناب الیاس بن ابراہیم سیٹھ ساکن بنگلور

قسمت سے ہوا نور نظر آج تولد	المنۃ للہ خجستہ ہے یہ فرزند
مرقوم ہوئی خامۂ مغموم سے فوراً	تاریخ کہ۔ ہے نور محمد گل خرسند
	۱۳ھ

قطعۂ تاریخ ولادت محمد اسمٰعیل فرزند جناب محمد موسیٰ بن حاجی ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

بحمد اللہ ہوا فرزند افضال الٰہی سے	فروغ چشم مادر راحت جان پدر پیدا
کہی مغموم نے تاریخ اسکی شادماں ہوکر	طرب افزا شرف اندوز اسمٰعیل بن موسیٰ
	ھ

ایضاً

ہے شکر منت داور کہ اب ہوا پیدا — ضیائے دیدۂ موسیٰ بفضل رب جلیل
کروں میں ہدیۂ احباب دوسری تاریخ — حصار پر احسن موسیٰ محمد اسمٰعیل

قطعۂ تاریخ ولادت عبدالقدیر فرزند جناب خطیب محمد عبدالرشید صاحب ساکن انبوڑی

فرزند کی نوید ہو عبدالرشید کو — کس اوج پر ہے یاوری بخت بالفرود
فرط طرب سے خامۂ مغموم نے لکھا — عبدالقدیر سعد قدم منبع سرور

ایضاً

درخشندہ اقبال عبدالقدیر — تولد ہوا، آج ہے یوم عید
پئے سال مغموم کر التجا — کہ دلکش ہو فرزند عبدالرشید

قطعۂ تاریخ ولادت صالحہ بی دختر جناب رحیم الدین صاحب ساکن مدراس

رحیم الدین کو دختر ہو مبارک — زبان سے شکر باری کا ہے اظہار
کہا مغموم نے یوں شاد ہو کر — ہو بی بی صالحہ فرخندہ دیدار

قطعۂ تاریخ ولادت سارہ بی دختر جناب زکریا بن اسمٰعیل سیٹھ ساکن مدراس

تولد ہوئی دختر نیک خو — شگفتہ ہوا گلشن مدعا
پئے سال نوید مغموم نے — خوش اقبال سارہ بجا ہے کہا

قطعۂ تاریخ ولادت محمد ایوب فرزند جناب عبدالحمید بن حاجی ایوب سیٹھ ساکن بنگلور

فرخندہ قدم جہاں میں آیا — روشن طالع عزیز و محبوب

مغموم پئے سن ولادت	کہدو کہ فروغ دیدہ ایوب

قطعۂ تاریخ ولادت احمد اللہ بادشاہ فرزند جناب عبدالحمید صاحب ساکن وانمباڑی

خوبیٔ تقدیر سے پیدا ہوا نور نظر	خوش لقا، فرخندہ دم، میمون قدم شکر اللہ
یوں کہی مغموم نے تاریخ ہو کر شادماں	رونق مہر منور احمد اللہ بادشاہ

قطعۂ تاریخ ولادت زینب بی دختر جناب عبدالحمید بن حاجی اسمٰعیل سیٹھ ساکن بنگلور

جبکہ فضل الٰہی کا ہوا آج ظہور	سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں احباب بہم
شاد ہو کر کہو مغموم جو پوچھے کوئی	للہ الحمد یہ ہے زینب فرخندہ قدم

قطعۂ تاریخ ولادت حور بی دختر جناب عبدالواحد بن حاجی علی محمد سیٹھ ساکن میسور

تاریخ ستائیس جمعرات صفر کو	یہ شمع منور ہوئی دالان حرم سے
مغموم نے خوش ہو کے کہا سال ولادت	حور آئی ہے حور آج گلستان ارم سے

قطعۂ تاریخ ولادت رحیم النسا بیگم دختر جناب خطیب محمد عبدالرشید صاحب ساکن وانمباڑی

شکر خدا آج تولد ہوئی	دخت نکو طالع و فرحت فزا
شاد ہو مغموم سناؤ نوید	قدرت داور ہے رحیم النسا

قطعۂ تاریخ ولادت حامد فرزند جناب یوسف بن حاجی محمد سیٹھ ساکن بنگلور

یوسف کا جو بخت اوج پر ہے	لطف داور ہے شامل حال
مغموم کہو یہ شاد ہو کر	موصوف ہے حامد خوش اقبال

قطعۂ تاریخ ولادت حیدر علی فرزند جناب محمد بن ابراہیم کریم سیٹھ

فضل حق سے ہوگیا سرسبز نخل مدعا	وہ ملا لخت جگر زیبا ہے جسکو افسری
ہوکے خوش مغموم نے سال ولادت فی البدیہہ	کہدیا۔ حیدر علی ہے شمس شان حیدری

قطعۂ تاریخ ولادت احمد حسین فرزند جناب سیٹھ عبد الغفار صاحب ساکن ترپاتور

فرزند نیک بندۂ غفار کو ملا	یارب شگفتہ غنچۂ باغ مراد ہو
مغموم تم خوشی سے کرو التجا یہی	احمد حسین رب کی عنایت سے شاد ہو

قطعۂ تاریخ ولادت احمد فرزند عبد الشکور بن احمد سیٹھ ساکن بنگلور۔

للہ الحمد کیا حق نے عطا لخت جگر	راحت جان پدر چشم پدر کی ہے ضیا
شادماں ہوکے یہ مغموم نے تاریخ کہی	گل نو پایہ ہے کیا احمد فرخندہ لقا

قطعۂ تاریخ ولادت عزیز النساء دختر جناب کاتب یٰسین صاحب ساکن پیارم پیٹھ۔

مبارک ہو یٰسین کو نور عین،	خجستہ قدم اور فرخ لقا،
رقم یوں کیا ہوکے مغموم شاد	خوش اقبال دایم عزیز النساء

قطعۂ تاریخ ولادت عبید اللہ بادشاہ صاحب فرزند جناب عبد الحمید صاحب ساکن انباڑی

ہوا مقدر عبد الحمید تابندہ	فروغ دیدہ تولد ہوا بحمد اللہ
سرور قلب سے مغموم نے کہی تاریخ	نہال عیش نشاں بادشہ عبید اللہ

قطعۂ تاریخ ولادت علی محمد فرزند عبد الواحد سیٹھ ساکن جیسور

دہم جمادی الاول بروز آدینہ	ہوئی ولادت فرخندہ نیک اسعد ہے
رقم ہو خامۂ مغموم شادماں ہوکر	بلند بخت ہویدا علی محمد ہے

قطعۂ تاریخ ولادت محمد اسمٰعیل فرزند جناب محمد ابراہیم صاحب ساکن ویلور

گل رعنا کا اب ظہور ہوا	اس چمن میں بفضل رب جلیل
کہو مغموم شادماں ہوکر	ہے سعادت شعار اسمٰعیل

قطعۂ تاریخ ولادت محمد ہاشم فرزند جناب عبداللہ بن احمد سیٹھ ساکن بنگلور

زہے طالع ہوا معمور دل جوش مسرت سے	تولد ہوگیا طفل ہمایوں دم بحمداللہ
کہی مغموم نے تاریخ اسکی شادماں ہوکر	شرف اندوز و با اقبال ہاشم ابن عبداللہ

قطعۂ تاریخ ولادت صفورہ بی دختر فرزند جناب موسیٰ سیٹھ ساکن نیلگری

دختر کی ولادت ہوئی المنتہ للہ	جو پیکر خوبی ہے گل باغ شرافت
مغموم نے خوش ہوکے دعا کی تو ملا سال	جبار مبارک ہو صفورہ کی ولادت

قطعۂ تاریخ ولادت اسمٰعیل فرزند جناب یونس بن یوسف سیٹھ جہسوری ساکن مدراس

تولد ہوگیا فرزند نیک اقبال و فرخ فال	کہ جسکی دید کی تھی دیدۂ احباب کو تعجیل
کہا مغموم نے سال ولادت شادماں ہوکر	مہ کامل ضیائے دیدۂ یونس ہے اسمٰعیل

قطعۂ تاریخ ولادت محمد اسحٰق فرزند جناب عبدالستار صاحب ساکن ویلور

فرزند انکو ہوا تولد	ذکر یکتا محمد اسحٰق

کہدو مغموم شاد ہو کر	فرخندہ لقا محمد اسحٰق

قطعہ تاریخ ولادت حبیب النساء دختر جناب حاجی عبدالشکور صاحب ساکن امبارہی

تولد ہوئی دختر نیکخو	خوش اقبال و فرخندہ و خوش لقا
رقم کلک مغموم کر شاد ہو	ہے فرخندہ جوہر حبیب النسا

قطعہ تاریخ ولادت کریم النساء دختر جناب خطیب محمد عبدالرشید صاحب ساکن امبارتی

زبان شکر حق میں ہے الحمد للہ	ہوئی دخت فرخ لقا کی ولادت
کہا سال مغموم نے شاد ہو کر	کریم النسا نور زہرہ ہدایت

قطعہ تاریخ ولادت محمد الیاس فرزند جناب عبدالکریم بن موسیٰ سیٹھ حج تاجران حال وارد بنگلور

فرزند نیک اقبال اور نور بصر پیدا ہوا	خوشخو ہے نیک اطوار ہے اور صاحب طبع سلیم
سال ولادت کر رقم مغموم ہو کر شادماں	کان شرف زیبا لقا الیاس بن عبدالکریم

قطعہ تاریخ ولادت محمد آدم فرزند جناب حاجی ابوبکر آدم سیٹھ ساکن مدراس

بحمد اللہ ہوا ابوبکر کا نور نظر پیدا	عطائے رب اکبر ہے طفیل شاہ عالم ہے
کہو مغموم اب سال ولادت شادماں ہو کر	ضیائے دیدۂ بوبکر حسن طبع آدم ہے

قطعہ تاریخ ولادت محمد یونس فرزند جناب الیاس بن ابراہیم سیٹھ ساکن بنگلور

للہ الحمد کہ ہے فضل خدائے دوجہاں	کہ ملا صاحب اقبال محمد یونس،
ہو کے خرسند بدل سال ولادت مغموم	یوں کہو۔ عبد خوش اقبال محمد یونس

قطعۂ تاریخ ولادت محمد غوث فرزند جناب بدیکار عبدالشکور صاحب ساکن امباڑی

بحمد اللہ ملا فرزند نور العین و با اقبال — خجستہ دم گل گلزار زیبا ہے محمد غوث
اگر پوچھے کوئی مغموم کہہ دو شادماں ہو کر — کہ تاریخ ولادت ۔ روح افزا ہے محمد غوث
۴ ۱ ۶ ۹ ۱

قطعۂ تاریخ ولادت عائشہ بی دختر جناب محمد ابراہیم صاحب ساکن ویلور

نکو طالع ہمایوں دم تولد ہو گئی دختر — یہ نور چشم ابراہیم ہے اور حسن کی ہمدم
کہی مغموم نے تاریخ اسکی شادماں ہو کر — ہمایوں عائشہ بی عرف ہے مہر النسا بیگم
۴ ۳ ۵ ۳ ۱

قطعۂ تاریخ ولادت عبدالرؤف فرزند جناب عبدالستار بن حاجی اسمٰعیل سیٹھ ساکن بنگلور

ہے دلفزا ولادت فرزند خوشخصال — فرخندہ بخت نیک قدم اور دلپسند
خرسند ہو کے سال یہ مغموم کر رقم — عبدالرؤف نجم سعادت ہے ارجمند
۴ ۳ ۳ ۱ ۲

قطعۂ تاریخ ولادت مریم بی دختر جناب حسین بن علی محمد سیٹھ ساکن بنگلور

زباں ہے وقف سپاس اور دل ہے محو نشاط — ملی ہے فضل الٰہی سے دخت نیک قدم
ہو شادماں دل مغموم نے کہی تاریخ — کہ ۔ ہے سرور دل افزا ولادت مریم
۵ ۳ ۵ ۳ ۱

قطعۂ تاریخ ولادت عبدالبصیر فرزند جناب خطیب محمد عبدالرشید صاحب ساکن وانمباڑی

تولد ہوا نور دیدہ پسر — جو ہے دلپسند اور رہو ہے دلپذیر
دعا ہے کہ مادر پدر کے لئے — ضیائے دل و جاں ہو عبدالبصیر
۵ ۳ ۵ ۳ ۱

قطعۂ تاریخ ولادت مقبول حسن فرزند جناب محمود الحسن صاحب محمود ساکن وانمباڑی

فرزند مبارک ہو یہ محمود حسن کو	المنتہ للہ کہ اقبال ہے یاور
مغموم نے تاریخ کہی لطف و خوشی سے	مقبول حسن گوہر شہوار منور

قطعہ تاریخ ولادت محمد جعفر فرزند جناب علی محمد بن یوسف سیٹھ ساکن بنگلور

نام ہے جنکا علی اور محمد روشن	نخل امید و تمنا ہیں لگا ان کے ثمر
شاد ماں ہوکے یہ مغموم نے تاریخ کہی	لطف حق ہے شرف اندوز محمد جعفر

قطعہ تاریخ ولادت زبیدہ بی دختر جناب عبدالستار بن حاجی اسمعیل سیٹھ ساکن بنگلور

للہ الحمد ملی نیک ولادت کی نوید	بارک اللہ مسرت سے ہے دل مالا مال
شاد ماں ہوکے یہ مغموم نے تاریخ کہی	اہل دل پاک زبیدہ ہے خجستہ اقبال

قطعہ تاریخ ولادت محمد داؤد فرزند جناب محمد ہاشم بن محمد عثمان سیٹھ ساکن بنگلور

ہوگیا جلوہ فزا نور نگاہ ہاشم	کہ خوش اقبال پسر ہے یہ مبارک مولود
شاد مغموم ہوا اور یہ تاریخ کہی	نیک بنیاد خجستہ ہے محمد داؤد

قطعہ تاریخ ولادت احمد فرزند جناب صالح محمد بن حاجی ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

بحمد اللہ ہوا فرزند پیدا	چراغ امید کا روشن ہوا ہے
ہوا مغموم خوش اور سال لکھا	خجستہ احمد نیکو لقا ہے

قطعہ تاریخ ولادت عبدالرشید فرزند جناب چوڑم عبدالجبار صاحب ساکن وانمباڑی

عبد جبار گرامی قدر کو	حق نے بخشا ہے جو فرزند سعید

ازلب ارماں کہو مغموم سال — نیکجو جاوید باد عبدالرشید

۱ ۳ ھ ۳ ۹

قطعۂ تاریخ ولادت سراج النساء دختر جناب خطیب محمد عبدالرشید صاحب ساکن وانمباڑی

بلندی پہ ہے بخت عبدالرشید — کہ ایوان امید روشن ہوا

کہو ہوکے خرسند مغموم سال — ضیائے ہمایوں سراج النسا

۱۴ ھ ۳ ۹

قطعۂ تاریخ ولادت زبیدہ بی دختر جناب ابو المقبول محمود الحسن صاحب محمود وانمباڑی

شنبہ کا تھا دن چھبیسویں ذی الحج عصر کے بعد — تولد ہوگئی ہے دخت محمود الحسن خوشحال

کوئی پوچھے اگر مغموم کہہ دو شادماں ہوکر — منزہ، باصفا، فرخ لقا، بی بی زبیدہ سال

۱ ۳ ھ ۴ ۹

قطعۂ تاریخ ولادت احمد فرزند جناب عبد الشکور عرف جانی سیٹھ بن صالح محمد حاجی اللہ رکھا سیٹھ ساکن بمبئی

ہوئی ولادت نور نگاہ عبد شکور — یہ شادمانی و بہجت کبھی نہو مستور

خلوص قلب سے خرسند ہوکے اے مغموم — کہو۔ ہے نور نشاط احمد ابن عبد شکور

۱ ۳ ھ ۳ ۹

قطعۂ تاریخ ولادت مریم بی دختر جناب عبد الشکور بن حاجی صالح محمد سیٹھ ساکن بمبئی

مبارک اور مبارک ہو بخشش باری — یہ دیر گاہ سلامت رہے خوش و خرم

سر الم کو اڑا شاد ہوکے اے مغموم — کہو یہ سال ولادت۔ ہے خوش لقا مریم

ھ ۳ ۱۴

قطعۂ تاریخ ولادت شاکر حسین فرزند جناب خواجہ الطاف حسین صاحب داماد نواب سر امین جنگ بہادر

شکر للہ فضل باری سے تولد ہوگیا — نور دیدہ راحت جان پدر اور دل کا چین

سال اسکا کر رقم مغموم ہوکر شادماں — واہ تابندہ ہے نجم طالع شاکر حسین

۱ ۳ ھ ۴

قطعہ تاریخ ولادت محمد یوسف صاحب فرزند جناب محمد موسیٰ سیٹھ ساکن مدراس

بحمد اللہ نخل مدعا سرسبز ہے یکسر — گل نوخیز شاخ آرزو پیدا اب ہویدا ہے
کہو مغموم اب سال ولادت شادماں ہو کر — کہ نیک آثار و نیک اقبال یوسف ابن موسیٰ ہے

قطعہ تاریخ ولادت محمد سلیمان فرزند جناب محمد بن ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

فروغ بخش دل و دیدہ اب ہوا پیدا — ہزار شکر کہ فضل خدا نمایاں ہے
نہ کیوں ہو اب دل مغموم خوش کہ سال اسکا — ضیائے قلب فزا طالع سلیماں ہے

قطعہ تاریخ ولادت محمد ظہور الحق فرزند جناب عبدالکریم صاحب مالک کریم بیڑی فیکٹری مدراس

المنۃ للہ ہوا آج تولد — فرخندہ لقا، نیک سیر، اور نکوفال
مغموم تو خوش ہو کے پئے سال ولادت — لکھ فکر رسا سے کہ۔ برومند خوش اقبال

قطعہ تاریخ ولادت فخر الدین فرزند جناب سید محمد عبدالقادر صاحب فخری میلاپور مدراس

ہوئی ولادت فرزند نیک و خوش اقبال — پتہ سعادت عظمیٰ کا دے رہی ہے جبین
سنا دو سال یہ مغموم ہو کے اب خرسند — ہو نور دیدہ و دل پاکزاد فخر الدین

قطعہ تاریخ ولادت عبدالقادر فرزند جناب محمد ہاشم بن محمد قاسم سیٹھ ساکن مدراس

للہ الحمد تولد ہوا فرزند سعید — فضل باری کے جو آثار ہوئے ہیں ظاہر
ہو کے خرسند یہ مغموم نے تاریخ کہی — زینت دہر ہمایوں قدم عبدالقادر

قطعہ تاریخ ولادت احمد فرزند جناب علی محمد بن عبداللہ سیٹھ ساکن مدراس

ولادت ہوئی نیک الحمدللہ	یہ فرزند خوشخو ہو فخر آب و جد
ہو خرسند مغموم سال ولادت	کہو ہے دل آرا خوش اقبال احمد

قطعہ تاریخ ولادت زینب بی دختر جناب طاہر محمد بن محمد قاسم عرف دادا سیٹھ ساکن راس

ہوئی ولادت فرخندہ دخت طاہر کی	بلند بخت ہمایوں قدم ہے نیک شیم
کہو یہ سال ولادت ہو شاد اے مغموم	کہ پاکباز ہے یہ زینب خجستہ قدم

قطعہ تاریخ ولادت رضیہ بی دختر جناب ابوالمقبول محمود الحسن صاحب محمود وانمباڑی

ہوئی دخت محمود کی ہے ولادت	خجستہ شیم اور خوش اطوار ذی شاں
سنا دو یہی سال تولید مغموم	ہمایوں لقا بی بی رضیہ ادب داں

قطعہ تاریخ ولادت نذیر احمد فرزند جناب خطیب محمد عبدالرشید صاحب ساکن وانمباڑی

بفضل حق تولد ہو گیا وہ	عیاں ہیں جسسے سعادت کے ہیں انداز
کہا خوش ہو کے یوں مغموم نے سال	نذیر احمد بلند اقبال، دمساز

قطعہ تاریخ ولادت سلمیٰ بی دختر جناب احمد بن عبدالرحمن سیٹھ ساکن بنگلور

تولد ہو گئی دخت خجستہ خو ہمایوں دم	مسرت دید سے جسکی ہوئی احباب کو بیحد
لب ارماں سے مغموم ہو کر شاد سال اسکا	کہو سلمیٰ ہے فرخندہ قدم زیب دل احمد

قطعہ تاریخ ولادت زلیخا بی دختر جناب محمد ہاشم بن محمد قاسم سیٹھ ساکن راس

دخت ہاشم کی ولادت ہوئی اس پر دائم	تیرے افضال ہوں اے چارہ گر درد دروں

لب امید سے خوش ہو کے دعا کر مغموم	مالکا عمر و اقبال زلیخا ہو فزوں

قطعہ تاریخ ولادت محمد ابراہیم فرزند جناب محمد موسیٰ سیٹھ ساکن مدراس

ہوئی ولادت فرخندہ ابن موسیٰ کی	ہے شکر حق کہ یہ ہے منت خدائے کریم
سناؤ سال یہ مغموم شادماں ہو کر	ضیائے مسند زیبا محمد ابراہیم

قطعہ تاریخ ولادت آصف حسین فرزند خطیب محبوب حسین صاحب ایم اے ایل ایل بی خلف نواب سرامین جنگ بہادر حیدرآباد دکن

امین جنگ کو آج پوتا ملا	ہے محبوب ذیجاہ کا نور عین
کہا سال مغموم نے ہو کے شاد	منزہ وہ فرخندہ آصف حسین

قطعہ تاریخ ولادت ثریا بیگم دختر جناب خطیب محمد عبدالرشید صاحب ساکن وانمباڑی

اقبال پہ اپنے ناز کر عبد رشید	حق کی ہے عطا یہ دخت فرخندہ شیم
مغموم کہو سال یہ شاداں ہو کر	اعجاز سرور ہے ثریا بیگم

قطعۂ تاریخ ولادت عبدالبصیر فرزند جناب یسین عبدالقدوس صاحب ساکن انمباڑی

پیدا ہوا بفضل خدا طفل نیک خو	نور نظر خجستہ لقا اور شکیل ہے
مغموم سال اسکا کہو بے سرالم	عبدالبصیر رحمت رب جلیل ہے

قطعہ تاریخ ولادت خیرن بی دختر جناب اوتنگرے محمد غوث صاحب فرزند جناب اوتنگرے عبدالرحمن صاحب ساکن انمباڑی

دخت فرزند عبد رحمن ہے کہو مغموم بے سر اندوہ	جو ہے ذی رتبہ واجب التکریم بی بی خیرن جمال لطف کریم

قطعۂ تاریخ ولادت عائشہ بی دختر جناب عبد الشکور حاجی صالح محمد سیٹھ ساکن بمبئی

دخت فرخندہ دم ہوئی پیدا کہو مغموم شادماں ہوکر	فضل مولا ہے اور عنایت رب عائشہ ہے ضیائے حسن ادب

قطعہ تاریخ ولادت صفیہ بی دختر جناب محمد اسمعیل سیٹھ خلف جناب محمد موسی سیٹھ

ہے حق کی عطا دختر فرخندہ شمائل خوش ہوکے لکھا خامۂ مغموم نے یہ سال	کیا آئی وہ نازل ہوئی اللہ کی رحمت گلگوں سعادت ہے یہ صفیہ کی ولادت

قطعۂ تاریخ ولادت حلیمہ بی دختر جناب محمد عبد الرقیب صاحب فرزند جناب مولانا الحاج محمد عبد الہادی صاحب واعظ حیدرآباد دکن

اک پیکر خوبی کی ولادت کی خوشی سے مغموم ہو خوش بے سر اندیشہ کہو سال	آنکھوں میں درخشندہ ہوا نور بصارت ہے ثمرۂ جاوید حلیمہ کی ولادت

قطعات تاریخ گلپوشی

قطعۂ تاریخ گلپوشی محمد قاسم و عبد الستار فرزندان جناب اللہ رکھا غلام حسین سیٹھ ساکن

ہوئی ہے رسم ختان عبدستار اور قاسم کی دعا خوش ہوکے کر مغموم جب سے ہو عیاں تاریخ	ہوا جوش مسرت سے عیاں انداز مدہوشی مبارک بزم دلکش ہو مبارک ہو یہ گلپوشی

قطعۂ تاریخ گلپوشی احمد سیٹھ فرزند جناب صالح محمد بن جان محمد سیٹھ ساکن بنگلور۔

زینت محفل ہے احمد ابن صالح کی ختان — سنت خیر الوریٰ ہے شرع کی ہے رسم و راہ
سر الم کا کاٹ کر مغموم کہدو شاد شاد — روز افزوں رسم گلپوشی مبارک اے الٰہ
ھ ۱ ۳ ۲ ۴

قطعۂ تاریخ گلپوشی اسمٰعیل بن محمد موسیٰ بن حاجی ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

جشن گلپوشی مبارک اور فضل ایزدی — بخت موسیٰ ابن ابراہیم نے تبجیل کی
شاد ہو مغموم اور تاریخ کر زیب قلم — نور محفل رسم گلپوشی ہو اسمٰعیل کی
۱ ۳ ھ ۲ ۴

قطعۂ تاریخ گلپوشی عبدالشکور سیٹھ ساکن بنگلور

ہو گئی احسن ادا اے سنت حضرت خلیل — اپنے بندوں پر ہے کیا کیا منت رب غفور
لکھ سر بدہیں اڑا کر خامہ مغموم سال — ہو مبارک جاوداں گلپوشی عبدالشکور
ھ ۱ ۳ ۲ ۴

قطعات تاریخ بسم اللہ خوانی

قطعۂ تاریخ بسم اللہ خوانی خطیب محمد عبدالوحید و عبدالقدیر فرزندان خطیب محمد عبدالرشید

ہوئی مکتب نشینی بادشہ صاحب کے پوتوں کی — مبارک یہ خوش اقبالی مبارک شادمانی ہو
دعا مغموم خوش ہو کر کرو تاریخ ہو جس میں — کریم بے نیاز احسن یہ بسم اللہ خوانی ہو
ھ ۱ ۳ ۲

قطعۂ تاریخ بسم اللہ خوانی زینب بی دختر جناب محمد موسیٰ بن حاجی ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

کلام اللہ کی ہے ابتدا افضال باری سے — مبارک ہو یہ دن یارب فراواں شادمانی ہو
سر بدہیں اڑا کر یوں کہی مغموم نے تاریخ — مبارک کہ فال فرا زینب کی بسم اللہ خوانی ہو
۱۳ ھ ۲ ۴

قطعۂ تاریخ بسم اللہ خوانی اسمٰعیل فرزند جناب محمد موسیٰ بن حاجی ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

دلا مکتب نشینی ہے ضیائے چشم موسیٰ کی ۔ سرور دل ہے حاصل اور لطف زندگانی آج
کہی مغموم نے تاریخ اسکی شادماں ہوکر ۔ ہے اسمٰعیل دل آرا کی بسم اللہ خوانی آج

قطعۂ تاریخ بسم اللہ خوانی سارہ بی دختر جناب صالح محمد بن حاجی ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

بحمد اللہ ہوئی مکتب نشینی دخت صالح کی ۔ کہ جسکے رخ سے تاباں ہے خدا کی مہربانی آج
کہی مغموم نے تاریخ اب فرط مسرت سے ۔ گل اقبال سارہ کی ہے بسم اللہ خوانی آج

قطعات تاریخ شادی

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب محمد موسیٰ سیٹھ ابن جناب حاجی ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

خدا کے فضل سے دولھا بنا ہے موسیٰ سیٹھ ۔ گلوں نے جشن منایا لٹا دیا زر و سیم
رقم یہ خامۂ مغموم سے ہوئی تاریخ ۔ بنا ہے نوشہ دلا نور چشم ابراہیم

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب طیب سیٹھ بن محمد سیٹھ ساکن جہسور

مزین ہوئی مسند کدخدائی ۔ کہ ہیں شادماں خویش و احباب غالب
سن کدخدائی ہے مغموم اطہر ۔ خجستہ ہو طیب ہو یہ عقد طیب

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب صالح محمد سیٹھ ابن جناب حاجی ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

کدخدائی آج ہے فرزند ابراہیم کی ۔ ہے خوشی کا اسکی چرچا ہر طرف اور جابجا

فرق بسم اللہ سے مغموم سال اسکا کہو	لطف رب سے بنگیا صالح محمد کدخدا

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب عظیم الدین صاحب فرزند جناب محمد علی صاحب شاکر

محمد اور علی شاکر کے ہے فرزند کی شادی	مصفا ہر در و دیوار ہے باحسن و زیب و زین
و فور جوش سے تاریخ اسکی شادماں ہو کر	کہی مغموم نے . ہو زیب وہ عقد عظیم الدین

قطعۂ تاریخ کدخدائی دختر دوم جناب حاجی ابراہیم ساکن مدراس ۔

کیا مسرت خیز آئی ہے بہار جانفزا	باغباں استادہ گلشن میں پئے تکریم ہے
خامۂ مغموم سے ہاتف کا یہ ارشاد ہے	لکھ . نشاط اندوز عقد بنت ابراہیم ہے

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب نور محمد بن عبداللطیف سیٹھ ساکن حیدراباد

یہ جشن وہ ہے کہ عبداللطیف کا دلبند	شکوہ و شان و تجمل سے بنگیا نوشاہ
دعا ہے یہ مری مغموم اور یہی تاریخ	لطیف نور محمد کا عقد ہو دلخواہ

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب محمد ابراہیم صاحب ابن جناب محمد قاسم صاحب

کدخدائی ہے مبارک تو مبارک ایام	شاد دولہا و دلہن کو تو رکھ اے رب کریم
شادماں ہو کے یہ مغموم نے تاریخ کہی	شکر سبحان ہے نوشاہ بنا ابراہیم

قطعۂ تاریخ عقد ثانی جناب عبدالکریم بن صالح محمد سیٹھ ساکن بنگلور

ہوتی ہے رسم سنت خیر الوریٰ ادا	یہ راہ شرع ہے یہ رہ مستقیم ہے
مغموم شاد ہو کے پئے سال برملا	کہہ دو کہ . خوب شادی عبدالکریم ہے

قطعۂ تاریخ کدخدائی دختر جناب الحاج مولوی شاہ محمد فخر الدین صاحب فخری نقوی میلاپور مدراس

ہوئی تزویج بہ پابندی شرع پیمبر سے | جناب فخر دیں کو دین کا منصب مبارک ہو
کہا مغموم نے خوش ہو کے سال عقد از افزا | بحمد اللہ عقد بنت فخری اب مبارک ہو
١٣ ٦ ٩ ١

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب احمد بن حاجی ابراہیم الیاس سیٹھ ساکن مدراس

رچی ہے حاجی ابراہیم کے فرزند کی شادی | چراغ مدعا روشن مراد دل بر آئی ہے
پئے تاریخ عقد نیک اے مغموم خوش ہو کر | کہو۔ احمد کی شادی ہے مبارک کدخدائی ہے
١ ٣ ھ ٣ ١

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب محمد ہاشم بن عثمان سیٹھ ساکن بنگلور

بارک اللہ نور افشاں آج ہے بزم نکاح | کیا عجب گر قدسیوں کو اشتیاق دید ہو
ہو کے خوش مغموم کہدو سال حسبیں ہو دعا | عقد ہاشم ابن عثماں جلوہ گاہ دید ہو
٣ ٣ ھ ١٣

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب عبد الستار بن عبد الکریم جمال سیٹھ ساکن بنگلور

طرب اندوز ہے عقد پسر عبد کریم | دلکشا ہے چمن شان الٰہی کی بہار
شادمانی سے یہ مغموم سنا دو تاریخ | حسن اعزاز ہے کیا شادی عبد الستار
٣ ٥ ٣ ھ

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب ابو میاں ہمشیرہ زادہ جناب حسین میاں بن محمد قاسم مرحوم ساکن ارکاٹ

ہر گوشہ میں ہے نور فشاں قدرت الٰہ | سر سبز اور شگفتہ ہے کیا گلشن جہاں
مغموم شاد ہو کے دعا کر ہو حسبیں سال | فرخندہ اے حلیم ہو عقد ابو میاں
٣ ٣ ھ ١٣

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب محمد عمر بن یعقوب ہارون سیٹھ ساکن مدراس

ہو بزم عقد نور دیدۂ یعقوب نو رافشاں	گل مقصد کھلے اور شادماں ساری خدائی ہو
دعا مغموم کر خوش ہو کے سال عقد ہو جسمیں	مبارک اے احمد دایم عمر کی کدخدائی ہو

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب عبدالرحیم بن محمد علیبی سیٹھ ساکن بمبئی۔

کیا دلکشا ہے گلشن امید کی بہار	باغ طرب میں گلشن حق کی نسیم ہو
مغموم شاد ہو کے دعا کر ہو جسمیں سال	شاداب کدخدائی عبدالرحیم ہو

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب حاجی سلیمان سیٹھ ابن جناب حاجی ابراہیم الیاس سیٹھ ساکن بنگلور

ہو یارب بارور نخل تمنا	عروس و نوشہ ہو شادان و فرحاں
کہا مغموم نے یوں شاد ہو کر	کہ فرخندہ ہے یہ عقد سلیماں

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب الیاس سیٹھ ابن جناب یعقوب بن ہارون سیٹھ ساکن مدراس

عقد نوشہ کو مبارک ہو یہ ہے سب کی دعا	بر ملا یا وری بخت سے ہو نیک اساس
شادماں ہو کے یہ مغموم نے تاریخ کہی	کہ یہ۔ فرخندہ ہوا عقد محمد الیاس

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب محمود الحسن صاحب وانمباڑی

نوشاہ کی آمد کا ہے یہ جشن مسرت	جو وصف میں بیمثل ہے جو خلق میں یکتا
مغموم ہو خورسند بدل از لب اخلاص	کہدو کہ۔ خوشا عقد ہے محمود حسن کا

قطعۂ تاریخ کدخدائی دختر جناب زکریا بن ایوب سیٹھ ساکن بنگلور۔

ہے معطر نکہت فردوس سے بزم نکاح	وقف بہجت طایران قدس ہیں نغمہ سراء

کرے دعا مغموم ہو کر شاہ جبیں سال ہو
جانفزا ہو اور ہمایوں عقد بنت زکریا

قطعۂ تاریخ کدخدائی دختر جناب حاجی محمد بن حاجی زکریا سیٹھ ساکن کلکتہ

بحمد اللہ نشاط افزا یہ جشن روح پرور ہے
مسرت دیرپا اور بخت یاور ہو خداوندا
کہی مغموم نے تاریخ اسکی شادماں ہو کر
مبارک اور ہمایوں عقد ہے بنت محمد کا

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب عبدالشکور بن صالح محمد سیٹھ ساکن بمبئی

یہ عقد جانفزا اب نوشہ کو ہو مبارک ہو
قدرت کی جلوہ ریزی اور شان کبریائی
مغموم نے کہی یوں خرسند ہو کے تاریخ
عبدالشکور کی ہے یہ آج کدخدائی

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب مولوی شاہ حسین میاں صاحب خلف جناب علامہ شاہ سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواری۔

بفضل خالق اکبر طفیل سرور دیں
ہے عقد شاہ سلیماں کے راحت جاں کا
خوشی سے خامۂ مغموم نے پئے تاریخ
حسین شاہ مبارک ہو کدخدا۔ لکھا،

قطعۂ تاریخ کدخدائی دختر جناب عثمان بن صدیق سیٹھ ساکن بنگلور

جلوس جانفزا ہے اور جشن روح پرور ہے
کہ ہے یہ محفل فرخندہ عقد دخت والاشاں
دعا مغموم کر خوش ہو کے جس سال اظہر ہو
نوید جانفزا ہو عقد نور دیدۂ عثمان

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب غلام حسین ابن جناب علی محمد بن حاجی اللہ رکھا سیٹھ ساکن بنگلور

حسین ابن علی کا یہ عقد دلکش ہے
بجا نسیم سحر یہ پیام لائی ہے

کہا یہ خامۂ مغموم شادماں ہو کر	حسین سیٹھ کی پاکیزہ کدخدائی ہے
	۱۳ھ ۴ ۲

قطعۂ تاریخ کدخدائی دختر ثانی جناب عبدالرحمن سیٹھ مرحوم ساکن مدراس

کسی دلہن کے جشن عقد میں سارے ہیں متوالے	نگہ کو بھی تجسس ہے کسی نوشہ کی آمد کی
کہی مغموم نے تاریخ اسکی شادماں ہو کر	کہ ہے یہ آج احسن کدخدائی بنت احمد کی
	ھ ۱۳ ۲

قطعۂ تاریخ کدخدائی دختر جناب اسمٰعیل بن حاجی علی محمد سیٹھ مرحوم ساکن بنگلور

یہ کیسا جشن ہے کیسی ہے یہ بزم سرور افزا	مبارک نیک دلہن کا مبارک عقد ہوتا ہے
کہی مغموم نے تاریخ اسکی شادماں ہو کر	نشاط افزا یہ عقد بنت اسمٰعیل زیبا ہے
	۱۳ ھ ۳ ۲

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب محمد یوسف سیٹھ بن حاجی ابراہیم الیاس سیٹھ ساکن بنگلور

کیا دلفریبیوں کا عالم ہوا نمایاں	باغ جہاں نے بدلا کیا رنگ دلربائی
مغموم التجا کر خوش ہو کے جیمیں ہو سال	یارب یہ ہو مبارک یوسف کی کدخدائی
	۱ ۳ ھ ۳ ۲

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب عبداللہ سیٹھ ابن جناب صدیق بن عبدالخالق سیٹھ ساکن منگلور

ہوا ہے دلبر صدیق کا یہ عقد نکاح	ظہور قدرت خلاق ہے تعالی اللہ
دعا یہ ہے لب بہجت سے سال بھی مغموم	کہ ہو خجستہ یہ زیبا نکاح عبداللہ
	۱ ۳ ھ ۳ ۲

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب محمد عبدالشکور صاحب فرزند جناب فخرالدین ابا چہا صاحب

خجستہ عقد جگر بند لال پاچہا ہے	وفور لطف و طرب سے الم ہوا مستور
دعا خوشی سے یہ مغموم جیمیں سال بھی ہو	کہ شمع بزم ہو عقد محمد عبدالشکور
	۱ ۳ ھ ۸

قطعۂ تاریخ کدخدائی خطیب الجلیل جناب عبدالجلیل صاحب فرزند جناب خطیب عبدالرحمن صاحب خطیب ساکن وانمباڑی

احباب شادماں ہیں مسرت فزا عزیز
فضل خدا سے آج ملا دل کا مدعا
مغموم سال اسکا کہو ہو کے شادماں
فرخندہ جاہ عقد ہے عبدالجلیل کا

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب گل محمد سیٹھ ساکن بنگلور

یہ جشن کدخدائی کا ہے سامان باغ عالم میں
نتیج شرع کا ہے اور نمایاں شان احمد ہے
پئے تاریخ اے مغموم نے میں شادماں ہو کر
کہی۔ اب جاہ داں فرخندہ عقد گل محمد ہے

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب محمد بن ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

وہ زیب بزم ہوا نوشہی کے مسند پر
جو دل سے تبیعۂ شان مصطفائی ہے
سنائے عقد کی تاریخ ہو کے خوش مغموم
کر۔ جانفزا یہ محمد کی کتخدائی ہے

قطعۂ تاریخ کدخدائی دختر جناب محمد موسیٰ سیٹھ ساکن مدراس

بحمد اللہ بہار جانفزا ہے باغ عالم میں
مبارک ہو مبارک ازدواج دخت موسیٰ ہے
لب اخلاص سے مغموم کہہ دو سال خوش ہو کر
مبارک اور مبارک ازدواج بنت موسیٰ ہے

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب مولوی ضیاء الدین محمد صاحب اماتی ساکن ملکیند ضلع شمالی

ادا ہو شکر کیونکر داور عالم کی بخشش کا
ظہور قدرت خلاق عالم شان ایزد ہے
خوش و خرسند ہو کر بے سر اندوہ اے مغموم
کہو۔ کیا دلفزا عقد ضیاء الدین محمد ہے

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب عبدالشکور رضا صاحب خلف جناب غلام رسول

ہے جشن عقد ابن غلام رسول خاں | بیتاب ہے نگاہ تو دل ناصبور ہے
مغموم ہو کے خوش لب اخلاص سے کہو | کیا اوج کدخدائی عبدالشکور ہے
۱۳۳۹ھ

قطعہ تاریخ کدخدائی جناب محمد عمر سیٹھ ابن جناب حاجی ابراہیم الیاس سیٹھ ساکن بنگلور

حضار بزم کا ہے معطر مشام جاں | مسند پہ نوشہی کے ہوا کون جلوہ گر
مغموم ہو کے خوش سر بدیہی قطع کر | کہدے کہ۔ لطف رب سے ہوا کدخدا عمر
۱۳۴ھ

قطعہ تاریخ کدخدائی جناب محمود حسین صاحب خلف عالیجناب نواب اسرار امین جنگ بہادر صدر المہام حیدرآباد دکن

ہے جو لخت دل نواب امین جنگ کا عقد | ساز و ساماں ہوا جشن کا باجاہ و حشم
شاد ہو کر لب اخلاص سے مغموم یہ سال | عقد فرخندۂ محمود حسین۔ اب ہو رقم
۱۳۴۰ھ

قطعہ تاریخ کدخدائی جناب عبداللہ پاشا صاحب نبیرۂ جناب ارکاٹ حاجی محی الدین صاحب بیضا فارم ساکن مدراس

ولولہ انگیز ہے کیا شادمانی کا اثر | بارک اللہ آج جشن کدخدائی ہے عجب
کر دعا مغموم ہو کر شاد جبیں سال ہو | عقد عبداللہ پاشا نیکخو زیبا ہو اب
۱۳۴۰ھ

قطعہ تاریخ کدخدائی جناب محمد الیاس سیٹھ بن محمد ہارون سیٹھ ساکن مدراس

دیکھکر دہر میں نوشہ کا عروج اقبال | فتنہ و شتر زمانہ کو بھی ہو جاتی ہے یاس
شاد ماں ہو کے یہ مغموم نے تاریخ کہی | کہ۔ یہ فرخندہ ہے اب عقد محمد الیاس
۱۳۴ھ

قطعہ تاریخ کدخدائی جناب عبداللہ سیٹھ ابن ہارون سیٹھ ساکن مدراس

ضیائے صدق ہے اور جشن کدخدائی ہے | عروج یاوری بخت ہے بحمد اللہ

نشاط قلب سے مغموم عقد کی تاریخ	کہو کہ آج بشاشت ہو عقد عبد اللہ

قطعہ تاریخ کدخدائی جناب عبد الواحد سیٹھ ابن جناب عبد الکریم بن حاجی اسمٰعیل سیٹھ ساکن مدراس

کہتے ہیں سب کدخدائی ہے کسی نوشاہ کی	شاد ہیں دولھا دلھن اور شرع کی حبل المتین
شاد ہو کر بے سراعدا کہو مغموم سال	عقد عبد الواحد احسن شمع ایوان دلنشین

قطعہ تاریخ کدخدائی جناب محمد اسمٰعیل سیٹھ فرزند جناب عبد الکریم بن آدم سیٹھ ساکن مدراس

ہے دلیل نور طرب جشن کدخدائی کا	عیاں ہوئی ہے یہ مکتوب عشق کی تفصیل
سناؤ سال یہ مغموم ہو کے شاد، کہ آج	ضیائے دیدہ ہے عقد محمد اسمٰعیل

قطعہ تاریخ کدخدائی جناب محمد حسن سیٹھ ابن جناب حاجی ابراہیم بن الیاس سیٹھ ساکن بنگلور

محفل میں شادمانی و بہجت کا دور ہے	یہ جشن کدخدائی کا سامان ہے برملا
مغموم ہو کے خوش لب اخلاص سے کہو	اب شکر ایزدی کہ حسن کدخدا ہوا

قطعہ تاریخ کدخدائی جناب علی محمد سیٹھ فرزند جناب عبد اللہ بن اسحٰق سیٹھ ساکن مدراس

فضل اللہ سے اب نوشہ بنا ہوا ہے	نقاش رنگ الفت نام آور اب وحید
الفت کے لب سے کہدے مغموم شاد ہو کر	فرخندہ اب بجا ہے عقد علی محمد

قطعہ تاریخ عقد ثانی جناب محمد موسیٰ سیٹھ ساکن مدراس

کسی نوشاہ کا ہے جشن مبارکبادی	کہ شگفتہ گل امید ہے از فضل خدا
شاد ہو بے سر اندوہ یہ مغموم کہو	کہ ہے فرخندہ بجا عقد محمد موسیٰ

قطعۂ تاریخ عقد ثانی جناب ابو المقبول محمود الحسن صاحب ابن محمود ونمباڑی

یہ سب کسی نوشاہ کے ہے عقد کی بہجت
جو علم میں ذیشان ہے فضیلت میں ہے یکتا

مغموم ہوا شاد کہی عقد کی تاریخ
کیا گنج ضیا عقد ہے محمود حسن کا

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب محمد حسن عرف دادا سیٹھ فرزند جناب عبد الستار بن ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

عبد ہے ستار کا جسکے پسر کا ہے عقد
وصف میں رطب اللساں جسکے ہیں سب مرد و زن

خامۂ مغموم بس شاد ہوا اور بہر سال
لکھ کہ۔ ہے فرخندہ اب عقد محمد حسن

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب طاہر محمد سیٹھ خلف داؤد بن حسین حاجی قاسم سیٹھ ساکن مدراس

یہ کس گنجینۂ خلق و حیا کی کدخدائی ہے
کہ جسکی خوبیٔ اقبال کا ہر سمت ہے چرچا

الم کا سر اڑا مغموم کہدے شادماں ہو کر
کہ۔ یہ پُر نور جشن عقد ہے طاہر محمد کا

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب صدیق الحسن صاحب برادر خرد جناب ابو المقبول محمود الحسن صاحب

ہوئی آراستہ اب بزم جشن کدخدائی ہے
کہ ہر فرد بشر ہے دلکشی کا جسکے متوالا

دعا خوش ہو کے کر مغموم سال عقد ہو جیسا
کہ۔ صدیق الحسن کی کدخدائی ہو طرب افزا

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب محمد فخر الدین صاحب الفت ساکن مدراس

بحمد اللہ ہوئی ہے فخر دیں کی کدخدائی اب
یہ ممکن ہے ہر اک شی میں نمایاں رنگ بہجت ہو

کہی مغموم نے تاریخ اسکی شادماں ہو کر
یہ کامل مبارک ہو مبارک عقد الفت ہو

قطعہ تاریخ کدخدائی دختر جناب اُوتنگرے عبدالرحمن صاحب ساکن وانمباڑی

نیر اقبال تابندہ ہوا از فضل حق	غیب سے یوں آرہی ہے شادمانی کی نوید
شاد ہو اور کر دعا مغموم جس میں سال ہو	ہو مبارک عقد بنت عبد رحمن یا مجید
	۱ ۳ ۰ ۴ ۳

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب قادر خاں صاحب فرزند جناب ڈاکٹر عبد العظیم خاں صاحب ساکن مدراس

بحمد اللہ ہوا ہے عقد اس کان شرافت کا	کہ حسن خلق میں ہے ذات جسکی گنج بے پایاں
ہے بزم پر ضیا مغموم تم بھی شادماں ہو کر	کہو تاریخ اسکی ۔ حق نما ہے عقد قادر خاں
	۱ ۳ ۰ ۴ ۴

قطعہ تاریخ کدخدائی دختر جناب جان محمد بن اسمعیل سیٹھ ساکن کوچین

سرور اور نشاط و طرب مبارک ہو	کہ منعقد ہے یہ فرخندہ جشن روح افزا
جو کوئی پوچھے تو مغموم شاد ہو کے کہو	ہے ۔ دخت جان محمد کا عقد ۔ سال اسکا
	۱ ۳ ۴ ۰ ۵

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب خطیب محبوب حسین صاحب ایم اے ایل ایل بی خلف عالیجناب نواب سر امین جنگ بہادر صدر المہام حیدرآباد دکن

سر امین جنگ کے فرزند کی شادی ہے آج	خلق پر شان خدا ہوئی جلوہ فگن
شاد ماں ہو کے یہ مغموم نے تاریخ کہی	عقد محبوب حسین آج ہے شمع روشن
	۱ ۳ ۰ ۵

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب سید عظمت اللہ صاحب خلف جناب عبد العزیز صاحب ساکن مدراس

مبارک سید عبد العزیز ذی وجاہت کو	کہ جسکو عقد کا فرزند کے دن حق نے دکھلایا
کہا مغموم نے سال مسیحی شادماں ہو کر	نمایاں اب ہوا ہے عقد سید عظمت اللہ کا
	۲ ۱۹ ۲ ۷

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب محمد اسمٰعیل سیٹھ خلف جناب محمد موسیٰ سیٹھ ساکن مدراس

منعقد بزم کدخدائی ہے	لب پہ جاری ہے شکر رب جلیل
کہو مغموم شادماں ہوکر	زہے فرخندہ عقد اسمٰعیل

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب محمد یوسف سیٹھ خلف جناب احمد بن حاجی ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

ہے منعقد کیسا جشن نکاح آج	جوش طرب فروز بطرز جدید ہے
مغموم بزم میں لب ارماں سے یوں کہو	سال اسکا۔ کتخدائی یوسف سعید ہے

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب فقیر محمد سیٹھ ساکن میسور

زیبا ہے کدخدائی موزوں خجستہ فال	کیا خوب آج بزم پرانوار کی ہے شاں
مغموم نے کہا لب الفت سے اسکا سال	یہ عقد ہے فقیر محمد کا زرفشاں

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب محمد ابراہیم سیٹھ خلف جناب احمد بن حاجی ابراہیم سیٹھ ساکن مدراس

سرور بخش دل و جاں ضیائے محفل ہے	کہ ہے یہ پیروئی سنت رسول کریم
یہ سال عقد لب انبساط سے مغموم	کہو۔ شگفتہ ہے عقد محمد ابراہیم

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب کے یس محمد ضیاء الدین صاحب ساکن ضلع شمالی آرکاٹ

ہوئی کے یس ضیاء الدین کی اب کدخدائی ہے	عطائے رب باری اور رضا کا لطف بیحد ہے
کہو مغموم سال کدخدائی شادماں ہوکر	دل افزا آج کیا عقد ضیاء الدین محمد ہے

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب عبدالستار سیٹھ خلف جناب عثمان بن صدیق سیٹھ

ہو مبارک کہ ہے لخت دل عثماں کا یہ عقد — خوشدلی یاوری بخت کے ہیں سب آثار

خوش ہو مغموم کہو بے سر افکار یہ سال — جلوۂ اوج طرب شادی عبدالستار

قطعۂ تاریخ کدخدائی دختر جناب ...تنگر سے عبدالرحمن صاحب ساکن انمباڑی

کس عروس باصفا کا عقد ہے — نیکخو، فرخ لقا، اقبالمند،

لکھ لب ارماں سے ہو مغموم خوش — عقد بنت عبد رحمٰن سربلند

قطعۂ تاریخ کدخدائی جناب حمید حسن صاحب برادر خرد ابوالمقبول محمود الحسن صاحب محمود انمباڑی

ضیائے بزم کا نظارہ فرحت دل ہے — ہے جشن عقد کا سامان طرب فزائے خیال

سنائے سال یہ مغموم شادماں ہوکر — کہ کدخدائی حمید حسن سپہر کمال

قطعات تاریخ تعزیت

قطعۂ تاریخ وفات جناب اسحٰق بن محمد سیٹھ ساکن بنگلور

رضائے خالق و خوشنودی پیمبر ہو — نزول تابقیامت ہو رحمت داور

ہے یہ گذارش مغموم اہل ایماں سے — درود و فاتحہ اسحٰق کے ہو مدفن پر

قطعۂ تاریخ وفات جناب حاجی احمد بن حاجی صالح محمد مکی ساکن بنگلور

چلا بسیحات آغاز جوانی میں وہ دنیا سے — جو تھا ایک پیکر خوبی جو تھا ایک بے بہا گوہر

دعا مغموم کی یہ اور یہی تاریخ رحلت ہے — ہو بروح احمد مکی پہ نازل رحمت داور

قطعۂ تاریخ وفات جناب نواب سلطان محمد صاحب تسنیم میسوری

ہیہات چلے گلشن ہستی سے نسیم اب	منظور ہے کچھ روضۂ جنت کی اگر سیر
مغموم نے بجس خاطر احباب سے فی الفور	تاریخ یہ لکھی کہ پڑھو۔ فاتحہ خیر ۱۳۰۵ھ

قطعۂ تاریخ وفات والد ماجد مصنف جناب حاجی فاضل محمد بن حاجی حاجن محمد سیٹھ

چل بسے قبلہ گاہ سوئے جناں	ہائے بے سایہ ہو گیا مغموم
دل مضطر نے یوں کہی تاریخ	حیف ناچیز اب ہوا مغموم

قطعۂ تاریخ وفات جناب ابراہیم بن حاجی حسن سیٹھ ساکن مدراس

دوشنبہ بست و چہارم رجب کو سوئے جناں	جہاں سے چلدیا افسوس وہ محب قدیم
خلوص دل سے یہ مغموم نے کہی تاریخ	نگاہ رحمت حق ہو بروح ابراہیم ۱۳۱۸ھ

قطعۂ تاریخ وفات جناب اسحٰق بن احمد سیٹھ ساکن میسور برادر خوشحال

طاعون کی بیماری سے پائی ہے شہادت	نازل ہو شہیدوں پہ نہ کیوں رحمت خلاق
مغموم ہے سائل لب اخلاص سے یارو	للہ پڑھو فاتحہ بر مدفن اسحاق ۱۳۱۹ھ

قطعۂ تاریخ وفات جناب عبدالشکور سیٹھ خلف جناب سلیمان آدم سیٹھ ساکن مدراس

چل بسا ہے نوجواں دنیا سے آہ!	وہ سلیماں کے جو تھا آنکھوں کا نور
ہو گیا ستره محرم کو وصال	رہ گیا فردوس میں عبدالشکور ۱۳۱۹ھ

قطعۂ تاریخ وفات جناب عبداللہ بن احمد سیٹھ متخلص بہ خوشحال ساکن میسور

حیف مجھ سے چھوٹ گیا میرا محب دلنواز — خوش ادا، خوش خلق و خوش نحو خوش لقا و خوش مزاج
ہو گئی مغموم خوشنودی جو خالق کی حصول — لکھ یہاں سے چل بسا خوشحال عبد اللہ حاج

قطعۂ تاریخ وفات جناب یوسف بن حاجی اللہ رکھا سیٹھ ساکن مدراس

کسی رحلت ہائے غم افزا ہوئی — دوست اور احباب ہیں سارے ملول
ہے دعا مغموم کی تاریخ بھی — رحمت باری ہو یوسف پر نزول

قطعۂ تاریخ وفات جناب ہارون بن حاجی ایوب سیٹھ ساکن مدراس

جہاں سے چل بسا افسوس مرد صاحب عظمت — خرد مندوں میں تھا جو شہرۂ آفاق خوش اسلوب
لب اخلاص سے مغموم نے غورًا لکھی تاریخ — مکیں ہے جنت الفردوس کا ہارون بن ایوب

قطعۂ تاریخ وفات جناب حاجی عبد الصمد صاحب ساکن وانمباڑی

افسوس چل بسا ہے جہاں سے وہ نیک ذات — ذی جاہ، ذی مراتب ذی عز و ذی وقار
مغموم کی دعا سے سن فوت ہے عیاں — عبد الصمد ہو رحمت یزداں سے کامگار

قطعۂ تاریخ وفات جناب حکیم موسیٰ رضا صاحب ساکن مدراس

ارباب علم و فضل سے خالی ہوا جہاں — موسیٰ علی رضا نے کیا خلد کا سفر
مغموم پڑھ کے فاتحہ کرتا ہے التجا — اب ہو دوام رحمت حق سے یہ بہرہ ور

قطعۂ تاریخ وفات جناب سید امیر شاہ صاحب ساکن بمبئی

ہیہات چل بسا ہے جہاں سے وہ مرد نیک — آل نبی کا تھا جو درِ آبدار آہ

مغموم کی دعا بھی ہے اور سال فوت بھی	اکبر لطف رب سے ہو سیدا پیر شاہ

قطعہ تاریخ وفات جناب عبدالقیوم صاحب ساکن حیدرآباد دکن

خواب غفلت سے کیا قوم کو جس نے بیدار	ہو گیا قوم کا دلسوز جہاں سے معدوم
کھینچی ہے سر بہ بیں کو آہ کر مغموم	رحمت حق کا سزاوار ہو عبدالقیوم

قطعہ تاریخ وفات زلیخا بی دختر جناب سید محی الدین صاحب واصل ساکن بنگلور

جہاں سے رحلت خاتون با عصمت ہوئی صد حیف	رضائے حق میں اخلاق و مروت میں جو تھی کامل
ہوئی تاریخ رحلت خامۂ مغموم سے ظاہر	بہ حق واصل زلیخا بی ہے نور دیدۂ واصل

قطعہ تاریخ وفات جناب حاجی زکریا ابن حاجی جان محمد سیٹھ ساکن کلکتہ

چل بسا باغ جہاں سے حیف وہ روشن ضمیر	نیک سیرت نیک آئیں تھا جو از فضل خدا
ہے دعا مغموم کی تاریخ ہے جس سے عیاں	بہرہ ور ہو قرب ربانی سے حاجی زکریا

قطعہ تاریخ وفات جناب نواب محسن الملک مولوی مہدی علیخان صاحب

جہاں سے چلے آہ مہدی علی خاں	جو تھے قوم کے اپنی ہمدرد سچے
لب آرزو سے یہ مغموم کہدو	بہشت بریں محسن الملک پہونچے

قطعہ تاریخ وفات زوجہ جناب موسیٰ بن حاجی عمر سیٹھ ساکن بنگلور۔

چل بسی آہ زوجۂ موسیٰ	حکم باری ہوا یہی سرزد
بے سر انبساط لکھ مغموم	کہ ہو اب عائشہ بفضل خدا

قطعہ تاریخ وفات جناب حاجی صالح محمد بن حاجی اللہ رکھا سیٹھ ساکن مدراس

وا دریغا کسکی رحلت کا بیاں ہے جانگداز — کسکے ماتم میں ہیں اب پیر و جواں یکسر ملول
خامۂ مغموم کو ارشاد ہاتف یوں ہوا — لکھ۔ خدا انکا قرب ہے صالح محمد کو حصول

قطعۂ تاریخ وفات جناب حاجی عبداللہ بن ابوبکر سیٹھ ساکن بنگلور

چل بسا ہیہات اب دنیا سے وہ مرد بزرگ — جسکے اخلاق کریمانہ پہ تھی سب کی نظر
ہے زروے التجا مغموم سال انتقال — رحمت داور ہو نازل حاجی عبداللہ پہ

قطعۂ وفات جناب موسیٰ بن حاجی عمر سیٹھ ساکن بنگلور

چل بسا آفاق سے افسوس تھا جو نیکذات — جسکی تھی شام و سحر امر الٰہی پر نظر
سال رحلت یوں کہا مغموم نے از روئے — رحمت مولا میں ہو موسیٰ ولد حاجی عمر

قطعۂ تاریخ وفات دختر جناب محمد یوسف صاحب (زوجۂ عبدالغفور صاحب) ساکن مدراس

اے وا ہوا ہے دختر یوسف کا انتقال — پر واز روح اسکی ہوئی آج خلد کو
مغموم کی دعا سے سن فوت ہے عیاں — قرب خدا نصیب حلیم النسا کو ہو

قطعۂ تاریخ وفات جناب صالح محمد بن ابا سیٹھ ساکن مدراس

ہوا صد حیف زیر خاک پنہاں وہ جو تھا ذیجاہ — کوئی پیک قضا سے دوستو جائے کہاں بچکر
دعا مغموم کی ہے جس سے سال فوت اظہر ہو — کہ۔ نازل رحمت قیوم ہو صالح محمد پر

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب محمد یونس بن حاجی اسمٰعیل سیٹھ ساکن بنگلور

نئی دلہن جہاں سے چل بسی آہ	جو یوسف سیٹھ کی تھی نیک دختر
خلوص دل سے لے مغموم میری	دعا ہے فضل حق ہو آہ منہ پر

قطعۂ تاریخ وفات جناب طیب بن احمد سیٹھ ساکن ٹیپور

افسوس کہ چل بسا جہاں سے آخر	مدت سے جو تھا رضائے حق کا طالب
مغموم کو غیب سے ہوا یوں الہام	طیب پہ ہے رحمت خدا سے طیب

قطعۂ تاریخ وفات جناب صالح محمد بن احمد سیٹھ ساکن ٹیپو

چراغ زندگی جسکا ہوا گل آج دنیا سے	الٰہی تیری رحمت سے منور اسکا مرقد ہو
دعا مغموم کی ہے جس سے سال فوت ہوا ظاہر	محل خلد یا رب مسکن صالح محمد ہو

قطعۂ تاریخ وفات محمد خان صاحب سابق ملازم جناب حاجی محمد عبد اللہ سیٹھ ساکن بنگلو

چل بسا دہر سے مرا مونس	جسکے غم میں طپاں ہیں پیر و جوان
یہ دعا ہے مری یہی تاریخ	قرب دیان ہو اور محمد خان

قطعۂ تاریخ وفات جناب یوسف بن صدیق سیٹھ عرف اباسیٹھ ساکن نیلگری

جہاں سے کون ہوا راہئی عدم ہیہات	کہ فرط غم سے ہوا خلق میں بپا محشر
دعا ہے یہ مری مغموم اور یہی تاریخ	نگاہ رحمت ایزد ہو روح یوسف پر

قطعۂ تاریخ وفات زوجہ جناب عبد الستار بن حاجی اسمٰعیل سیٹھ ساکن بنگلور

ہوئی اندھیر دنیا دیدۂ اہل بصیرت میں	چلی آفاق سے اولاد خاتون تھی جو دین پرور

لب اخلاص سے مغموم کی ہے التجا دائم
ہو نازل رحمت رب جہاں بی بی حلیمہ پہ
٨ ٢ ھ ٣ ١

قطعۂ تاریخ وفات خاتون بزرگ پہلوان بی ساکن مدراس

چل بسی افسوس خاتون معظم دہر سے
ہوگیا فردوس کا منظر جو اسکو پسند
ہے دعا مغموم کی اور یہی سال وفات
پہلوان بی پر نزول رحمت رب ہو دوچند
٩ ٢ ھ ٣ ١

قطعۂ تاریخ وفات جناب پیر حسن شاہ صاحب سجادہ نشین شہر کچھ بھوج

کس مرد مقدس کی ہوئی آج ہے رحلت
کس پیر طریقت کو ہوئی موت گلوگیر
مغموم کو ہاتف کی ندا آئی فلک سے
برحق ہے جناں پیر حسن شاہ کی جاگیر
٩ ٢ ھ ٣ ١

وله

ہوا جو ہم سے جدا آج گو ہر عرفاں
بزرگ سیرت وقدسی صفات وذی عظمت
فلک سے آتی ہے مغموم دردناک صدا
کہ آج پیر حسن شاہ کی ہوئی رحلت
٩ ٢ ٣ ١ ھ

قطعۂ تاریخ وفات جناب عبد الحکیم بن محمد ہاشم صاحب ساکن سیلم

رنج افزا ہے دلا ہیہات مرگ نوجواں
نازل ہو اسکی روح پر اب رحمت رب کریم
اے راہرو ہے بے سر آزار تجھ سے التجا
للہ پڑھ اب فاتحہ بر مدفن عبد الحکیم
٩ ٢ ھ ٣ ١

قطعۂ تاریخ وفات زوجہ جناب عبد الحمید صاحب تاجر چرم پڑیمیٹ مدراس

چلی ہیہات باغ دہر سے خاتون حق آگاہ
تڑپتے ہیں عزیز و اقربا سب جسکی فرقت میں
دل مغموم سے ہاتف نے یوں ارشاد فرمایا
علی زہرہ دل آگہ فاطمہ زہرا سے جنت میں
٩ ٢ ھ ٣ ١

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب عبد النبی صاحب ساکن مدراس

چل بسی خاتون باعصمت سرا دہر سے	اہل بیت خاندان مصطفےٰ سید نژاد
ہے دعا مغموم کی درگاہ باری میں کہ ہو	زوجۂ عبد النبی پہ رحمت رب عباد
	١٣ ٣ ھ

قطعۂ تاریخ زوجۂ جناب حاجی ایوب بن حاجی اسمٰعیل سیٹھ صاحب ساکن مدراس

رحم کر اسپہ جو دی جان رضا پر تیری	یا الٰہی تری رحمت ہو طفیل محبوب
ہے دعا بھی مری مغموم سن رحلت بھی	فضل علام ہو اور زوجۂ حاجی ایوب
	١٣ ھ ٣ ١

قطعۂ تاریخ وفات زلیخا بی دختر سارجنٹ محمد قاسم صاحب ساکن مینی منگلم مدراس

ہو گئی دختر قاسم کی جو رحلت افسوس	غم فرقت سے ہوا دل کا سنبھلنا مشکل
قلب مغموم سے تاریخ خرد نے یہ کہی	کہ. زلیخا پہ بجا رحمت ایزد ایدل
	١ ٣ ھ ٣ ١

قطعۂ تاریخ وفات جناب حاجی ابراہیم بن حاجی جان محمد سیٹھ صاحب ساکن مدراس

حیف! گذر ا رجہاں سے چل بسا وہ نیک مرد	تھا جو فیاض زماں جود و سخا میں نامور
یہ دعا مغموم کی ہے اور یہی سال وفات	رحمت مقبول اکواں حاجی ابراہیم پہ
	١ ٣ ھ ٣ ١

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب عبد الرزاق صاحب ساکن بنگلور

ہوئی ہیہات رخصت نیک خاتون باغ عالم سے	جو تھی شام و سحر وقف رضائے خالق اکبر
دعا مغموم کی یہ اور یہی تاریخ رحلت ہے	کہ نازل رحمت جبار ہو بی بی حنیفہ پہ
	١ ٣ ھ ٣ ٢

قطعۂ تاریخ وفات زوجہ جناب حاجی ابراہیم بن ایوب سیٹھ ساکن مدراس

گئی جہاں سے خاتون محترم ہیہات	ہے دلمیں رنج وغم و درد و یاس کی آمد
خلوص دل سے یہ مغموم نے کہی تاریخ	کہ پاکباز خدیجہ پہ رحمت ایزد

قطعۂ تاریخ وفات جناب حاجی ابراہیم بن الیاس سیٹھ ساکن بنگلور

چل بسا ہیہات دنیا سے وہ مرد ذی شعور	حسن خوبی میں جو یکتا خلق میں تھا نامور
یہ دعا مغموم کی ہے اور یہی سال وفات	رحمت آقا ہو نازل حاجی ابراہیم پر

قطعۂ تاریخ وفات جناب ابراہیم بن اسحٰق سیٹھ ساکن بھٹکل

چل بسا افسوس مرد ذی شعور	ہوگیا درپیش عقبیٰ کا سفر
کر دعا مغموم جس میں سال ہو	رحمت باری ہو ابراہیم پر

قطعۂ تاریخ وفات جناب الحاج خطیب قادر بادشاہ صاحب بادشاہ ساکن مدراس

دل ہے نالاں دیدہ گریاں لب فریاد و فغاں	میرا مونس میرا ہمدم چل بسا دنیا سے آہ
یہ دعا مغموم کی ہے اور یہی سال وفات	قرب سبحانی بزم گہ ہو بہر قادر بادشاہ

ولہ

بادشاہ اب داغ فرقت دے گیا	ہوگئی گلزار جنت کی جو جا
یوں کہا ہاتف نے سال انتقال	لطف خالق میں ہے بادشاہ

قطعۂ تاریخ فاطمہ بی دختر جناب بی بی چھوٹے میاں صاحب ساکن وانمباڑی

وائے ویلا گلشن ہستی سے بالوئے صغیر	داغ فرقت دیکے باغ خلد کو چلدی شتاب
یہ دعا مغموم کی ہے اور یہی سال وفات	فاطمہ پر ہو نزول رحمت رب لاجواب

قطعۂ تاریخ وفات جناب شہاب الدین صاحب سلیم ساکن ویلور

ماجرائے غم فزا ہے اور بیان دلگداز	چل بسا باغ جہاں سے آہ وہ مرد فہیم
یہ دعا مغموم کی ہے اور یہی سال وفات	شاد ہو رب جہاں روح شہاب الدین سلیم

قطعۂ تاریخ وفات زوجہ جناب محمد بن حاجی ایوب سیٹھ ساکن بنگلور

فرقت خاتون باعصمت ہے درد لا دوا	ہو گئی ملک عدم کو آہ دنیا سے روان
یہ دعا مغموم کی ہے اور یہی سال وفات	بخشنا اب رحمت حق سے ہو وہ شادان

قطعۂ تاریخ وفات جناب محمد قاسم صاحب ساکن ویلور

حیف صد حیف چلا گلشن آفاق سے وہ	جوہر یک امر میں تھا کشور دل کا ناظم
لب اخلاص سے مغموم کہو سال وفات	قرب حق سے ہو سرافراز محمد قاسم

قطعۂ تاریخ وفات جناب صدیق بن عبدالخالق صاحب ساکن بنگلور

آہ گلزار جہاں سے گل خوش رنگ چلا	ساکنان چمن دہر ہیں فرقت سے ملول
لب اخلاص سے مغموم کہو سال وفات	روح صدیق پہ ہو رحمت قیوم نزول

قطعۂ تاریخ وفات جناب صالح محمد بن جان محمد سیٹھ ساکن بنگلور

جدا افسوس ہم سے ہو گیا وہ نوجوانی میں	ترے افضال سے معمور یارب اسکا مرقد ہو

یہی ہے التجا مغموم کی اور سال رحلت بھی — پیا پئے رحمت ربی ہوا ور صالح محمد ہو

قطعۂ تاریخ وفات جناب شیخ احمد صاحب ویلوری ساکن مدراس

چل بسا باغ جہاں سے مثل بو — پھول توڑا ہے اجل نے چن کے آہ
ہے دعا مغموم کی تاریخ بھی — شیخ احمد پر ہو اب لطف الٰہ

قطعۂ تاریخ وفات جناب امین الدین صاحب والد جناب ننھے میاں صاحب ساکن وانمباڑی

ہوا ازبر زمیں افسوس فرخندہ سیر خوشخو — جو آیا گا وہ جائیگا ہے دنیا کا یہی آئیں
دعا مغموم کی ہے اور یہی تاریخ رحلت ہے — کہ واجب رحمت رب جہاں ہو اور امین الدیں

قطعۂ تاریخ وفات جناب ڈاکٹر سید محی الدین صاحب ساکن مدراس

ہائے وہ دیندار صالح اب کہاں گم ہوگیا — مضطرب شوق لقا ہے جستجو میں ہے نگاہ
یہ دعا مغموم کی ہے اور یہی سال وفات — اہل حق سید محی الدین پہ ہو فضل الٰہ

قطعۂ تاریخ وفات جناب شمس العلماء الحاج مولوی غلام رسول صاحب ساکن مدراس

چل بسا باغ دہر سے افسوس — رحمت ایزدی ہو اسپہ نزول
سال رحلت میں ہو دعا مغموم — لطف ربی ہو اور غلام رسول

قطعۂ تاریخ وفات جناب مولوی محمد مرتضیٰ صاحب ساکن مدراس

وقف غم ہر ایک دل ہے آنکھ ہر یک اشکبار — حسرتا وا حسرتا پہونچا کہاں دست قضا
یوں کہو مغموم گر پوچھے کوئی سال وفات — واصل حق ہے ہوا یہ محمد مرتضیٰ

قطعہ تاریخ وفات جناب خان بہادر ملنگ حیات بادشاہ صاحب ساکن وانمباڑی

حکم قضا نہ ٹل سکا آہ جہاں سے چل بسا ۔۔۔ رحمت حق ہو چارہ ساز اور حیات بادشاہ

میری ہے التجا یہی سال وفات بھی یہی ۔۔۔ وقف ہو لطف بے نیاز اور حیات بادشاہ

۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

قطعہ تاریخ وفات جناب احمد بن عبدالرحمن سیٹھ ساکن مدراس

چلا باغ جہاں سے جو رضائے حق کا خوگر تھا ۔۔۔ تری رحمت کا یا رب نور پھیلے اسکی مرقد میں

دعا مغموم کی یہہ اور یہی تاریخ رحلت بھی ۔۔۔ ہو روح احمد بیچارہ داخل بزم احمد میں

۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

قطعہ تاریخ وفات والدہ جناب اسحٰق بن اسمٰعیل سیٹھ چودہری ساکن بنگلور

ہیہات چلی والدۂ حضرت اسحٰق ۔۔۔ تھی سیر جو دنیا سے ہوئی خلد کی عازم

مغموم دعا کر سر اندوہ اٹھا کر ۔۔۔ ہو رحمت رب مادر اسحٰق پہ دایم

۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

قطعۂ تاریخ وفات جناب کاکی حاجی غلام محی الدین صاحب ساکن وانمباڑی

حیف اب گلزار ہستی سے کوئی راہی ہوا ۔۔۔ چل بسے جب جا سلاطین چھوڑ کر سب تخت و تاج

ملتجی مغموم ہے اے داور روز جزا ۔۔۔ یہ غلام محی دین پائے جزائے نیک آج

۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

قطعۂ تاریخ وفات جناب سلطان محمود صاحب میلاپور مدراس

آہ آفاق سے کیا قوم کا دل سوز چلا ۔۔۔ وقف بہبودئ اخوان ہوا جسکا وجود

یہ دعا ہے مری مغموم یہی سال وفات ۔۔۔ اب ہے رحمت معبود میں سلطان محمود

۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

قطعۂ تاریخ وفات جناب اللہ رکھا بن غلام حسین ساکن بنگلور۔

چلا افسوس مثل بوئے گل اب دار دنیا سے ۔ جو تھا باغ جہاں میں قدر دانِ دینِ پیغمبر
دعا میں سال ہے مغموم از قطع سر اندوہ ۔ مدام اللہ کی رحمت ہو اب اللہ رکھا پر

قطعہ تاریخ وفات جناب اسمٰعیل بن اللہ رکھا سیٹھ ساکن مدراس

اہلِ دانش صاحب تدبیر مرد نیک خو ۔ باغ دنیا سے کیا ہیہات عقبیٰ کا سفر
خامۂ مغموم سر خم کرکے سالِ وفات ۔ لکھ کہ۔ افزوں رحمت سبحاں ہو اسمٰعیل پر

قطعہ تاریخ وفات جناب نواب محمد عبد القادر صاحب ساکن مدراس

وہ حق آگاہ گلزار جہاں سے چل بسا ہیہات ۔ جو تھا خوبی کا معدن اور جو تھا اپنے معاصر میں
دعا میں سال رحلت ہو لب اخلاص سے مغموم ۔ کہو۔ ہو روح پاک عبد قادر قرب قادر میں

قطعہ تاریخ وفات زوجۂ جناب عبد الشکور بن یوسف سیٹھ ساکن بنگلور

دنیا میں رہی نہ نیک خاتون ۔ پیمانۂ عمر تھا لبالب
مغموم دعا ہے اور تاریخ ۔ مریم ہو وقف رحمت رب

قطعہ تاریخ وفات جناب آدم سیٹھ فرزند جناب یونس بن صالح محمد سیٹھ ساکن بنگلور

وا دریغا کہ چلا گلشن آفاق سے وہ ۔ ہمت و صبر سے لیپا نہ ہوا جسکا قدم
یہ دعا از لب اخلاص ہے مغموم مری ۔ فضل سبحاں سے مجد ہو محمد آدم

قطعہ تاریخ وفات جناب جان محمد سیٹھ فرزند جناب یونس بن صالح محمد سیٹھ ساکن بنگلور

ہوا ہے گلشن عالم سے آہ کوئی رو ر ل ۔ مقیم روضۂ فردوس وہ گل تر ہو

ہے التجا لب اخلاص سے مری مغموم
دوام جان محمد پہ فضل داور ہو

قطعۂ تاریخ وفات جناب محمود خان صاحب ساکن مدراس

دوشنبہ بارہویں ماہ ربیع الاول کی تھی
جدا ہم سے ہوا لطف الٰہی اسپہ بیجد ہو
دعا مقصود تھی مغموم فکر سال رحلت میں
رقم کردو بہم محمود خاں اور قرب ایزد ہو

قطعۂ تاریخ وفات جناب حاجی عیسیٰ ابا سیٹھ ساکن مدراس

چل بسا فیاض اور غربا نواز
فضل داور کا ہو اسکے سر پہ تاج
یہ دعا مغموم کی ہے بہر سال
رحمت حق روح عیسیٰ پر ہو آج

قطعۂ تاریخ وفات جناب عبدالرحمٰن سیٹھ صاحب ساکن بنگلور

چل بسا دنیا سے بیکس پرور یہ آیا ہے ترے
یاالٰہی کھولدے اسکے لئے رحمت کا باب
یہ دعا مغموم کی ہے سال رحلت بھی یہی
عبدرحمٰن قرب رحمٰن سے ہو پیہم بہرہ یاب

قطعۂ تاریخ وفات جناب موسیٰ بن ایوب سیٹھ ساکن بنگلور

جہاں سے چل بسا افسوس اب لخت دل ایوب
کہ آنکھوں میں ہوا تاریک آفاق کا منظر
کہی مغموم نے تاریخ رحلت بے سر اندوہ
نوید رحمت ایزد ہو دائم روح موسیٰ پر

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب پیر شاہ نواز صاحب ساکن کچھ بھوج

چل بسی چھوڑ کے دہر فانی
رہ گیا دل پہ یہی داغ حرماں
ہے دعا اور یہ سال اے مغموم
بی بی سارہ پہ ہو فضل سبحاں

قطعۂ تاریخ وفات جناب اللہ رکھا بن غلام حسین سیٹھ ساکن بنگلور

تیرے فضل و کرم کا یا الٰہی اس پہ سایہ ہو لب اخلاص سے مغموم کی ہے التجا اور سال	غریب و بیکس و ناچار آیا ہے ترے در پر ہو رحمت اب مدام اللہ کی اللہ رکھا پر ۱ ۳ ۵ ۱ ۳ ۸

قطعۂ تاریخ وفات جناب حاجی اے عبدالشکور صاحب تاجر چرم ساکن ویلور

ہمدرد قوم اہل کرم صاحب وقار تاریخ عیسوی ہو رقم بے سر الم	افسوس چل بسا ہے جہاں سے نفور ہو اب رحمت شکور ہیں عبدالشکور ہو ۱۹ ۶ ۲

قطعۂ تاریخ وفات جناب عبدالکریم صاحب میسوری ساکن بنگلور

مہ صوم سترہ کو شنبہ کا دن دعا میں ہے مغموم کے سال فوت	کیا کوچ دنیا سے مرد فہیم کہ ہو رحمت رب میں عبد الکریم ۱ ۳ ۵ ۳ ۸

قطعۂ تاریخ وفات جناب ابو الصواب محمد حنیف علی صاحب قریشی رغیب ساکن کلکتہ

چل بسا کیا سخنور ذی شان ہے دعا بے سر الم مغموم	نہیں بزم سخن کی اب رونق رغیب ہو اور نزول رحمت حق ۱ ۵ ۳ ۳ ۸

قطعۂ تاریخ وفات جناب ابو ظفر صاحب بی اے واقف ساکن کلکتہ

آہ جو لکھا تھا پیشانی کا وہ پیش آگیا قطع کرکے خامۂ مغموم نے سال وفات	واقف رنگ جہاں تھا جو جہاں سے چل بسا رحمت ایزد ہمیشہ موج واقف پر کہا ۱ ۳ ۳ ۸

قطعہ تاریخ وفات جناب مولانا عبد السبحان صاحب ساکن مدراس ۔

آہ گلزار جہاں سے اٹھگیا ہمدرد قوم — سوز فرقت سے طپاں اہل وطن ہیں اور ملول
یہ دعا مغموم کی ہے سال رحلت بھی یہی — رحمت سبحان ہو وہ چند عبد سبحاں پر نزول
۱۳ ۳۸ ھ

قطعۂ تاریخ وفات جناب ابوبکر بن ایوب سیٹھ ساکن بنگلور ۔

چلا مسکین صفت غمخوار دین افسوس دنیا سے — نہ تھی مرغوب دلکو ہستی فانی کی کچھ بو باس
دعا مغموم کی ہے بے سر اندوہ او ز تاریخ — ہو لبس بہجت نشاں ابوبکر بن ایوب بن الیاس
۱۳ ۳۸

قطعہ تاریخ وفات زوجہ احمد بن عمر سیٹھ ساکن بمبئی ۔

وفات ہوگئی خاتون نیک طینت کی — ہوئی جو مد نظر سیر گلشن رضوان
دعا یہ ہے مری مغموم اور سال وفات — بجا ہو روح حنیفہ پہ رحمت رحمان
۱۳ ۳۸ ھ

قطعۂ تاریخ وفات زوجہ جناب شیخ حسین صاحب ساکن مدراس

دو شنبہ غرہ ماہ رجب کو چل بسی افسوس — حسین اور شیخ جسکا نام اسکی زوجۂ دلبر
لب اخلاص سے سال وفات اور التجا مغموم — بہم کرد و رقم ہو فضل سبحان بی بی زینب پر
۱۳ ۳ ۸ ھ

قطعہ تاریخ وفات جناب خان بہادر غلام محمود صاحب مہاجر مدار المہام حضور پرنس آف ارکاٹ

رحمت سے اپنی کر سرافراز — یا رب ترے فضل سے ہو خوشنود
قطع سر انبساط سے لکھ ، — دنیا سے چلا غلام محمود
۱ ۳ ۳ ۷

قطعۂ تاریخ وفات جناب امجد حسین صاحب خلف جناب نواب امین جنگ بہادر صدر المہام پیشی نظام دکن

ذی علم و ذی شرف تھا ذی جاہ و نیک طینت
افسوس نوجواں وہ دنیا سے چل بسا ہے
مغموم کی دعا سے ظاہر ہے سال رحلت
امجد حسین پر ہو فضل احد بیا پئے

قطعۂ تاریخ وفات جناب مولانا الحاج مولوی حکیم شاہ سید محمد فخر الدین صاحب نقوی فخری میلاپور مدراس

چل بسا باغ دہر سے افسوس
واقف نکتہ ہائے سر خفی
سال مغموم لکھ دعا کے ساتھ
کہ ہو قرب الٰہ میں فخری

قطعۂ تاریخ وفات جناب احمد سیٹھ فرزند جناب ابراہیم اسحٰق سیٹھ ساکن پھلپری

نہ ہو کیوں داغ غم اس نوجواں کی آہ رحلت کا
ممیز جو خصائل میں شرافت میں جو اسعد ہو
دعا مغموم کی یہ اور یہی ہے سال رحلت بھی
کہ لیں مجلس احمد میں داخل روح احمد ہو

قطعۂ تاریخ وفات جناب وحید الدین احمد صاحب ہمشیر زادہ جناب سیٹھ محمد عبد القادر صاحب رضا

ہوا صید اجل افسوس طفل شیر خوار ایدل
عجب کچھ عالم ہستی کا عبرتناک ہے منظر
لیے رو روئے اتجا مغموم اب یہ سال رحلت
ہو نازل رحمت باری وحید الدین احمد پر

قطعۂ تاریخ وفات زوجہ جناب محمد موسیٰ سیٹھ صاحب ساکن مدراس

آہ! باغ دہر سے وہ نیک خاتون چل بسی
جو رضائے رب اکبر کا نہ کرتی تھی عدول
یہ دعا مغموم کی ہے اور یہی سال وفات
بی بی صفیہ پہ ہو دائم رحمت سبحاں نزول

قطعۂ تاریخ وفات جناب صوبیدار عبد الرحیم صاحب نائک مدراس

حیف کہ آفاق سے اب چل بسا	مرد خدا اپیکر خلق عظیم
سال ہے مغموم یہی اور دعا	رحمت حق اور ہو عبد الرحیم
	۹ ۳ ھ ۱۳

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب ڈاکٹر محمد یوسف صاحب ساکن مدراس

چلی افسوس باغ دہر سے وہ پیکر عصمت	پیا پئے اپنی ہمجنسوں میں جسکا فیض تھا جاری
کہی مغموم نے تاریخ اسکی ملتجی ہو کر	کہ . بی بی ام سلمہ پر سدا ہو رحمت باری
	۹ ۳ ھ ۳ ۱

قطعۂ تاریخ وفات جناب محمد صدیق سیٹھ ابن جناب ابوبکر سیٹھ ساکن مدراس

چلا آہ آفاق سے وہ گل تر	کہ نکہت سے جسکی معطر ہے مرقد
لب التجا سے سن فوت مغموم	سنا دو کہ . صدیق پر فضل ایزد
	۹ ھ ۳ ۱۳

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب اسمٰعیل سیٹھ ابن جناب حاجی اللہ رکھا سیٹھ ساکن مدراس

چلی ممتاز خاتوں جسترا اب باغ عالم سے	جو تھی ہمدرد دلسوز فی مروت اور دین پرور
دعا مغموم کی یہ اور یہی تاریخ رحلت ہے	ہو پیہم رحمت رب مبیں بی بی حلیمہ پر
	۹ ھ ۳ ۳ ۱

قطعۂ تاریخ وفات لسان العصر جناب سید اکبر حسین صاحب اکبر الہ آبادی

چلا ہے افصح الفصحائے دوران آہ دنیا سے	دلا شمع سخن اب گل ہوئی بزم سخنوریں
سروش غیب نے مغموم سال اسکا کہا مجھ سے	ہے پہنچا آج اکبر رحمت اللہ اکبر میں
	۱۳ ۱ ھ

قطعۂ تاریخ وفات جناب مولوی الحاج شاہ سید محمد عبد الغفار صاحب ناصر قاضی بنگلور

چل بسا فاضل ہمیں جہاں سے ہیہات	آج روپوش ہوئی گلشن عالم سے بہار

بے سرآہ ہی سال اور دعائے مغموم، لطف آقا ہو مدام اور ہو عبد الغفار
۲۲ ۶ ۱۹

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب ابو المقبول محمود الحسن صاحب محمود وانمباڑی

چل بسی آج وہ خاتون کہ جو تھی نیک صفات، آہ! دنیا سے وہ روپوش ہوئی زیر کفن
کہہ دیا بے سر اندوہ یہ مغموم نے سال، شاد جاں خلد میں ہو زوجۂ محمود حسن
۴ ۱۳ ھ

قطعۂ تاریخ وفات جناب سیس عبد القادر صاحب ساکن ویلور

چلا افسوس مرد عاقبت اندیش دنیا سے، عجب ہے گر نہ دنیا عبرت اندوز بصائر ہو
دعا مغموم کی ہے اب لب اخلاص سے اور سال، منزہ لطف قادر اور روح عبد قادر ہو
۱۳ ھ ۴

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب صوبیدار عبد الرحیم صاحب مرحوم ساکن مدراس

چل بسی افسوس اب خاتون فرخندہ صفات، اسکو حاصل جاوداں ہو قرب اللہ الصمد
سال رحلت اب دعا کے ساتھ مغموم حزیں، لکھ کہ۔ روح عائشہ اور قرب باری ہو ابد
۱۳ ۴ ھ

قطعۂ تاریخ وفات زبیدہ بی بی شیر خوار دختر جناب ابو المقبول محمود الحسن صاحب محمود وانمباڑی

افسوس وہ معصوم صورت ہوگئی ہم سے جدا، آگے تجھے ہیں حور و غلمان خواہش پابوس میں
مغموم بہر سال رحلت آئی یوں دل سے ندا، روح زبیدہ رہ گئی اب گلشن فردوس میں
۱ ۳ ۴ ھ

قطعۂ تاریخ وفات جناب ابو العرفان شاہ محمد عبد الرحمن صاحب فاروقی التسلیم ساکن بنگلور

چلا تنہا جو دریائے حقیقت کا شناور تھا، جدا ہم سے ہوا اور ملک باقی کا ہوا عازم
دعا مغموم کی ہے اور یہی تاریخ رحلت ہے، کہ اب روح ابو العرفان ہو در قرب حق دائم
۴ ۳

قطعۂ تاریخ وفات جناب خان بہادر شمس العلماء پروفیسر محمد یوسف صاحب رنجور ساکن پٹنہ

افسوس چل بسا ہے وہ گلزار دہر سے	جو آفتاب علم تھا علامۂ زمان
مغموم کی دعا ہے یہی اور یہی ہے سال	رنجور لطف حق سے رہے شاد جاودان

قطعۂ تاریخ وفات جناب یونس بن صالح محمد سیٹھ ساکن بنگلور

بزرگ قوم حیف اب چل بسا دنیا کی منزل سے	نہ کیونکر ہو عزیز خلق جو فخر اب وجد ہو
اٹھا پائے فنا کر التجا مغموم بہر سال	ضیائے یاد حق یونس ولد صالح محمد ہو

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب ابراہیم بن ابوبکر سیٹھ ساکن کٹک

محترم خاتون چلی افسوس باغ دہر سے	کیا کرے انسان نازل حق کا جب فرمان ہو
بے سر آسودگی مغموم سال انتقال	یوں کہو۔ مرحومہ پہ نازل رحمت رحمٰن ہو

قطعۂ تاریخ وفات عبدالرحیم صاحب فرزند جناب شیخ احمد صاحب مرحوم ملیوری ساکن را[illegible]

چل بسا آہ جہاں سے گل رعنائے چمن	نوجواں اور خوش اخلاق ذہین اور فہیم
صدق و اخلاص سے مغموم پئے سال وفات	کر دعا۔ رحمت منان ہو اور عبد رحیم

قطعۂ تاریخ وفات جناب محمد عیسیٰ سیٹھ مدح خوان ساکن میسور

چل بسا بزم جہاں سے بزم آرائے رسول	ذی کمال و نیک طینت واصف شاہ جہاں
بے سر اندوہ ہے مغموم سال اور التجا	لطف یزداں بزم گہ ہو اور عیسیٰ مدح خواں

قطعۂ تاریخ وفات جناب احمد بن ایوب سیٹھ ساکن بنگلور

چلا ہے آہ جہاں سے وہ صاحب تدبیر	کہ جسکے فیض سے ہوتے تھے بہرہ یاب بشر
دعا یہ ہے مری مغموم اور یہی تاریخ	نزول رحمت سبحان ہو روح احمد پر

قطعۂ تاریخ وفات جناب یعقوب بن آدم سیٹھ ساکن بنگلور

سوئے دار البقا اب چل بسا افسوس عزت سے	بزرگ قوم ہے ہے چھوڑ کر اب گلشن عالم
دعا مغموم کی ہے اور یہی ہے سال رحلت بھی	جوار رحمت مولیٰ میں ہو یعقوب بن آدم

قطعۂ تاریخ وفات جناب مولوی زاہد حسین صاحب ساکن مدراس

غم سے ہیں جسکے مضطرب الحال اہل دیں	افسوس چل بسا ہے وہ علامۂ زمان
مغموم کی دعا ہے یہ سال وفات بھی	زاہد حسین رحمت حق سے ہو شاد جان

قطعۂ تاریخ وفات جناب حاجی جان محمد بن موسیٰ سیٹھ عدن والا ساکن بمبئی

چھوڑ کر دنیا کو پہنچا ہے الٰہی تیرے حضور	شاد ہو جان رحمت سے تری اور نور تاباں مرقد ہو
ہے یہ دعا مغموم حزیں کی اور یہی ہے سال وفات	فضل احد ہو جائے ابد اور حاجی جان محمد ہو۔

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ پیر شبیر محمد صاحب عاجز ساکن ڈیرہ دون۔

والے دیا محترم خاتون جہاں سے چل بسی	جسکے غم میں زار و نالاں ہیں عزیز و اقربا
تھی دعا مغموم لب پر بہر سال انتقال	فضل رب ہو زوجۂ عاجز پہ یوں دل نے کہدیا۔

قطعۂ تاریخ وفات والدۂ جناب پیر شبیر محمد صاحب عاجز ساکن ڈیرہ دون

والدہ مشفق عاجز جہاں تھی چل بسی [illegible]	رحم ہو اسکے [illegible]

دعا مغموم کی یہ اور یہی تاریخ رحلت ہے
بپا ہو رحمت رحمٰن دائم ام عاجز پہ

قطعۂ تاریخ وفات جناب مولانا مولوی محمد عبد المجید صاحب شائق الندوری اڈیٹر قومی اوپٹ

افسوس چلا رہبر خلق جہاں سے
یارب چمن خلد ہیں اب اس کا گزر ہو
مغموم یہی میری دعا اور یہی سال
اب ہمدم قرب احدی روح شرر ہو

قطعۂ تاریخ وفات جناب سید محمد ولی اللہ صاحب عرف پیر حضرت شطاری قادری فصیح الٰہی ساکن

لقب تھا پیر حضرت چل بسا وہ آہ دنیا سے
فصیح الٰہی سجادہ نشین تھا اور حق آگاہ
یہ ہے میری دعا مغموم اور تاریخ رحلت بھی
کہ۔ نازل رحمت رب اور ہو سید ولی اللہ

قطعۂ تاریخ وفات جناب چودھری محمد اسحٰق صاحب ساکن بنگلور۔

بیکسی آہ برستی ہے مری تربت پر
آنیوالے تو کبھی بھولکے کر مجھ پہ نگاہ
التجا ہے مری تجھ سے بزبان مغموم
فاتحہ مرقد اسحاق پہ پڑھ عالیجاہ

قطعۂ تاریخ وفات زوجہ حسن بن عبد الستار سیٹھ ساکن مدراس

دنیا سے نوجوان دلہن چل بسی ہے آہ
دیکر چلی ہے داغ غم و حسرت و محن
مغموم التجا ہے پئے سال انتقال
لکھ۔ فضل لازوال ہو اور زوجۂ حسن

قطعۂ تاریخ وفات جناب سلیمان بن آدم سیٹھ ساکن مدراس۔

وہ مرد نیک طینت چل بسا افسوس دنیا سے
تھا جسکی طبع میں ہمدردی و ایثار کا جوہر
جو فکر سال رحلت تھی دعا کے ساتھ اے مغموم
کہا میں نے کہ۔ نازل رحمت رب ہو سلیمان پر

قطعۂ تاریخ وفات جناب ڈاکٹر خلیل اللہ صاحب فرزند جناب ڈاکٹر ہدایت اللہ صاحب ساکن ویلور

نگاہیں ڈھونڈتی ہیں ہے نشاں مفقود عالم سے — جہاں سے چل بسا افسوس فی ادراک حق آگاہ
یہی مغموم کی ہے التجا اور سال رحلت بھی — ہو محو لطف ایزد بندۂ ڈاکٹر خلیل اللہ

قطعۂ تاریخ وفات جناب الیاس سیٹھ عرف دادا فرزند جناب یعقوب بن ہارون سیٹھ ساکن مدراس

حسرت وارماں کی ناکامی تاسف خیز ہے — چل بسا افسوس گلزار جہاں سے نیکنام
بے سر انفاس اے مغموم لکھ سال وفات — روح پر الیاس کی ہو رحمت ایزد مدام

قطعۂ وفات جناب محمد عمر بن حسین سیٹھ ساکن بنگلور

چل بسا ہیہات دنیا سے کوئی — جادہ پیما ہے عدم کا کارواں
بے سر اندیشہ ہے مغموم سال — رحمت حق ہو عمر پہ جاوداں

قطعۂ تاریخ وفات جناب عبداللہ بن اسحٰق سیٹھ ساکن مدراس

سفر عقبیٰ کا میرے بھائی صاحب کو ہوا درپیش — کہ جنکی دید کی بھی رہ گئی مغموم کو حسرت
دعا بھی ہے مری اور سال بھی یہ بے سر افکار — ہو یکجا روح عبداللہ پہ اللہ کی رحمت

قطعۂ تاریخ وفات جناب ابراہیم بن اسحٰق سیٹھ ساکن مدراس

کوچ اس دنیا سے میرے بھائی جان صاحب نے کیا — آہ جو ہر وصف میں ممتاز تھا عالی گہر
بے سر افکار لکھ مغموم سال انتقال — رحمت رب احد واجب ہوا ابراہیم پہ

قطعۂ تاریخ وفات جناب عبدالستار بن حسین سیٹھ ساکن مدراس

کون دنیا سے چلا ہے افسوس، دل ہوا رنج و الم سے ہے دو نیم
لب افکار سے مغموم کہو عبد ستار ہوا ور لطف کریم

قطعۂ تاریخ وفات دختر جناب حاجی محمد بن یونس سیٹھ ساکن بنگلور

آہ دنیا سے چلی وہ نیک ذات عمر جس نے کی رہ حق میں تمام
یہ دعا مغموم کی ہے، ہو نزول عائشہ پر رحمت ایزد مدام

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب عثمان بن صدیق سیٹھ ساکن بنگلور

چلی بزم جہاں سے آہ خاتون خجستہ پے محاسن جسکے بیحد و بیاں ہیں خلق میں اظہر
ز روے التجا مغموم اسکا سال رحلت ہے کہ نازل رحمت باری ہو اب بی بی حلیفہ پہ

قطعۂ تاریخ وفات جناب حاجی ابراہیم بن ایوب سیٹھ ساکن مدراس

مرد صالح دیندار و متقی تھا چل بسا آہ اب اسکا بدل کوئی نہیں آتا نظر
یہ دعا مغموم کی ہے اور یہی سال وفات ہو نزول رحمت حق حاجی ابراہیم پہ

قطعۂ تاریخ وفات جناب خواجہ مرتضیٰ حسین صاحب تبسم ساکن مدراس

چلا ہے آہ جہاں سے وہ مرد حق آگاہ جو علم و فضل و ہنر کا تھا گنج بے پایاں
دعا یہ ہے مری مغموم اور یہی تاریخ مدام اب ہو تبسم پہ رحمت سبحاں

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب خطیب محمد عبد الرشید صاحب ساکن وانمباڑی

نیک خاتون آہ باغ دہر سے اب چل بسی ذات سے جسکی دلا وابستہ تھی کیا کیا امید
یہ دعا مغموم کی ہے اور یہی سال وفات قرب داور سے ہو محکم زوجۂ عبد الرشید

قطعۂ تاریخ وفات دختر جناب عبدالقادر بن حاجی جان محمد سیٹھ ساکن کٹک۔

چل بسی خاتون باعصمت جو تھی ذی افتخار	وہ ہوا ور قرب الٰہی وہ ہوا در بیان ہو
ہے دعا مغموم کی یا رب فنا کو قطع کر	بی بی زینب پر نزول رحمت جنان ہو

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب احمد بن عبدالرحمٰن سیٹھ ساکن سنگمنیر

چل بسی آہ محترم خاتون	جب اجل آئے دیر ہی کب ہو
بے سر انبساط لکھ مغموم	رابعہ اور رحمت رب ہو

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب بی محمد عبدالقدوس صاحب ساکن مدراس

چلی وہ محترم خاتون جہاں سے دار عقبیٰ کو	رضائے حق میں تھا ہر دم سر تسلیم جسکا خم
زرد تیرہ التجا مغموم نے اسکی کہی تاریخ	ہو نازل رحمت باری بروح آمنہ بیگم

قطعۂ تاریخ وفات جناب حاجی عبدالعزیز صاحب سوداگر آہن مدراس۔

افسوس چل بسا ہے کوئی مرد ذی شعور	حق گو تھا حق شناس بھی تھا اور حق پسند
مغموم نے کہا بہ لب التجا سے سال	عبدالعزیز رحمت حق سے ہو بہرہ مند

قطعۂ تاریخ وفات جناب حاجی ایوب بن حاجی اسمٰعیل سیٹھ ساکن مدراس

افسوس کہ چل بسا کوئی مرد خدا	اسکی رہی زندگی جہاں میں قائم
مغموم کی التجا ہے اور سال وفات	ایوب پہ رحمت خدا ہو دائم

قطعۂ تاریخ وفات جناب حبیب اللہ صاحب فرزند جناب قاضی محمد کریم اللہ صاحب رحیم ساکن [illegible]

[illegible]	[illegible]

یہ دعا مغموم کی ہے اور یہی سال وفات
رحمت قادر ہو نازل اب حبیب اللہ پہ

قطعۂ تاریخ وفات جناب علامہ مفتی محمود صاحب ساکن مدراس

آہ دنیا سے چلا وہ پیکر علم و عمل
اب تری آغوش رحمت میں وہ لے معبود ہے

ہے لب اخلاص سے مغموم سال اور التجا
لکھ مدام اب قرب حق اور مفتی محمود ہے

قطعۂ تاریخ وفات جناب حکیم مولوی شاہ بدر الدین صاحب قادری ساکن مدراس

دل سے دنیا چل بسا اب گلشن آفاق سے
وہ جو تھا مرد متقی اور عارف لا کلام

ہے زروئے التجا مغموم سال انتقال
شاہ بدر الدین ہوا ور قرب سبحانی ہو مدام

قطعۂ تاریخ وفات جناب سید مرشد پیران صاحب ساکن انبا ڑی

چل بسا آہ مرد حق آگاہ
وقف غم ہو گئے ہیں پیر و جوان

ہے سرا نبساط لکھ مغموم
لطف رب اور ہو مرشد پیران

قطعۂ تاریخ وفات جناب ایم عبد الباسط صاحب برق مالک پریگد تبیہ کر شپالم

چل بسا افسوس دنیا سے وہ حق آگاہ آج
خلق جس سے کر رہی تھی علم کی دولت حصول

یہ دعا مغموم کی ہے اور یہی سال وفات
جاودانی ہو برق پر اب رحمت ایزد نزول

قطعۂ تاریخ وفات جناب منشا دار بی امین الدین صاحب ساکن انبا ڑی

ناصح مشفق جو تھا اور راستباز و نیک خلق
آخر اس دنیا سے رحلت کر گیا وہ پاکباز

ہے زروئے التجا مغموم سال انتقال
بی امین الدین ہوا در قرب سبحان لنواز

قطعۂ تاریخ وفات امنہ بی دختر جناب منشا دار بی امین الدین صاحب ساکن انبا ڑی

جو تھی معصوم صبیہ چل بسی وہ دار فانی سے
جو فکر سال تھی مجھکو تو از رہ دعائے بقا مغموم

پریشاں ہیں اعزہ اقربا احباب نالاں آج
کہا میں نے یہی۔ ہو آمنہ پر فضل سبحاں آج

قطعۂ تاریخ وفات جناب الحاج مولوی سید شاہ حسین صاحب قادری الشطاری میلاپور مدراس

افسوس چل بسا ہے وہ یکتائے روزگار
پائے فنا اڑا کے ہے مغموم کی دعا

گنج علوم و قدوۂ دین، مقبل اِلٰہ
رحمٰن کا قرب اور ہو سید حسین شاہ

قطعۂ تاریخ وفات جناب مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب رئیس دہلی.

چلا وہ ہائے دنیا سے جو ہمدردی کا پتلا تھا
دعا مغموم کی ہے بے سر اعدا ہو یہی سال

جہاں ہیں چرخ علم و فضل کا تھا اک مہ تاباں
کہ۔ ہو لطف الٰہی اد مسیح الملک اجمل خان

قطعۂ تاریخ وفات جناب محبوب حسین صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی۔ خلف عالیجناب نواب سر امین جنگ بہادر صدر المہام پیشی حیدرآباد دکن

ہیہات جہاں سے چل بسا نیک صفات
مغموم کہو بے سر اندیشہ یہ سال

افسوس شباب میں عدم کی لی راہ
محبوب حسین پر ہو اب فضل اِلٰہ

قطعۂ تاریخ وفات جناب اسمٰعیل بن یعقوب جان محمد سیٹھ ساکن منگلور

چل بسا وہ نوجوان آفاق سے
اب دعا کے ساتھ اے مغموم سال

مرد صالح تھا جو اور اہل خرد
لکھ۔ ہو اسمٰعیل پہ فضل احد

قطعۂ تاریخ وفات زوجۂ جناب خطیب عبد الجلیل صاحب ساکن وانمباڑی

چل بسی وا حسرتا اب زوجۂ عبد الجلیل
بے سر انکار ہے مغموم میری التجا

وہ جو تھی وقف رضائے خالق کون و مکاں
فاطمہ پہ اب ہو نازل رحمت رب جہاں

مضامین نثر

اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی جامع تعریف ان دو جملوں میں ادا کی یعنے ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ بظاہر اسکی کچھہ اہمیت معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو بجائے خود یہ ایک وسیع مضمون ہے جسکے لئے ایک دفتر چاہئے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد اکثر ایسے مختصر جملوں میں ہوا کرتا تھا جو متعدد نکات اور وسیع مطالب سے معمور ہوا کرتے تھے اسی لئے آپ جامع الکلم کہلاتے تھے۔ اب اسپر غور فرمائیں کہ یہ ایمان کی تعریف کس قدر صحیح اور صادق ہے۔ درحقیقت ایک مسلم کی نجات اسی میں ہے کہ وہ خوف اور امید کو اپنا رہبر بنائے۔ اسی میں اسکی بہتری اور اسی میں اسکے ایمان کی سلامتی ہے۔ قرآن مجید کے مطالب کا خلاصہ یہی ہے کہ خوف اور امید کو اپنے دلمیں جگہہ دیجائے۔ مثلاً جسقدر اوامر ونواہی ذکر ہے وہ تمام بین الخوف کے تحت میں آجاتے ہیں۔ اور جسقدر خدا کی رحمت اور نعمت کی بشارت ہے وہ سب وَالرَّجَاءِ کے تحت میں آجاتی ہے ایک صحیح الدماغ آدمی کا کام ہے کہ وہ اسکو سوچے اور سمجھے۔ بظاہر اسپر ایک اعتراض وارد ہوگا کہ اگر صرف خوف اور امید سے ہماری نجات ہو سکتی ہے تو ہم کو نیک اعمال کی کیا ضرورت ہے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ جسکے دلمیں خوف خدا جاگیر ہوگا وہ کبھی خدا کے فرمان کو ترک نہیں کرسکتا۔ وہ شب و روز خدا اور رسولؐ کی خوشنودی میں اپنی اوقات بسر کریگا۔ ورنہ خوف کے کیا معنے ہیں۔ کیا یہی کہ گناہ پر گناہ کرتا جائے اور خوف بھی رکھے۔ یہہ متضاد صورتیں باہم کیونکر جمع ہوسکتی ہیں۔ آؤ۔ میں آپکو ایک دنیوی مثال سمجھاؤں۔ ایک باپ اپنے بیٹے کو یا ایک استاد اپنے شاگرد کو اپنی فرمانبرداری کی ہدایت کرتا ہے اور در صورت عدم تعمیل اسکو سزا کا خوف دلاتا ہے اور در صورت تعمیل انعام واکرام کی امید دلاتا ہے تو کیا وہ لڑکا کسی صورت سے نافرمانی کرسکتا ہے۔ ایسا کرنے سے اسکو سزا پانیکا خوف نہ

اور سزا بھی ایسی سخت جسکا اسکو تجربہ ہو چکا ہے اور اپنے بھائیوں کو سزا پاتے دیکھ چکا ہے جسکا وہ ہرگز متحمل نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ امید رکھ سکتے ہیں کہ ایسے شخص سے نافرمانی سرزد ہوگی۔ یقیناً اسکا جواب نفی ہی میں ہوگا۔ پھر جب وہ باپ کی یا استاد کی خوشنودی حاصل کریگا تو ضرور اسکو امید رکھنی چاہئیے کہ وہ انعام و اکرام سے بھی سرفراز ہوگا۔ بخلاف اسکے وہ کیسا احمق لڑکا ہوگا جو نافرمانی بھی کرتا ہے اور سزا سے بھی بے خوف ہے اور امید رکھتا ہے کہ وہ انعام و اکرام بھی پائیگا۔ ایسا شخص انعام تو کیا پائیگا بلکہ اندیشہ ہے کہ استاد بھی اسکو مدرسے سے خارج کر دیگا اور ماں باپ بھی اوسکو عاق کر دینگے۔ اب فرمائیے کہ اسکا ٹھکانہ کہاں ہے۔ شاید آپکو صاف معلوم ہو گیا کہ ایمان کے دو جزو ہیں ایک خوف اور دوسری امید۔ ایک جزو کے ترک کرنے سے ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ پس یہ کسقدر افسوس کی بات ہے کہ خوف کا تو ہمارے دل میں گزر نہیں مگر امید ہی امید کا سبق ہے۔ آخر یہ کس بات کی امید۔ کونسی خدمت کا صلہ۔ نافرمانیاں کرتے جاتے ہیں۔ منہیات سے احتراز نہیں۔ مگر امید ہے کہ ایکدم کیلئے جدا نہیں ہوتی۔ اگر کوئی ناصح مشفق کہتا ہے کہ خدا کے عذاب سے ڈرو۔ تو کہا جاتا ہے کہ خدا کریم ہے، غفور الرحیم ہے ہمکو کیا ڈر۔ بجا۔ بھلا یہ بھی کبھی سوچا گیا کہ خدا قہار بھی ہے، ذوالجلال بھی ہے، مالک یوم الدین بھی ہے۔ اسکے غضب سے انسان کیونکر بچ سکتا ہے۔ وہ غفور الرحیم تو بیشک ہے مگر ہمنے اسکی خوشنودی کا کونسا کام کیا جسپر اسکے رحم کی امید کیجائے۔ ابھی میں نے دنیوی مثال سے آپکو سمجھایا کہ نافرمان لڑکا کبھی باپ کی یا استاد کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتا مگر باپ اور استاد کی سزا یہی ہے کہ چند قمچیاں ماریگا یا گھر اور مدرسے سے خارج ہونا پڑیگا۔ یا بھوکا رہنا ہوگا مگر خدا کی نافرمانی کی سزا آتش جہنم ہے اور اسمیں اقسام کے اسباب ایسے ہیں جسکے تصور سے روح کانپتی ہے تو کیا چند روزہ عیش و عشرت کے بھروسہ پر غفلت میں مبتلا ہو کر ایک غیر محدود مدت تک ہم ایسا سخت عذاب گوارا کر سکتے ہیں۔ میرے عزیزو! اگر عقل سلیم ہے تو سوچنے کی بات ہے خدا [illegible] ہمکو اپنی معرفت و شرف سے منع نہیں کیا [illegible] دنیاوی جاہ و ثروت، عیش و عشرت [illegible] جہنم کی [illegible]

اور حقوق العباد بھی بجالانا ہمارا فرض ہے آخر اسکی دی ہوئی نعمت کا شکر بجالانا چاہئے فرمان خداوندی ہے
لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنے خدا نے انسان کو کوئی ایسی تکلیف نہیں دی مگر اس کے
وسعت کے مطابق۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا کوئی فرمان جو ہماری طاقت سے باہر ہو صادر نہیں فرمایا
پھر کسقدر غفلت کی بات ہے کہ باوجود طاقت کے ہم اسکے احکام سے سرتابی کرتے ہیں حالانکہ
دنیوی منفعت کیلئے سخت سے سخت مشقت گوارا کرنے کے لئے ہم مستعد ہو جاتے ہیں جو چند روزہ ہے
زیادہ نہیں اور آخرت کی منفعت سے جو دائمی اور ابدی ہے غافل ہیں اس سے یہی پایا جاتا ہے کہ
ہم کو عذاب آخروی کا یقین نہیں ورنہ ایسا کرنیکی کوئی وجہ نہیں۔ بہت سے حضرات جو علانیہ معاصی
میں گرفتار ہیں جب انکو باز آنیکے لئے کہا جاتا ہے تو فوراً لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کا
سبق پڑھنے لگتے ہیں مگر انہوں نے اسپر کبھی غور نہ کیا کہ جب خدا کی رحمت سے کوئی ناامید نہیں
ہوسکتا تو پھر یہ امر دینی سزا و جزا کس لئے ہے۔ آؤ اسکے معنے بھی تم کو سمجھائے دیتے ہیں۔
شائد مندرجہ ذیل شعر آپ کے سمجھانے کے لئے کافی ہوگا۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ		گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ	
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست		صد بار اگر توبہ شکستی باز آ	

مطلب یہ ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے ہم نے اگر کیسے ہی سنگین جرم کئے ہوں اور کیسے ہی غفلت
میں مبتلا ہوں مگر ناامید ہونیکی کوئی وجہ نہیں۔ سچے دل سے توبہ کیجائے اور آئندہ کے لئے عہد
کیا جائے کہ کبھی فرمان الٰہی سے سرتابی نہ کیجائے گی اور ایمان بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ سے مستفید
ہوکر لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کے اپنے کو مستحق بنائیں۔ یہی معنے ہیں جسکو غلط فہمی سے کچھ کا کچھ
سمجھ لیا گیا ہے اور قاعدے کی بات بھی یہی ہے کہ ایک مزدور یا ایک صناع یا ایک ملازم
اپنی غیر معمولی ذہانت سے کوئی کام انجام دیتا ہے تو انعام کا امیدوار بھی ہوتا ہے اور وہ
انعام بھی پاتا ہے۔ مگر وہ کیسا احمق ملازم ہوگا کہ کام تو کچھ کرتا نہیں اور صلہ کی امید رکھتا ہے
شاید بعض کو یہ شبہ گزرے کہ جب اعمال صالحہ پوری طور سے بجالائے جائیں فرمان خداوندی ہے

سرتابی نہ کیجائے پھر خوف خدا کی کیا ضرورت ہمارے اعمال کی جزا لازمی ہے۔ اس شبہ کو رفع کرنے کے لئے اس قدر کہنا کافی ہوگا کہ اعمال صالحہ کا بجالانا ہی خوف کا نتیجہ ہے۔ مگر پھر بھی خوف کا ترک کرنا ضعف ایمان کی دلیل ہے اس لئے کہ انسان سہو وخطا سے بچ نہیں سکتا۔ سوائے انبیا کے کوئی معصوم نہیں۔ اگر ہم ایک دن اور ایک رات کا حساب لگائیں کہ ہم سے کس قدر نیکیاں سرزد ہوئیں اور کس قدر جرم کے مرتکب ہوئے تو غالباً ہمارے معاصی کا پلہ بھاری ہوگا۔ ماسوا اسکے حسن عمل کے لئے صدق اور خلوص کی ضرورت ہے۔ خدا جانے ہمارا کونسا عمل مقبول ہو اور کونسا مردود۔ اس لئے ہر حال میں خوف خدا کی ضرورت ہے اسکے ساتھ امید بھی وابستہ ہونی چاہئے ورنہ خالی امید ہی امید سے ایمان کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال نیتوں پر موقوف ہیں یعنے حسن عمل کے لئے حسن نیت بھی ضرور ہے۔ ناموری، شہرت اور ریا کا اس میں دخل نہ ہو کسیکی خوشامد یا چاپلوسی کی غرض سے یا بدنامی سے بچنے کی نیت سے نہ ہو۔ بلکہ جو کام ہو خالصاً للہ ہو۔ ورنہ اسکا نیک عمل ضائع ہو جائیگا۔ یہ حدیث اس قدر مشہور ہے کہ جاہل سے جاہل بھی اسکو طوطے کی طرح رٹ لیتا ہے۔ گو نفس مطلب سے ناآشنا ہو اس سے جس قدر غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں ناقابل بیان ہیں۔ ایک رند، ایک ڈاکو، ایک سفاک ایک شاہد پرست، اپنے افعال شنیعہ کی پردہ پوشی کیلئے اس حدیث کو اپنا منتہائے خیال قرار دیکر اسی کو بطور سند پیش کرتا ہے۔ ایک ضعیف الاعتقاد اسی کو اپنے اعمال کی سپر بناتا ہے اور بالاتفاق سب کا یہی قول ہے کہ ہمارے اعمال سے قطع نظر کرکے ہماری نیتوں کو دیکھو۔ یہ ایسا بیہودہ خیال ہے کہ کوئی ذی شعور اسکو تسلیم نہ کریگا کیونکہ نیک کاموں میں نیت کا فتور ہو سکتا ہے مگر اعمال بد میں حسن نیت کا سہارا بعید از عقل ہے۔ حسن نیت کا غیر

کے لئے ہے نہ کہ افعال شنیعہ کے لئے۔ قرآن وحدیث سے جب ایک فعل ناجائز اور حرام قرار پایا تو اسکا مرتکب کوئی نیک نیت مسلمان ہو سکتا ہے۔ ولو بالفرض وہ نیک نیت بھی ہو تو کیا وہ حرام فعل انکی نیت کیوجہ سے جائز ہو جائیگا؟ ہر گز نہیں۔ مثلاً زید نے ایک بخیل کا مال چرایا اس نیت سے کہ اسکے مال سے دوسروں کو فائدہ پہونچایا جائے۔ یا عمر نے ایک شخص کا قتل جائز رکھا تاکہ لوگ اسکے شر سے محفوظ ہوں۔ بکر نے ایک فاحشہ کی مقصد براری کے لئے اس سے زنا کا مرتکب ہوا۔ یا خالد نے اسلئے شراب پی کہ چند ساعت اپنے دماغ کو مہمل خیالات سے باز رکھے۔ راشد نے اپنی ضعیف الاعتقادی کیوجہ سے حصول ثواب کے لئے تعزیوں اور شدوں کے آگے سر جھکایا اور منت مانی تو کیا یہ تمام ناجائز کام انکی نیت کی وجہ سے جائز ہو جائیںگے؟ غور کرو ایسے کبیرہ گناہوں کے لئے اس حدیث کو پیش کرنا کس قدر بیحیائی اور ناشایستہ دلیری ہے گویا انکی دانست میں حسن نیت سے کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ العیاذاً باللہ شرع شریف سے منحرف ہو کر حسن نیت کو قائم رکھنا ایسا ہے جیسا مکان کے ستونوں کو گرا کر چھت کو قائم رکھنا حالانکہ بغیر ستون کے چھت قائم نہیں رہ سکتی۔

	توان رفت جز در پے مصطفےٰ		پسند ار سعدی کہ راہ صفا

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد حسن عمل کے لئے ہے نہ کہ افعال شنیعہ کیلئے چونکہ نیت کا جاننے والا وہی عالم الغیب ہے لہذا آپ نے متنبہ کیا کہ دیکھو لوگوں میں تو تمہارا خبث نفس عمل نیک کے نہ میں پوشیدہ ہو جائیگا مگر خدائے پاک سے مخفی نہ رہیگا کیونکہ وہ نیتوں کو دیکھتا ہے۔ غرض کسی کی نیت کو جاننے کی کوشش کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ اگر بظاہر کسیکا نیک عمل ہو تو حسن ظن سے کام لینا چاہئے اور اسکی قدر افزائی بھی کرنی چاہئے۔

	پارسا داں ومرد نیک انگار		ہر کرا نیک و پارسا بینی

باقی بھلی یا بری نیت میں اسکا معاملہ خدا کے ساتھ ہے ہم کوئی حکم نہیں لگا سکتے۔

اسیطرح اعمال بد جو شرعاً اور عقلاً ناجائز ہیں خواہ کسی نیت سے ہوں پسندیدہ نگاہ سے دیکھنے کے قابل نہیں نہ اسکی کوئی تاویل کیجا سکتی ہے۔ خواہ لوگوں میں وہ کیسا ہی برگزیدہ مانا جاتا ہو مگر درحقیقت وہ نفسانی خواہشات کا بندہ ہے اسکا باطن ظاہر سے الگ نہیں ہو سکتا اسکی نسبت اعمال کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ خداوند کریم ہر مسلمان کو نیک توفیق عطا فرمادے آمین۔

عَزَّ مَنْ قَنَعَ وَذَلَّ مَنْ طَمَعَ

طمع اور قناعت دو متضاد حالتیں ہیں جس سے مختلف نتائج پیدا ہوتی ہیں طمع تمام برائیوں کی جڑ اور قناعت تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے اسلئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عَزَّ مَنْ قَنَعَ وَذَلَّ مَنْ طَمَعَ یعنے عزت قناعت سے اور ذلت طمع سے حاصل ہوتی ہے سبحان اللہ صرف دو لفظی فقرے میں آپ نے دفتر کونین کا شیرازہ باندہ دیا یا یوں کہو کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔ سوچنے والا دماغ اور سمجھنے والا دل چاہئے چشم بصیرت کیلئے اس میں بہت سے اسرار اور راز پوشیدہ ہیں۔ میدان عمل میں اگر ہم اس حدیث شریف کو اپنا اصول قرار دیں تو ہر ایک آفت ہر ایک شر سے محفوظ رہکر برکات خداوندی سے مالامال ہو کر دارین کی خوبی حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس تعلیم سے ہم اس قدر دور پڑے ہیں کہ منزل مقصود کا نشان تک نہیں ملتا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جانا قناعت اور دولت دنیا حاصل کرنا طمع ہے نہیں نہیں بلکہ دولت دنیا ہی دین کی تقویت کا موجب ہے طمع کا مفہوم یہ کہ انسان اپنی منفعت کی دھن میں حلال و حرام کی تمیز نہ کرے اور ہر جائز اور ناجائز طریق سے اپنے گھر بہرنے کی فکر میں رہے خواہ انہیں کسی کا نقصان ہی کیوں نہ ہو غیر کے پیسے پر اسکی نظر لگی ہو جس سے سر رشتہ صبر ہاتھ سے جاتا رہے مگر یاد رکھنا چاہئے کہ وہ ہمیشہ غیروں کا دست نگر اور محتاج رہیگا کیونکہ طمع کا ماسہ حرف اندر سے ہر سہ تہی ہے مشہور مقولہ ہے قناعت وہ ہے کہ باوجود جد وجہد جو کچھ رزق اسکو میسر ہوا اسپر تا حصول بہتر راضی رہنا ہے

الٰہی ہو کر شکر الٰہی بجالائے۔ اپنی حاجت روائی کیلئے کسی بندۂ خدا سے ملتجی نہ ہو۔ یہی اصلی قناعت ہے
اب میں دونوں کے نتائج الگ الگ بیان کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ طمع سے کس قدر برائیاں
پیدا ہوتی ہیں اور قناعت سے کتنے خوبیاں حاصل ہوتی ہیں۔ طمع سے حلال و حرام کی تمیز نہیں
ہوتی اپنے اور بیگانوں میں امتیاز باقی نہیں رہتا۔ غیرت نام کو نہیں رہتی۔ خوشامد کی لت
پڑ جاتی ہے۔ ہمدردی مفقود ہو کر خود غرضی کا مرض بڑھ جاتا ہے۔ ہوا و ہوس کے دام میں گرفتار
ہو جاتا ہے۔ نور ایمان سے محروم وساوس کذب شیطانی کا ہجوم دلکو احاطہ کر لیتا ہے چوری
ڈکیتی دغا فریب فتنہ فساد ریا حسد چغلخوری اسکا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کیسا ہی عقلمند آدمی ہو
مگر طمع میں پڑکر احمق بنجاتا ہے ع۔ بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند۔ حریص آدمی ایک موہوم امید پر
اپنی عمر رایگاں کرتا ہے مگر جب اسکو اپنے مقصد میں ناکامی ہوتی ہے تو کمال حسرت و یاس
کے ساتھ کہتا ہے۔ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر ہوئے نہ ادھر کے ہوئے
گئے دونوں جہان کے کام سے ہم نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے

برخلاف اسکے قناعت سے اولوالعزمی استقلال ثابت قدمی بے نیازی، دلیری، خودداری
وقار و تمکنت حاصل ہوتی ہے نہ اسکو کسی امیر کی پروا نہ کسی حاکم کی احتیاج۔ بلکہ وہ خود اپنے
اقلیم دل کا بادشاہ ہے۔ چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے ع۔ آز بگذار و بادشاہی کن۔ اسکا بھروسہ
صرف ذات خدا پر ہے۔ اسی سے غرض رکھتا ہے۔ اسی سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے۔ وہ
مفلس رہکر بھی تونگری کرتا ہے۔ شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں۔ ؎

قناعت تونگر کند مرد را	خبر دہ حریص جہاں گرد را

وہ غیروں کے پاس ذلیل نہیں ہوتا بخلاف اسکے طامع آدمی باوجود قدرت کے ہر کس و ناکس
میں ذلیل ہوتا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ حاجتمند رہتا ہے۔ چنانچہ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج	احتیاج است احتیاج است احتیاج

غرض قناعت ایک لازوال نعمت ہے جس سے دین اور دنیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ دنیا میں ہر شخص اسکی عزت کرتا ہے۔ حق گوئی اور صداقت اسکا شعار رہتا ہے۔ عبادت الٰہی میں بھی اسکو ذوق حاصل ہوتا ہے کیونکہ وساوس شیطانی سے اسکا دل پاک رہتا ہے۔ خلق خدا سے بے نیاز رہتا ہے۔ اخلاص اور خشوع وخضوع کیساتھ درگاہ باری میں سر جھکاتا ہے۔ مگر یہ سر اور کسیکے سامنے جھکتا نہیں۔ مختصر یہ کہ شادی میں غمی میں دولت میں تنگدستی میں ہر حال میں اسکا بھروسہ ذات الٰہی پر رہتا ہے غرض جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد عَزَّ مَنْ قَنِعَ وَذَلَّ مَنْ طَمِعَ اس قابل ہے کہ اہل اسلام اسکو آب زر سے لکھکر حرز جان بنائیں تو افلاس ونکبت سے محفوظ رہکر دین ودنیا میں سرخروئی حاصل کرسکتے ہیں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں ایک عظیم الشان فلاسفر بنکے آئے تھے لہٰذا آپکی حکیمانہ تعلیم سیدھے سادھے الفاظ اور مختصر جملوں میں لوگوں کے دلونکو احاطہ کرلیتی تھی۔ آپ کی ہدایت ہر شخص کے عقل وفراست کے مطابق تھی یہی وجہ ہے کہ اسکا عالمگیر اثر وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ خداوند کریم ہر مسلمان کو اسپر عمل کرنیکی توفیق عطا فرماوے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔

خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا۔

صدیاں گزر گئیں۔ انقلاب زمانہ کے دستبرد نے عادات، اطوار، رسم ورواج کو اپنی اصلی حالت پر رہنے نہ دیا۔ حکمائے قدیم کی حکمت تقویم پارینہ ہوگئی۔ فلسفۂ یونان کی وقعت باقی نہ رہی۔ آئے دن ایک نہ ایک نقص نکلتا رہتا ہے۔ حوادث زمانہ کے طوفان خیز جھونکوں سے مذاہب کے اوراق بھی منتشر ہوگئے جمعیت کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ اور تو اور کتب آسمانی میں بھی حسب ضرورت زمانہ تحریف ہوتی چلی گئی اقوام عالم نے بمقتضائے وقت بعض مذہبی احکام کو بالنسبت خود غیر ضروری سمجھکر ودرگزر کی کوشش کی اور کررہے ہیں۔ فلسفہ کی آندھیوں نے ہر شخ

انجمن کی زیست کو معرض خطر میں ڈالدیا ہے مگر شمع ہدایت اسلام کا نور کبھی ماند نہیں ہوتا نہ ہوا اور نہ ہوگا
ہکو اکے تھپیڑوں سے طوفان خیز حادثوں سے فلسفہ کی آندھیوں سے کبھی یہ چراغ گل ہونیوالا نہیں
بلکہ اپنے دامن فروغ کو وسیع کرتا جاتا ہے اور بجھے ہوئے دلوں میں اپنا نور پھیلاتا ہے۔ قرآن
مجید جیسا تیرہ سو سال سے پہلے قابل عمل تھا آج بھی ویسا ہی ہے اور قیامت تک رہیگا۔ اس کے
احکام ہر زمانے کے مطابق، ہر ایک طبع کے موافق، ہر پیر و جواں کے لئے قابل عمل اسکے اصول
سادہ اسکے مطالب دلپسند اسکے الفاظ جامع جسکے آگے فصحائے عرب نے باوجود مخالف اسلام
ہونیکے سر تسلیم خم کیا اسکا کوئی لفظ کوئی نقطہ کوئی حرف کوئی زیر و زبر کم و بیش نہوا اور نہ ہوگا
مقدس کتاب ہر قوم کے لئے نوید ہر زمانے کے لئے مفید عقل کے مطابق آفتاب منور دارین کی
رہبر اسی طرح حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال قابل تسلیم ہر زمانے میں موثر ثابت
ہوئے اور ہونگے۔ آپکے الفاظ مختصر اور جامع ہوتے تھے چنانچہ جوامع الکلم آپکی مخصوص صفت ہے۔
آپکے اقوال نہ صرف دینی بہبودی کیلئے ہیں بلکہ ہر ایک کام میں سبق آموز ہیں۔ آپ سید الکونین
ہیں دارین کی خوبی آپکی پیروی پہ منحصر ہے۔ آپکا ایک مختصر جملہ بھی صدہا مفید پہلو رکھتا ہے۔
سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال سے صرف ایک دو لفظی فقرہ نقل کرتا ہوں کہ
خیر الامور اوسطہا یعنے میانہ روی سب سے بہتر ہے۔ سبحان اللہ ایک فقرے میں کس قدر
وسیع مضمون سمایا ہوا ہے جسکی تشریح کیلئے ایک دفتر چاہئے اور کسقدر سادہ الفاظ ہیں جو ہر ایک
کے ذہن نشیں ہوسکیں اعتدال پر قائم رہنے کے لئے افراط و تفریط سے بچنے کے لئے کیا عمدہ طریقہ
ہے اور کیسا موثر پیرایہ ہے۔ اعتدال کے لئے چند امور کی تخصیص نہیں بلکہ ہر ایک امر میں اعتدال
رکھنے کی ہدایت ہے نہ صرف دنیوی امور بلکہ دینی امور بھی اسکے تحت میں آگئے۔ آؤ اب ہم
دنیوی امور میں اسکا موازنہ کریں اور دیکھیں کہ دنیا کا کوئی ایک کام ایسا ہے جسپر یہ الفاظ
صادق نہ آئیں کاش مسلمان صرف اس حدیث کی پیروی کرتے تو دارین کی نعمت کے ہی مالک ہوتے
اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، کھانے، پینے، سونے میں بھی اگر اعتدال کا لحاظ نہ ہو تو اس کے

مضرت رساں نتائج واقع ہونے میں کچھہ بھی تامل نہیں ہوسکتا بسیار خور آدمی کا دماغ تیرہ ہوجاتا ہے عقل میں فتور واقع ہوتا ہے اسیطرح بالکل کم کھانیوالا ناتوان ہوجاتا ہے. ذرا نفس داکرینکی طاقت کم ہوجاتی ہے. زیادہ سونے سے طبیعت میں کاہلی پیدا ہوتی ہے. بالکل کم سونے سے نیند کا غلبہ مضمحل کردیتا ہے. صبح خیزی فرحت بخش زندگی ہے بخلاف اسکے دیر سے اٹھنا مضر زندگی ہے بسیار گو کو فضول گو کا خطاب ملتا ہے اور ایسی کم گوئی کہ ضرورت کیوقت بھی اسکا ظہور نہو تنگی عقل کا موجب ہے. شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں. ؎

دو چیز تیرۂ عقل است دم فرو بستن		بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی	

اعتدال اچھی چیز ہے لگاتار محنت کرنے سے آدمی بیمار ہوجاتا ہے ایسا ہی راحت طلب آدمی جو محنت سے جی چراتا ہے دایم المریض رہتا ہے ہر حال میں اعتدال ضروری ہے. زیادہ مطالعہ کرنے سے ضعف دماغ اور کمی بصارت کی شکایت پیدا ہوتی ہو اور اسکی کم التفاتی دارین کی خوبی سے محروم رکھتی ہے. کثرت مباشرت سے آدمی کے اعصاب کمزور ہوجاتے ہیں اور بالکل ترک مباشرت سے امراض لاحق ہونے کا اندیشہ ہے. یہ چند باتیں تمثیلاً پیش کیگئی ہیں ورنہ کوئی کام ایسا نہیں جو اس حدیث شریف کے مضمون سے وابستہ نہو. آداب ہم دینی امور میں اس کا موازنہ کریں. انسان کے لئے بہت عمدہ عمل عبادت اور ذکر الٰہی ہے مگر اسمیں ایسا منہمک نہ ہوجائے کہ دوسرے تمام امور بالائے طاق رہ جائیں

مثلاً حقوق اہل و عیال، حقوق والدین، حقوق استاد، حقوق ہمسایہ حقوق مساکین وغیرہ اور اس قدر بھی غافل نہوجائے کہ فرض نمازیں بھی قضا ہوجائیں لہذا یہاں بھی خیر الامور پیش رکھنا چاہئے. اسکے بعد سخاوت کی بہت فضیلت ہے مگر اسمیں بھی افراط و تفریط سے بچنا چاہئے اگر اپنی حیثیت سے زیادہ فیاضی کرے جس سے مقروض ہونیکا اندیشہ ہو تو وہ مسرف کہلائیگا اور اگر باوجود قدرت اپنی حیثیت سے کم خیرات کرتا ہے تو بخیل کہلائیگا اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کو دوست نہیں رکھتا ایسا ہی شجاعت جہاں اپنے موقع پر ظہور ہو تو وہ حقیقی شجاعت ہے

مثلاً کسی ظالم کے پنجہ سے مظلوم کو بچانا یا اگر آفت آپڑے تو اسکا مردانہ وار مقابلہ کرنا ایسے موقع پر کمی کرنا بزدلی کی علامت ہے اور اگر جوش شجاعت میں ہر ایک سے دست و گریبان ہوتا ہے تو اسکو مردم آزار کہینگے۔ نام آوری اور شہرت کیلئے فیاضی کرنا یا بدنامی سے بچنے کے لئے۔ دونوں مساوی ہیں۔ اول الذکر "ریا" اور موخر الذکر "خود غرضی" ٹھہریگی۔ خالصاً جو کام ہوگا اسی کا ثواب ملیگا۔ طہارت کے لئے پانی کا مقدار بھی اوسط ہونا چاہئے یعنے مقدار شرعیہ سے زیادہ استعمال کرنا اسراف ہے اور کمی کرنے سے طہارت نہیں ہوسکتی۔ خانۂ خدا جیسی متبرک جگہ کوئی نہیں مگر اسمیں بھی نقش و نگار اور گلکاری میں روپیہ برباد کرنا اسراف ہے مستحکم اور شاندار عمارت ضرور ہو مگر سادگی کے ساتھ بخلاف اسکے باوجود استطاعت مسجد کی تعمیر میں بخل سے کام لینا بھی اسکی عظمت کو گھٹاتا ہے لہذا ہر امر میں خیر الامور اوسطہا کو مدنظر رکھنے سے دین و دنیا میں سرخروئی حاصل ہوسکتی ہے علیٰ ہذا القیاس دین کا کوئی شعبہ اسکے فوائد سے خالی نہیں خدا ہر مسلمان کو اسکے عمل کی توفیق عطا کرے۔

كُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا۔

مذکورۃ الصدر حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ جمیع امور اپنی اوقات کے رہن کئے ہوئے ہیں یعنے ہر ایک کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ اسیوقت مقررہ پر اسکا ظہور ہوتا ہے۔ وقت کے آگے حصول مدعا غیر ممکن۔ آسودگی و خوشحالی، دولت اور فارغ البالی، بخت کی یاوری، صحت بدن کی استواری، تاثیر دعائے سحری، یہ سب کے سب انہی اوقات سے وابستہ ہیں۔ لیکن انسان کو اس قدر علم نہیں دیا گیا جو آئندہ وقت کا پتہ لگاسکے تاکہ ایام انتظار اطمینان سے بسر ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اسکا کمزور دل مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ گو کہ یہ حدیث شریف زبان زد خاص و عام ہے مگر کتنے لوگ ہیں جو اسکو سوچنے اور سمجھنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔ پھر کتنے لوگ ہیں جو اسپر صحیح طور سے عملپیرا ہوتے ہیں۔ حوادث کی چٹان سے، مصائب کے طوفان سے اسقدر

بدحواس ہوجاتے ہیں کہ استقلال نام کو باقی نہیں رہتا۔ خیر یہ تو ایک سخت آزمائش ہے جسمیں ہرایک پورا نہیں اتر سکتا مگر معمولی واقعات میں اکثر لوگ ایک خوشنما امید کے سہارے جب اپنی جد وجہد میں ناکام ہوتے ہیں تو اپنی کوشش کو سعی لاحاصل سمجھ کر اور اس سے دست بردار ہوکر مایوسی کے عمیق غار میں گر پڑتے ہیں حالانکہ انکو معلوم نہیں کہ حصول مقصد کیلئے کونسا وقت مقرر ہے پھر یہی نہیں بلکہ تقدیر کے بھی شاکی پائے جاتے ہیں جو ایک فاش غلطی ہے لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰی یعنے انسان سوائے سعی و کوشش کے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ انسان کا کام جد وجہد ہے اور تقدیر کا کام یاوری۔ بغیر ہاتھ پاؤں مارنے کے تقدیر کو بدنام کرنا شیوۂ عقلمندی نہیں کسی شاعر کا قول ہے ع۔ نادیدہ رنج گنج میسر نمی شود۔ مثلاً تجارت کے لئے فہم و فراست سے کام لینا۔ کارآمد مال منگانا۔ حساب کتاب کی جانچ پڑتال کرنا۔ قرض دینے میں احتیاط کرنا۔ راستی اور دیانتداری اختیار کرنا۔ یہ ہمارا کام ہے یا تقدیر کا۔ اگر ہم گھر بیٹھ رہیں تو کیا تقدیر ہماری تجارت چلائیگی۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ تجارت سے معقول منافع حاصل کرنا، مال کا کثرت سے فروخت ہونا۔ یہ سوائے یاوری تقدیر کے نہیں ہوسکتا مگر اس کا بھی وقت مقرر ہے جسکو ہم نہیں جانتے۔ وقت کی انتظاری میں اپنی جد وجہد کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے۔ پھر کوئی مشکل نہیں جو آسان نہ ہو چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے۔

	مشکلے نیست کہ آساں نہ شود	مرد باید کہ ہراساں نہ شود	

بعض حضرات نے اسیکا نام قناعت رکھ چھوڑا ہے کہ ہاتھ پیر توڑ کر تقدیر پر راضی ہوجائیں مگر قناعت کا مفہوم یہ نہیں بلکہ قناعت اسکو کہتے ہیں کہ اپنی سعی و تدبیر میں مصروف رہکر راضی برضائے الٰہی رہیں یعنے وہ جو کچھ عطا کرے اسپر قناعت کیجائے۔ یہی حقیقی قناعت ہے۔ حضرت سرمد فرماتے ہیں۔ سه

	سرمد گلہ اختصار می باید کرد	یک کار ازیں دو کار می باید کرد	
	یا تن برضائے دوست می باید داد	یا قطع نظر زیار می باید کرد	

درگاہ باری میں ہماری یہ دعا ہونی چاہیئے۔

کاریکہ بر توکل تو کردم ابتدا	یارب بفضل خویش رسانش بانتہا

عاقبت اندیشی یہی ہے کہ ہم اپنے عارضی مصائب سے نہ گھبرائیں اور آیندہ کی خوشگوار امید پر زندگی بسر کریں ورنہ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کے دائرے سے خارج ہو جائینگے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست	مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

ہم کو اپنے حصول مقصد کی شکایت کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ہماری امیدوں کا سلسلہ نا متناہی کبھی ختم ہونے پاتا ہے یا شیطان کی آنت کی طرح وسیع ہوتا جاتا ہے ایک آرزو پوری ہوئی تو دوسری موجود پیش تا لب گور اس سے مخلصی ہونی محال چنانچہ داغ مرحوم کا شعر ہے ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت ارمان میرے دل کے نکلے پھر بھی کم نکلے

پھر کہاں تک تقدیر یاوری کرے اور کتنی امیدیں پوری ہوں پھر جس دل میں امیدوں کا ہجوم ہو اس میں استقصد ناپاک خواہشیں بھی مدفون ہونگے۔ اسی لئے ترک نفس لازمی اور ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ انصاری کا قول ہے کہ رنج مرداں از دو چیز ہست۔ از وقت پیش خواہند واز قسمت بیش۔ یعنی لوگوں کا رنج دو چیزوں سے ہے۔ وقت سے آگے چاہنا۔ اور قسمت سے زیادہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد طالبان ہدایت ایک نجات دہندہ کی جستجو میں سرگرداں تھے۔ پانسو سال تک دنیا پر کفر والحاد کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اس عرصہ میں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا وجہ یہ کہ اسکا ایک وقت مقرر ہو چکا تھا۔ قبل از وقت جسکا ظہور غیر ممکن تھا۔ آخر وقت آیا اور خدا کا برگزیدہ نبی پیام ہدایت لایا۔ اور دنیا کو کفر و ضلالت سے پاک کر دیا۔ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تسخیر مکہ سے باز آکر کفار مکہ سے حسب قرار داد انکے سخت شرائط پر باہمی صلح کے لئے معاہدہ کرلیا جو صحابہ کو ناگوار گزرا۔ کیونکہ حضور جانتے تھے کہ کفار مکہ کے مغلوب ہونیکا وقت ابھی آیا نہیں جس سے صحابہ بیخبر تھے۔ چونکہ صحابہ پر بیدلی چھائی ہوئی تھی خداوندکریم نے اس آیت سے انکی تشفی کی کہ فتح کا وقت قریب ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا یعنے اے پیغمبر سنادو انکو کہ جب آئے مدد خدا کی اور فتح اور دیکھے تو لوگوں کو کہ دین الٰہی میں فوج درفوج داخل ہوتے ہیں پس پاکی بیان کر ساتھ تعریف پروردگار اپنے کے اور بخشش طلب کر اس سے تحقیق وہ توبہ قبول کرنیوالا۔ آخر مقررہ وقت پر آپ نے تو تسلی کی اور شہر مکہ فتح ہوا۔ ابھی روشنی کے دلدادہ بعض حضرات جو اس حدیث سے روشناس نہیں تاثیر دعا سے بھی انکار کر بیٹھے اور دعا کو فعل عبث قرار دئیے کیونکہ انکی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اور ہو تو کیوں کر ہو۔ کیونکہ دعا کیلئے تزکیۂ نفس ضرور ہے۔ پھر اخلاص وزودتی خشوع خضوع گریہ وزاری چنانچہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بیت

تا نہ گرید ابر کے خندد چمن		تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن		

پھر ان شرائط کے بعد اجابت دعا کا بھی وقت مقرر ہے جس سے بندہ بیخبر ہے۔ پھر ایسے جنٹلمین جن کا مغرور سر درگاہ باری میں بھی نہ جھکتا ہو ایک بھکاری کی مانند خشوع خضوع اور گریہ وزاری کرکے اپنی کسرشان کر بیٹھیں جو انکے پاس خلاف تہذیب فعل ہے اور حلقہ احباب میں نشیم نشیم کا طعنہ سنیں۔ پھر وہ سرے سے تاثیر دعا کے منکر نہوں تو کیا کریں۔ حالانکہ خداوندکریم قرآن شریف میں جابجا دعا کی ہدایت اور دعا کا طریقہ بتلاتا ہے۔ یہ حضرات اتنا بھی نہیں سوچتے کہ پنجگانہ نمازمیں ہر رکعت میں قرأت سورۂ فاتحہ فرض ہے جسکے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ اسی سورہ میں خدائے پاک دعا کا طریقہ بتاتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

ترجمہ۔ اے پروردگار دکھا ہمکو سیدہی راہ ان لوگوں کی راہ جن کو تونے اپنی نعمتوں سے سرفراز کیا سوائے انکے جو تیرے غضب کے مستحق ہوئے اور نہ گمراہوں کی راہ۔ اس میں صاف طور سے دعا طلب کرنیکی ہدایت کیگئی ہے جسکو ایک معمولی علم والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر تمام عمر دعا و مناجات میں بسر کئے ہیں۔ پھر ایسے مستجاب الدعوات مقربان خدا کی تاثیر دعا میں بھی تاخیر ہوئی ہے۔ پھر ہم اور ہماری دعا کس گنتی میں ہیں۔ ابو البشر حضرت آدم نے عفو گناہ کے لئے جو گریہ و زاری کی اور مدت دراز تک انکی دعا قبول نہ ہوئی کون نہیں جانتا آخر مقررہ وقت پر در اجابت وا ہوا اور توبہ قبول ہوئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر اپنے لخت جگر جناب یوسف علیہ السلام کی جدائی میں سالہا سال گریہ و زاری کرتے دعا مانگتے اپنی آنکھوں کو کھو بیٹھے مگر اجابت دعا کا ایک وقت مقرر تھا جو مدت کے بعد ظہور پذیر ہوا۔ بات یہ ہے کہ مصلحت خداوند کریم کو ہم نہیں جانتے۔ چونکہ دنیا دار الامتحان ہے پس سخت امتحان اسی سے لیا جاتا ہے جو اسکی قابلیت رکھتا ہو اور وہ خاصان خدا ہیں جو ایسے سخت امتحان میں پورے اترتے ہیں اس میں خداوند کریم کی یہ مصلحت تھی کہ دیکھیں ایسی سخت مصیبت میں صبر کے ساتھ میرا پیارا بندہ مجھسے راضی رہتا ہے یا مجھ سے غافل ہو جاتا ہے۔ دوسری مصلحت یہ تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے کردار بد کی سزا پائیں اور اپنے مذموم فعل سے نادم ہوں پس قحط میں مبتلا ہو گئے اور خدا نے انکو حضرت یوسفؑ کا دست نگر بنایا۔ تیسری مصلحت یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے نور دیدہ کو شاہانہ کروفر کے ساتھ دیکھکر اپنے آنکھوں کو منور کریں۔ اور فرط خوشی سے ایام گزشتہ یکدم بھول جائیں علیٰ ہذا القیاس اور بیشمار مصلحتیں ہونگی جن کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ آخر میں میری یہ دعا ہے کہ خدا ان گمراہوں کو راہ راست دکھائے جو تاثیر دعا کے منکر ہیں۔

دین اور دنیا

یہ بات تو ظاہر ہے کہ دین سے مراد مذہبی احکام اور دنیا سے مراد مال و دولت اور جاہ و حشمت ہے لیکن حضرت مولانا روم نے حصول دولت کو ہی دنیا قرار دیا ہے کیونکہ جاہ و حشمت دولت سے اسطرح وابستہ ہے جیسے چولی دامن کا ساتھ بس جاہ و حشمت کیلئے حصول دولت ہی کافی ہے۔ رہی اولاد اسکے نہ ہونے سے کسیکی دنیا داری پہ حرف نہیں آتا اور اس کے ہونیسے کوئی دنیا دار نہیں کہلاتا جبتک اسکو دولت حاصل نہ ہو۔ لیکن مولانا روم قدس سرہ دنیا کے معنے یوں کرتے ہیں۔

	چیست دنیا از خدا غافل شدن		نے لباس و نقرہ و فرزند و زن	

یعنے وہ دولت جو انسان کو خدا سے غافل کرے دنیا ہے اور ظاہر ہے اسباب غفلت میں مبتلا ہونے یہی ہیں یعنے مال و دولت اور جاہ و حشمت۔ وہ شخص جو اسکی طمع اور محبت میں خدا کی یاد سے غافل ہو گیا وہ دنیا دار ہے ورنہ فرزند و زن مال و دولت، درحقیقت دنیا نہیں بلکہ وہ مبارک ہے اسکے لئے جو یاد الٰہی سے غافل نہ ہو بیشک مولانا کا ارشاد بہت بجا اور درست ہے لیکن چونکہ اصطلاح عام میں دولت کو ہی دنیا کہتے ہیں لہذا ہم بھی اسی نام سے اسکو بیان کرنیکے لئے اسکے دو قسم مقرر کرتے ہیں۔ ایک وہ قسم جس سے آخرت کی بہتری ہو سکے اور دوسری وہ جو انسان کی غفلت کا باعث ہو اب سوال یہ ہے کہ ہم کو ان ہر دو چیزوں کی حصول کرنیکی کوشش کرنی چاہئے یا صرف ایک ہی چیز پر قناعت کیجائے یعنے دین یا دنیا؟ اگر ہم دونوں حاصل کرنا چاہیں تو یہ ممکن ہے یا غیر ممکن؟ اس میں لوگوں کے مختلف قول ہیں۔ ایک فریق کا قول ہے کہ دونوں کا حصول ہونا اجتماع ضدین ہے اور یہ غیر ممکن ہے۔ دونوں سے ایک بات اختیار کرنی چاہئے۔ دنیا طلب گو کھلے الفاظ میں تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کو صرف دنیا مطلوب ہے لیکن انکے بیان سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ موجودہ حالت میں مذہبی پابندی سے مجبور ہیں اور وہ اسکو غیر ممکن بھی سمجھتے ہیں۔ دوسرا فریق وہ ہے جو صرف دین کی پابندی پر اپنا قوت بیان صرف کرتا ہے اور دنیا کو بیہودہ اور عیش ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اسکا خیال بھی پہلے فریق کی مانند

کہ دونوں کا حاصل کرنا بغیر ممکن اور اجتماع ضدین۔ تیسرا فریق وہ ہے جو ان دونوں کے خلاف ہے نہ اسکے نزدیک ان دونوں کا حصول کرنا اجتماع ضدین لازم آتا ہے نہ اسکے نزدیک ان دونوں کا حصول غیر ممکن بلکہ وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ دونوں کو حاصل کرنا لازم بلکہ فرض ہے کیونکہ انسان اپنی ضروریات کے لحاظ سے مجبور ہے بغیر دنیا کے دین کی حفاظت پوری طرح نہیں ہو سکتی اور بغیر دین کے دنیا بیکار اور بیہودہ ہے۔ واقعی اس فرقہ کا خیال بہت ٹھیک اور درست ہے اور یہی سبیل ہے جسکے باعث انسان دین و دنیا میں سرخرو ہو سکتا ہے۔ دین کی ضد دنیا نہیں ہو سکتی نہ دنیا کی ضد دین بلکہ دین کی ضد بے دینی اور دنیا کی ضد مفلسی ہے دین اور دنیا کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جو دین کہ دنیا کیلئے حاصل کیا جاتا ہے بیکار ہے بلکہ جو دنیا دین کو تقویت پہونچانیکے لئے حاصل کیجاتی ہے وہ بہتر اور مبارک ہے ۔۔۔

مبادا دل آں فرومایہ شاد		کہ از بہر دنیا دہد دین بباد	

مولانا روم کا مقصد بھی یہی ہے میں کہتا ہوں کہ دین اور دنیا بمنزلہ روح اور جسم ہے بغیر ایک کے دوسرا بیکار ہے جیسا جسم روح کا مرکب ہے ویسا ہی دنیا بھی دین کا مرکب ہے روح اگرچہ لطیف شے ہے مگر بغیر مرکب کے وہ چلنے پھرنے سے معذور کاروبار دینی و دنیوی سے مجبور ہے۔ اسیطرح دین بغیر مرکب کے اپنی رفتار سے سست اور درماندہ ہو جاتا ہے لیکن وہ لوگ جن کو قرب الی اللہ ہر دم اور ہر آن حاصل ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں وہ بغیر جسم کے اعلیٰ علیین کی سیر کرتے ہیں وہ اس خاکی جسم کے چھوڑ دینے کے بعد بھی لوگوں کو فیض اور تائید پہونچانے پر مجبور نہیں ہو سکتے ۔۔

خاصانِ خدا خدا نباشند		لیکن ز خدا جدا نباشند	

میرا روئے سخن عوام الناس کیجانب ہے۔ انکے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ دنیا بھی حاصل کریں اور دین بھی میرے بیان کی تردید میں بعض حضرات یہ شعر پیش کرینگے۔ ۔۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں		این خیال است و محال است و جنوں	

مگر میں انکی غلطی ثابت کرونگا۔ مولانا نے صرف دنیا پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دنیائے دون کہا۔ پس دنیا دون وہی ہے جو یاد خدا سے غافل کرتی ہے۔ جو خواہشات نفسانی اور طمع سے مملو ہے جسکو ہم نے قسم دوم قرار دیا ہے۔ البتہ ایسی نازک دنیا کے ساتھ دین کا طلب کرنا ایک امر محال بلکہ جنون ہے اور ایک بزرگ کا قول ہے۔

دنیا ہیچ است وکار دنیا ہمہ ہیچ		اے ہیچ زبہر ہیچ در ہیچ پیچ	

یہ بھی ٹھیک اور درست ہے یعنے دنیا کو بقا نہیں۔ دنیا اور اسکے علائق فنا ہونے والے ہیں اسپر ایسے گرویدہ نہو جاؤ جس میں دین باقی نہ رہے بلکہ دین کی تقویت کیلئے اسکو حاصل کرو مرنے کے بعد روح کا جسم سے قطع تعلق ہو جاتا ہے مگر وہ شخص جو دنیا کو دین کا مرکب بناکر رفاہ عام میں اپنے دین کو آراستہ کیا وہ رحمت الٰہی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ جن کو ہم اپنی اصطلاح میں دنیادار کہتے ہیں اگر ان لوگوں کا وجود نہ ہوتا تو آج قوم کس بیکسی کی حالت میں کیسی ذلت وخواری میں اپنی زندگی بسر کرتی۔ دین اور مذہب کی اشاعت کیونکر ہوتی۔ مدرسے اور یتیم خانے کیونکر قائم ہوتے، خانقاہیں اور مساجد کسطرح تعمیر ہوتیں گورنمنٹ میں کیونکر رسوخ حاصل ہوتا۔ ظالم سے مظلوم کو کون بچا سکتا۔ مقام متبرکہ جیسے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کیونکر نصیب ہوتی۔ معذور اور ضعیفوں کی دستگیری کون کرتا۔ جن کو اپنے اہل وعیال کی پرورش دوبھر ہو وہ غیروں کی کیا تائید کر سکتا ہے اور اخوت اسلامی کو وہ کیونکر ثابت کر سکتا ہے۔ اگر دنیا کو دین کا مرکب نہ بنایا جاتا تو اسلام کا آفتاب درخشاں آج چاردانگ عالم میں اپنا نور پھیلانے میں کیونکر کامیاب ہوتا۔ خلفائے راشدین کے کارناموں کو دیکھو جنکے سطوت وجبروت کے آگے روئے زمین کے بادشاہوں کی گردنیں جھک گئیں جنھوں نے اپنی فتوحات کا سکہ عرب عجم میں بٹھا دیا کیا ان کے پاس دنیاداری کا ساز وسامان کبھی تھا؟ کیا افلاس وتنگدستی میں انکو یہ فتوحات حاصل ہوئے حضرت ابو بکر صدیق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مالداری سے کون شخص ناواقف ہے

خود جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب مفلس تھے بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی مالداری میں کسکو کلام ہے مگر بات یہ ہے کہ ان مقدس بزرگوں نے دنیا کو خواہشات نفسانی کا ذریعہ نہ بنایا بلکہ ترقی اسلام اور رفاہ عام میں اسکو صرف کیا۔ آپ بھوکے رہتے تھے اور بھوکوں کو کھلاتے تھے۔ لباس میں متعدد پیوند لگے ہوئے تھے مگر ننگوں کو نفیس کپڑا پہناتے تھے اپنے نفس کے لئے دینار و درہم کی انکے نزدیک سنگریزوں سے زیادہ وقعت نہ تھی۔ انکی دولت بیت المال تھی جسکا دروازہ ہر دم غریبوں اور مسکینوں پر کھلا ہوا رہتا تھا۔ اگر وہ اپنے نفس کی آسائش ڈھونڈھتے تو انکے پاس دولت کی کمی نہ تھی۔ دولت انکے قدموں پر نثار ہوتی تھی۔ تائید غیبی انکے ہمرکاب تھی جو شخص انپر مفلسی کا داغ لگاتا ہے وہ سخت غلطی پر ہے۔ دنیا بیشک انکے پاس تھی مگر انہوں نے اسکو اپنے نفس کیلئے حرام کر رکھی تھی۔ انہیں کا صدقہ ہے کہ آج اس گئے گزرے ہوئے زمانہ میں ہم مسلمان کہلاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ دنیا جسکی مذمت مولانا روم نے کی ہے اور جسکے لئے متواتر احادیث آئی ہیں درحقیقت نفس پرستی کا نام ہے جسکو ہم نے قسم دوم قرار دیا ہے۔ ایسی دنیا زبون اور طالب اسکا ملعون ہے۔ مگر وہ دنیا جو رضائے الٰہی اور خوشنودی خالق کے لئے حاصل کیجائے۔ مبارک ہے وہ دولت جس سے اہل و عیال کی پرورش ہو۔ عزیز و اقربا کی تائید ہو۔ ہمسایوں کے حقوق ادا ہوں محتاجوں اور درماندوں کی دستگیری ہو اسکو خدائے پاک کی نعمت عظمیٰ سے شمار کرنا چاہئے تنگدستی میں انسان کیا کر سکتا ہے جسکو شب و روز فکر معاش دامنگیر ہو۔ جسکو اہل و عیال کی پرورش دشوار ہو جسکو کھانے کے لئے غذا اور پہننے کے لئے لباس تک میسر نہ ہو اسکی پریشانی میں کیا کسر ہوگی۔ وہ کس طرح خاطر جمعی سے احکام مذہبی ادا کر سکیگا ع۔ پراگندہ روزی پراگندہ دل۔ اس مصیبت میں وہ کیا خاک صفائی قلب حاصل کر سکیگا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے مندرجۂ ذیل دو شعر میں مفلسی کا فوٹو کھینچا ہے جس سے ہم عمدہ سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ ؎

ہمہ روز از اتفاق می سازم	کہ بشب با خدا بہ پردازم
شب چوں عقد نماز بربندم	چہ خورد بامداد فرزندم

یعنے دن کو تو میں مصمم ارادہ کر لیتا ہوں کہ آج شب میں تعلقات دنیوی چھوڑ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہونگا مگر شب کو جب نماز کی نیت باندھتا ہوں تو یہ خیال گزرتا ہے کہ صبح کو میرے بال بچے کیا کھائینگے. اس سے معلوم ہوا کہ حصول دنیا باعث سلامتی دین ہے. خدا مسلمانوں کو ہمت دے کہ وہ اپنی انتھک کوششوں سے دنیا حاصل کریں اور دین کو تائید پہنچائیں.

تعلق انسانی

یہ ایک ایسا غیر محدود سلسلہ ہے کہ جب تک انسان اپنی زندگی کا دور ختم نہیں کرتا یہ سلسلہ کبھی ختم ہونے نہیں پاتا مسلمان ہو یا ہندو، نصرانی ہو یا مجوسی، شرقی ہو یا غربی، شمالی ہو یا جنوبی، اسکے وسیع احاطہ سے کوئی خارج نہیں ہو سکتا یہ دوسری بات ہے کہ کسیکے تعلقات کم ہوں اور کسیکے زیادہ اور یہ بھی بدیہی بات ہے کہ ایک ہی شخص کے واقعات زندگی میں تعلقات کبھی کم ہو کبھی زیادہ. بسا آدمی جو آزادانہ زندگی کے مشتاق ہیں تعلقات قطع کرنیکی کوشش کرتے ہیں مگر وہ اپنے مقصد میں ناکام رہتے ہیں. کیونکہ جسقدر قدیم تعلقات قطع ہوتے ہیں. جدید تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے اگر ہم اسکو فطرت ثانی کہیں تو بیجا نہیں فطرت سے علیحدہ ہونا ممکن نہیں انسان پیدا ہوتے ہی ایک وسیع تعلقات کا سلسلہ اپنے ساتھ لاتا ہے. جیسے ماں باپ بھائی بہن، ماموں، چچا، نانا، نانی، دادا، دادی وغیرہ اور جوں جوں مرحلۂ زندگی [illegible] قدیم تعلقات خود بخود قطع ہو جاتے ہیں کیونکہ موت کا زبردست [illegible] ماں باپ، [illegible] نانی، وغیرہ [illegible]

و دنیوی تعلق کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو بدوں قطع کئے کبھی قطع نہیں ہونے پاتا انسانی تعلق بھی دینی تعلق کا ایک جزو ہے جسپر ہم آگے چلکر بحث کرینگے۔ الغرض وہی شخص جسکو لوگ ابتدا میں فرزند، پوتا، نواسا، بھانجا، بھتیجا کہا کرتے تھے اسی کو اب لوگ باپ، دادا، ماموں چچا، نانا وغیرہ کے معزز القاب سے یاد کرنے لگے اور حین حیات تک یہ سلسلہ وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ جو لوگ انقلاب زمانہ کے شاکی ہیں وہ اپنے ہی سلسلۂ زندگی پر ایک غائر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ انسانی زندگی کسقدر انقلاب پذیر ہے اگر ایسا نہ ہو تو نظام عالم درہم برہم ہوجائے اسیطرح انقلاب زمانہ بھی ایک لازمی امر ہے اگر یہ نہو تو خدا اور بندہ کا تعلق قائم ہونا دشوار ہوجائے۔ غرض انسان کیساتھ اس قدر تعلقات وابستہ ہیں کہ ایک کے بعد ایک کا سلسلہ برابر قائم ہوتا جاتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی ناجائز کوشش سے دو چار یا دس بیس تعلق قطع کرلے۔ مگر ان تمام تعلقات کو جو اسکے ساتھ وابستہ ہیں قطع کردینا غیر ممکن ہے۔ بلکہ محال اگر ایسا ہو ابھی تو پھر اسکی زندگی دشوار ہوجائے۔ انہیں تعلقات سے انسان بہت سے مشقت میں پڑتا ہے اور انہیں کے باعث لطف زندگی بھی حاصل کرتا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ کثرت علائق سے آدمی اقسام کی پریشانیوں اور افکارات میں گھرا ہوا رہتا ہے جسقدر علائق کم ہونگے اسیقدر افکارات سے سبکدوشی حاصل ہوگی۔ پست ہمت اور زود رنج آدمی ان مصیبتوں سے گھبراکر اکثر قطع تعلق کرلیتے ہیں مگر جو مستقل اور عالی ہمت ہیں وہ ہمیشہ سینہ سپر ہوکر تا دم زیست اسکو قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے متعلقین کے کثرت تعداد پر فخر کرتے ہیں چونکہ آدمی مختلف الطبع اور مختلف الخیال ہوا کرتے ہیں لہذا یہ غیر ممکن ہے کہ سب کو اپنا ہمخیال بنالیوے۔ ادہر بی بی کی درشتی، اودہر ماںباپ کی طعنہ زنی، ادہر بھائیوں کی بغاوت، اودہر بہنوں کی یورش۔ ایک کی رضامندی میں دوسرا ناخوش اسی کشمکش میں بیساختہ یہ شعر زبان پر آتا ہے ؎

ایک دل ہے یاالٰہی کس کو دوں کس کو نہ دوں
یہ ارادہ ہے کہ اب اس کے لیے سو ٹکڑے کروں

جب تک انسان اپنی خواہشات کو پامال نہ کردے اپنے تعلقات ہرگز قائم نہیں رکھ سکتا پس جو عاقل ہے وہ بجائے اسکے کہ دوسروں کو اپنا ہم خیال بناوے آپ انکا ہمخیال بن جاتا ہے اور اسکی پرواہ نہیں کرتا کہ اپنے خواہشات برباد ہو جائیں ہر ایک کو اپنی دلجوئی رضامندی معذرت سے خوش کرتا ہے گو وہ بالکل کامیاب نہ ہووے مگر بہت سی کامیابی حاصل کرلیتا ہے اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے ۔ع۔ زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز۔ ایسے ہی مقدس نفوس سے لوگ اکثر مشورہ لیا کرتے ہیں کیونکہ آدمی کے جس قدر گہرے تعلقات ہوں یا دوسرے لفظوں میں جسکا قبیلہ بڑا ہو اسکو بہ نسبت دوسروں کے زیادہ تجربہ ہوا کرتا ہے زمانے کے نشیب و فراز سے بخوبی واقف رہتا ہے۔ بخلاف اسکے ایک تنگدل آدمی ان افکارات سے گھبرا کر قطع تعلق کرلیتا ہے ایسا کرنا درحقیقت قدرتی بیڑیوں کو کاٹنا اور احکام خداوندی سے روگردانی کرنا ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو سب سے قطع تعلق کرکے محض خداوند عالم سے تعلق رکھنے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ بہت سے راہب اور زاہد آبادی کو چھوڑ کر ویرانہ اختیار کرلئے ہیں جسکا نام گوشۂ عزلت رکھے ہیں۔ اکثر دشت و بیابان میں سکونت اختیار رکھے ہیں اگرچہ اس عمل سے ایک حد تک وہ اپنی خواہشات نفسانی کو بھی پامال کر دیتے ہیں۔ سب سے منھ موڑتے ہیں اور خداوند کریم سے رشتہ جوڑتے ہیں۔ حقوق خداوندی تو پوری طور سے ادا کرتے ہیں مگر حقوق العباد کو وہ پس پشت ڈالدیتے ہیں اور سلسلۂ تناسل کو بھی منقطع کرتے ہیں۔ اسلام نے اس رہبانیت کی بیخ کو اکھاڑ کر پھینک دیا کیونکہ ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو	ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اسلام نے یہ تعلیم دی کہ دل بیار و دست بکار یعنے ازدواج شرعی سے سلسلۂ تناسل کو بھی قائم رکھو زن و فرزند، والدین، ہمسایگان، شاگرد، استاد، دوست احباب و مرید کے حقوق ادا کرو، توت بازو سے معاش حاصل کرو بیکس اور محتاجوں کی

دستگیری کرو۔ رفاہ عام کے کام اختیار کرو۔ اپنے معلومات سے لوگوں کو فیض پہنچاؤ۔ دوسرے کے معلومات سے آپ فیض حاصل کرو۔ دامے۔ درمے۔ قدمے۔ قلمے۔ اپنے فیض کو وسیع کرو۔ خدمت خلق اختیار کرکے مخدوم ہو۔ چنانچہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔ ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست	بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست۔

با ایں ہمہ رشتہ خداوندی قایم رکھو۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اسکی پیروی اختیار کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ لوگ جو آبادی کو چھوڑکر ویرانہ اختیار کئے کیا وہ علائق کی زنجیر سے سبکدوش ہوگئے ہرگز نہیں۔ کیونکہ گو تمام علائق قائم نہ رہے مگر تعلق خداوندی تو قائم ہوگیا۔ اگر کسی نے تعلق خداوندی کو بھی خیر باد کہہ دیا پھر بھی اس کا تعلق منقطع نہیں ہو سکتا کیونکہ ویرانے میں ضرور حیوانوں سے اسکا تعلق قائم ہو جائیگا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ بغیر تعلق کے وہ اپنی زندگی بسر کرے۔ لوگ تنگدلی سے گھبرا کر کہا کرتے ہیں۔ ؎

فکر معاش ذکر خدا یاد رفتگاں	دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

لیکن درحقیقت یہ انکی غلطی ہے۔ خلفائے راشدین کی سوانحعمری پر ایک گہری نظر ڈالیں کہ دو دن کی زندگی میں انہوں نے کیا کچھ کر دکھایا۔ شرق سے غرب تک کایا پلٹ دی۔ ہم کو ان بزرگوں کی تقلید کرنی چاہئے۔ ؎

ہمت بلند دار کہ نزد خدا و خلق	باشد بقدر ہمت تو اعتلائے تو

تعلق انسانی عام ہونے کی وجہ سے کسی سے خصوصیت نہیں رکھتا افراد انسان سے کوئی بھی اس سے سبکدوش نہیں ہو سکتا ہر ایک پر خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو اس کا حق مساوی ہے اور اسکا تعلق بغیر کم و بیش کے سب سے یکساں ہے۔ اس تعلق کو نہ تو فطرت رو سکتی ہے نہ مذہب کا زبردست ہاتھ اسپر حملہ کر سکتا ہے۔ ابتدائے آفرینش بنی آدم سے اسکی بنیاد پڑ چکی ہے اور پھر نے متفرق رنگ میں اسکی جلوہ آرائی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کی آغوش میں پرورش پانا اسی تعلق کا نتیجہ تھا اور ایسے صدہا نظیر ہیں کہ کئے لوگوں نے اپنی جان کو خطرے

میں ڈالکر دوسروں کی جان بچانے میں کامیابی حاصل کی اور یہ محض اس وجہ سے کہ انسانی تعلق کا حق ادا ہو جائے۔ تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے آپکو معلوم ہو جائیگا کہ یہ معمولی واقعات ہر وقت پیش آیا کرتے ہیں مثلاً کسی نے کسیکو ڈوبتا ہوا پایا اور فوراً اپنی جان کو خطرے میں ڈالکر اسکو بچایا۔ انسانی تعلق نے اسکو یہ دیکھنے کی اجازت نہ دی کہ ڈوبنے والا شخص بت پرست ہے یا نصرانی، یگانہ ہے یا بیگانہ، اسی طرح کوئی شیر کے پنجہ میں گرفتار ہوا اور دوسرا معًا اسکی جان بچانے کے لئے شیر کو گولی سے مارکر ہلاک کر دیا۔ کوئی مصیبت زدہ کسی ظالم کے بس میں آگیا اور ایک باہمت شخص نے اپنی جان کو خطرے میں ڈالکر اسکو نجات دلائی۔ غرض ایسے صدہا واقعات روزمرہ مشاہدے میں آیا کرتے ہیں جن کو ہم محض انسانی تعلق کے نتائج سے نامزد کرسکتے ہیں لیکن اس تعلق کو قائم رکھنا یا منقطع کرنا یہ حضرت انسان کے اختیار کی بات ہے۔ اس تعلق کی اہمیت کو وہی لوگ محسوس کرسکتے ہیں جن کو خدا نے درد آشنا دل عطا کیا ہے اور انسانی ہمدردی انکے رگ وپے میں سرایت کر گئی ہے۔ قدرت نے اسکو ہر ایک فرد بشر کے لئے ایک ہی پیمانے پر تقسیم کیا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس تعلق کو قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک خود غرض اور متعصب آدمی سے ہرگز اسکی امید نہیں ہوسکتی مذہبی تعصب نے گو اس عمارت کو متزلزل کر دیا مگر اسکی مستحکم بنیاد اب تک قائم ہے اور اپنی حالت پر لوگوں کو متوجہ کرلیتی ہے اور درد آشنا دلوں کو جنبش میں لاکر متاثر بنا دیتی ہے۔ بنی آدم کا سلسلہ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے اور ایک ہی وجود سے کل افراد انسانی عالم ظہور میں جلوہ پذیر ہوئے پس یہ سب اولاد آدم ہونیکی وجہ سے ایک کا تعلق دوسرے سے وابستہ ہے۔ مذہب بھی یہی ہدایت کرتا ہے اور فطرت انسانی بھی اسکی متقضی ہے کیونکہ ایک ہی جوہر سے انسان نے نشو و نما حاصل کی۔ گویا ایک معدن کے جواہر ہیں یا ایک آسمان کے تارے یا ایک ہی باغ کے پھول۔ یا ایک چشمے کا پانی جسکے مختلف نہریں جاری ہیں یا ایک دریا کے گوہر ہیں جو آب و تاب اور چمک دمک میں سب مختلف ہیں۔

جاری ہیں یہ طرز کی گوناگوں کی تو بہار | اسکا ہے رنگ الگ الگ سبکی ہے بو الگ الگ

غرض ہم اسکو ایک ہی بیاض کے اوراق یا ایک ہی جسم کے اعضا کہیں تو بیجا نہیں۔ چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے۔ ؎

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند	کہ در آفرینش زیک جوہر اند

لیکن قاعدے کی بات ہے کہ جب ایک عضو میں درد پیدا ہوتا ہے تو دوسرے اعضا بیقرار ہو جاتے ہیں۔ مگر بنی آدم میں یہ بات پائی نہیں جاتی لہذا نعمت خان عالی نے شیخ صاحب پر یہ اعتراض کیا ؎

سخنہائے عالی کسے گر شنفت	یدانند کہ سعدی غلط کرد و گفت
بنی آدم اعضائے یکدیگر اند	کہ در آفرینش زیک جوہر اند
ندیدم دریں عمر ہفتاد سال	کہ باشد دریں قطعہ صد گا مقال
حقیقت بعکس است اے ہمنشیں	پس ایں قطعہ باید کہ خواند چنیں
بنی آدم اعدائے یکدیگر اند	چو بعضے ز بعضے اگرگتر اند

اگرچہ نعمت خان عالی نے اسکو اعتراض کی صورت میں پیش کیا ہے مگر درحقیقت ابنائے زمانہ کا شکوہ ہے کہ افسوس باوجود حضرت انسان ایک دوسرے کے اعضا ہونے کے اپنے دردناک عضو سے بالکل بے خبر ہیں۔ میں نے اپنی ہفتاد سالہ عمر میں اب تک نہیں دیکھا کہ کوئی کسی کے درد میں شریک ہو پس شیخ سعدی نے شاید ایسا کہا ہو۔ یا زمانۂ موجودہ کی یہ حالت ہے کہ بنی آدم اعدائے یکدیگر اند۔ اسکا جواب ظہیر نے یوں دیا ہے۔ ؎

چوں ایں نقص بر سعدی آں تن شنفت	ظہیر ایں چنیں قول فیصل بگفت
کہ ہرگز نہ ایں نقص بر سعدی است	ثبوتے مسلم نہ از عالی است
دراں عہد بیشک چو اعضا بدند	بہنگام عالی چو اعدا شدند
دریں عہد زاں ہم بتر کن قیاس	وزیں پس بتر کل یوم شناس

ظہیر نے یہ ثبوت دیا کہ شیخ صاحب کے وقت تک بنی آدم ایک دوسرے کے اعضا بکر

رہے اور عالی کے وقت میں ایکدوسرے کے دشمن ہوگئے پس شیخ صاحب نے اپنی وقت کا سماں
بتایا۔ اور عالی نے اپنے وقت کا۔ اور اسیطرح ایک دن تعلق انسانی زوال پذیر ہوتا جائیگا۔ یہ مختصر
جواب شاید نعمت خان عالی کی شکایت کو رفع کر سکے اور ظہیر نے بھی علت غائی پر نظر کرکے جواب دیا
مگر جو شکایت اعتراض کی صورت میں پیش ہوئی ہے اس کا جواب نہیں ہو سکتا لہذا اسکا جواب یوں
ہو سکتا ہے کہ جب تک عضو انسانی ایک دوسرے سے وابستہ ہیں تب تک ایک کا درد دوسرا
محسوس کر سکتا ہے مگر جب کسی نے ایک عضو کو کاٹ کر پھینک دیا پھر اس جدا کئے ہوئے عضو کا درد
وہ محسوس نہیں کر سکتا گو اسکو کوئی پامال کردے یا پارہ پارہ کردے اسیطرح حضرت انسان نے
اپنے اعضا کو ایک ایک کر کے جدا کر دیا۔ اب اعضا پر اگر کوئی تیر بھی برسائے تو بھی حضرت انسان
اس درد کو محسوس نہیں کر سکتا۔ اور جیسا یہ قاعدہ ہے کہ اگر جسم انسان کا کوئی عضو معطل اور
بیکار ہو جائے جسکے درد سے تمام اعضا بیقرار ہوں تو دوسرے اعضا کی بیقراری رفع
کرنے کے لئے ڈاکٹر اسکو داروئے بیہوشی سنگھا کر اس عضو کو کاٹ دیتے ہیں تاکہ اسکے درد سے
تمام اعضا نجات پائیں۔ گو اسکو کاٹنے میں کمال درد ہوتا ہے مگر بوجہ داروے بیہوشی
وہ اس درد کو بھی محسوس نہیں کرتا اسیطرح حضرت انسان نے بھی داروئے بیہوشی پی کر جسکو
عرف عام میں غفلت کہتے ہیں اپنے چند اعضا کو جس کا نام انسانی تعلق ہے کاٹ کر پھینک دیا۔
اور ہمیشہ کے لئے درد سے نجات پائی۔ مگر افسوس یہ اسی شخص کا کام ہے جو سنگدل متعصب
ظالم، خود غرض، اور کمینہ ہو۔ ورنہ جو شریف ہو اور عالی حوصلہ ہے۔ جس کا دل درد آشنا
ہے جو انسانی تعلق کی قدر کرتا ہے وہ ہرگز ہرگز اس تعلق کو قطع نہیں کر سکتا گو ہزار ہا مصیبتوں
کا سامنا ہوگا مگر اس کا بیقرار دل یہ کبھی گوارا نہ کریگا کہ ایک مصیبت زدہ انسان کی
تائید سے پہلوتہی کرے۔

عشق کیا چیز ہے اور کیونکر ہوتا ہے۔

طلب صادق کا نام عشق ہے اور اسکی تعریف یہ ہے العشق نارٌ اذا وقع فی قلوب العارفین یعنے عشق ایک آتش ہے جو عارفوں کے قلب میں واقع ہوتی ہے لفظ عارف کا اطلاق حقیقی اور مجازی دونوں پر ہوسکتا ہے بعضے حکماء اسکو ایک قسم کا مرض بتلاتے ہیں لیکن یہ کسیقدر مبالغہ ہے۔ رہی یہ بات کہ کیونکر ہوتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ دلکی خواہش سے پیدا ہوتا ہے دلکی خواہش کیونکر ہوتی ہے دیکھنے اور سننے سے یا معلومات حاصل کرنیسے خواہ عشق حقیقی ہو یا مجازی چنانچہ جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد	بسا کین دولت از گفتار خیزد

غرض عشق کا پہلا مرحلہ خواہش ہے جسکو ہم رغبت سے نامزد کرینگے دوسرا مرحلہ کشش دل ہے جسکو ہم محبت سے تعبیر کرینگے اور تیسرا مرحلہ طلب صادق ہے جو عشق کا دوسرا نام ہے۔ اب ہم تینوں حالتوں کا جداگانہ فرق درجہ بدرجہ بیان کرینگے۔ رغبت پہلا مرحلہ ہے اور یہ اس خواہش کا نام ہے جس سے چنداں تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ خواہ وہ خواہش نفسانی ہو یا روحانی مثلاً کسی شخص کو شراب سے رغبت ہے تو وہ بہ نسبت دوسرے اشیاء کے اسکو شوق سے پیا کرتا ہے اور اسکی طلب بھی رہا کرتی ہے اگر میسر نہ ہوئی تو طبیعت مضطرب نہیں ہوتی اسی طرح اگر کسی نے کسی حسین کو دیکھ لیا یا تعریف سن لیا تو اسکو اسکے دوبارہ دیکھنے کی خواہش پیدا ہوگی اور چلتے پھرتے اسکے دیکھنے کی کوشش کریگا۔ اگر محروم رہا تو ضرور کچھ رنج کا اثر پہونچیگا مگر اسکی حالت اضطراری نہ ہوگی۔ اسیطرح اگر کسیکو نماز کی رغبت ہوتی ہے وہ اپنے وقت پر نماز میں مصروف ہوجاتا ہے اگر وقت گزر گیا اور نماز قضا ہوگئی تو چند لمحے اسکو افسوس رہیگا۔ پھر کچھ بھی نہیں اسکی حالت بھی اضطراری نہ ہوگی کیونکہ ابھی اسکو ذوق قلبی حاصل نہیں ہوا اور اسکے لئے خشوع وخضوع کی ضرورت ہے اور خشوع وخضوع کے لئے طلب صادق کی ضرورت ہے جو ابھی اسکو حاصل نہیں۔ دوسرا مرحلہ محبت ہے۔ جب مرحلۂ اول میں ترقی کرجاتا ہے اور خواہش دل میں افزائش ہوتی ہے تو کشش دل اسکو بیتاب کرتی ہے جسکو محبت کہتے ہیں

جب محبت جانگیر ہوتی ہے تو وہ چٹکیاں لیکر اپنا فرض ادا کرنے پر مجبور کرتی ہے اگر کامیابی نہ ہوئی تو طبیعت ضرور بےچین ہو جاتی ہے مگر اسکی حالت اختیار سے باہر نہیں ننگ ناموس کو نظر انداز نہیں کرتا مثلاً وہ شخص جسکو شراب کی رغبت تھی اور اب محبت جانگیر ہوگئی اب بغیر شراب کے اس سے غذا نہیں کھائی جاتی اگر یہ نہ ہو تو کوئی چیز اسکو پسند نہیں آتی مگر اختیار سے باہر نہیں ہوتا بخوف رسوائی حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتا اگر شراب نہ ملی تو ضرور افسردہ خاطر ہوگا مگر اضطراری حالت نہ ہوگی یا وہ شخص جو کسی حسین پر مائل ہوا تھا اب چونکہ اسکے دل میں محبت جانگیر ہوگئی پس جب تک اس کا وصل حاصل نہ ہو طبیعت بیقرار رہیگی مگر خوف رسوائی دامنگیر ہے اس کی حالت اضطراری نہ ہوگی ۔ اور قوائے عقلی پر اسکی محبت غالب ہوگی ۔ اسیطرح وہ نمازی جسکو نماز سے رغبت تھی اور اب محبت ہے ہمیشہ وقت کا منتظر رہتا ہے تاکہ نماز با جماعت میسر ہو مگر ابھی اسکے دل پر وہ کیفیت طاری نہ ہوئی جس سے ذوق قلبی حاصل ہو کیونکہ اسکے لئے خشوع وخضوع کی ضرورت ہے جو بغیر طلب صادق کے دشوار ہے اسکی حالت بھی اضطراری نہ ہوگی ۔ تیسرا مرحلہ طلب صادق ہے اور اسیکا نام عشق ہے اس منزل پر پہونچنے کے بعد تمام قوی اور طاقتیں مغلوب ہو جاتے ہیں عشق ان سب پر غالب آجاتا ہے اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے اختیار سے باہر ہو جاتے نہ پاس ننگ نہ خوف رسوائی، نہ پروائے جان، طلب صادق کی مثال بھوک اور پیاس سے بہت مناسب ہے ۔ بھوک سے گویا پیٹ میں آتش لگ جاتی ہے اور پیاس سے زبان خشک ہو جاتی ہے ۔ جب کسی انسان پر پانچ سات فاقے گزر جاتے ہیں تو آنکھوں میں دم آجاتا ہے اور غشی طاری ہو جاتی ہے جسکو بیخودی کہتے ہیں اسکی طاقت سلب ہو جاتی ہے اسکے قوی کمزور ہو جاتے ہیں ۔ جب تک اسکے حلق میں پانی کا قطرہ نہ ٹپکایا جائے جب تک اسکو غذا میسر نہ ہو وہ اپنی خودی میں نہیں آسکتا اور اس کا انجام موت ہے یہی حالت طالب صادق کی ہوتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ بھوکے کو ... کی حالت میں ... ہوئی ذوق حاصل ... ۔ بخلاف اسکے طالب صادق کو حالت فراق میں بھی وہ مزا

ملتا ہے جو بیان سے باہر ہے. حالتِ اضطراری میں اسپر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے جسکو اسیکا دل جانتا ہے. جیسا پروانے کو جلنے میں مزہ آتا ہے طالب صادق کو وہی ذوق حاصل ہوتا ہے جسکو ہم ذوق اضطراری سے نامزد کرتے ہیں اور بعد وصل کے جو کیفیت طاری ہوتی ہے اسکو ذوق وجدانی کہینگے. مثلاً وہ شخص جسکو شراب سے محبت ہوگئی اور اب طلب صادق نے اسکو اسیر کیا ہے. بیٹھتے اٹھتے چلتے پھرتے اسکو شراب کا وظیفہ ہے نہ پاس ننگ نہ خوف رسوائی نہ دولت برباد ہونے کا غم نہ جان کے تلف ہونے کا ملال کیونکہ طلب صادق نے اسکے تمام قویٰ زائل کردئے اسکی حالت اضطراری ہے وہ خودی سے باہر ہوجاتا ہے. ذوق اضطراری اسکو بھی حاصل ہوتا ہے. جب شراب میسر ہوتی ہے اور وہ مسرور و سرشار ہوجاتا ہے تو وہ کیفیت حاصل ہوتی ہے جسکو ذوق وجدانی کہتے ہیں. اب اس شخص کو لیجئے جسکے دل میں کسی حسین کی محبت جانگیر ہوئی تھی اور اب طلب صادق نے اسکی جگہ لیلی تمام قویٰ اسکے مغلوب ہوجاتے ہیں آتش عشق اسکے دل میں لگی ہوئی رہتی ہے وہ اپنی خودی سے باہر ہوجاتا ہے. وہ ہے اور تلاش یار. وہ ہے اور خیال وصل نہ پاس ننگ نہ خوف رسوائی نہ پروائے جان. ناصر سرہندی نے کیا خوب کہا ہے. ؎

عشق تا خام است باشد بستۂ ناموس و ننگ	پختہ مغزان جنوں را کہ حیا زنجیر پاست

جوں جوں وعدۂ وصل قریب ہوتا ہے اور آتش عشق زیادہ بھڑکتی ہے جیسا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں. ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک	آتش شوق تیز تر گردد

اس حالت میں بھی وہ ذوق اضطراری سے محروم نہ رہیگا اور چندے وصل سے ناکام رہا تو اسکا انجام بھی موت ہے. اگر وصل حاصل ہوگیا تو پھر ذوق وجدانی کی کیفیت حاصل ہوگی پھر فراق نصیب ہوا تو وہی کیفیت ہوگی جو اوپر مذکور ہوئی. غرض عاشق کو نہ وصل میں قرار ہے نہ ہجر میں مگر دونوں میں اسکو ذوق قلبی حاصل ہوتا ہے. کسی شاعر نے سچ کہا ہے. ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را — بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ

اب اس زاہد شب زندہ دار کو لیجئے جسکو نماز اور ذکر اللہ سے محبت ہوگئی تھی اور اب طلب صادق نے اسکو آگھیرا پہلے تو اسکو فرائض ادا کرنے سے کام تھا مگر اب وہ تہجد گزار ہوگیا کیونکہ طلب صادق نے اسکو خشوع و خضوع کا خوگر بنا دیا۔ ذوق سلیم نے اسکو سرشار بنا دیا اسرار الٰہی منکشف ہوتے گئے جذبات نفسانی مغلوب ہوگئے۔ طلب صادق نے ہفت آسمان کی سیر کرا دی۔ فردوس کی کنجیاں حوالہ کردیں۔ حدیث شریف الصَّلٰوۃ معراج المومنین کا مضمون پورا ہوا کیفیت وجدانی حاصل ہوئی اپنی ہستی کو فنا کردیا اور یہ عالم ہوا۔ ؎

من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

تمام شب عبادت الٰہی میں صرف کرنا اسکی عین خواہش ہے کیا مجال کہ اسکی آنکھ جھپکے کیونکہ آتش عشق اسکو چین نہیں دیتا کہ وہ استراحت کرنے پائے وصل الٰہی اور قرب الی اللہ کا مشتاق ہے اور اسکے حاصل ہونیکا ذریعہ یہی نماز اور ذکر اللہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ طلب صادق کیونکر ہوئی اسکا جواب یہ ہے کہ جب عبادت اور اذکار کی محبت اسکے دلمیں قائم ہوگئی۔ دل میں صلاحیت پیدا ہوگئی۔ جذبات روحانی کا اثر پڑا۔ جذبات نفسانی مغلوب ہوگئے اور طلب صادق دامنگیر ہوئی۔ یہ تین مرحلے جو بیان کئے گئے عوام کے لئے ہیں ورنہ فطرت جنکو خصوصیت عطا کی ہے اول آخر انکا ایک ہی مرحلہ ہے جسکو طلب صادق کہتے ہیں۔ مانا عشق کے مراتب جداگانہ اور سالک کے مقامات درجہ بدرجہ ہیں ان سبکی اس مختصر میں گنجائش نہیں وہ پیدا ہوتے ہی سفر اول اپنے ساتھ لاتے ہیں [illegible] وگرنہ محبت کے [illegible] [illegible]

قلم میں طاقت نہ رہی دماغ بیکار ہوا جاتا ہے ناچار حسن کے اس شعر پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں

قلم بشکن، سیاہی ریز، کاغذ سوز دم درکش
حسن این قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

ستایش نظم

پروردگار جل شانہ کی بیشمار نعمتوں میں شاعری بھی نعمت ہائے عظمائے الٰہی سے ایک نعمت ہے جو اپنے خاص بندوں کو ودیعت کرتا ہے اور اسکے ذریعہ سے مردہ دلوں کو روحانی طاقت عطا کرتا ہے مگر ہر سرمہ نور نظر اور ہر سنگریزہ گہر نہیں ہو سکتا بمصداق

ہرگز گل کاغذ گل تر ہو نہیں سکتا — مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں سکتا
ہر ہاتھ کو عاقل ید بیضا نہیں کہتے — اعصا تو ہے پر اعصیٰ موسیٰ نہیں کہتے

بلکہ صحیح معنوں میں شاعر وہی ہے جسکو سیپی سا ظرف اور معدن سا جگر قدرت نے بخشا ہو وہ موتی برساتا ہے اور لعل اگلتا ہے اسکے اشعار زر و جواہر سے بیش قیمت ہوتے ہیں بقول غالب

سخن کیا کہہ نہیں سکتے کہ جویاں ہوں جواہر کے — جگر کیا ہم نہیں رکھتے کہ کھودیں جا کے معدن کو

ہر شخص اسکا اہل نہیں ہو سکتا. شاعر کامل اپنے نفیس خیالات اور دلی جذبات کو الفاظ کے سانچے میں ڈھالتا ہے جیسے انگشتری میں نگینہ نصب کیا جاتا ہے حسن الفاظ، حسن معانی، سادگی بلند پروازی، حسن بندش وغیرہ اسکے ضروری لوازمات ہیں جسکے بغیر قالب شعر میں جان نہیں پڑ سکتی۔ اسکے سوائے بھی ایک چیز کی ضرورت ہے اور وہ درد دل ہے۔ اگر یہ نہیں تو شعر میں اثر بھی نہیں چوٹ کھائے ہوئے دل سے جو شعر نکلیگا وہ دلوں میں گھر کریگا اور تیر کا نشانہ [illegible] ٹھیک نشانہ پر بیٹھیگا۔ یہ استعداد [illegible] کسی استاد سے حاصل نہیں ہوتا [illegible] جسکے شاعر [illegible] ہوتی ہے [illegible]
[illegible]

اسکا یہ مطلب نہیں کہ شاعری اسکے لئے ایک سہل مشغلہ بن جاتی ہے بلکہ سخت جانکاہی اور دماغ سوزی سے ایسے گوہر آبدار طبیعت سے نکلتے ہیں اگرچہ وہ قادر الکلام بھی ہو۔ حضرت نظامی گنجوی سے زیادہ قادر الکلام کون ہوگا گران کا قول ہے ؎

سخن گفتن و بکر جاں سفتن است	نہ ہر کس سزائے سخن گفتن است

جنھوں نے شاعری کو ایک کھیل بنا رکھا ہے اور یہ سمجھ رکھا ہے کہ صرف الفاظ کو پس و پیش کر کے موزوں کر دینا ہی شاعری ہے یہ سخت غلطی پر ہیں۔ بقول شاعر ؎

چند لفظے بہم آوردن و موزوں کردن	گر ہمیں است سخن وائے سخن وائے سخن

تصنیف و تالیف کے صرف دو ذریعے ہیں۔ ایک نثر دوسرا نظم۔ مگر ہر قوم میں ہر زبان میں نظم کا پلہ بھاری ہے۔ اگرچہ تصنیف مصنف کے دل و دماغ کا آئینہ ہوتی ہے اور یہی ایک بہترین یادگار ہے جو انسان کو بعد مرگ بھی زندہ رکھ سکتی ہے اور اسکا نام ہمیشہ اوراق عالم پر باقی رکھنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ مگر نظم کی شان نرالی ہے۔ یہ دنیا میں ایک تہلکۂ عظیم برپا کر دیتی ہے۔ جذبات دل کو ابھارتی ہے۔ جانبازوں کو لڑنے اور مرنے پر آمادہ کر دیتی ہے سلطنتوں کی کایا پلٹ دیتی ہے۔ واعظین کا وعظ، مقررین کی تقریر موثر اور کامیاب نہیں ہو سکتی جبتک کہ اس میں نظم کی چاشنی نہ ہو۔ صوفیوں میں وجد نہیں پیدا ہو سکتا جب تک کہ وہ اشعار رجز سے زبان کو آشنا نہ کریں غرض رزم میں بزم میں خشکی میں تری میں اسیکا سکہ اسیکی حکومت ہے اور یہی بہترین یادگار ہے۔

شاعر اور اسکے تخیلات۔

شاعر کا دماغ قدرتی دلچسپیوں کا مخزن ہے اسکے بحر فکر سے تلاطم برپا کرکے مانند تخیلات [illegible] اٹھتی ہیں اور ساحل دماغ سے ٹکرا جاتی ہیں [illegible] اسکے [illegible] کے

دائرے سے باہر نکل جاتے ہیں۔ دلی جذبات اور مناظر قدرت کی تصویر کھینچتے ہیں اس کا دماغ ایک بے نظیر مصور ہے۔ بیل بوٹے لگانے میں بڑی احتیاط سے کام لیتا ہے کہ مبادا اس کی خوبصورتی میں فرق آجائے۔ یا نقش و نگار میں کوئی نقص باقی رہجائے۔ پھر اسپر بھی قناعت نہیں کرتا بلکہ ایک باغبان کی مانند پھر اسکی تراش خراش بھی کرتا ہے جس سے روشیں صاف اور سیدھی ہو جائیں۔ اور نازک بیل بوٹے ہموار ہوکر ایک ہی صف میں اپنی ممتاز حیثیت کا جلوہ دکھائیں۔ پھر وہ خیاط کی مانند انھیں نازک پھولوں اور پتوں سے جامہ دوزی کرتا ہے تا شاہد معنی کا لباس ٹھیک اترے قطع و برید میں کوئی نقص نہ رہجائے اور لباس موزوں اور چسپت ہو شانہ کو الگ ناپتا ہے تو کمر کا ناپ جدا لیتا ہے یہانتک کوشش کرتا ہے کہ ملبوس میں ایک شکن بھی باقی نہ رہے۔ پھر اسکو بخیہ گری سے سجاتا ہے وہ اپنی قوت متخیلہ کو صرف کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتا بلکہ فکر سخن میں وہ یہاں تک محو ہو جاتا ہے کہ دنیا و مافیہا کی خبر تک نہیں رہتی۔ گھر کا شور و غوغا۔ ہمسایوں کا ہنگامہ اسکی عنان توجہ کو پھیر نہیں سکتا اور وہ مطلق نہیں جان سکتا کہ کیا ہو رہا ہے۔ دنیا کے کل افکارات جن سے ہزاروں کا فائدہ متصور ہے فکر سخن کے آگے ہیچ ہے یعنے شاعر کا دماغ جن افکارات کا متحمل ہو سکتا ہے لاکھوں پیدا کرنے والا دماغ اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ فکر سخن کے وقت وہ اپنے کسی فائدے یا نقصان کو خیال میں نہیں لاتا۔ شاعر کا مزاج دقت پسند واقع ہوتا ہے۔ سہل الوقوع غیر مفید خیالات سے وہ گریز کرتا ہے اور وہ صرف اسلئے کہ دماغ سے نکلکر دلوں میں اتر جائے اور بجلی کی مانند اسکا اثر ہر رگ و پئے میں سرایت کر جائے۔ کہا جاتا ہے کہ شاعر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک کے دل میں مضامین کی آمد ہوتی ہے اور دوسرے میں آورد ہوتی ہے۔ اول الذکر کو قادر الکلام کہتے ہیں اسکے ماننے میں کسیکو تامل نہیں ہو سکتا۔ مگر بعض لوگوں نے اس سے جو نتیجے اخذ کئے ہیں اس سے مجھے اتفاق نہیں۔ وہ یہ کہ قادر الکلام شاعر کو شعر گوئی میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ یہ بات قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی اور واقعات سے اسکا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ پہلے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو شاعر کہ اوصاف مذکورۂ بالا سے متصف ہو وہی اصلی معنوں میں شاعر کہلانے کا

مستحق ہے اور اسیکو شعر گوئی کی دقت محسوس ہوتی ہے ورنہ یوں تو چند الفاظ کو پس وپیش کر کے موزوں کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ قادر الکلام شاعر کی طبع میں مضامین کی آمد ہوتی ہے مگر شعر کا اپنے حسن دلاویز کے ساتھ الفاظ کے سانچے میں ڈہلنا صرف آمد پر موقوف نہیں بلکہ مضامین کی آمد شاعر کو اور الجھن میں ڈالتی ہے کہ ان مضامین کے انبار سے کون سے مضمون کو لیا جائے اور پھر اسکے لئے کونسے الفاظ شایان ہو سکتے ہیں اور کس پیرایے میں اسکو بیان کیا جائے جس سے دیکھنے والوں کا دل اثر پذیر ہو اور پھر حسب تقطیع میں شعر لکہنا ہو اس میں وہ الفاظ دلچسپی کے ساتہہ پیوست ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ یہاں تک کہ کوئی لفظ حشو نہ ہو کوئی بات خلاف محاورہ اور غیر مانوس نہ ہو یا غیر فصیح۔ متروک اور سبک نہ ہو جس سے حسن کلام میں فرق آجائے ہاں اچھوتا خیال ہو حسن بیان درست ہو۔ بندش چست ہو شوکت الفاظ کی بلند پروازی ہو روزمرہ ہو جدت طرازی ہو۔ فصاحت کی چاشنی کے ساتھ ساتھ سادگی کی حلاوت ہو۔ استعارہ لطیف ہو۔ انداز نرالا ہو۔ الفاظ کی نشست ٹھیک اور برموقع ہو۔ گویا انگشتری میں نگینہ نصب ہو جائے بس ظاہر ہے کہ ان تمام پابندیوں کے ساتھ جو شعر کہ دماغ سے نکلا ہوا لب قلم ہوتا ہے شاعر کو کس قدر دقت پیش آتی ہوگی اسکا وہی لوگ اندازہ کر سکتے ہیں جو اس سنگلاخ وادی میں قدم رکھ چکے ہیں۔ شاعر کا دماغ مختلف اوقات میں مختلف حیثیت رکھتا ہے بعضے وقت گھنٹوں کا کام منٹوں میں ہو جاتا ہے اور بعضے وقت منٹوں کا کام گھنٹوں میں طے پاتا ہے فکر سخن کے وقت دنیوی افکارات سے بھی شاعر کا دماغ پاک و صاف ہونا ضروری ہے اور تنہائی بھی شرط ہے بعض وقت شاعر کسی خاص کیفیت سے متاثر ہو کر جو شعر لکہتا ہے تو بہت جلد لکھے جاتے ہیں دلچسپ بھی ہوتے ہیں اور بعضے وقت خلاف طبع کبھی [illegible] ہے لیکن [illegible] [illegible] قادر الکلام بھی [illegible]

[illegible]

بعض وقت ایک مصرع موزوں کرنے کے لئے گھنٹے بلکہ کئی دن گزر جاتے ہیں اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ ایک مصرع لکھنے پر قادر نہیں بلکہ اسکو اپنے حسبِ لخواہ موزوں کرنے میں وقت واقع ہوتی ہے جو دماغ سے نکلکر دلوں کو تسخیر کرلے ورنہ دس بیس مصرع لکھنا پانچ منٹ کا کام ہے۔ غرض قادر الکلام ہونیکا مفہوم جو لیا گیا ہے وہ ہرگز درست نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو نظامی گنجوی جیسا قادر الکلام یوں نہ کہتا ؎

	سخن گفتن و بکر جاں سفتن است		نہ ہر کس سزائے سخن گفتن است

اپنے اس بیان کے ثبوت میں چند نظائر پیش کرتا ہوں جن سے ناظرین کو اطمینان حاصل ہو۔

(۱) فردوسی طوسی ایک دن اپنے پائیں باغ رستم کی تیغ زنی کی تعریف میں اشعار موزوں کر رہا تھا۔ ناگاہ ایک مصرع پر آکر قلم ساکت ہوگیا وہ یہی مصرع تھا ع ہر جا کہ شمشیر او کار کرد۔ ہر چند بہت فکر کی مصرع ثانی خاطر خواہ چسپاں نہ ہو سکا۔ بہت سا وقت گزر گیا۔ اس کے درمیان دو تین شخص یکے بعد دیگرے آکر فکرِ سخن میں خلل انداز ہوئے۔ بہت پیچ و تاب کھایا انکے جانے کے بعد شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیکر عہد کرلیا کہ اگر اب کوئی شخص آیا تو اس کو قتل کر دونگا۔ اتفاقاً ایک لڑکا بیخبری میں آگیا جو فوراً دو ٹکڑے کر دیا گیا اور پھر دو کے چار ٹکڑے ہوئے اسپر مصرع ثانی فوراً موزوں ہوگیا کہ ع یکے را دو کرد و دو را چار کرد۔ ممکن ہے کہ اس بیان میں کچھ غلو سے کام لیا گیا ہو جو ایک خونِ ناحق کا اظہار ہے تاہم اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ مصرع ثانی کے بہم پہنچانے میں فردوسی نے بہت سا وقت صرف کیا۔

(۲) ایک ایرانی شاعر غالباً مرزا صائب ہونگے۔ جب یہ مصرع موزوں کیا تھا کہ ع لختے برد از دل گذرد ہر کہ ز پیشم۔ کچھ وقت تک دوسرا مصرع خاطر خواہ نہ ہو سکا۔ ایک روز بازار ایک تربوز فروش جو تربوز کے قاشیں کاٹ کاٹ کر بیچتا تھا یہ صدا دیتا تھا کہ ع من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم۔ مرزا صائب نے فوراً یہ مصرع حاصل کر لیا

مقصد کے مطابق پایا فوراً قماش فروش سے کئی درہم کے عوض میں وہ مصرع خرید اگیا۔

(۳) جرأت کی قادر الکلامی میں کسکو کلام ہوسکتا ہے۔ ایک وقت سید انشاء اللہ خاں انشا ملاقات کو آنے پر معلوم ہوا کہ آپ گہرے سوچ میں بیٹھے ہیں وجہ دریافت کیگئی تو فرمایا کہ ایک مصرع موزوں کیا ہے دوسرے مصرع کی فکر میں بہت وقت سے سر بگریباں بیٹھا ہوں کوئی مصرع ٹھیک چسپاں نہیں ہوتا مصرع یہ ہے ع اس زلف پہ پھبتی شب دیجور کی سوجھی۔ چونکہ جرأت نابینا تھے اور انشا ظریف مزاج فوراً مصرع ثانی ظرافت آمیز سنا دیا ع اندھے کو اندھیری میں بہت دور کی سوجھی۔ غرض یہ ہے کہ بعضے اوقات شاعر کو فکر سخن کے وقت کثرت افکار سے طبیعت میں الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔

(۴) ایک وقت غالباً مرزا جرأت ہی تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی طفولیت کا وہ واقعہ منظوم کرنا چاہتے تھے جو عید کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اونٹ کی سواری کے لئے بضد ہو رہے تھے اور آنحضرتؐ نے ان کی خوشنودی کے لئے خود اونٹ بنکر اپنے جگر گوشوں کو سوار کرلیا ایک مصرع موزوں ہوا کہ ع۔ اچھا سوار ہو جئے ہم اونٹ بنتے ہیں مصرع ثانی کی فکر میں بہت وقت گزر گیا۔ اتنے میں انشاء اللہ خاں حاضر ہوئے اور وجہ دریافت کر کے مصرع ثانی کہہ دیا۔ ؎

جب آپ رو ٹھتے ہیں تو مشکل سے منتے ہیں	اچھا سوار ہو جئے ہم اونٹ بنتے ہیں

یہ بات قابل غور ہے کہ یہاں آمد اور آورد کا کچھ تعلق نہ تھا کوئی نیا مضمون سوچنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ ایک گزرا ہوا واقعہ تھا جس کا مضمون پیش نظر تھا صرف اسکو الفاظ کے سانچے میں ڈھالنا تھا جو مشکل ثابت ہوا۔

(۵) شیخ امام بخش ناسخ آتش گری کی وجہ سے اپنے حسن بنانے میں بفکر سخن میں مشغول تھے کہ ایک ملاقاتی آیا اور رخصت ہونے تک بیٹھ گیا۔ مضامین کی آمد میں خلل اندازی سے ترشح ہوئی بہت انتظار کیا مگر وہ نہ گیا آخر تنگ آ کر حسن بنانے کے آگ لگا دی۔ ملاقاتی

گھبراکر اٹھ کھڑا ہوا شیخ نے اسکو پکڑ لیا اور کہا کہ کمبخت اب کہاں جاتا ہے میرے مضامین کا خون کر دیا اب تو اور ہمیں دونوں جلکر راکھ کا ڈھیر ہو جائینگے۔ آخر یہ سنکر بڑی مشکل سے پیچھا چھڑایا۔ ان تمام مثالوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ چیز جو اپنی اصلی معنوں میں شاعری کہلاتی ہے کوئی آسان چیز نہیں کیسا ہی مسلم الثبوت استاد ہو اور کیسا ہی قادر الکلام کیوں نہ ہو بغیر محنت شاقہ کے وہ شعر گوئی پر قادر نہیں ہو سکتا نہ وہ اپنے کلام میں دلچسپی پیدا کر سکتا ہے نہ لوگوں کے دلوں پر اثر ڈال سکتا ہے

کُلُّ جَدِیدٍ لَذِیذٌ

یعنے تمام نئی چیزیں لذیذ ہوا کرتی ہیں بظاہر یہ ایک مختصر سا فقرہ ہے مگر وسعت معنے کے لحاظ سے عالمگیر ہے دنیا کے طول و عرض میں یہی جذبہ عمل جاری و ساری ہے کائنات کا ہر گوشہ اسی جذبہ سے متاثر ہو رہا ہے۔ ہمارے اوضاع، اطوار، گفتار، رفتار اعمال اسی کے ماتحت ہیں۔ ماکولات و مشروبات بھی اسی کے ماتحت ہیں۔ سب سے پہلے غذا ہی کو لیجئے ہمیشہ ایک ہی غذا سے طبیعت اکتا جاتی ہے گو وہ کیسی ہی پر تکلف اور خوش ذائقہ کیوں نہ ہو جبتک اسپر کل جدید لذیذ کا رنگ نہ چڑھے وہ مرغوب خاطر نہیں ہوتی۔ بہت عرصہ کا واقعہ ہے کہ نواب فیروز حسین خاں صاحب مع اپنے دو رفقا کے بنگلور میں جناب اسمٰعیل بن قاسم سیٹھ کے مہمان ہوئے۔ انہوں نے ان کی پر تکلف مہمانداری کی بریانی، کباب، کوفتے، مرغ کا گوشت وغیرہ سے خاطر تواضع کیگئی مگر انکی تشفی نہ ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ بھائی! یہ چیزیں تو گھر میں ہمیشہ کھایا کرتی ہیں کوئی نئی چیز پکاؤ تاکہ رغبت سے کھائی جائے۔ عندالاستفسار انہوں نے کہا کھچڑی پکاؤ جسکی تعمیل کیگئی۔ اس کھچڑی میں انکو وہ مزہ ملا کہ وہ مرغ پلاؤ اور بریانی کو بھول گئے۔ غرض یہ کل جدید لذیذ کا کرشمہ ہے۔ لباس کو ہی لیجئے عرب کے باشندے ہندوستان میں وارد ہوئے تو لوگ انکے دلکش لباس سے متاثر ہونے لگے۔ وہ عبا، وہ شیروانی، وہ عمامہ مقناطیس کی کشش رکھتے تھے۔ اکثر لوگوں نے وہ لباس اختیار کیا۔ اب چونکہ اسکو ایک مدت گزر گئی اور طبیعت اکتا گئی تو جدید

جگہ واسکوٹ، شیروانی کی جگہ کوٹ یا اوورکوٹ، عمامہ کی جگہ ترکی ٹوپی اور ہیٹ استعمال ہونے لگی۔ جوتہ کی جگہ بوٹ اور شوز نے لے لی۔ گفتار میں جبتک دو چار جملے انگریزی کے استعمال نہ ہوں اسپر کلچر جدید کا رنگ نہیں چڑہتا۔ خانساماں، بٹلر اور بہرہ نہوں تب تک حکومت کا مزہ نہیں ملتا۔ لمبے ڈاڑھیاں رکھتے رکھتے لوگ اکتا گئے تو داڑھی تراش خراش شروع ہوئی۔ رفتہ رفتہ داڑھی کا صفایا شروع ہوگیا اور اس شعر پر انکا عمل ہے۔ سہ

لمبی داڑھی فرشتے پکڑینگے	داڑھی منڈے ہے وہاں بھی اکڑینگے

موچھوں کے رکھنے میں طرح طرح کے موشگافیاں کی گئیں۔ کوئی فرنچ کٹ، کوئی جرمن کٹ، کوئی امریکن کٹ، وہ کیسے ہی بدنما کیوں نہ معلوم ہوتے ہوں مگر اسی پر وہ ریجھے جاتے ہیں۔ پہلے انگریزی خواتین کا گون پورے ایک تھان کا ہوا کرتا تھا۔ آخر اسکی گرانباری سے عاجز آگئیں۔ رفتہ رفتہ اسمیں تراش خراش شروع ہوگئی۔ یہاں تک گون نے اب ایک پاجامہ کی شکل اختیار کرلی ہے جس میں بدن بھی چست رہتا ہے اور کپڑے میں کفایت شعاری بھی ہوگئی۔ یہ سب کلچر جدید لذیذ کا کرشمہ ہے۔ ہندوستان کے امراء و رؤسا نے شرع کی تقلید میں زنانہ پردہ کا رواج جاری کیا تو اس قدر سختی سے جاری کیا کہ شرع سے بھی چار قدم آگے بڑھ گئے اور بجز گھر کی چار دیواری کے ہر قسم کی تفریح سے مستورات کو محروم رکھا گیا۔ عوام نے بھی انکی تقلید شروع کردی۔ آخر یہ کب تک؟ رفتہ رفتہ انگریزی تعلیم یافتہ حضرات نے اسکی مخالفت شروع کردی یہاں تک کہ شرع کا لحاظ بھی بالائے طاق رکھا گیا اور کھلم کھلا میگزین اور تفریحگاہوں میں ان کو بے نقاب کیا گیا۔ فرمانروائے ترک اور تاجدار افغانستان بھی اس جذبہ سے متاثر ہونے لگے۔ لوگ علی الاعلان پردے کی مخالفت میں حصہ لینے لگے۔ تحریر اور تقریر سے عوام کو اسکی ترغیب دینے لگے۔ رسالوں اور اخباروں میں مضامین شائع ہونے لگے۔ اب پردہ چند دنوں کا مہمان رہ گیا اور یقین ہے کہ بہت ہی جلد یہ بھی رخصت ہو جائینگے۔ دس بیس سال کا ... اگر دیکھئے کسی کی داڑھی کی جگہ نظر نہیں آتی۔ علماء و مشائخ بھی الا ماشاء اللہ ...

ساز باز کرنی پڑیگی ۔ بقول صبا ؎

جب مطربوں نے واعظوں سے ساز کرلیا	ہوجائیگی سماعت چنگ وچغانہ فرض

غرض یہ سب کچھ کل جدیدٌ لذیذ کا کرشمہ ہے ۔ اب اقوال، اعتقاد و اعمال کو لیجئے یہاں بھی وہی جذبۂ عمل کام کررہا ہے ۔ ہر نیا فعل مرغوب خاطر ہے ۔ ہر نئی آواز کانوں کو خوشگوار معلوم ہوتی ہے ۔ ایک ہی قسم کی باتیں سنتے سنتے طبیعت اکتا جاتی ہے واعظوں اور مولویوں کا بیان کچھہ اثر انداز نہیں ہوسکتا ۔ پیرایۂ بیان ہر چند کہ دلکش اور روح افزا ہو مگر وہی صوم وصلوٰۃ، جنت اور دوزخ کا قدیم راگ گایا جاتا ہے جو تیرہ سو سال سے سنتے سنتے کان بہرے ہوگئے ہیں ۔ مولویوں اور واعظوں پر پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں اور ان کو پرانی لکیر کے فقیر کا لقب عطا ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ کیسے ناقص العقل ہیں کہ تیرہ سو سال سے ایک ہی راگ گائے چلے جاتے ہیں ۔ ضرورت زمانہ کچھہ اور باتوں کی متقضی ہے اور یہ ملّا نے اسی قدیم رنگ میں جلوہ افروز ہوا کرتے ہیں ۔ اسپر اگر کسی نے نئی صدا اٹھائی تو عوام اسکا خیر مقدم کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں ۔ کیونکہ کل جدیدٌ لذیذ ایک کارآمد شئی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جس نے کوئی نیا دعوی کیا اسکے پیرو بہت ہوجاتے ہیں چنانچہ یہاں جو متعدد فرقے نظر آتے ہیں ۔ جیسے دہریہ، نیچریہ، مہدویہ، مرزائیہ، یہ سب کل جدیدٌ لذیذ کی کارستانی ہے ابھی کیا کچھہ ہونیوالا ہے خدا ہی کو معلوم خداوند کریم آخر زمانہ کے فتنہ سے ہر مسلمان کو محفوظ ومصئون رکھے ۔

آمین

م

یادِ لسان العصر حضرت اکبر مرحوم الہ آبادی

حیرت کدۂ دل ہے سخن رانئ اکبر
کس کو ہو میسر یہ ادادانئ اکبر
مشکل ہے کہ پیدا ہو کوئی ثانی اکبر
کیونکر ہو ادا مجھ سے ثنا خوانئ اکبر

شانِ سخن احباب میں اکبر کی عیاں ہے
مفتاح معارف ہے جو اکبر کی زباں ہے

عرفاں کی محافظ ہے شناسائی اکبر
افسردہ کو گرماتی ہے گویائی اکبر
اور بزم کی رونق سخن آرائی اکبر
سامع کی توجہ ہے دل افزائی اکبر

ہوتا تھا نمایاں وہ خودی اپنی مٹا کر
مسرور تھا وہ گوہر معنی کو لٹا کر

کیا کیا سبق آموز ہے اکبر کا ترانہ
تھی علم کی کہانی تو وہ فطرت کا فسانہ
سنکر جسے حیراں ہوئے عقلائے زمانہ
افسوس ہوا گلشن گیتی سے روانہ

دم اس کا غنیمت تھا مبارک تھی وہ ہستی
ہیہات کہ جسکے لئے دنیا ہے ترستی

ہے بحر کے مانند طبیعت کی روانی
جو بات نکلتی ہے، وہ تفسیر معانی
ہر شعر ہے، ہر لفظ ہے قدرت کی نشانی
کرتا تھا مسخر اثر سوز نہانی

جب بزم میں ہوتی تھی زباں اسکی دُر افشاں
بھر لیتے تھے دامن کو جو تھے صاحب عرفاں

اکبر کا جو سینہ تھا وہ عرفاں کا سمندر
عالم میں نمایاں تھا طبیعت کا وہ جوہر
اور بزم حقائق کا تھا وہ شمع منور
حق یہ ہے کہ تھا شانِ الہٰی کا وہ مظہر

تھی پیش نگہ اسکے تو عرفاں کی ہے منزل

تھا اس کا سخن وجہ ضیا باریٔ محفل

تھا فلسفہ میں طاق تو حکمت میں تھا یکتا
پڑتا ہے اثر خلق پہ کیا حسنِ بیاں کا
وہ کانِ جواہر تھا حقیقت کا تھا شیدا
سامان ہے کیا لطف فزا سوزِ نہاں کا

ہیں اوج پہ افکار تو افکار میں جدت
لذت جو سخن میں ہے تو معنی میں حلاوت

تاثیر یہ ہوتی نہ کبھی آہ و فغاں میں
کس جوش کی تھی موج یم طبع رواں میں
خدمت جو ادا خلق کی کی لطف بیاں میں
گویا امنڈ آیا کوئی طوفان جہاں میں

طالب تھا غم و رنج کا اور درد کا شیدا
قدرت کا اسی میں نظر آتا تھا تماشا

تسخیر وہ دل کرتا تھا ہوتا تھا جو گویا
سینہ میں غم قوم مدام اسکے نہاں تھا
دریائے معانی کا وہ تھا گوہر یکتا،
وہ قوم کا دلسوز تھا اور والہ و شیدا

کس دل میں بیاں وہ اثر انداز نہیں ہے
مجبوری ہے گر دیدۂ دل باز نہیں ہے

نقاش تھا فطرت کا، معانی کا مصور
بھید تھے وہ جو راز نہاں ہوتے تھے ظاہر
ہر فن میں تھا مشاق، وہ ہر علم کا ماہر
مخزن تھا وہ حکمت کا تو بے مثل تھا شاعر

اٹھتا تھا قدم اس کا رہ حق کی طلب میں
ثانی کوئی اس کا نہ ہوا علم ادب میں

تھی بزم کی رونق اس حق آگاہ کے دم سے
رونق پہ جو ہے شانِ ادب تم سے نہ ہم سے
تسخیر کیا ملک معانی کو قلم سے
آباد یہ محفل ہوئی اکبر کے قدم سے

گرویدہ و وارفتہ ہے اور والہ و شیدا
الفت دل مغموم میں اکبر کی ہے پیدا

خیر مقدم علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال بمقام مدراس

آتی ہے صدا دیر و حرم، دشت و جبل سے
یہ شئے کبھی حاصل ہو نہ ارباب دول سے
انساں کو فضیلت جو ملی علم و عمل سے
ملتی نہیں یہ قیصر و کسریٰ کے محل سے

آباد یہ دنیا ہے ادیبوں کے قدم سے
پھیلی یہ ضیا علم کی ہے انکے ہی دم سے

جو فضل و کمالات کے معدن تھے جہاں میں
وسعت تھی خیالات میں، تاثیر زباں میں
تسخیر کیا ملک معانی کو بیاں میں
کرتے تھے عیاں قوم کا غم آہ و فغاں میں

کیا کیا نہ لٹاتے تھے گہر علم ادب سے
یہ صبح نمودار ہوئی ظلمت شب سے

وہ مہر کی صورت ہوئے عالم میں نمودار
علامہ نذیر احمد و حالی تھے گہر بار
جو پیکر خوبی تھے جو تھے گوہر شہوار
اور اکبر و آزاد و شرر، شبلی و سرشار

تابندہ وہ گردون فضیلت کے تھے خورشید
دم ان کا غنیمت تھا وہ ہیں زندۂ جاوید

روپوش ہوئے بزم جہاں سے وہ خوش احوال
راہی وہ ہوئے چھوڑ گئے خوبیٔ اعمال
صورت کوئی انکی نظر آتی نہیں فی الحال
رخشندہ مگر صفحۂ ہستی پہ ہے اقبال

محروم کبھی فیض سے اسکے کوئی کب ہے
عالم کی ضیا کان ہنر، شان ادب ہے

سینہ جو ہے اقبال کا اک گنج نہاں ہے
قرآں سے ہم آغوش تو سائنس سے قریب ہے
اور کاشف اسرار معارف یہ زباں ہے
شائستہ و سنجیدہ یہ ہم طبع رواں ہے

قرآں سے ہم آغوش تو سائنس سے قریب

از بر ہے اسے فلسفہ و حکمت و ہیئت،

دریائے معانی کا جو گوہر ہے تو اقبال
اور بحر حقیقت کا شناور ہے تو اقبال
اسرار حقائق کا جو دفتر ہے تو اقبال
اور جادۂ عرفاں کا رہبر ہے تو اقبال

شائق ہے یہ گنجینۂ عرفاں کی طلب کا
یہ قافلہ سالار ہے ارباب ادب کا

خدمت جو ادا اس سے ہوئی علم ادب کی
چرچا ہوا عالم میں اٹھی لہر طرب کی
مفتاح زباں، کلک میں طاقت ہے غضب کی
امید نہ مایوس ہوئی اہل طلب کی

حاصل ہو اگر ذوق تو کیونکر کوئی تر سے
بھر لیتے ہیں دامن کو زر و لعل و گہر سے

ہر نکتہ ہے ہر لفظ ہے اسکا سبق آموز
مصروف رہا خدمت قومی میں شب و روز
غمخوار یہ ملت کا ہے دل میں طپش و سوز
یہ راہنما خلق کا ہے اور خرد افروز

تحریر سے اسکی ہے عیاں خوبی تقدیر
جو بات یہ کہتا ہے حقائق کی ہے تفسیر

یہ انجمن علم کی ہے شمع منور
لاثانی ہے حکمت میں تو ہمیشل سخنور
دم فلسفیوں کا ہے سخندانوں کا افسر
مفتوح ہوئے جس سے کمالات کے کشور

اس رتبہ کا شاید ہی کوئی اور ہو پیدا
اب قدر کرے قوم یہ ہے قوم کا شیدا

یارب! یہ حوادث سے جہاں کے ہو سلامت
افزوں ہو حیات اور ہو دارین میں عزت
غم قوم کا کھاتا ہے تو ہو غم میں بھی لذت
آرام ملے درد میں اور سوز میں راحت

کیونکر نہ محبت رہے اقبال کی دائم
ادنیٰ سا ہے معظم بھی اک قوم کا خادم

قطعۂ تاریخ طبع کلیات

از مصنف

[illegible] طبع مرا ہو گیا بحمد اللہ
رکھی ہے سجدۂ شکر خدا میں میں نے جبیں

[illegible] بیاں میرے سوزشِ دل سے
کہ میں نے رکھ دیئے ہیں پارہ ہائے قلبِ حزیں

کروں جو فخر ہے دعویٰ میں خوش بیانی کا
مرے دماغ میں ایسا کوئی خیال نہیں

خلوص و صدق کا اس میں اگر ذخیرہ ہے
کہ حمدِ حق بھی ہے، اور مدحتِ رسولِ امیں

[illegible] ہو روزِ محشر میں
امیدِ عفو ہے حق سے، نہ خواہشِ تحسیں

[illegible] میں کیجئے للہ
کہ قربِ حق سے رہے شادماں دلِ غمگیں

جو سالِ طبع کی تھی فکر آئی دل سے ندا
بہارِ گلشنِ معنی ہے اور مہرِ مبیں،
۱ ۳ ۴ ۷

ایضاً در عیسوی

ہوئی ہے طبع مری کلیات شکرِ خدا
کہ جس میں حمدِ الٰہی ہے نعتِ شاہِ زمن

فروغ اسکو ہے حاصل طفیلِ نعتِ نبیؐ
کہ میرے عجز سے پیدا ہے معنیٔ روشن

مثالِ مہر نہ کیوں ہو جہاں میں یہ تاباں
کہ شمعِ نعت میں اخلاص کا پڑا روغن

دعائے خیر سے خرسند کیجئے دل کو
کہ نزع میں مرا ایماں لوٹ لے نہ رہزن

جو سالِ طبع کوئی تم سے پوچھے اے معصوم
کہو جدید ہے اوجِ ضیائے بستانِ سخن
۱ ۹ ۲ ۸

تقاریظ

عالیجناب مولوی احمد حسین صاحب ایم اے بی ایل المخاطب بہ ڈاکٹر نواب سر امین جنگ بہادر کے سی. آئی ای سی ایس آئی صدر المہام پیشی حضور نظام حیدرآباد دکن.

اخوی مرحوم حضرت حاجی خطیب قادر بادشاہ صاحب المتخلص بہ بادشاہ کے ہم مشرب یار وفادار اور میرے قدیم کرمفرما جناب محمد اسمٰعیل سیٹھ المتخلص بہ مغموم نے اپنے کلام بلاغت نظام کا مجموعہ اپنے احباب کے فرمائش پر شایع فرمایا ہے اور راخی زادہ برخوردار خطیب محمد عبدالرشید نے باصرار خواہش کی کہ "کلیات مغموم" کی نسبت میں بھی کچھ بطور تقریظ لکھوں. مگر مجھے افسوس ہے کہ میں شاعر نہیں ہوں جو ایسی کتاب کی داد خاطر خواہ دے سکوں. ایام شباب میں جب کبھی میں اخوی مرحوم کے کسی شعر پر کوئی اعتراض یا نکتہ چینی کی جسارت کرجاتا تھا تو وہ ہنسکر فرماتے تھے "تم نے ابتک ایک بیت بھی موزوں نہیں کی پھر شعر وسخن پر اعتراض کرنے کے قابل کیسے ہو گئے؟" اب تو میں بوڑھا ہوگیا ہوں اب بھی حضرت موصوف کا ریمارک مجھ پر صادق آتا ہے میں نے ابتک کوئی نظم نہ لکھی. میری تمام عمر قانونی کتب کے مطالعہ میں صرف ہوئی اور ان سے فرصت جو ملی وہ تاریخ و فلسفہ کی نذر ہوگئی. شعر و شاعری کی طرف میری توجہ بہت کم مائل رہی. لہذا میں اپنے آپ میں شعر وسخن کی بابت کچھ بھی لکھنے کی قابلیت نہیں پاتا. لیکن اپنے عزیز کی خواہش پوری کرنے کی غرض سے فقط واقعہ لکھتا ہوں کہ جناب مغموم صاحب کا کلام جسقدر کہ میری نظر سے گزرا اس سے میں ہمیشہ متاثر و محظوظ ہوتا رہا. اگر شعر وسخن کی عمدگی محض اس بات پر منحصر ہے کہ اس کا پڑھنے یا سننے والا اسکے مضمون سے متاثر اور اسکی فصاحت سے محظوظ ہو تو جناب مغموم کا کلام اس معیار میں کامل

ثابت ہوگا۔ شاعری فنون لطیفہ میں ممتاز ہے اسکی کسوٹی پر وفیسر "بین" نے یہ قائم کی ہے کہ شعر پڑھنے یا سننے والوں کو اس سے اسیقدر اور ویسا ہی حظ لطیف حاصل ہو جسقدر اور جیسا کہ خود شاعر کو اس شعر کے کہنے وقت حاصل ہو بالشرطیکہ اس حظ لطیف میں کوئی مادی (دنیوی) فائدہ کسی قسم کا ملحوظ یا مستتر نہ ہو۔ میرے مکرم و محترم دوست کے اکثر اشعار اور علی الخصوص انکے مدحیہ و نعتیہ اشعار اس کسوٹی پر پورے اترتے ہیں۔

اخوی صاحب کا تخلص ابتداءً "محزون" تھا بعد میں انہوں نے اسکو "بادشاہ" سے بدل دیا مگر "مغموم" صاحب نے اپنا تخلص نہیں بدلا۔ دونوں کے تخلص غمناک غالباً اسلئے ہوئے کہ استاد ازل نے ابتداء سے ہی انکی طبیعت میں درد ودیعت کیا تھا جو انسانی ہمدردی کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ اخوی کے مانند مغموم صاحب نے بھی بہت جلد حسن و عشق کی شاعری ترک کردی اور اپنی عمر کے بڑے حصہ کی فرصت کو قومی کاموں کے علاوہ مدحیہ و نعتیہ نظمیں لکھنے میں صرف کیا اس سے انکی اعتقاد کی نیکی خود بخود ظاہر ہوتی ہے شعر گوئی سے کوئی مادی یا دنیوی مفاد ان کا مرکوز خاطر نہ رہا بجز اسکے کہ اپنے ممدوح پاک کے طفیل سے اپنی آخرت بخیر ہو۔ اسی لئے انکے مدحیہ یا نعتیہ کلام میں ایسا اثر پیدا ہوگیا ہے جو اسکے پڑھنے سننے والوں کے دلوں پر چوٹ لگائے بغیر نہیں رہتا۔ خدا تعالیٰ انکو حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سے جزائے خیر عطا فرمائے اور انکی کلیات کو فیض رساں بنائے آمین۔

عالیجناب مولوی تجمل حسین خان بہادر ایمان گوپاموی ساکن مدراس!

سزاوار حمد و ثنا ہے لا تعد و لا تحصیٰ وہ خالق یکتا مالک ارض و سما ہے جس نے انسان ضعیف البنیان کو بمصداق آیۂ کریمہ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ سے معزز و ممتاز کیا اور بعد [illegible] اس حبیب رب ودود صاحب مقام محمود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور انکے اصحاب کرام [illegible] جن کی [illegible] إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ

لسنہ اسے اہل سخن کی عزت بڑہا کر سرفراز کیا۔
اما بعد حمد و صلوٰۃ مخفی و محجتب نہ رہے کہ شاعر شیوا بیان سخنور شیریں زبان مشہور جہاں یکتائے زماں لائق و فائق، ماہر فنون و علوم جناب محمد اسمٰعیل سیٹھ صاحب مغموم کا مجموعۂ کلام منظوم مسمّٰی بہ "کلیات مغموم" زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر زینت افزائے بزم سخنوری ہے جس کا ہر مصرع مصراع باب فصاحت ہر بیت بیت الشرف بلاغت ہر نظم رشک نظم گہر سراسر خوبیوں سے بھری ہے۔ کلام کا زیادہ حصہ حمد و نعت میں ہے اور درحقیقت یہی شاعری کی جان اور سخنوری کا ایمان ہے۔ جس پر ہر مومن کا دل قربان ہے مضامین اعلےٰ ہیں خیالات بلند۔ سارا کلام اول سے آخر تک ہر دلپسند۔ بندش چست نشست الفاظ درست۔ الغرض جتنی تعریف کیجا بجا و زیبا ہے۔

عالیجناب علامہ مولانا الحاج قاری شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواری

مغموم سیٹھ صاحب میرے بہت قدیم مخلص ہیں۔ میں نے انکی بہتیری نظمیں اور بہتیری غزلیں خود انکی زبان سے سنی ہیں۔ صوبۂ مدراس میں انکی ذات سے اردو شاعری اور اردو زباندانی کی اچھی پرورش ہو رہی ہے۔ اسیلئے میں انکا دم مدراس کے لئے بہت غنیمت سمجھتا ہوں سیٹھ صاحب ایک خوش بیان شاعر ہیں۔ انکی زبان صاف اور شستہ ہے۔ بعض موقعوں پر لوگوں کو تعجب ہوگا کہ جنوبی ہند میں اردو زبان کی یہ شستگی کہاں سے آئی۔ ان کے کلام میں محاورات کی بھی کمی نہیں ہے سیٹھ صاحب نعتیہ یا قومی نظمیں و غزلیں زیادہ لکھتے ہیں مگر جب گل و بلبل پر اترتے ہیں تو اس رنگ میں بھی پیچھے نہیں رہتے۔ ایک مذہبی راسخ العقیدہ شاعر جیسا کہ سیٹھ صاحب ہیں اپنے کلام کے ذریعہ بہت سے مذہبی و قومی کام انجام دے سکتا ہے۔ یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ ان کا دیوان زیر طبع ہے امید ہے کہ قوم انکی قدر کریگی اور اہل مدراس کے لئے اس میں بہت سے سبق ہونگے۔

عالی جناب شمس العلماء لسان الحکمۃ مولوی نواب عبدالرحمن صاحب شاہ بہادر طر مدراس

دیوان کیلئے چھپتے حسن اتفاق سمجھو یا اور کچھ میں نے آجتک نہ تاریخ لکھی نہ تقریظ اسلئے کہ یہ چیزیں میرے مذاق کی نہیں۔ کیوں نہیں؟ یہ شرح طلب ہے۔ سنئے کون اور مانے کون؟

اللہ اللہ ایک عجیب طاقت اس وقت مجھسے میرے خلاف کام لے رہی ہے

مشفقی جناب مولوی اسمٰعیل سیٹھ صاحب مغموم ذی علم ہیں۔ سخنور ہیں۔ کہنہ مشق ہیں، متواضع ہیں، مہذب ہیں، پاک باطن ہیں، یہ باتیں میں جانتا ہوں اور آپ کے احباب میں سے کون نہیں جانتا۔

سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ مضغہ جو جسد خاکی میں ہے اور جسکی صلاح و فساد سے تمام لطائف متاثر ہوئے ہیں اس پر نبی امی فداہ روحی کا عشق حکومت کر رہا ہے ع این سعادت بزور بازو نیست یہی وہ چیز ہے جو آپ کے کلام کی رگ رگ میں ساری ہے اور یہی وہ چیز ہے جسکی تاثیر کلام کو اکسیر بنا دیتی ہے۔ خراج تحسین یہ نہ لے تو کون لے؟ اللھم صل علی محمد علے آلہ و اصحابہ وسلم

دیوان دلپسند مغموم "تاریخی مصرع ہے۔ اچھا نہیں تو برا بھی نہیں۔

۱۳۵۳ھ

اللہ بس باقی ہوس

عالی جناب مولوی رضا علی صاحب وحشت صاحب دیوان۔ کلکتہ

میرے محترم کرمفرما مولانا سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب مغموم کے کلام بلاغت نظام کا مجموعہ موسوم بہ "کلیات مغموم" کئی حیثیتوں سے قابل تحسین و ستائش ہے۔

اول یہ کہ فصیح اردو کا نمونہ مدراس سے پیش ہوا ہے۔ جہاں اردو کی اشاعت کی بڑی ضرورت ہے۔ دوم یہ کہ کلام کا بیشتر حصہ حمد و نعت میں ہے جس سے بہتر مصرف شاعر کی جولانی طبع کے لئے نہیں ہوسکتا۔ سوم یہ کہ یہ ایک اہل دل

اہل محبت، اہل مروت کا کلام ہے جو دلوں میں بے اثر کئے نہیں رہ سکتا۔ چہارم یہ کہ یہ ایک ایسے بزرگ کا کلام ہے جن کی عمر شریف ستر سال سے تجاوز کرگئی ہے۔ یہ کلیات مختلف اصناف سخن پر محتوی ہے۔ غزلیات۔ رباعیات۔ مقطعات۔ قصائد مثلث۔ مربع۔ مخمس۔ مسدس۔ سب کے نمونے ملینگے۔ ارباب ذوق کو مژدہ اور اہل دل کو نوید کہ انکی ضیافت طبع کا سامان مہیا ہوگیا۔ مجھے قوی امید ہے کہ یہ گرانبہا کلام مطبوع خاطر خاص وعام ہوگا۔

عالی جناب مولانا یعقوب حسن سیٹھ صاحب ساکن مدراس

جناب محمد اسمٰعیل سیٹھ صاحب مغموم میرے قدیم دوست اور کرمفرما ہیں اور ان کے ساتھ ہم جماعتی کا بھی قریبی تعلق ہے۔ محبت و یگانگت کے پہلو بہ پہلو ان کے علم و فضل کی وجہ سے ان کی عظمت بھی میرے دل میں ہمیشہ ہم نشین رہی ہے۔ شعر و شاعری کے فن سے بہت ہی کم آشنا ہوں اس لئے یہ میرا منہ نہیں کہ مغموم صاحب کے کلام کی داد دوں۔ ہاں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ جب کبھی میں نے کسی قومی جلسے ہیں، اور مدراس میں میرے اٹھائیس برس کے زمانۂ قیام میں شاید ہی کوئی ایسا وقعہ ہوا ہوگا جس میں اسمٰعیل سیٹھ صاحب نے کم از کم بحیثیت شاعر حصہ نہ لیا ہو۔ جب کبھی ممدوح کی نظم سنی میرے دل میں غیر معمولی حرکت پیدا ہوگئی واقعی شعر کا واحد مقصد نہیں ہوتا تاہم اس کا اعلیٰ ترین مقصد جذبۂ دل کی تحریک ہے تو اس میں کچھ بھی شک و شبہ نہیں کہ

مغموم کا کلام فی الحقیقت کامیاب و موثر شاعری ہے
محض مقفیٰ تقریر نہیں۔

قطعات تاریخ ترتیب

جناب جان محمد اسمٰعیل سیٹھ صاحب جانی ساکن کوچین تلمیذ مصنف

سخن سنج مغموم نے کلیات
مرتب کیا ہے خوشا بے نظیر

ہوئے شادماں قلب احباب کے
درخشندہ ہے مثل بدر منیر

مضامیں ہیں دلکش، معانی بلند
کہ ہوں جس پہ مفتوں صغیر و کبیر

کروں کیا بیاں انکے اشعار کا
ہے ہر اک غزل بے عدیل و نظیر

کلام ان کا مشہور ہے جابجا
ہیں مداح حضرت کے برنا و پیر

ہیں قادر کلامی میں ہمسر بہ ذوق
فصاحت بلاغت میں ہمرنگ میر

سخن آفرینی میں یکتا ہیں آپ
طلاقت میں حسن بیاں میں شہیر

بصد شوق دل کہتے وہ مرحبا
اگر ہوتے اس وقت مرزا دبیر

غرض ان کی رنگینیٔ طبع کی
ستائش کرے کیا یہ عاجز فقیر

نہ ہو کچھ تکلف نہ ہو کچھ غلو،
اگر کہہ دیں حضرت کو شعرا کے پیر

ملا حق تلمذ کا فدوی کو بھی
زہے فیض سے خوشہ چیں ہے فقیر

جہاں تک درخشندہ ہیں مہر و ماہ
وہاں تک رہے ان کا دیوان منیر

تخیل نے گھبرا کے مجھے بہر سال
بنایا وہیں میں نے دل کو مشیر

کہا جس نے فوراً کہ جانی نہ کر
پئے سال شمسی توقف کثیر

سنا دے بس اب سال منقوطہ میں
مجدد دلکش نسخہ بے نظیر

۱ ۹ ۶ ۲ ۷

جناب مولوی رضا علی صاحب وحشت صاحب دیوان کلکتہ

چو مغموم دیوان مرتب نمود
ببیں شہرت شعر لذت نشاں
ہمہ مائل شعر رنگین او
گہے حمد خالق سراید زشوق
برنگ تصوف دلش آشنا

دل لبستہ نکتہ سنجاں کشود
زدہ راس رفتہ بہندوستاں
ہمہ قائل طرز و آئین او
گہے نعت احمد بگوید بذوق
ز شعرش رسد بوئے مہر و وفا

پئے سال تاریخ شد فکر من
شنیدم ز ہاتف - درافشاں سخن
۱۲۹۶

قطعات تاریخ طبع

جناب سید عبد الجلیل صاحب اشہر ساکن ویلور تلمیذ مصنف

فضل حق سے چھپ گیا ہے دفتر نعت رسول
پائے اسکا اجر نزد بارگاہ کبریا
اشہر احقر نے سال طبع کی جب فکر کی

بے شبہ اسکے مصنف نے نئی پائی حیات
حضرت مغموم عالیجاہ اور والا صفات
کہدیا - آرام جان مغموم کی یہ کلیات

جناب محمد فخر الدین صاحب الفت ساکن مدراس تلمیذ مصنف

کلیات آج ہوئی جلوہ گر بزم سخن
بادۂ حسن فصاحت سے سراسر معمور
فیض روحانی شاہان سخن ہے یہ کلام

نذر ارباب معانی ہے کلام مغموم
کیف اندوز بلاغت ہے یہ جام مغموم
مظہر مصحفی و میر ہے نام مغموم

حسن اور عشق کے مداح ہیں قایل اسکے	آہ کہتا ہے کوئی واہ کلام مغموم
سوز عشق نبوی کی ہیں کھنچیں تصویریں	یہ ہے آئینۂ جذبات تمام مغموم
شاعر نو کو یہ اسباق سخنگوئی ہیں	کہ یہ ہے نسخۂ اصناف کلام مغموم
یہ ہے دیوان اگر ساقیٔ جدت افزا	پھر ہر جرعہ کش بادۂ جام مغموم
چمکے عالم میں الٰہی یہ کلام استاد	زندہ تا حشر رہے شہرۂ نام مغموم

خوب نکلا ہے سن طبع سنا دو الفت
پھر گرہ دون معانی ہے کلام مغموم
۱ ۹ ۴ ۲

عالیجناب مولوی تجمل حسین خان صاحب بہادر ایمان گوپاموی ساکن مدراس

کس فصاحت سے کئے نظم مضامین بلند	اس سے ظاہر ہے کہ اعلیٰ ہے مقام مغموم
دل کو تاریخ کی تھی فکر کہ ہاتف نے کہا	کہدو ایمان کہ چھپا عمدہ کلام مغموم

۱۳ ۴ ۳

جناب شاہ محمد بدر الدین صاحب قادری شطاری صبغۃ اللّٰہی بدر ساکن مدراس

جلوہ آرا کلیات حضرت مغموم ہے	ہو گیا ہے اب طلوع مہر تابان سخن
یہ ہے اس استاد کا بیشل اور اعلیٰ کلام	مانتا ہے اک زمانہ جسکو سلطان سخن
پھول ہیں ہر رنگ کے ہر پھول کی ہے بو جدا	اس چمن کی سیر دیکھیں قدردانان سخن
ہے غذائے روح کے سامان کا گسترہ آج	طالبان ذوق معنی کے لئے خوان سخن
ہیں بہار جانفزا یوں ہے یہ دعوائے غزل	ہر غزل کا شعر کہتا ہے کہ ہوں شان سخن
حسن بندش شوکت الفاظ ترکیب بیاں	دیکھیں مضموں کی لطافت کو ادادان سخن
ہر غزل ہے شوخ بھی دلکش بھی پردرد انگیز بھی	اسکا شیدا کیوں نہ ہو ہر ایک خواہان سخن
سیکڑوں دریائے معنی ہیں نہاں ہر نظم میں	روشنی طبع کو دیتا ہے سامان سخن

بے سر افکار ہے اے بدر اس کا سال طبع
مرحبا حسن معانی ہے خیابان سخن،

جناب منشی محمد انصر الدین صاحب بیخود مدراسی المخاطب بہ افسر الشعراء

چھپ گیا کلیات مغموم اب
جسکی ہر اک طرف مچی ہے دہوم

سال ہجری لکھا یہ بیخود نے
کہ - کلام مکمل مغموم

ولہ

کیا خوب کلیات ہے مغموم سیٹھ کا
کرتے ہیں جان و دل سے پسند اسکو خاص عام

بیخود جو تم کو سال مسیحی کا ہے خیال
برجستہ آٹھ بار کہو - احسن الکلام

۲۴۱ × ۸
۱۹۲۸ء

جناب جان محمد بن اسمٰعیل سیٹھ جانی ساکن کوچین تلمیذ مصنف

ہدیۂ محمد اسمٰعیل سیٹھ مغموم

نخل اسمٰعیل استادم بافضال خدا
برسرما فدویاں پرتو فگن ہر گاہ باد

تابود شمس و قمر جلوہ کناں از آسماں
کلیاتش ضو فگن مانند مہر و ماہ باد

بلبل گلزار نعت بادشاہ دیں پناہ
نغمہ زن در روضۂ پاک حبیب اللہ باد

روز محشر ایں صلہ از بہر او کافی بود
مدح گو مغموم را شافع رسول اللہ باد

باصمیم قلب یارب می کنم اکنوں دعا
ہر زماں باحال و قالش فضل تو ہمراہ باد

از عقیدت جستجو کردم برائے سال طبع
ایں ندا آمد بگوشم فکر تو بر راہ باد

کلک جانی بے سر اعدا چنیں مرقوم کرد
کاں ہمایوں تحفۂ مغموم عالی جاہ باد

حبذا طبع شد بفضل خدا — بے بہا کلیات بدر منیر
ہست مملو ز نعت ختم رسل — بعد حمد خدائے رب قدیر
ہر غزل دلکش است و معنی خیز — آنکہ دیدست گفت رشک دبیر
بلبل خوشنوائے باغ ثنا — عاشق صادق بشیر و نذیر
افصح و خوش بیان ادیب زمن — شد بفضل و ہنر بخلق شہیر
نام او در کمال شعر و سخن — ہست مشہور مثل داغ و امیر
آں حلیم و کریم و نیک خصال — حسن خلق و شفیق و پاک ضمیر
دایما باد در جہاں شادان — آن سخن سنج اوستاد فقیر
از پئے سال طبع شد ز سروش — فورًا الہام در ضمیر جعفر

جا بنا کن بشوق دل مرقوم
نسخہ بے عدیل بدر منیر
۱۳۴۲ھ

ولہ در صنعت توشیح

حضرت معصوم استادم فصیح — کرد تصنیف ایں غرائب کلیات
کیست جانی نیست کورا اعتراف — پاک و صاف است از معائب کلیات

حرف آخر را ز ہر مصرع بچیں
بہر سال ایں عجائب کلیات
۱۳۴۲ھ

ولہ

مرحبا کیا نعتیہ اشعار ہیں معصوم کے — عشق سمجھا آپ کو ہے شاہ مجر دین سے
انکی نظم و نثر کی پہلے بھی شہرت تھی ولے — ہوگیا اب عالم روشن خوبی اس تدوین سے
جب سنا قطعات تاریخی کا ہوتا ہے ورود — چند قطعے جیش میں نے بھی کہے کو چین سے

سال فصلی بے شبہ ہوگا عیاں جانی تمہیں
گر (سراج آفاق) کو تم ضرب دو گے تین سے
۸ ۳ ف ۱ ۳ ۱

ولہ

مرحبا کیا خوب لکھی آپ نے یہ کلیات
نظم پاکیزہ گہر ہے شعر جوں الماس ہے

داد دینگے خوب اسکی ماہرین فن شعر بھی
طبع میں جن کی سخن کا ذوق ہے احساس ہے

دل نے سمجھایا کہ کر کچھ فکر سال طبع کا
ہاں تجھے حق تلمذ کا اگر کچھ پاس ہے

جستجو ہونے لگی تب سال ہجری کی مجھے
ہاتھ میں میں نے لیا پھر خامہ و قرطاس ہے

ملہم غیبی نے یوں دل میں مرے القا کیا
لکھ دے جانی (خوشنوا یہ بلبل ہمراس) ہے

عالیجناب علامہ مولانا الحاج قاری شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی القادری پھلواری المتخلص بہ حاذق

مرے یار خوش طبع مغموم سیٹھ
جو شیریں سخن ہیں بطرز ملیح

سمجھتا ہے ان کو ہر اک خاص و عام
ادیب و لبیب و اریب و بجیح

چھپا ان کا دیوان بصد آب و تاب
مرصع مزین بہ نستق صحیح

جو الفاظ دیکھو تو حصن حصین
مضامیں دیکھو تو نصح نصیح

ز سرتا بپا حسن و صحت ہے یہ
نہ مضموں سقیم اور نہ بندش قبیح

مجھے رنج قحط سخن کا جو تھا
فما ان قلبی اذن یستریح

جو ہے فکر تاریخ حاذق تو لکھ
چھپا یہ کلام بلیغ فصیح
۱۳

جناب مولوی قاضی محمد کریم الدین صاحب زعیم نندیال ضلع کرنول

مجموعہ کلیات عجب لاجواب ہے
مفتوح قصر علم معانی کا باب ہے

یہ کلیات حضرت مغموم سربسر
مقبول اہل ملک ہے اچھی کتاب ہے

مثل گہر چمکتے ہیں اسکے تمام شعر
یہ کلیات خوب ہی پُرآب و تاب ہے

ہم کہہ رہے ہیں بہر سن طبع اے زعیم
مغموم کا کلام یہ لو لاجواب ہے
٥ ٤ ھ ٣ ١

جناب مولانا شاہ حسین میاں صاحب شہید خلف الصدق علامہ مولانا الحاج قاری شاہ محمد سلیمان صاحب قادری پھلواری

میرے بزرگ حضرت مغموم باوقار،
خورشید اوج لطف دُر قلزم وفا

اک یکہ تاز عرصۂ علم ادب جو ہیں
ممکن نہیں کسی سے ہو ان کا مقابلا

ہے فن شاعری میں جنھیں دستگاہ تام
حیرت میں ایک خلق ہے سن سن کے غلغلا

دیوان ان کا دیکھکے کہتے ہیں اہل علم
اک باغ لالہائے مضامیں کا ہے کھلا

اشعار دلپذیر مضامیں دلپسند
لایمکن الثناء کما کان حقہا

ہر شعر ہے وہ شعر کہ جس شعر میں ہے درد
اور درد بھی وہ درد کہ جس درد میں مزا

ایسا کلام، اور پھر اتنا کلام، واہ
یہ رنگ اور اسپہ یہ انداز مرحبا

دیوان ان کا چھپتا ہے پہنچی جو یہ خبر
دل جو کہ تھا کلی کیطرح بند۔ کھل گیا

اثنائے انبساط میں اک بار ناگہاں
آیا خیال مصرع تاریخ طبع کا

مولا شہید آکے یہ مجھ سے سروش غیب
نے کیا کلام بہتر و بے مثل چھپ گیا،

جناب سید سالار صاحب کفیل کھمبھی علاقہ منصف کورٹ نندیال ضلع کرنول

یہ کلیات کیوں نہو مقبول جا بجا
اسکے تمام شعر ہیں لاریب بے بہا
شاعر ہیں اسکے حضرت مغموم ذی صفت
مشہور ہند میں ہے بہت نام آپکا
شاباش مل گیا تمہیں محنت کا اب صلہ
محمود! تم نے اسکو مرتب جو کردیا

یہ سال اسکے طبع کا ہمنے بھی کفیل
مغموم کا کلام ہے بے عیب کہدیا

جناب کریا بن عبدالرحیم سیٹھ صاحب متین ساکن بنگلور تلمیذ مصنف

بزم شعرا میں مچی دھوم چھپی کلیات
کہ گلستان سخن ہے یہ کلام استاد
نظمیں ہیں غزلیں ہیں قطعے ہیں قصاید بھی ہیں
یعنے اک کان سخن ہے یہ کلام استاد
ہر غزل حسن فصاحت کی سراسر تصویر
جان جانان سخن ہے یہ کلام استاد
اسکو دیباچۂ تفسیر معانی سمجھو
حسن عنوان سخن ہے یہ کلام استاد
نور پھیلے گا شب تار سخن گوئی میں
مہر رخشان سخن ہے یہ کلام استاد
ہے فصاحت و بلاغت بھی جلو میں ہر جا
یعنے سلطان سخن ہے یہ کلام استاد

کہہ و سن حضرت مغموم کی دیواں کا متین
حسن بستان سخن ہے یہ کلام استاد

جناب محمد رضا علی بادشاہ صاحب محبت بن محمد مستعلی بادشاہ صاحب الفت مغفور خادم و متولی آثار شریف نبویہ و غوثیہ شاگرد حضرت شریف الشعرا مغفور مدراس

مطبوع یہ دیوان مغموم جو اسدم ہے
برجستہ مضامین ہیں نعت شہ اکرم ہے

تاریخ صحت ہے ہاتف نے رضا کو دی، مغموم کا دیوان بھی منظور دو عالم ہے
۱۳۰۴ھ

خاکسار ابو المقبول محمود وانمباڑی تلمیذ مصنف مرتب کلیات ہذا

میرے مکرم مرے معظم جناب مغموم خوش بیاں کا
ہوا جو شائع کلام دلکش بفضل خلاق کبریا ہے

عجب ہے کیا کلیات مغموم اگر ہو سب کے پسند خاطر
کہ اسمیں حمد خدائے قدوس بھی ہے اور نعت مصطفےٰ ہے

کہیں رباعی کہیں قصائد کہیں غزل اور کہیں مسدس
بطرز احسن کلام ہر ایک طرح کا اسمیں چھپ گیا ہے

نصیحت آمیز نثر اسکی اثر ملا کا ہے نظم میں بھی
ہے کیا تعجب جو اسکو دیکھیگا بول اٹھیگا وہ مرحبا ہے

ہوا مزین جو زیور طبع سے یہ دیوان پُر فصاحت
کلام مغموم سلک زیبا ۱۳۰۴ھ۔ یہ سال محمود نے کہا ہے

جناب مولوی حاجی حافظ قاری محمد عبد الواحد صاحب وانمباڑی اعظم سرکار نظام حیدر آباد دکن المتخلص مسکین

ترے افضال سے اے رب قیوم
چھپا ہے اندنوں دیوان مغموم

تمنا تھی زمانہ کو بصد شوق
عیاں ہو خلق پر وہ سر مکتوم

فصاحت سے بھرا ہر شعر جس کا
بلاغت سے ہر اک مصراع مرقوم

زمانہ نے نہ دیکھا مثل اس کا،
فصیحوں کو نکات اسکے ہوں معلوم

قصائد ہیں کہیں غزلیں کہیں ہیں،
رباعیات کی بھی ہے کہیں دھوم

کہیں تاریخ ہائے پر مسرت
کہیں ہے غم کہ ہو ہر شخص مغموم

کرشمہ ہے عجب اس کا عزیزو
ہو مسرور و مغموم اس سے محروم

[illegible]
[illegible] مسرور دائم [illegible] مغموم

[illegible]
[illegible] ان سے [illegible]

[illegible]
ہوا جب [illegible] منظوم

کہا مسکین نے بیحد ہو مسرور
ہوا مطبوع یہ دیوان مغموم

جناب یٰسین محمد عبدالستار صاحب مشیر ساکن ویلور تلمیذ مصنف

مرے استاد مکرم کا دیوان — بحمداللہ اب چھپکے نکلا ہے دیکھو
لب التجا سے مشیر آج خوش ہو — یہ عمدہ ہے دیوان مغموم لکھدو

جناب حکیم شاہ محمد صبغۃ اللہ صاحب حسینی القادری نور ساکن مدراس

خوش بیاں مغموم اسمٰعیل سیٹھ — شاعری ہیں جن کی اعلیٰ شان ہے
کلیات ان کا چھپا اب بے بہا — گوہر مضموں کی گویا کان ہے
ہر غزل حسن لطافت سے بھری — نظم ہر اک شاعری کی جان ہے
ہے یہ انکی کہنہ مشقی کی دلیل — انکو ہر مشکل زمیں آسان ہے
آئینہ سے بھی مصفا ہے کلام — عقل جسکو دیکھکر حیران ہے
کیا پھلا پھولا ہے بستان سخن — ہر کلی کی اک نرالی آن ہے

گلفشاں ہے نور بہر سال طبع
اک چمن مغموم کا دیوان ہے

ولہ (رباعی)

دیوان وہ ہے یہ کہ نہیں جس کا جواب — ہر لفظ ہے اسکا ایک دُرِ خوشاب
لکھدو تاریخ طبع اسکی اے نور — مغموم کا پاکیزہ کلام نایاب

جناب سید محی الدین صاحب واصل ساکن بنگلور

کلیات تخیلات مغموم — اے خالق دو جہاں پسندی
سالش بنوشت کلک واصل — گلدستۂ نعت احمدی

ولہ

کیا سخن مغموم کا ہے سلک مروارید ہے — یہ کلام دلفزا طبع رسا کی شان ہے
کر دے اے واصل سن تاریخ کا اظہار بھی — مرحبا کیا درج گوہر نعت کا دیوان ہے

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ طبع کلیات کا کام بخیر و خوبی سر انجام کو پہونچا۔ اگر میرے معاونین میری امداد پر آمادہ نہ ہوتے تو مجھ سے کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ میرے برادر عزیز محمد اسحق سلیم صاحب سلمہ اللہ نے میرا سارا کام اپنے ذمے لیکر مجھے سبکدوش کر دیا صحت کتابت اور فراہمی اجزائے کلیات اور باترتیب انکی نگہداشت اور حفاظت کے کام میں انکی سعی و کوشش قابل قدر ہے جزاہم اللہ خیر الجزا۔ میرے محب دلنواز جناب خطیب قادر بادشاہ صاحب مرحوم کے فرزند سعید جناب خطیب عبد الرشید صاحب صاعف اللہ عمرہ کے حسن انتظام نے طبع کے کام میں بیش بہا تائید بخشی۔ کتابت اور طبع اور جلد بندی کا کام انہوں نے اپنے ذمے لیلیا۔ کاپی لانا اور لیجانا۔ پروف اور طبع شدہ فارم لانا یہ سارا کام انہی کا تھا۔ میرے تلمیذ جناب ابو المقبول محمود الحسن صاحب محمود ضاعف اللہ عمرہ نے ترتیب کلیات اور کتابت مسودہ کا کام خوش اسلوبی کے ساتھ سر انجام کو پہونچایا اور اہتمام طبع میں سعی بلیغ فرمائی۔ میں ان دونوں کو دعائے خیر سے یاد کرتا ہوں۔ خدا وند کریم ان کو عمر و اقبال کے ساتھ دیر گاہ زندہ رکھے۔ ناظرین سے التجا ہے کہ وہ میری سہو و فروگذاشت کو درگزر کرکے دعائے خیر سے ممنون فرمائیں۔

خاکسار محمد اسمعیل مغموم

[illegible] ۲۲ [illegible] داس اسٹریٹ [illegible]